

یوسفیہ

شمارہ

کلیات

سلطان محمد علی قطب شاہ

۱۰۰ تا ۱۰۲

مترجمہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادیانی زورام۔ ایچ۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

پروفیسر اردو جامعہ عثمانیہ

کلیاتِ محرقلی قطب شاہ

گو لکنڈہ کے پانچویں تاجدار سلطان محمد قلی قطب شاہ (۱۳۹۳ھ تا ۱۴۱۳ھ)
کے اردو کلام کا مجموعہ اور حالات و کلام پر تبصرہ

مقبلاً

ڈاکٹر سید محی الدین قاری

ایم اے۔ پی ایچ ڈی رلندن

۱۳۵۹ھ
۱۹۴۰ء

مطبوعہ مکتبہ ابراہیمین پریس
حیدرآباد دکن

طبع اول تعداد جلد صفحات مع تصاویر ایک ہزار اڑسٹھ ۱۰۶۸۰ قیمت ۱۰۰ روپے

مجلس اشادہ کی مخطوطات

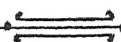
سرپرست

غالبِ جناب نواب سالار جنگ بہا

- ۱۔ مولوی سید محمد عظیم حسنام اے۔ بی ایس سی۔ (کینٹ) پرنسپل سٹی کالج صدر
- ۲۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری حسنام اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈرارڈ جامعہ عثمانیہ) نائب
- ۳۔ مولوی مرزا حسین علی خاں حسنامی اے (آنررز) پروفیسر انگریزی پروسٹ جامعہ تھان کن
- ۴۔ مولوی عبدالحق صاحب صدیقی ام اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ)
- ۵۔ مولوی عبدالقادر سرسری حسنام اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ)
- ۶۔ مولوی سید محمد صاحب ام اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج) معتمد
- ۷۔ مولوی میر سعادت علی صاحب ام اے۔ شریک معتمد



پیش لفظ



اُردو یا ہندستانی کی ابتدائی تاریخ اور اس کے قدیم شعرا و مصنفین کے حالات و مقامات ایک عرصہ دراز تک بالکل تاریکی میں رہے اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ ولی اورنگ آبادی جو گیارہویں صدی ہجری کے ربع آخر میں گزرے ہیں، اس زبان کے سب سے پہلے شاعر تھے بلکہ بعض متاخر تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو بھی جس میں قدیم زبان کی بہت زیادہ جھلک پائی جاتی تھی، ہمسال باہر قرار دے کر دلی کے ان شعرا کو جنہوں نے ولی کی تقلید میں فارسی کی بجائے اُردو میں شعر کہنا شروع کیا تھا، اُردو کے اولین شعرا قرار دیا ہے۔ لیکن حالیہ تحقیقات نے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ ولی اورنگ آبادی سے کئی سو برس پہلے اُردو زبان کی بنیاد پڑ چکی تھی، اور دکن کی قدیم اسلامی سلطنت بہمنیہ کے

آخری زمانے میں اور اس کے بعد اس کی جانشین ریاستوں یعنی قطب شاہی اور عادل شاہی کے عہد میں اس زبان نے اس قدر ترقی کر لی تھی کہ نہ صرف عام بول چال اور تبادلہ خیال کے لیے استعمال کی جاتی تھی بلکہ اس میں نظم و نثر کی متعدد اعلیٰ درجے کی کتابیں بھی لکھی گئیں خصوصاً قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کے علم دوست اور سخن گستر بادشاہوں کی خاص سرپرستی نے اس کی ترویج و ترقی کی رفتار بہت ہی تیز کر دی، اور ان کی شخصی دلچسپی سے جن میں بعض مثلاً محمد قلی قطب شاہ بانی شہر حیدرآباد جو خود اعلیٰ درجے کے شاعر تھے، اس زمانے میں بہت سے بلند پایہ شعرا و مصنفین پیدا ہوئے۔ ان ریاستوں کی تباہی کے بعد اردو زبان کی تیز رفتار ترقی ایک عرصے کے لیے کچھ رک سی گئی، اور پھر سرکارِ دربار میں کچھ مدت کے لیے فارسی کا دور دورہ قائم ہو گیا، لیکن باوجود شاہی سرپرستی سے محروم ہونے کے اردو زبان اپنی فطری موزونیت کے سبب برابر بڑھتی اور ترقی کرتی رہی اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

اگرچہ محققین کی تحقیقاتی مساعی کی بدولت اردو زبان و ادب کی قدامتِ مسلم ہو گئی ہے لیکن ان قدیم شاعروں اور نثر نویسوں کے گراں پایہ ادبی کارنامے جن پر اس زبان کی تمام تر ترقیوں کی بنیاد قائم ہے اور جن کے مطالعے سے ہم نہ صرف اپنے قدام کے افکار و خیالات اور اسالیب بیان سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں بلکہ

اپنی گزشتہ عظمت سے بھی آگاہی حاصل کر سکتے ہیں، اب تک گوشہ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے، بیونستہ سال سٹی کالج میں دو صد سالہ جشن یادگار وِلی کے موقع پر دکن کے مخطوطات کی جو نمائش منعقد کی گئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ کتنے ہی اُنمول جواہر ایسے ہیں جن کی اشاعت سے نہ صرف اُردو ادب کے ذخیرے میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوگا، بلکہ ان سے اُردو ادب کی ابتدائی ترقیوں، اس زبان کی عہد بہ عہد تبدیلیوں اور عہد گزشتہ کی تہذیب و تمدن کے متعلق نہایت کارآمد معلومات حاصل ہونگی۔ نیز اس عہد کی کتابوں کے مطالعے سے حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ ابتدائی اُردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کے ساتھ ہندی کے الفاظ بھی برابر کے شریک تھے جو بعد کو رفتہ رفتہ زبان سے خارج ہو گئے۔ موجودہ زمانے میں بیرونی زبانوں کے غیر ضروری الفاظ اُردو سے خارج کر کے اس کو خالص ہندستانی بنانے کی جو کوشش کی جا رہی ہے اس کے مد نظر بھی ان کتابوں کی اشاعت بہت ہی کارآمد ثابت ہوگی۔ ان کے مطالعے سے اہل ذوق یہ معلوم کر سکیں گے کہ کس طرح ہندی اور سنسکرت کے الفاظ بھی اُردو کی خرا د پر چڑھ کر اُردو یا ہندستانی زبان کا جز بن سکتے ہیں۔

حسن اتفاق سے حیدرآباد کے مشہور علم دوست امیرِ عالیجناب نواب سلاہ جنگا دہا مدفیوضہ نے بھی جو جشن یادگار وِلی کے صدر نشین تھے اس اہم ضرورت کو محسوس فرمایا

اور اپنے خطبہٴ صدارت میں بدیں الفاظ توجہ دلائی :-

”اس اہم اور دلچسپ کام کو اس تقریب کے ساتھ ختم نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس دو صد سالہ جشنِ ولی کی یادگاریں کوئی مستقل کام آغاز کیا جائے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا کہ ولی کے معاصرین اور ان سے پہلے کے شاعروں اور صاحبانِ تصانیف کی اُردو کتا میں مرتب اور شائع کی جائیں۔ ولی سے پہلے بھی ہمارے ملک میں بڑے بڑے شاعر اور انشا پرداز پیدا ہو چکے ہیں۔ خود طبقہٴ فرماں روا یاں میں محمد قلی قطب شاہ اور علی عادل شاہ بلند پایہ شاعر تھے۔ پھر ان کے دربار کے ملک الشعراءِ وجہی، غوصی، نصرتی، رستنی، وغیرہ ولی سے کم نہ تھے۔ اور چونکہ ولی سے بہت پہلے گزرے ہیں اس لیے ان کے کلام اور بھی زیادہ قابلِ قدر رہیں۔ بہر حال اس اہم کام کی تکمیل کے لیے ایک جماعت منتخب کر لینی چاہیے۔“

نواب صاحب مدوح نے قدر شناسی سے یہ بھی فرمایا کہ :-

”مسترت کا مقام ہے کہ خود ہمارے ملک میں اب ایسے اصحاب موجود ہیں کہ ان قدیم کتابوں کے کلام اور زبان کو سمجھ کر ان کو جدید طریقوں پر مرتب کر کے

شایع کر سکتے ہیں۔ میں بھی اس مبارک اور اہم کام میں اس جماعت کا ہاتھ بٹانے تیار ہوں۔“

چنانچہ نواب صاحب معز کی اس علمی سرپرستی اور اعانت سے حسب ارشاد گرامی راقم کی صدارت میں حسب ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی ”مجلس اشاعت مخطوطات“ کے نام سے قائم کی گئی اور قدیم ادبی جواہر یاروں کا ایک تفصیلی جائزہ لے کر ان کی اشاعت کے ابتدائی مراحل طے کیے گئے۔

- (۱) ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زورام، اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر
 - (۲) مولوی مرزا حسین علی خاں صاحبی اے (آنرز) (صدر شعبہ انگریزی جامعہ عثمانیہ) رکن
 - (۳) مولوی عبد المجید صاحب صدیقی ام، اے۔ ال ال بی۔ (لکچر از تاریخ جامعہ عثمانیہ) ..
 - (۴) مولوی عبدالقادر سروری صاحب ام، اے ال ال بی۔ (لکچر از اردو جامعہ عثمانیہ) ..
 - (۵) مولوی سید محمد صاحب ام، اے۔ (لکچر از اردو سٹی کالج)..... معتمد
 - (۶) مولوی میر سعادت علی صاحب رضوی ام، اے۔ شریک معتمد
- علمی نقطہ نظر سے قدیم کتابوں کی اشاعت آسان اور ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ جن لوگوں کو اس سے سابقہ پڑا ہے وہ اچھی طرح اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس کام میں کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مختلف نسخوں کے باہمی مقابلے اور تصحیح کے علاوہ

بعض دفعہ ایک ایک لفظ کے لیے کئی کئی روز چھان بین کرنی پڑتی ہے، اور بظاہر یہ شیل صادق آتی ہے کہ ”کوہ کندن و کاہ برآوردن“۔ نسخے اکثر بدخط اور بعض غلط درغلط بھی ہوتے ہیں۔ ان تمام مراحل کو صبر و سکون اور محنت و مہمت طے کرنے کے بعد کتاب قابل اشاعت بن سکتی ہے۔ مجلس ہذا کے مستعد اور علم دوست ارکان نے جس محنت اور توجہ سے اس ہفت خوان ادب کو طے کیا ہے وہ ان کی مساعی کے نتائج سے ظاہر ہے اور توقع ہے کہ وہ ارباب ذوق کی پسندیدگی حاصل کریں گے۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب نے سلطان محمد قلی قطب شاہ کے نہایت ضخیم کلیات کی ترتیب کے صبر آزمات کام کو اپنے ذمے لینے کے علاوہ مجلس کا مختلف طریقوں جو ہاتھ بٹایا ہے اس کا اعتراف نہایت ضروری ہے۔

یہ پیش لفظ نامکمل رہ جائیگا اگر میں عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کی فیاضی سے کہیں زیادہ اس ذاتی دلچسپی اور توجہ کا شکریہ ادا نہ کروں جو نواب صاحب ممدوح نے شروع ہی سے مجلس کے کاروبار میں فرمائی ہے فی الحقیقت نواب صاحب کے اس اہتمام اور سرپرستی کے بغیر یہ مشکل کام انجام نہیں پاسکتا تھا۔

سید محمد اعظم

فہرست

۱۔ عرض مرتب	صفحہ ۳	۳۔ خطبہ سلطان محمد قطب شاہ	صفحہ ۱۱
۲۔ متفد جس کے مآخذ	۹	۴۔ عبارت سر لوح کلیات	۱۲

مقدمہ

(صفحات ۱۷ تا ۳۵۲)

۱۔ تعارف	۱۷	۱۰۔ عیدوں اور تہواروں کی ترویج	۱۴۱
۲۔ نام اور تخلص	۲۸	۱۱۔ دوسری عیدیں	۱۷۴
۳۔ تعلیم و تربیت اور عاشق مزاجی	۳۴	۱۲۔ نوروز اور بہشت	۱۹۹
۴۔ شعر و شاعری	۳۸	۱۳۔ رسم و رواج اور دیگر مصروفیتیں	۲۲۶
۵۔ تصوف و عرفان اور حافظہ کا اثر	۴۲	۱۴۔ تدبیر و سیاست	۲۴۱
۶۔ کمال سخن اور شاعرانہ تعلی	۵۲	۱۵۔ ہندو رعایا کی سرپرستی	۲۶۱
۷۔ بھاگ متی یا حیدر محل	۷۹	۱۶۔ ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت و قدرتی	۲۷۵
۸۔ مذہبی میلان اور مخالفتیں	۸۹	۱۷۔ اناہل اولاد اور فسادات	۲۹۷
۹۔ حیدر آباد اور اس کی زیبائش و آرائش	۱۰۵	۱۸۔ کلیات اردو کے نسخے	۳۲۹

پہلا حصہ

نظمیں

(صفحات ۱ تا ۳۲۴)

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۵	۱۶۔ بسنت	۳	۱۔ حمد
۱۴۳	۱۷۔ دوسری عیدین	۹	۲۔ نعت
۱۴۹	۱۸۔ سالگرہ	۱۷	۳۔ منقبت
۱۶۱	۱۹۔ جلوہ اور دیگر روم	۲۷	۴۔ مدح حضرت بی بی فاطمہؑ
۱۷۱	۲۰۔ لوازمات شاہی	۳۱	۵۔ شاعر کا مذہب
۱۸۵	۲۱۔ کھیل	۳۵	۶۔ عید میلاد نبیؐ
۱۹۱	۲۲۔ برسات اور سرما	۴۵	۷۔ عید بخت نبیؐ
۲۱۱	۲۳۔ محلات شاہی	۵۲	۸۔ شب معراج
۲۲۵	۲۴۔ بارہ پیاریاں	۵۵	۹۔ عید سوری
۲۶۷	۲۵۔ دوسری پیاریاں	۶۳	۱۰۔ عید مولود علیؑ
۲۸۵	۲۶۔ ناز	۷۵	۱۱۔ عید غدیر
۲۹۹	۲۷۔ نیاز	۸۷	۱۲۔ شب برات
۳۱۱	۲۸۔ افسانہ محبت	۱۰۱	۱۳۔ ہلال عید و عید رمضان
۳۲۱	۲۹۔ متفرق	۱۱۵	۱۴۔ بقر عید
		۱۲۹	۱۵۔ نوروز

دوسرا حصہ

غزلیں

(صفحہ ۱ تا ۲۹۶)

صفحہ	ردیف	صفحہ	ردیف
۱۳۰	۱۳-ش	۱	۱-۲
۱۴۲	۱۴-ص	۳۰	۲-ب
۱۴۶	۱۵-ظ	۴۳	۳-ت
۱۴۹	۱۶-ع	۵۶	۴-ث
۱۵۹	۱۷-غ	۶۶	۵-ج
۱۶۳	۱۸-ل	۷۵	۶-ح
۱۶۶	۱۹-م	۸۲	۷-خ
۱۷۴	۲۰-ن	۸۵	۸-د
۲۱۳	۲۱-و	۹۴	۹-ذ
۲۱۸	۲۲-ح	۱۰۷	۱۰-س
۲۲۴	۲۳-ی	۱۲۳	۱۱-ز
		۱۲۵	۱۲-س

تیسرا حصہ دیگر اصناف سخن

صفحہ ۱ تا ۶۴

۶۰	۲ - ریختنی	۳	۱ - قصائد
۶۲	۵ - ثنوی	۲۳	۲ - رباعیات
		۵۶	۳ - مثنوی

فہرست تصاویر

۲۹۶	۷ - گو لکندہ اور مقابر سلاطین	۶	۱ - سلطان محمد قلی قطب شاہ مقابل صفحہ
۳۱۵	۸ - محل حیات بخشی بیگم	۱۲	۲ - سلطان محمد قطب شاہ مرتب کلیات
۳۲۲	۹ - گنبد محمد قلی	۹۹	۳ - حسینی علم گو لکندہ
۳۳۳	۱۰ - عکس تحریر محمد قطب شاہ	۱۰۸	۴ - چارمینار
۳۳۵	۱۱ - لوح کلیات محمد قلی	۱۳۸	۵ - دارالشفاء
۳۵۰	۱۲ - دوسرے کلیات کا لوح	۱۴۵	۶ - بادشاہی عاشور خانہ



سلطان محمد قلی قطب شاہ

عرضِ مرتب

اس کلیات کی ترتیب کا کام مارچ ۱۹۳۷ء میں شروع ہوا۔ اور مسلسل تین سال کی کوشش اور انتظار کے بعد آج یہ شایع کئے جانے کے قابل ہوا ہے۔ مرتب کو اپنی بے بضاعتی کے احساس کے علاوہ اس امر کا اعتراف بھی ہے کہ اس صبحہ آزما کام کے اثنائیں اس کو دوسری کتابوں کی ترتیب و تالیف کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑا۔ چنانچہ گو لکنڈے کے افسانوں کے دوسرے مجموعے ”گو لکنڈے کے ہیرو“ کے علاوہ اس نے ”روح غالب“ اور ”مکتوباتِ شادِ عظیم آبادی“ کا کام بھی اسی اثنائیں شروع اور ختم کیا۔ نیز تاریخ ادبِ اردو، ارشادِ نامہ، رسائلِ شاہِ برہان، ابراہیم نامہ، اور تاج الحقائق کی ترتیب بھی اسی دوران میں ہوتی رہی۔ اگر یہ سب کام درمیان میں خلل انداز نہ ہو تو شاید ”کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ“ آج سے بہت پیشتر شایع ہو کر منظر عام پر آ جاتا۔ یہ عظیم الشان کلیات چھپ کر اہلِ اردو کے ہاتھوں تک نہ پہنچ سکتا اگر وہ کن روشن خیال امیرِ نواب میر یوسف علی خاں بہادر سالار جنگ کی ذاتی دلچسپی شامل نہ ہوتی۔ نواب صاحب نے ”سلسلہ یوسفیہ“ قائم کر کے کئی مخطوطات کی اشاعت کی

جو سرپرستی فرمائی ہے اس کی وجہ سے متعدد کئی شاعروں اور ادیبوں کی علمی و ادبی یا دواکاریں تلف ہونے سے بچ گئیں۔ ”نام نیک رفتگاں“ ضایع نہ کرنے کا یہ جذبہ خود نواب صاحب مغر کے نام اور ان کے ”سلسلہ یوسفیہ“ کو اس وقت تک زندہ رکھے گا جب تک کہ خود اور دربان موجود ہیں۔

آخر میں نپٹت ہری ہر شاستری صاحب پیر، فیہ شکر و برج بھاشا جامعہ عثمانیہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنہوں نے بہت سے نامانوس اور متروک الفاظ کے سمجھنے میں مرتب کو قابل قدر مدد دی۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض لفظ اور ترکیبیں اب تک مرتب کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اور اس امر کے اعتراف میں مرتب کو اس لیے کوئی مذمت نہیں کہ خود محمد علی قطب شاہ نے اس بارے میں پیشین گوئی کر دی تھی کہ میری کتابوں کی شرح کوئی نہیں لکھ سکے گا۔ چنانچہ اس کی اسی پیشین گوئی کے الفاظ پر اس ”عرض“ کو ختم کیا جاتا ہے۔

نہ لکھ سکے گا کئے شرح مجھ کتاباں کا
(کوئی ہی)

ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں بھجوا
(شکل)

سید محی الدین قادری

رفت منزل

جون ۱۹۴۷ء

مقدمے کے مآخذ

مقدمہ کلیات محمد قلی قطب شاہ کی ترتیب میں حسب ذیل کتب سے انتقاہ

کیا گیا ہے۔

قلمی

۱۔ تہائیچ محمد قطب شاہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

۲۔ حدائق السلاطین " " " "

۳۔ حدیقۃ السلاطین (جلد دوم) " " "

۴۔ مادہ نامہ " کتب خانہ " " "

۵۔ تذکرۃ الملوک " انڈیا آفس لندن

۶۔ احوال حیدر آباد " برٹش میوزیم " "

۷۔ فتوحات عادل شاہی " " " "

۸۔ قطب شہتری " انڈیا آفس " "

۹۔ تہائیچ نذر چند لال " ادارہ ادبیات اردو

مطبوعہ

- ۱۱۔ حقیقتہ السلاطین - مطبع صدیقی حیدرآباد ۱۳۵۰ء
 ۱۲۔ تاریخ فرشتہ - نو کشور ۱۸۸۳ء
 ۱۳۔ برہان ماثر - دہلی ۱۹۳۶ء
 ۱۴۔ حقیقتہ العالم - سیدی حیدرآباد ۱۳۰۹ء
 ۱۵۔ گلزار آصفی - محمدی ۱۳۰۸ء
 ۱۶۔ تاریخ ظفر - حکیم برہم گورکھپور ۱۹۲۴ء
 ۱۷۔ ماثردکن - جامعہ عثمانیہ ۱۹۲۴ء
 ۱۸۔ تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ مطبع مفید عام آگرہ
 ۱۹۔ تاریخ دربار آصف - افضل المطابع حیدرآباد
 ۲۰۔ تاریخ قدھار دکن امانت پریس حیدرآباد ۱۳۲۱ء
 ۲۱۔ تاریخ گولکٹڈہ - مطبع مکتبہ ابراہیمیہ ۱۹۳۹ء
 ۲۲۔ محبوب الزمن - رحمانی ۱۳۲۹ء
 ۲۳۔ بہار و خزان حیدرآباد - مشیر دکن ۱۹۰۸ء
 ۲۴۔ کلام الملوک - معین دکن ۱۳۵۴ء
 ۲۵۔ وقایع سیر و سیاست ڈاکٹر برنیئر مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد ۱۸۸۸ء
 ۲۶۔ سیاحت نامہ تھوٹو - مفید عام آگرہ ۱۸۹۴ء
 ۲۷۔ ہندوستان عہد مغلیہ میں (سنوچی) آریہ سٹیم پریس لاہور

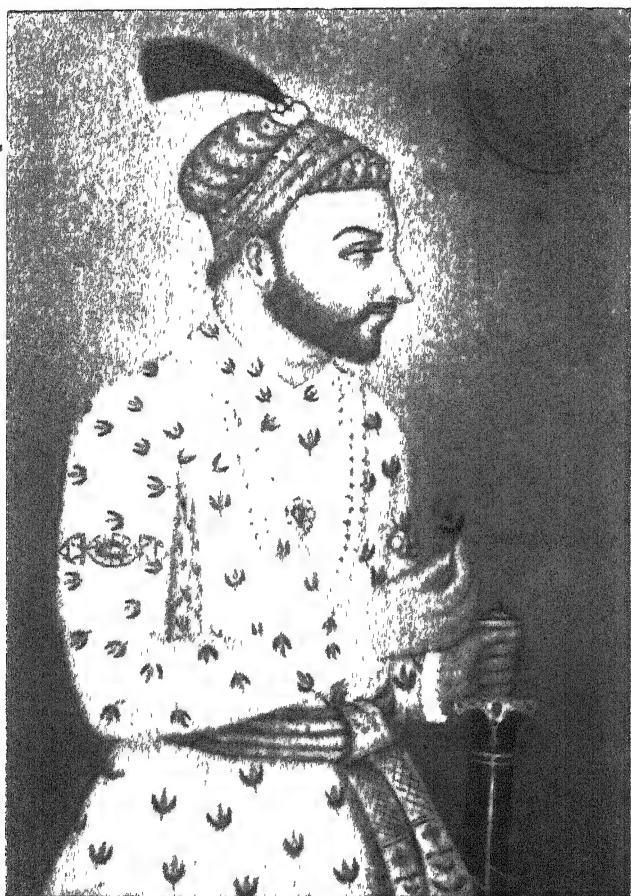
خطبہ

کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مرتب سلطان محمد قطب شاہ
غل آستانے اپنے چچا اور پیشرو بادشاہ و شاعر کے متعلق ۱۰۲۵ھ
میں جو طویل منظوم دیباچہ لکھ کر کلیات کے آغاز میں درج کیا تھا
اس کے چند اشعار تبرک کے طور پر ہم اپنے مقدمے سے پہلے شامل
کرتے ہیں۔

عبارت سر لوح

کلیات اشعار فصاحت آثار حبت مکانی فردوس آشیانی
منفعت پناه عمی عالی حضرت محمد قلی قطب شاه نور مرقدہ
تمام شد در کتاب خانہ مبارک بخط محی الدین کاتب تاریخ
اول شهر رجب المرجب خمس عشرین اعی بعد الف من الهجرة
فی دار السلطنہ حیدرآباد حرس اللہ عن الاضداد
کتبہ عبدالحاصل مولاء سلطان محمد قطب شاه بلخا اللہ تعالیٰ فیما یناہ

عہد - ہر سلیمان ز حق گشتہ سرا گشتہ ز نقش نگین حیدر محمد را
العبد السلطان محمد قطب شاه



سلطان محمد قطب شاہ

خطبہ کلیاتِ محمد علی قطب شاہ

کتنا ہوں نواب کنگ بین میں	کہتا ہوں روشن کہ یوسف کے تئیں
مجت شہنشاہ کا دل میں آن	زین کا اہس جو تھے کھول کھان
نچل نرمل ہر یک سخن خاص لیا	دکھائیں اپنے دل سے اخلص کا
جناح بیان کرنے سنگتا ہوں میں	شہنشاہ کی اس شفقت کے تئیں
کہ شہزاد پروا لے شہر یار	جو کس دیہات دھرتے تھے بار بار
سوچ کر شرح میں وہ نہ آتا ہے	لکھن کے تو لکھیا نہ جاتا ہے
سوچ کر ہر تھے اس کروں لبالب	جو جگ دل پر ہو رہے یو عیاں
محبت پوشہ کا پچھانے اچھیں	کہ تناسب شفقت یو جانے اچھیں
جو کس دیہات شہزاد کوں شاہ وو	محبت دیا آپ دھرتے تھے سو

۱۔ انوس ہے کہ اس خطبے کے مرف جتہ جتہ اشعار ہی دستیاب ہوئے اگر پورا خطبہ مل جاتا تو کلیات کے متعلق اور تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتیں۔

کہ آرام تھا تل شہنشاہ دل
کہ بن دیکھے شہزاد کوں ٹیک تل
وہی دل وہی جو وہ دم اتھا
وہی ٹیک وہی عیش اندھم اتھا

بجد ہو کے نسل الہی نول
پڑے شعر تپا میں کر حظ سکل
اپس دل میں کر فکر سب ایک را
کہئے خطبہ کہہ مستعد کلیات
جو الحق سنے کوئی اگر یوزباں
تو در حال کیں مر جا بے گماں
سو کچ شاعری بیچ شہ دہر کمال
بچن کہہ کے موتیاں نن صد دھال
کہئے نہیں کہیں شعر میں وصف پس
جو اچ شعر کے فن میں اتنا سرس
جو بھی کوئی اچھے شاعر اس وقت
تو بن وصف پس کے نہ رے سات
اگر کم تو پچاس میں بیت چار
کہے باج پس وصف تیرے نگار
رہیا جائے نا شاعران من میں
بن آئے صفت شعر کے فن میں
جو خاصا ہے یو شاعر کا ہر ٹیک
نہ ریں بن کہے وصف بنا ٹیک
مگر شاہ کہے بیت پچاس ہزار
دھڑے وصف پس سو کہن بہت عار
ذنا شعر کہے بیت میں ٹیک بات
کہے نہیں لکھیں آئے وصف سات
کہ یو عین اچھے نش اے اولیا
جو دھڑے اتھے وصف پس کا روا

جو قطع میں ہر ٹیک اپس شعر کے لئے بن سو حضرت علیؑ نانوں اے
 نہ کرتے تھے ہرگز سو ختم کلام بغیر ان علیؑ کا لیے باج نام ^{کا نام خود}
 کہے وصف شہ کا اگر توں جت تو ہے وصف میں شاہ کے کم و تا ^{اتنا ہی}

تو اب ختم خطبے کو نسل الہ
 کئے ننگ علیؑ ولی تھے پناہ

مَمْلُکُ

ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری نے لکھا تھا کہ ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں، وید مقدس اور ویوانِ غالب۔ لیکن اگر وہ عرشِ آشیانیِ محمدؐ قلوبِ شاہِ معانی کی کلیات دیکھ پاتے تو اس قطعیت کے ساتھ دعویٰ کرنے کی جرات نہ کرتے۔ واقعہ یہ ہے کہ آج سے ٹھیک ساڑھے تین سو سال پیشتر اردو زبان ایک ایسے رفیع المیزان شاعر کے نغموں سے مالا مال ہو رہی تھی جس کا لائانی کلام بجنوری مجموعہ کے نقطہ نظر سے صحیح معنوں میں الہامی کہا جاسکتا ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کی شاعری اکتسابی نہ تھی۔ قدرت نے اس کو شاعری کا ایک ایسا عجیب و غریب ملکہ عطا کیا تھا کہ شاید ہی دنیا کے محدود و بے چند شاعر اس

نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ ور ہوئے ہوں۔ وہ ایک عظیم الشان سلطنت کا مطلق العنان بادشاہ تھا وہ کوئی پیشہ ور شاعر نہ تھا لیکن اس کا کلام کسی ملک الشعراء کے شعری کا ناموں سے بھی کسی طرح کم نہیں اور پھر وہ صرف اردو ہی کا شاعر نہ تھا۔ فارسی اور بلنگی میں بھی اس نے ہزاروں شعر لکھے۔ وہ **عظم** جلال الدین اکبر کا ہم عصر تھا اور اس کا دربار بھی عالموں اور فاضلوں اور صاحب کمالوں سے معمور تھا۔ اس کے عالی شان ایوان امیر و غریب ہر ایک کے لئے کھلے رہتے۔ اس کا نعمت خانہ سو گز سے زیادہ طویل تھا جہاں اس کے دسترخوان پر کبھی دس ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے۔ سچ تو یہ ہے کہ شاہوں اور شاہنشاہوں کی تاریخ میں ایسا تاج دار شاید ہی نظر سے گزرے جو عوام کی زندگی سے اس قدر قریب تھا۔ اس نے غریبوں اور محتاجوں کی شنوائی کے لئے ہندوستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایک عالی شان **دا محل** کی تعمیر کی جس کے دروازے بازار کے رخ رکھے گئے اور جہاں ہر بیکس و بینوا بغیر چوب داروں اور دربانوں کی مزاحمت کے خود بادشاہ تک پہنچ سکتا۔ اس نے اپنی غریب رعایا کو قتل و خون اور جنگ و جدال سے بچانے کے لئے اپنی بتیس سال کی حکومت کے دوران میں کبھی لڑائی کا قدم نہیں کیا۔

محمد قلی عظم کی زندگی کے حالات اور اس کے عہد حکومت کے واقعات سے

دکن کی کوئی تاریخ خالی نہیں۔ اس ہستی کا نام جس نے حیدر آباد جیسا فرخندہ بنیاد
 شہر بسایا ہو دنیا کی تاریخ کے صفحات سے کبھی محو نہ ہو سکے گا یہ اس صاحب ذوق بادشاہ
 کی حسن نیت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے کہ جس شہر کا اس نے سنگ بنیاد رکھا وہ آج تک
 آباد اور اس میں بسنے والے دل شاد ہیں۔ گزشتہ ساڑھے تین سو سال سے اس شہر کی
 زیب و زینت روز افزوں ترقی پر ہے۔ حضرت آصفیہ اول نے اس کو مستحکم کیا
 اور اس کے اطراف فصیل کی تکمیل کی۔ حضرت آصفیہ ثانی نے اس کو اورنگ آباد
 کی جگہ دولت آصفیہ کا پایہ تخت قرار دیا۔ عظیم الشان خانوادہ آصفیہ کے دوسرے
 فرماں روا بھی اپنے اپنے زمانہ میں اس کی زیب و زینت میں اضافہ کرتے رہے۔
 اور اعلیٰ حضرت سلطان العلوم آصف جاہ سابع میں یہ مسعود و مبارک
 شہر جنت ارضی کی شکل میں منتقل ہوتا جا رہا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس خوش
 قسمت بلدہ کا سنگ بنیاد جس علمی و ادبی فضا میں رکھا گیا تھا وہ کسی زمانہ میں بھی
 مفقود نہ ہونے پائی اور اب تو حضرت سلطان العلوم کی مسیحا نفسیوں نے اس کے
 اس امتیاز میں چار چاند لگا دئے ہیں اور اس طرح ہمد حاضر میں محمد قلی قطب شاہ
 معافی کی یہ پریم نگر صحیح معنوں میں مَدِیْنَتُ الْعِلْمِ بن چکی ہے اور اس کی
 علمی و ادبی فضا معراج کمال کو پہنچ رہی ہے۔

محمد قلی کا اردو کلام پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ کوئی صنف سخن ایسی نہیں جس میں اس نے اپنا کمال نہ دکھایا ہو اور نہ کوئی ایسا موضوع ہو گا جس پر اس نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ قصیدے اور شہنویاں، مرثیے اور رباعیاں، غزلیں اور قطعات غرض ہر صنف سخن کے وافر نمونے محمد قلی اعظم کی کلیات میں موجود ہیں۔ عاشقانہ مضامین عارفانہ نکات، شاہی لوازم و درباری شان و شکوہ، محلات کی رنگینیاں، باغوں کی سربسری و تبادلی کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان شاعر کے کلام میں غریبوں کی زندگی عوام کے معتقدات، عیدوں اور تہواروں، کھیل کود اور تماشوں، بازاروں اور بیوپاروں، اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے عام رسموں اور رواجوں کی جھلکیں بھی جگہ جگہ نظر سے گزرتی ہیں۔ اس نے ایسے ایسے موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے جن پر عام شاعروں کی نظر تک نہیں پڑتی وہ ایسی پتہ پتہ کی باتیں لکھ جاتا ہے کہ پڑھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ اس قدر قدیم زمانہ میں ایک بادشاہ کا مشاہدہ اتنا وسیع اور گہرا کیسے ہو سکتا تھا۔ اسی لئے تو محمد قلی عرش آشیانی کا کلام الہامی سمجھا جاسکتا ہے۔ وہ ایسی ایسی خصوصیتوں کا بھی حامل ہے جو گزشتہ تین سو سال سے متروک رہیں اور اب پھر اردو ادب میں رواج پا رہی ہیں۔ نیچرل شاعری کے متعدد پیش بہانوں نے اس خزانہ میں موجود ہیں۔ مستقل موضوعوں پر اس بادشاہ

شاعر نے سیکڑوں دلچسپ اور بلند پایہ نظمیں لکھیں۔ اس کی زبان میں ایسی شیرینی اور حلاوت ہے کہ اصل میں اگر کوئی زبان ہندوستانی کہلائی جاسکتی ہے تو وہ اس شاعر اعظم کی زبان ہے۔ اس میں نہ عربی و فارسی کا عنصر زیادہ ہے اور نہ سنسکرت کا اس کا اسلوب اتنا سادہ سلیس اور رنگین ہے کہ ہر شخص اس کے کلام کو پڑھ کر محظوظ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ ایسے لفظ بدل دئے جائیں جو اب اردو میں مستعمل نہیں ہیں یا جن کی شکلیں مرور ایام کے ساتھ بدلتی گئی ہیں تو پھر محمد قلی کا کلام باوجود تین سو پچاس برس قبل کی تخلیق ہونے کے مستقبل کی ہندوستانی شاعری کے لئے بہترین نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عہد حاضر میں ہندوستان کے ارباب یارت جس مشترک زبان کی تشکیل میں کوشاں ہیں اس کو صدیق و قلی محمد قلی لکھ گیا ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر اس بادشاہ شاعر کی بیش بہا کلیات کو مستقبل قریب میں ناگری حروف میں بھی منتقل کر لیا جائے جس طرح ایران میں فردوسی کی زبان اور خصوصیات کا احیا کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان میں محمد قلی عرشِ آشیانی کی زبان اور شاعری پھر سے اپنی جگہ حاصل کر رہی ہے۔ اگر محمد قلی کے پیدا کردہ رجحانات شعر و سخن اور زبان و ادب کا نہج بعد کے زمانہ میں بھی جاری رہتا تو عہد حاضر میں اردو اور ہندی کا یہ افسوسناک جھگڑا پیدا ہی نہ ہو سکتا اور

آج اردو بلا شکرِ غیرے تمام ہندوستان کی مشترکہ زبان ہوتی۔

اردو کے اس شاعرِ اعظم کی پیدائش ایک ایسے زمانہ میں ہوئی

ہے جب کہ تمام ہندوستان مسلمانوں کے زیرِ نگیں تھا اور یہاں کی اسلامی سلطنتیں اپنے تمدنی اور سیاسی عروج کو پہنچ چکی تھیں۔ فاتحوں کے کشورِ کشانی اور جنگ و جدل کے ولولے و بچکے تھے اور وہ اس ملک کے باشندے

بن کر ایک مشترکہ تہذیب و معاشرت کے بنانے میں سرگرم تھے۔ ہندوستان کی سرزمین نے تاتاریوں، مغلوں، افغانیوں، ایرانیوں اور ترکوں کو اس

طرح اپنا بنا لیا تھا کہ یہ پردیسی اس کو اپنا وطن سمجھنے لگے اور ہندوستان سے

باہر ان کے لئے کوئی موہنی باقی نہ رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ محمد قلی اور اس کے

معاصرین جلال الدین اکبر بادشاہ اور ابراہیم عادل شاہ نورس

ہندوستانیت کی طرف اتنے مائل ہوئے کہ یہاں کی تہذیب و معاشرت

سک اختیار کر لی اور ایک ہندوستانی (ہندو + مسلمان) ثقافت کے بانی ہوئے

جو ان کی زندگیوں تک پورے عروج پر رہی۔

محمد قلی کا باپ گولکنڈہ کا مشہور تعمیرکار ابراہیم قلی تھا جس نے

اپنا عنفوانِ شباب بیجا نگر کی ہندو راج دہانی میں ایک شاہی پناہ گزین کی

جینیت سے گزارا تھا۔ وہ اپنے باپ سلطان قلی قطب شاہ کے مارے جانے کے بعد ۹۵۳ھ میں اپنی جان بچا کر گو لکنڈہ سے بھاگا اور اپنے ظالم بھائی جمشید قلی قطب شاہ کی وفات تک بیجا نگر ہی میں رہا۔ آخر کار ۹۵۷ھ میں واپس آکر گو لکنڈہ پر قبضہ کیا اور قطب شاہی سلطنت کے استحکام میں تیس سال تک مصروف رہا۔ اس زمانہ میں اس نے تلنگانہ کے ہندوؤں کے ساتھ اتنے اچھے تعلقات پیدا کئے کہ وہ لوگ قطب شاہی سلطنت کو اپنی سلطنت اور گو لکنڈہ کو اپنی راج دہانی سمجھنے لگے۔ خود تلنگی زبان میں اب تک ایسے کتبے اور کتابیں موجود ہیں جن میں ابراہیم کی تعریف کی گئی ہے اور اس کو تلنگی ادب اور شاعری کا سرپرست بتایا گیا ہے۔ کیا تعجب ہے کہ ابراہیم قلی خود بھی تلنگی سمجھتا اور بولتا ہو اور اس کا فرزند محمد قلی تو تلنگی کا ایک بہت بڑا شاعر بھی تھا۔

ابراہیم کی اس ہندو دوستی کے پیش نظر یہ امر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی ہو جیسا کہ تاریخ ماہ نامہ میں لکھا ہے۔ موجودہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں ساکت ہیں۔ افسوس ہے کہ مولف ماہ نامہ نے اپنا ماخذ نہیں بتایا۔ لیکن اتنا ضرور

یقینی ہے کہ اس مبسوط تاریخ کے لکھتے وقت یعنی آصفی دور کے اوائل میں حیدرآباد میں متعدد ایسی قدیم تاریخیں اور معلومات کے ذریعے موجود تھے جو آج ناپید ہیں۔ کیونکہ آصف جاہ اول اور آصف جاہ ثانی کا زمانہ قطب شاہی عہد سے بالکل قریب تھا۔

ابراہیم قلی قطب شاہ نے بیجا نگر کے قیام کے زمانے میں ہندوؤں سے اچھا خلا ملا پیدا کر لیا تھا اور کوئی تعجب نہیں اگر اس کے محل میں مسلمان بیگمات کے ساتھ ہندو حرم بھی ہو۔ یہ حال ماہ نامہ کی اس روایت کے علاوہ خود محمد قلی کی طرز معاشرت اور تملنگی شاعری سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اس کی ماں بھاگ رتی ہی ہو۔ محمد قلی اپنے خاندان میں پہلا شخص تھا جس نے بالکل ہندوانی طرز کا لباس اختیار کیا اس کے آبا و اجداد محمد قلی، جمشید قلی، اور ابراہیم قلی تینوں کی تصویریں ایرانی اور ترکی لباس میں ملتی ہیں اور محمد قلی کی جتنی تصویریں بھی ملی ہیں سب میں ہندوستانی لباس اور اوڑھنی موجود ہے۔

محمد قلی قطب شاہ ۱۷۹۳ء میں پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ کی وفات کے بعد ۱۸۰۹ء میں صرف پندرہ سال کی عمر میں گولکنڈہ کے

تحت و تاج کا مالک بنا۔ ابتدا میں اس کو جنگ و جدل سے سابقہ پڑا کیونکہ جنگ ممالیکوٹ کے بعد دکن کی مسلمان سلطنتیں خود آپس میں دست و گریبا ہو گئی تھیں اور سلطان ابراہیم اپنی مصلحت کو شیوں کے باوجود آخر عمر تک لڑائیوں میں مصروف رہا۔ محمد قلی قطب شاہ طبعاً صلح جو اور امن پسند واقع ہوا تھا۔ اس نے کشورستانی اور معرکہ آرائی سے زیادہ صلح و آشتی اور نرم آرائی سے کام لیا ہے۔ اتفاق سے ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ علی عادل شاہ کا بھی اسی زمانہ میں انتقال ہوا تھا جو بڑا جنگجو تھا۔ اور اس کا جانشین ابراہیم عادل شاہ نورس بھی محمد قلی کی طرح امن پسند اور علم و ادب کا دلدادہ تھا اس لئے دکن کی طوائف الملوکی رک گئی اور ان دونوں بادشاہوں نے دکن میں ایک مشترکہ تمدن کی تعمیر اور علوم و فنون کی ترقی میں بے حد حصہ لیا۔

محمد قلی قطب شاہ کے سب سے بڑے کارنامے :-

۱۔ سلطنت قطب شاہیہ کا استحکام

۲۔ شہر حیدرآباد کی بنا۔ اور

۳۔ اردو زبان و ادب کی سرپرستی۔ ہیں۔

اُس کی زندگی کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان پر ایک مبسوط کتاب لکھی جائے۔

اور ان محدود صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ مختلف تاریخوں سے مواد اخذ کر کے اس بطل عظیم کی شایان شان سوانح حیات درج کی جائے۔ اسلئے ان صفحات میں صرف وہی معلومات پیش کی جائیں گی جو اس کے عظیم الشان کلیات کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہیں اور جو آئندہ اس کی سوانح عمری لکھنے اور قطب شاہی تاریخ کی تحقیق کرنے والوں کے لئے مفید اور اہم مواد کا کام دینگے۔

یہ اتفاق کی بات ہے کہ سلطان محمد قلی اپنی شاعری کے ذریعہ سے اسی ایسی معلومات کو محفوظ کر گیا ہے جن کو قلمبند کرنا کسی مورخ کے بس کی بات نہ تھی۔ تاریخیں بالعموم خارجی حالات اور ظاہری واقعات پر زور دیتی ہیں۔ اور خاصکر ہماری فارسی تاریخیں اور تذکرے، مطالب و معانی سے زیادہ الفاظ کے شان و شکوہ اور اسلوب کی رنگارنگی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ ہمارے مورخ بادشاہوں کو انسان سمجھ کر نہیں دیکھتے۔ وہ زیادہ تر ان کے شاہانہ جاہ و جلال یا سپہ سالاروں کے قلمبند کرنے میں اپنی ساری قوتیں صرف کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ کسی فرمانروا کے شاہی طمطراق، درباری رعب و آواہ اور برق و برق لباس کے اندر ایک سچ مچ انسان کا دل متحرک ہے جو معمولی انسانوں کی طرح خوشی اور غم سے متاثر ہوتا ہے۔ جس کے سینہ میں سمندر کی

موجوں کی طرح جذبات متلاطم رہتے ہیں، اور جس کی گھریلو اور جذباتی زندگی بھی دوسرے انسانوں کی طرح ضرور قابل مطالعہ ہوتی ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام کے ذریعہ سے اپنی ذات اور اپنے عہد کے متعلق ایسا مواد چھوڑا ہے جو تاریخوں کی تمام نقائص اور کمی کی تلافی کر دیتا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں اس امر کی کوشش کریں گے کہ خود محمد قلی کے کلام کے ذریعہ سے اس کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

(۳) نام اور تخلص

محمد قلی نے اپنے نام اور تخلصوں کو اپنے کلام میں جگہ جگہ اور طرح طرح سے استعمال کیا ہے۔ اس کو فخر تھا کہ وہ ازل سے **ہم** کا قلمی یا غلام ہے۔ اور اسی غلامی کی وجہ سے وہ دنیا میں سُرخرو ہوا۔ اسی امتیاز اور فخر کے اظہار سے پورا کلیات بھرا پڑا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دوسرے بادشاہ اپنی سلطنت اور مال و دولت پر فخر کرتے ہیں لیکن میں صرف **ہم** کے نام اور اُن کا غلام ہونے پر فخر کرتا ہوں۔ کیونکہ محض اسی وجہ سے میں بچپن سے کامیاب ہوا اور آج ایک اقبال مند بادشاہ ہوں۔ اس کے چند شعر یہ ہیں :

بادشاہاں کرتے ہیں اپنا جگ میں ٹٹلی اسم محمد تھے ابے جگ میں سو خاقانی محمد کی غلامی تھے محمد قطب شہ ہے نبی کی غلامی میں ہیں قطب شہ	منج محمد نانوں تھے ہوتا ج و دو خروانی بندہ نبی کا جم ہے سہتی ہے سلطانی منج اسی برکت تھے داہم سب خواج کون ملا دیتا صفت اس کے ہر نانوں کی چاروں کھنڈ
--	---

محفل کا غلامی منج خطاب سر بلندی ہے

سورج کرناں سوں باندے سایہ بال ہم عید ہم نوروز

کرتا ہے شاہی قطب محمد کے پانویں تھے تو داس ہو رہیا ہی محمد کے گھر کا

اسی طرح کے چند مصرعے یہ ہیں ح

نبی کا نانوں ہے تیرا محمد قطب شہ ناڈ

محمد نانوں دل میں رکھ محبت سوں محمد توں

محمد بال پن تھے ہے محفل کے غلاماں میں

سدا ہے داس محمد قلی محمد کا

نبی صدقے میں ہوں محمد غلام

سچ محمد نانوں تھے ہوتا ہے تاج احمدی

اپنے نام پر فخر کرنے اور اس کو باعث برکت سمجھنے کے ساتھ ہی اس کو ابات

کی بھی ہمت ہے کہ وہ ابراہیم (قلی قطب شاہ) کا تیسرا فرزند ہے اور جسطرح

ابراہیم کے فرزند اسماعیل کی خدائے تعالیٰ نے نگہبانی کی اور قربان ہونے سے

بچا لیا اسی طرح اس کو بھی ہر آفت و مصیبت سے بچا لے گا۔ چنانچہ عید قربان

کے موقع پر ایک نظم میں ابراہیم کے فرزند ہونے اور محمد کے ہم نام ہونے کی سعادتوں کو

اس حسن و خوبی سے بیان کیا ہے ۔

تو ابراہیم کا فرزند تجھے تجھے دو تاں سوں مل
جوں اسماعیل کوں حق پیار سوں، داہم نگہم و اس ہے
جو کوئی شجہ سات یک چہت نہیں سو دشمن ہے محمد کا
جو دشمن ہے محمد کا سدا خوار ہو رہا پریشاں ہے

دوسرے شعر کے پہلے مصرعہ میں محمد سے خود یعنی محمد قلی مراد لیا ہے اور دوسرے
مصرعے کے محمد سے آنحضرتؐ پیغمبر اسلام۔ یہ محمد قلی کا شاعرانہ کمال ہے۔

اصل نام کے علاوہ سلطان محمد قلی نے اپنے کلام میں اپنے نام کی وہ تمام
شکلیں بطور تخلص قلمبند کر دی ہیں جو اس کی زندگی میں اس کے لئے مستعمل ہو سکتی
تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کو مخاطب کرنے والے مختلف حیثیتوں کے لوگ
ہوتے ہیں اور ہر شخص کا طریقہٴ مخاطب جداگانہ ہوتا ہے۔ بڑے اور بزرگ
ایک طرح سے نام لیتے ہیں۔ برابر کے لوگ دوسری طرح سے پکارتے ہیں اور
کم رتبہ کے لوگوں کا مخاطب کرنے کا طریقہ اور ہی ہوتا ہے۔ بے تکلف دوستوں
اور معشوقوں کے طریقہٴ مخاطب کی نسبت تو کچھ لکھا ہی نہیں جاسکتا۔ بہر حال
معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے ہر ایک کے طریقہٴ مخاطب کا لحاظ رکھا اور جس جس

نام سے مختلف لوگ اس کو پکارتے تھے ان سب ناموں کو اپنے کلام میں تخلص کے طور پر لکھ ڈالا۔ شاید ہی کسی زبان کا کوئی شاعر ہو جس نے اپنے کلام میں اپنے نام یا تخلص کو اتنی طرح سے استعمال کیا ہے! کلیات محمد قلی میں حب ذیل ۷، التخلص ملتے ہیں :-

- ۱- محمد ۲- محمد شاہ ۳- محمد قلی ۴- محمد قطب ۵- قطب
- ۶- قطب زماں ۷- قطب شہ ۸- محمد قطب شہ ۹- محمد قطب غازی
- ۱۰- محمد قطب شہ راجہ ۱۱- محمد قطب شہ سلطان ۱۲- قطب شہ نواب
- ۱۳- معانی ۱۴- قطب معنی ۱۵- قطب معنا ۱۶- قطب معانی
- ۱۷- ترکمان -

ان میں سب سے زیادہ معانی، قطب، قطب شہ اور ترکمان استعمال ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد قلی نے اصل میں اردو شاعری کے لئے معانی، فارسی کے لئے قطب شہ اور تملنگی کے لئے ترکمان تخلص اختیار کئے تھے۔ کیونکہ اسکے قدیم ترین اردو دیوان میں تقریباً ہر غزل کے مقطع میں معانی تخلص موجود ہے۔ فارسی دیوان چونکہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے وثوق کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے فارسی شاعری میں کونسا تخلص زیادہ استعمال کیا ہے۔ اسی طرح

تلنگی دیوان بھی دستیاب نہیں ہوا لیکن لفظ ترکمان چونکہ تلنگی ہے جس کے معنی مسلمان کے ہیں اس لئے یقینی ہے کہ یہ لفظ تلنگی شاعری میں تخلص کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ اگر ماہ نامہ کی روایت صحیح ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگتی تھی تو بہت ممکن ہے کہ یہ تلنگن مہ جہیں اپنے بچہ کو محبت سے ترکمان پکارتی ہو اور اس بچہ نے بڑا ہو کر اسی عرف کو تخلص قرار دے لیا۔ بہر حال فارسی اور تلنگی کے تخلص اس وقت تک تحقیق طلب رہیں گے جب تک کہ سلطان محمد قلی کے فارسی اور تلنگی دیوان نہ مل جائیں۔

اردو کلام میں محمد قلی نے صرف آٹھ دس جگہوں پر لفظ ترکمان بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ایک نظم میں اپنے بہرا باندھنے کا ذکر کرتے ہوئے پہلے ایک شعر میں نام لکھا ہے اور آخری شعر یا مقطع میں تخلص۔ وہ شعر یہ ہیں۔

محمد قطب شاہ راجہ اپن سر محمد ناہوں لے باندیا ہے بہرا

نبی صدقے سدا کہت ترکماں کہ منج سرتاج ہے حضرت امیرا

اور ایک نظم میں اسی طرح دونوں تخلص استعمال کئے ہیں۔

بند اتما راترگماں تج واس ہے دونوں جہاں

منگتا سدا امن و اماں تمنا تھے قطبیا علیؑ

میلاد النبی کی ایک نظم میں اپنا پورا لقب اور تخلص ترکماں ساتھ ساتھ استعمال کرتا ہے۔

گنائے نبی کے جو مولودانداں ہمایوں حجر قطب شہ ترکماں
دوسری مختلف نظموں اور غزلوں کے مقطعے یہ ہیں۔

نبی صدقے ہے ترکماں داس امام ہو اور جگت تب سوال جواب

نبی صدقے گنایا ہے ترکماں آج میروانی علی صدقے سے دو جگت میں بلند اسکے ستائشیں

صدقے نبی ترکماں جم راج کرتوں عیشاں

شاہ علی نبی تھے منگ تچ شہی دلایا

جب نبی صدقے ہوا ہے داس قنبر کا قطب

دو جگت میں ہیں ترکماں لما قبت محمود کا

دوسرے تخلصوں اور خاص کر معانی اور قطب شہ کے متعلق تفصیلی بحث آئندہ

ایک عنوان ”کلیات کے نسخے“ کے تحت درج ہے۔

تعلیم و تربیت اور عاشق مزاجی

معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی اپنے دوسرے بھائیوں سے تعلیم میں کم درجہ تھا۔ اس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے متعلق وضاحت سے معلوم نہ ہو سکا۔ تناظر و معلوم ہے کہ وہ علم و فضل سے بہرہ ور تھا اور انہی خصوصیات کی وجہ سے بیدر کے مشہور و معزز مشائخ خاندان میں اس کی شادی کی گئی تھی۔ نیز وہ اپنے مذہبی تقدس کی وجہ سے شاہ صاحب کے عرف سے معروف تھا۔ محمد قلی کے دوسرے بھائی حسین قلی کی نسبت موزین کی رائے ہو کہ:-

”بیزور علم و فضل آراستہ داز علم و حکمت بہرہ تمام داشت“

اس کے ایک اور بھائی عبدالفتاح کی نسبت مشہور ہے کہ وہ فن وراثت کا بڑا ماہر اور استاد تھا۔ لیکن محمد قلی کے علم و فضل کی تعریف کسی مورخ نے نہیں کی ہے اور چونکہ وہ بادشاہ ہو گیا تھا اس لئے صرف اتنا لکھ کر اس کو دوسروں پر ترجیح دی ہے کہ:-

”ازبر اوراں بہ جمیع صفات صوری و معنوی ممتاز بود“

مورخوں کا یہ حکوت حق بجانب بھی تھا۔ کیونکہ محمد قلی بچپن ہی سے آزادہ راؤ عاشق مزاج تھا اور بادشاہ ہونے کے بعد بھی بچپن کی طبیعت باقی تھی۔ وہ اپنے کلام میں اپنی طبیعت کے اس انداز کے زبردست ثبوت چھوڑ گیا ہے۔ وہ اپنے اشعار میں صاف صاف اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ میرے استاد مجھے علم و ہنر کی تعلیم دینا چاہتے ہیں حالانکہ میں تو ازل سے عشق کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ اگر میں علم و ہنر سیکھنا بھی چاہوں تو علما مجھے کیا سکھائیں گے؟ میں نے تو اپنے دل میں صرف اپنے معشوق کے نام کے حروف بٹھائے ہیں۔ لوگ مجھے اُمّی سمجھتے ہیں۔ میں اس حد تک خود کو اُمّی کہہ سکتا ہوں کہ تیرے اوصافِ زندہ زبانی یاد نہیں رہے اور میرا قلم اُن کی وضاحت میں عاجز آ گیا۔ جب میں عشقِ عاشقی کے مکتبِ ہی کے ذریعہ سے علم و کمال حاصل کر لینے لگا تو علما بھی کبھی کبھی میری تعریف کرنے لگے۔

علما و فقہا خود حقیقی علم سے ناواقف ہیں وہ خود ”ا“ کے معنی نہیں جانتے اور مجھ سے کہتے ہیں کہ جب پڑھو۔ علمِ عاشقی میں ”ا“ ہی کے معنی سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اور پھر ظاہری علم و فضل سے سوائے غرور و تمکنت کے حاصل ہی

کیا ہوتا ہے۔ عالم لوگ اپنی بخلوں میں کتابیں رکھ کر ان کے بل بوتے پر غرور کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے ہر مشام سے عشق عاشقی کی خوشبو مہکتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ علم اور یہ کتب ہر کسی سے نہیں پڑھی جاسکتیں۔ عالموں نے علم عاشقی کی کٹھن رائیں دیکھ کر راہ فرار اختیار کی اور میں نے نہ صرف اس میں کمال پیدا کیا بلکہ جذبہ عشق میں کتابیں لکھ ڈالیں اور زندہ جاوید ہو گیا۔ یہ خیالات جن اشعار میں بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں :-

عالم منجے تعلیم کریں علم وہنکا لکھے ہیں ازل تھے ہمنام عشق قرار
ازل تھے عشق کے پڑے کے تئیں کئی منج بٹ

فقیہ و زاہداں میا نے منجے کئے ہیں سراج

عالم جے سکھائیں گے کیا آپنا علم وہ نونوں کے حروف ہن دل میں ہیں کلام

میں اُچی کر گنتے ہیں سب امیال تو علم میں

موز بانی کا قلم تجھ وصف لکھنا سک بھگیا

میں طفل ہو تمارے مکتب تھے علم بوجھیا تو دیوے عالماں سب شامی محکوں گاہ گاہ

سب فقیراں مل الف ناپڑک کہتے بے پڑو

میرے دل کے شہر کوں ایم رکھے معورتوں

کہیں معافی کوں غنوا و عاقلان سا
ہجے پسرا پے ابجد کے کرتے سر تھے یاد
پھرتے

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لا

تو نہیں کے جام کا ہے پیکے پڑنا او حدیث

کرتے غروری اپنے بغل میں رکھ کتاب
وہ نہ ہمہ کا سو باں نکلتا ہے ہم شام

یہ علم ہو ریے کتب ہو کس سے بوجھیا جائے نا
اور یہ

عالم ایں بچاے دکھ کرا سکی تک میں رہ بھگیا

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں
قطب شہ نبی صدقے جاوید ہے

اور یہ سچ ہے کہ محمدؐ قلی نے عشق عاشقی کے بیان میں دفتر کے دفتر لکھ ڈالے

اور ایسے ایسے مضامین بیان کئے کہ اُن کی شرح کرنا آسان کام نہیں ہے۔

خود اس نے اسکی بھی پیشین گوئی کر دی تھی کہ

نہ لکھ سکے گا کہنے شرح منج کتباں کا

ہمارا علم ہے سب عالم ایں حیوں اعجاز

شعرو شاعری

عشق عاشقی کی وجہ سے سلطان محمد قلی کو بچپن ہی سے شعرو شاعری سے بھی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ جس کی خاطر اس نے اردو اور فارسی شعرا کے کلام کا بھی مطالعہ کیا۔ یوں تو کلیات میں اکثر شاعروں کے نام نظر سے گزرتے ہیں لیکن اس کو سب سے زیادہ خواجہ حافظ کے کلام سے لگاؤ تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ خواجہ حافظ کی شاعری اس کی طبیعت کے مناسب تھی۔ اسی لئے وہ دیوان حافظ کا گویا حافظ تھا غزلیات حافظ کے ترجموں کے علاوہ کلیات محمد قلی میں سیکڑوں شعر حافظ ہی کی طرز میں موجود ہیں۔

حافظ کے بعد کلیات محمد قلی میں انوری، خاقانی، نظامی، عنصری، ظہیر، محمود اور فیروز کے نام ملتے ہیں۔ افسوس ہے کہ محمد قلی کے طویل قصیدے اور مثنویاں دستیاب نہیں ہوئیں ورنہ یہ معلوم ہوتا کہ اس پر ایران کے کس

قصیدہ گو شاعر کا رنگ غالب ہے۔ اور مثنویوں میں اس نے کس کی تقلید کی ہے۔ البتہ ایک قصیدہ بسنت میں اس نے اپنے شعر کو خاقانی کا شعر قرار دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید وہ خاقانی کے رنگ کو پسند کرتا تھا وہ کہتا ہے کہ ہے

نزاکت شعر کے میں خدائے بخشا ہو بیکو معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہو شعر خاقانی
محمود اور فیروز گو لکنڈہ ہی کے دو شاعر ہیں جن کا تذکرہ آئندہ آئیکا۔
ان شعرا کے کارناموں کے علاوہ محمد قلی نے فارسی بزمیہ مثنویوں کا بھی اپنے عشق و عاشقی کے سلسلہ میں مطالعہ کیا ہوگا کیونکہ شاہنامہ کے علاوہ وہ اکثر عشقیہ قصوں مثلاً لیلیٰ مجنوں، شیریں خسرو، یوسف زلیخا وغیرہ کا ذکر کرتا ہے اور یہ سب کلام اس نے علم حاصل کرنے کی خاطر نہیں پڑھا بلکہ اپنی شاعری کے شوق میں۔ اور شاعری کا یہ شوق محض عشق و عاشقی کی خاطر تھا۔ کیونکہ وہ جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے اور اعتراف کرتا ہے کہ میں نے شعر گوئی میں جو کچھ ترقی کی یا شاعری میں کمال پیدا کیا وہ صرف اپنے معشوق کے حسن و خوبی کی تعریف و توصیف کرنے کے سلسلہ میں حاصل ہوا۔ جینوں نے مجھے شعر گوئی کی طرف راغب کیا اور چونکہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ مہ جینوں سے

سابقہ پڑتا تھا اس لئے شعر گوئی کے نئے نئے مہیجات اور اسباب پیدا ہوتے جاتے تھے۔ وہ خود کہتا ہے۔

باتاں کہریاں نرملیاں اریا جو تیرناؤں پر
سو جائے کر آسمان پر ہر اک بچن تارا ہوا

تمہارے وصف کہنے تھے ہوا منج شعر نورانی
اوشعراں کوں پڑیں سب شاعران ہم عید ہم نوروز

ہو اسے تھے غزل کہنے ہو س اُس پوتلی خاطر
رتن ہے شعر بوجھو جو ہریاں ہم عید ہم نوروز

لکھیا تیج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تب

تدبھاں تھے شعر میر سب ہوا ہے گوہر رنگیں
شعر معانی ان بندے موتی ہیں جگ میں جن کے

ہر بے صدف موتی جمیا اپ و اتریسے کر نام پر

یہ تو شاعری میں کمال حاصل کرنے کے اسباب تھے۔ اب وہ اپنی عشق شقی
کا اثر اپنی شاعری پر ظاہر کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کا درد دل اس کے
اشعار میں بھی نمایاں رہتا ہے اگرچہ محبت کا میٹھا میٹھا درد عاشقوں کو اپنی جان سے

زیادہ عزیز ہوتا ہے لیکن بے صبری اور اضطراب بھی تو عشق ہی کی خصوصیتیں ہیں جن کی وجہ سے ہر گھڑی عاشق کے داغ نمائے سینہ پر نمک پاشی ہوتی رہتی ہے۔ تاہم عاشق کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنی زبان سے کوئی سخن تلخ نہ نکلے اسی وجہ سے اس کے کلام میں لوج اور شیرینی پیدا ہونے لگتی ہے۔ عشقیہ شاعری کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی سادگی اور شیرینی ہی ہے۔ اور یہ دونوں خصوصیتیں محض قلی

کے کلام میں نمایاں ہیں وہ اپنی اس خصوصیت کا ذکر یوں کرتا ہے۔

معانی کے باتاں تھے جھڑتا نمک چہ چاکھے کہے ہے نمک سوں شکر
معانی کنے پچن تے پیچھے نابات دے سب شعر میں بیٹھائی افزوں

اے معانی سب کے بولاں مہرتے ہیں شکر و لیکن

بات تیری پھول نمنے اس نمک شکر خدا داد

تصوف عرفاں اور حافظ کا اثر

عشق عاشقی کے سلسلہ میں سلطان محمد قلی نے جہاں شاعری میں کمال حاصل کیا ساتھ ہی تصوف کا بھی چمک پیدا کر لیا۔ اس کی فطری آزاد روی اور ظاہر پرستی کے تنفر نے اس کو واقعی ایک پیختہ کار صوفی مشرب بنا دیا تھا۔ سمجھا جاتا ہے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ اگر یہ سچ ہی تو ہمارے خیال میں سلطان محمد قلی سب سے زیادہ عشق حقیقی کے مراتب حاصل کرنے کا مستحق تھا، کیونکہ اس کی ساری زندگی عشق مجازی کی رنگ لبوں اور طے منازل میں گزری۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے بعض شعراء واقعی صوفیانہ شاعری کی بہترین مثال کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کی صوفیانہ شاعری بجائے خود ایک جداگانہ مضمون کا موضوع بن سکتی ہے لیکن یہاں اس کے صرف چند ایسے اشعار کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں اس نے صاف صاف تصوف کے مضامین باندھے اور

اپنے صوفی صافی ہونے کا ادعا کیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ میرے عشق مجازی کو دیکھ کر نقاشِ ازل نے مجھ پر رحم کیا۔ مجھے استاد نے ایک اور ہی تعلیم دی۔ اور میں نے کچھ دیکھ کر زنا باندھا ہے میرے دل میں جو درد ہے اس کو اغیار نہیں سمجھ سکتے۔ میں اپنے عشق حقیقی کو کب تک چھپاؤں جب کہ منصور سا عشق بھی اس کو چھپانہ سکا۔ اگرچہ تجھے ہر آنکھ نہیں دیکھ سکتی لیکن دیکھنے والوں کے لئے دنیا تیرے حسن کا ایک عکس نظر آتی ہے۔ اس دنیا کو حکما اپنے علم و فضل و حکمت کے زور سے نہیں سمجھ سکتے اس لئے اس کو سمجھنے کی کوشش کرنے کی بجائے پیالے نام کا ترانہ پیش کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ جو لوگ دنیا کی طرف سے توجہ ہٹا کر راستِ خدا کا راستہ پکڑتے ہیں وہی خوش قسمت ہیں۔ میں تیری خاطر سب مذہبوں کا جھیس اختیار کر کے دیکھتا ہوں کہ شاید تو کسی طرح میرا ہو جائے۔ کوئی مجھے قبلہ کا سچا راستہ نہیں دکھاتا اس لئے میں چاروں طرف قبلہ سمجھتا ہوں تیرے ہی لئے ہندو اور مسلمان سب کوشاں ہیں اگرچہ تیرا بازار گرم ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ تو کس طریقہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے عشق میں ”جیت“ حاصل کی ہے تو وہ خام ہے۔ عشق میں کامیابی کا اعلان کرنی کی جگہ

محبت میں سختگی حاصل کرنی چاہئے اور جو اپنے عشق کو کامل کر لیتا ہے وہی غنی ہے اور وہ دنیا میں کسی چیز کا محتاج نہیں رہتا کیونکہ وہ اصل تک پہنچ جاتا ہے۔ قطب شاہ نے نبی کے صدقے میں محبت کی تکمیل کر لی اور اسکو محبت کی وجہ سے بقا کا پیالہ پینا نصیب ہوا۔ اب اس کو فنا نہیں۔ اس نے عشق و مستی کے عالم میں ایسی کتابیں لکھیں جن کی وجہ سے وہ زندہ جاوید ہو گیا اور یہ کتابیں چونکہ عام عالموں کی کتابوں کی طرح نہیں ہیں اس لئے ان کی شرح کوئی نہیں لکھ سکیگا۔ اس قسم کے مضامین سے اس کا دیوان معمور ہے۔ ہم یہاں صرف چند اشعار جگہ جگہ سے نقل کرتے ہیں۔

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
کیا منج پر کرم آخر دیا سوں و پو اول نقاش

تماری بزم میں کرتا ہے شمع باتِ مجاز	معافی آس تمیں کیا بوجھیں اے میخوار
اسی تے مج ہے مجذوبانِ آئند	سلی کا حسن کیستا جذب مولود
پنچل صوفی بنا ہے نار کھورنج	معافی کون تن غمزیاں تھو نہیں ہوش
بہیں کچھ دیکھ کر باندھو میں زنا	دیا استا و منج تسلیم کچھ ہو اور
ہمارا درد کیا بوجھیں گے اغیار	درو جائے حکیم خوب دانا

عشق کے منائے اوپر جیو و دل سو
 میں فاش کون ہوں کی تجھ عشق تھے دو جگہ میں
 دیکھ نہیں کوئی تین تیرے توں رب میں تھے جھپٹا
 ذرے کل جگ بھر ہیں تجھ عشق کے کوئی
 معشوق ہو عشق ہمیں مل کے دونوں میں
 دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہرگز حکیمان علم سو
 دنیا کو بیچ کر ہے کوئی خدا کی باٹ پکڑے ہیں
 سب ہباں کی بھیس لے جاتا ہوں میں بیٹے
 قیلہ کا پتھ نہ کوئی دکھاؤ باح
 تجھ دیکھ کر بھولے ہیں سب کا فرد مسلما
 جہانوں میں میں پیار مجھے کیا کام کرسوں
 جنت ہو دوزخ ہو اعراف کچھ نہیں ہے مرے لیکھے
 جنت کو ہر دوزخ کوں ہو مسجد بیت خانہ کیا
 معافی عشق جیتتا ہوں کر نہ کہہ
 جس نے کامل کیا ہے پیسم اپنا
 معافی کہے بانگ اللہ اکبر
 منصور سا عاشق ہوا اگر سو تیرے ار فاش
 تیرے سو نیکے حسن کا دتا ہے سنا نقش
 تو نور تھے ذرہ معافی ظاہر ہے انوار سو
 نا آدین بہن منے تیرا ہے رنگ پس
 گاؤ ترانہ عیش کا ہر دم پیار کے نام پر
 اوں فضل میں ساریاں میں ان کا بے بدل طالع
 دل دیتے ہیں ہر منج تو دلدار پکڑے ہو روش
 منج کوں چوندھر نمازیہ یک قرار
 نا جانوں تیا کیا ہوس کا ہر گرم بازار
 نہ بت خانہ کا منج پر وہ مسجد کا خیر منج کوں
 جدھر توں میں رحمت جدھر میں اس قدر منج کوں
 کسے نا جانوں میں معلوم نہیں کوئی تجھ بغیر منج کوں
 تیرے سو
 جسے عشق جیتتا کہے وہ ہے خام
 غنی ہے دو جگہ میں میں دو تھلج
 نہیں وہ

نبی صدقے فتانہ چائے قطبِ محبت میں بقا پیا لہ پیاسے
 عشق کی کتابیں کس عیش و
 نہ لکھ سکیا کئے شمع منج کتباں کا ہمارا علم ہر سب عالم میں جیوں عجا

ان متفرق اشعار کے علاوہ محمد قلی کی متعدد غزلیں بالجلہ صوفیانہ مضامین پر مشتمل ہیں۔ مثال کے طور پر اس کی غزل نمبر ۲۲۷ (صفحہ ۲۳۷) ملاحظہ کیجا سکتی ہے جس کا مقطع ہے :-

عشق بول لیا غزل حضرت نبی صدقے قطبِ صافی کے اوصاف کے صوفی کی شرب منج
 محمد قلی کے کلام میں تصوف کی چاشنی پیدا ہونے کا ایک اور سبب نوحہ
 حافظ شیرازی کا مطالعہ اس کی شاعری کی تقلید اور اردو ترجمہ کی کوشش ہے۔
 محمد قلی کی شاعری پر سب سے زیادہ حافظ کا رنگ مسلط ہے۔ اس نے سیکڑوں
 غزلیں اسی رنگ میں لکھیں اور حافظ کی پچاسوں غزلوں کا اردو میں ترجمہ
 کیا۔ اور یہ ترجمہ نہایت کامیاب سمجھا جاسکتا ہے، جب یہ خیال پیش نظر رہتا
 ہے کہ اس زمانہ میں اردو کو اتنی وسعت اور پختگی حاصل نہیں ہوئی تھی جتنی
 اب ہے۔ لیکن یہ محمد قلی کی زبردست شاعرانہ قوت اور غیر معمولی موزونی طبع
 کی دلیل ہے کہ اس نے حافظ کے جملہ مشکل سے مشکل مضامین کو اردو میں

منقل کر لیا۔ وہ حافظ کا پہلا مترجم ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حافظ کے رنگ کو جس خوبی سے اس نے اپنے کلام میں نبھایا ہے شاید ہی اردو کے کسی اور شاعر کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہو۔ آخر میں مثال کے طور پر ہم حافظ کی چار غزلیں اور ان کے ترجمے ایک دوسرے کے مقابل پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ محمد قلی نے کتنے قدیم زمانہ میں کیسے کامیاب ترجمے کئے تھے۔

حافظ

بغزم تو بہ سحر گفتم استخارہ کم
بہار تو بہ شکن می رسد چہ چارہ کم
سخن درست بگویم نے تو اُم دید
لہ میخورد حریفان و من نظارہ کم
ز روی دوست مرا چوں گل مراد شگفت
حوالہ سرو شمن بنگ خارہ کم
گدائے میکہ ام لیک وقت مستی میں
لہ نماز بر فلک و حکم بر ستارہ کم

محمد قلی

منگیا جو توبہ کئے تیں صبح استخارہ کروں
ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چاہ کروں
درست بات کہتا ہوں جا سچے منجہ تے دکھیا
شراب پیوں حریفان میں نظارہ کروں
سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید بھول مرے
دندے کے سرکوں پتھر پتھر کچھاڑ پارہ کروں
شراب خانہ کا مکس ہوں دیکھ مستی میں
لہ لاڑ انبر پہ کروں حکم تلے تاؤ کروں

حافظ

مرا کہ نصیبت رہ و رسم لقمہ پر سہی سزی
چرا نہ مت رنند شراب خوارہ کہم
بہ تخت گل بنشانم تہی چو سلطان
ز سنبل و سنبل ساز طوق و یارہ کہم

محل قلی

جو منج میں نیں ہیں پر ہیز گاری کے کاماں
شرانخور کوں امانت ہوئے کیوں اشاد کروں
پھولاں کے تحت پہ لہلاؤ میرے سلطان کوں
سنبل سمن کوں گلے ہاش کر شکارہ کروں

(۲)

گل بے رُخ یار خوش نباشد
بے بادہ بہار خوش نباشد
طرف چمن و طواف بُستاں
بے لالہ عذار خوش نباشد
رقصیدن سر و و حالت گل
بے صوت ہزار خوش نباشد
بایار شکر لب گل اندام
بے بوس و کنار خوش نباشد

پُھل بن رخ یار خوش نہ ویسے
بن مد پھلی جھاڑ خوش نہ ویسے
گشت چمن و ہوائے کلیاں
بن پیالہ کنار خوش نہ ویسے
ناچے و نامر و اب سو حالت
بن نادر ہزار خوش نہ ویسے
مویار شکر لب و چنپارنگ
بن چمن یار خوش نہ ویسے

حافظ

محل قلی

(۳)

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعان غم مخور
 کلبہ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور
 لے دل غم دیدہ حالت یہ شود دل بد کن
 ویں سرشورید از آید بسا ماں غم مخور
 گر بہار عمر باشد باز بر تخت چہمن
 چتر گل بر سر کشی لے مرغ شہان غم مخور
 ہاں مٹو نو مید چوں آفت نہ از سر غیب
 باشد اندر پردہ یاز یہائی پنهان غم مخور
 در بیاباں گرز شوق کعبہ خواہی زد قدم
 سرزنش با گر کند خار مغیلاں غم مخور
 لے دل از لیل فنا بنیاد ہستی بر کند
 چوں تر افوح است کشتی باز طوفان غم مخور
 گر چہ منزل بس خطرناک است مقصد ناپید

یوسف گم سو پھر آگاہ بکنعان غم نہ کھا
 گھر تر امید کا ہو گا گلستاں غم نہ کھا
 لے ہیانیہ دکھ دکھیا سو خوب کا حال تجھ
 من کا چنتا ہو گیا پھر کہ جاناں غم نہ کھا
 جم بہار عمر تج ہے پھر کہ آگاہ بے
 چتر پھل کا کھلک نکلیں مرغ شہان غم نہ کھا
 ہاں تو نا امید نا ہو کو نہ جانے سر غیب
 کیا اچھیکا پردہ او چھل کھیل تپلیاں غم نہ کھا
 او جنگل میں شوق سوں اب کعبہ طر کھ قدم
 تج اگر بولیں چہیں کانٹے مغیلاں غم نہ کھا
 لے ہیابو جہاں تھو نا در من کا بھاتا ہو گیا
 تو تجھے ہی فوج کشتی بان طوفان غم نہ کھا
 باٹ تیرا دور اگر ہے عشق نیتھ دکھلائیگا

حافظ

ہیچ راہی نیست کان انیت پیاں غم مخور
 حال ما در فرقت جاناں و ابرام رقیب
 جملہ می و اند خداے حال گرداں غم مخور
 حافظ در کج فقر و خلوت شبہائے تا
 تا بود و روت دعا و درس قرآن غم مخور

محمد قلی

شاہِ رایاں توں ہر رایا میں زایا غم نہ کھا
 حال میر دوری نادان ہو کر کوپ رقیب
 سب تو بوجھیا ہی خدا تو شاہِ مزاں غم نہ کھا
 قطبِ شب اس کج فکر و خلوت دینی منے
 آ اچھے ورد و دعا و درس قرآن غم نہ کھا

(۴) (دو سنے)

حافظ

آنکس کہ بدست جام دارد
 سلطانی جم مدام دارد
 آبی کہ خضر حیات از ویافت
 در میکدہ جو کہ جام دارد
 بر سینہ ریش در و منداں
 لعلت نمکی تمام دارد

محمد قلی

جے کو کہ تیلی حبام لیتا
 سلطانی جسم مدام لیتا
 پانی کہ خضر حیات پایا
 مد گھر تھے... جام لیتا
 موسینہ داغ در و دکھوں
 روپوں نمکی تمام لیتا

محمد قلی

جے کو کہ ہتا میں جام لیئے
 سلطانی جم مدام کیئے
 پانی کہ خضر حیات پایا
 مد گھر تھے تک سو جام پیئے
 موسینہ داغ در و دکھوں
 تھج مکھ نمکی تمام دیئے

حافظ

بیرون لب تو ساقیا نیرت
 درد و رکسے کہ کام دارد
 نرگس ہمہ شیوہائے مستی
 از چشم خوش تو دوام دارد
 ذکر رخ و زلف تو دلم را
 در دلیت کہ صبح و شام دارد
 در چاہ ذقن چو حافظ ای کمال
 حسن تو دو صد سلام دارد

محمد قلی

یا ہر تو ادہرتے ساقیانما
 اس دور کرنے کہ کام لیتا
 لوحین ترے شیوہائے مستی
 او دشت چنچل تے دام لیتا
 ذکر مکھ و زلف تجہ من دل
 پوچن صبح و شام لیتا
 او چاہ ٹھڈی معافی کی جان
 تو حسن دو سو غلام لیتا

محمد قلی

یا ہر تو ادہرتے ساقیانما
 اس دور منے کو کام چھیئے
 لوحین ترے شیوہائے مستی
 او دشت چنچل تے دام لیئے
 ذکر مکھ و زلف تجہ من دل
 یو حسن تھے صبح و شام جیئے
 او چاہ ٹھڈی معافی کی جان
 تو حسن دو سو غلام کیئے

(۷)

کمالِ سخن اور شاعرانہ تعلیٰ

موزونی طبع، قوت مشاہدہ، بلندی تخیل اور مسلسل شوق وہ خوبیاں ہیں جو کسی شاعر کو عروجِ کمال تک پہنچانے کی ضامن ہوتی ہیں۔ اور خوش قسمتی سے محمد قلی میں یہ سب اور ان سے زیادہ خوبیاں جمع ہو گئی تھیں۔ اس کا دربار بڑے بڑے شاعروں سے معمور تھا۔ اس میں مشاہدہ اور تخیل کی کمی تھی اور ان سب سے بڑا کھرباش و عشرت کی زندگی تھی اس کی شاعری کے پران چڑھنے میں مدد دی ہے و محشوق کے ساتھ نغمہ بھی ضروری ہے اور اسی نغمہ کی خاطر اس نے بہت سی نظمیں اور غزلیں لکھ ڈالیں۔ اس کے اشعار میں اس امر کے صاف صاف اشارے موجود ہیں کہ اس کا کلام اس کے دربار اور حرم سراؤں میں شوق سے گایا جاتا تھا۔ اور اس کے درباری شاعروں اور صاحبِ ذوق امیروں کے علاوہ رفاصانِ بزم اور منہ جینانِ حرم بھی اس کو خوش کرنے اور اس کے فیضان سے لطف اندوز ہونے کی خاطر اس کا کلام مست بہت

لکھ لیتے اور گاتے رہتے تھے۔ شاعر اسی کے کلام کا دم بھرتے اور اس کی تقلید میں یا اُسی کی زمینوں میں غزلیں لکھنے کی کوشش کرتے۔ یہ سب امور خود اس کے اشعار سے ظاہر ہوتے ہیں جو آئندہ صفحہ پر پیش کئے جا رہے ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر ضروری تھا کہ وہ روز کچھ نہ کچھ کہتا۔ ضرورت ہمیشہ ایجاد کا باعث رہی ہے۔ اور محمد قلی نے اپنے ماحول کو اپنے کلام کا امتنا حاجت مند بنا دیا تھا کہ اس کو ہر روز شعر و سخن سے دلچسپی لینا پڑتا۔ وہ ایک شعر میں کہتا ہے کہ

قطب شہ ہر روز اُسی طرح بے تکلف شعر کہتا ہے جس طرح دریا میں روز
موجیں اٹھتی ہیں لیکن نہ تو دریا کی روانی میں فرق آتا ہے اور نہ موجوں کا
طوفان کم ہوتا ہے۔ اس کا شعر ہے

صدقے نبی قطب شہ یوں شعر بولے ہر روز

دریا کو روز جوں ہے موجاب کا طلوع

اس روزانہ کی مسلسل مشق نے اگر محمد قلی کو ایک بلند پایہ شاعر بنا دیا تو کون تعجب کی بات ہے۔ یہ تو اردو زبان کی خوش قسمتی تھی کہ محمد قلی جیسا بادشاہ الکی سرپرستی میں رات اور دن مہمک ہو گیا۔

اس کے کلام میں شیرینی اور سادگی پیدا ہو جائے گا سب پہلے بیان
 کیا جا چکا ہے۔ یہی شیرینی اور سادگی اس کی مقبولیت عامہ کا بہت بڑا باعث
 تھی۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ محض بادشاہ ہونے کی وجہ سے اس کے زمانہ کے
 لوگوں نے اس کے کلام کی غیر معمولی قدر و منزلت کی۔ اسلوب کی فطری شیرینی
 کے علاوہ ایک اور سبب اس کی شاعری کی مقبولیت کا خود محمد قلی کی نظر میں
 موجود تھا اور وہ مذہبی موضوعوں پر شعر لکھنا ہے۔ عشق عاشقی کے بعض نہایت
 عریاں مضامین کے ساتھ صوفیانہ مسائل کی ترجمانی اور خاص کر نبی و آل نبی کی
 مدحت و منقبت میں محمد قلی نے جو کمال حاصل کیا ہے وہ اردو شاعروں میں اسی
 کے لئے مخصوص ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ وہ کس طرح ہر رنگ میں اعلیٰ درجہ کی
 شاعری کر سکتا تھا۔ اس کی معاملہ بندی دیکھنے کے بعد یہ خیال تک نہیں پیدا ہوتا
 کہ ایسا زہد مشرب اور بے باک آزادہ روشاعر بیسیوں پاک مذہبی نظمیں بھی
 لکھ سکے گا اور بزرگوں کی مدح سرائی کے وقت اتنا محتاط اور جوش عقیدت سے
 لیریز ہو جائے گا۔ اس خوبی کی وجہ سے بھی اس کی شاعری کو غیر معمولی مقبولیت
 اور وسعت حاصل ہو گئی اور خود اس کو بھی اس اہمیت کا احساس ہے کہ
 سدا تو مدح نبی و علی کی کہتا ہے قطب شہ شعر تراؤ لکھے ہیں دست بدست

شعر تیرا معانی صد قے نبی لکھ لیتے ہاتے ہاتے گاتے ہاتے
 صد قے نبی قطبِ نیاں عیسیٰ نہیں بولنے پچن چون صد مرتبے جیون کے بدل عالم اُپر چھاوین ^{بے}
 نبی صد قے کہا ہے قطبِ مبعوث کا غزل وشن
 کہ اکی تازگی ہو رُوشنی تھے ہے جہاں وشن
 شاعر اں پڑتے معانی شعر لیکر شعر حضرت ہج پر پڑتا ہوں
 محمد صد قے قطب کی غزل سوری کی پوری سن
 سکیاں متیاں ہو یاں یو جو شرابی غمور ہا کے
 سبھی اکاں محمد قطب نہ کون جم رہا تھے نبی دولت شعر میرا شکر منجے جگاتی ہے
 محمد قلی بھی اکثر بالکالوں کی طرح اپنے کمال کی قدر و منزلت چاہتا ہے
 لیکن وہ خود بادشاہ تھا اور دوسرے بالکالوں کی قدر و منزلت کرتا تھا اسلئے وہ
 اپنی قدر و منزلت میں زرو جواہر کی جگہ سچی تعریف و تنقید مانگتا ہے۔ وہ اپنی
 کلام کے سچے خریداروں کا خواہشمند ہے اور کہتا ہے کہ دو گھرے موتیوں سے
 میرا ایک دروانہ زیادہ قیمتی ہے۔ اس کی قدر و قیمت معمولی شاعر اور سخن فہم
 نہیں کر سکتے۔ اگرچہ وہ ایک بڑا بادشاہ تھا لیکن شاعر بھی بہت بڑا تھا اس لئے
 بادشاہت اس کو شاعرانہ فخر و تعلی سے محروم نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے اپنی

نزاکتِ یہانی، جدتِ آفرینی، جودتِ طبع، اور استادی و صاحبِ کمالی کا اکثر شعروں میں دعویٰ کیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا دعویٰ بہت کچھ حق بجانب بھی تھا۔ اس قبیل کے چند شعر یہ ہیں :-

رتن قطب کے ہیں مول نہیں کس شہر میں مول اس لیکر آؤں جو بکھرا ہوا اس کا شہر حیدر میں
معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں نکو لیا دو گھڑوں مٹی - مویک دراز نہ ہے باعث
شعر تیرا درو گو ہرے معانی سب میں شعر حافظ کے سزا پر ہے تاج پر پڑے

نئی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھے ثریا سے فلک پر دیو غزل سُن سُن کے ہو و مشتری یہوش
باتاں کی یہ نزاکت بن شاعرانہ جو جھیں دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع
قطب شہِ نبی صدقے آپنی کیا ہے نیا طرح جگ میں بچن کوں مرصع

نئی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں سب بازی

اگرچہ شاعرانہ باندے ہیں شعراں لے بھوراں میں

کرتے ہیں دعویٰ شعر کے سب اپنی طبع ہوں بخشتا فصیح شعر معانی کے تیں حسد
یہ واقعہ ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے اردو شاعری کو بالکل نئی طرح سے
مرصع کر دیا ہے اس سے قبل زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی جاتی تھیں۔ اس لئے ہر قسم کے
موضوعوں پر پوری قدرت کے ساتھ طبع آزمائی کی اور اردو شاعروں کے لئے

مئے نئے میدان عمل پیدا کر گیا۔ ابھی ایک شعر میں اس نے اپنے اشعار کو حافظ کے اشعار پر ترجیح دی ہے لیکن وہ اس پر قانع نہیں ہے۔ وہ آگے بڑھ کر عام دعویٰ استاد کی کرتا ہے اور خود کو نہ صرف اپنے زمانہ کے شاعروں کا استاد بلکہ خاقانی و نظامی کا بھی استاد سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

قطبِ زمانِ شاعران کا شعر میں شاگرد ہے صدقے نبی باندیا کم جیوں لشکریاں میں لشکری
خاقانی و نظامی کا قطبِ شہ ہے شاگرد ^ص _{طرح}

شہنائے کی کہانیاں ہر تھے سنا تی منجھوٹ
ایک قصیدے میں اس نے خود کو اپنے زمانہ کا انوری قرار دیا ہے اور مختلف جگہوں پر اپنے زمانہ کا شاعر یعنی شاعرِ دوراں لکھا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا سچا شاعر تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے ہمد کی جتنی صیحج اور کامل ترجمانی کی ہے اس دور کے کسی شاعر نے نہیں کی۔

اے شاگرد کے لفظی معنی شاہ کے گرد رہنے والے۔ اس لفظ سے استاد کا مفہوم لیا جاتا تھا۔

عیش و عشرت کی فراوانی



سلاطین قطب شاہیہ میں محمد قلی قطب شاہ ہی ایک ایسا بادشاہ ہے جس کا زمانہ زیادہ سے زیادہ امن و امان اور راحت و آرام سے گذرا۔ اور جس نے اپنی تمام زندگی عیش و عشرت اور بہجت و کامرانی میں گزار دی مغل مورخوں نے قطب شاہیوں کے آخری یادگار ابوالحسن تانا شاہ کو مذموم کرنے اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی فتوحات کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے تانا شاہ کو بڑا عیاش اور رند بدست مشہور کر رکھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سلطان محمد قلی کو عیاشی کے جو موقعے حاصل ہوئے تانا شاہ کو ان کا عشرِ عشرت بھی نصیب نہ ہو سکتا تھا۔

محمد قلی نے بچپن سے محل کے ناز و نعم میں پرورش پائی اور اگر وہ بھاگتی والا قصہ صحیح ہے (جس کی رو سے بھاگ متی کی خاطر اس نے زبردست طغیانی

کے باوجود وہ موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا اور بعد کو اس جرات کی پاداش میں محلِ سرا میں نظر بند کر دیا گیا اور وہاں کا کھانا کھانے کی حین دوشیزاؤں کو اس کے ساتھ چھوڑ دیا گیا تاکہ اس کا دل بہلا لیں اور رقاصہ چچم کا خیال اس کے دل سے دور کر دیں تو ظاہر ہے کہ عنفوانِ شباب کے ساتھ ہی وہ مہم جبینوں کے ماحول میں رہنے لگا جن میں سے ہر ایک اس پر جان و دل فدا کرنے تیار تھی۔

اس حسین و رنگین ماحول کے ثبوت خود محمد قلی کے کلام سے بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ ہر تقریب میں اس کے اطراف خوب رویوں کا جھٹکار ہوتا اور مضاف اور محرم کے مہینوں کے سوا اس کی زندگی کے بہت کم لمحے ایسے ہوں گے جب شاید شراب و نغمہ اس سے دور رہتے ہوں۔ اتنا ضرور ہے کہ رمضان اور محرم میں وہ شراب قطعاً ترک کر دیتا تھا اور عیش و عشرت چھوڑ کر ایسا زاہد و متراز اور متقی و پرہیزگار بن جاتا تھا کہ اس کے زندہ شاہد باز ہونے پر شاید شبہ ہونے لگتا۔ یہ اس کی طبیعت کا استقلال اور تربیت کی خوبی تھی۔

بھاگ متی کے متعلق تفصیل سے آئندہ لکھا جائے گا لیکن اس کے علاوہ سلطان محمد قلی کی بیسیوں اور مشوقائیں تھیں جن میں سے حسب ذیل کے نام یا عرف اس کے کلیات میں بار بار دستیاب ہوتے ہیں:۔

(۱) ننھی (۲) ساوتلی (۳) کونلی (۴) پیاری (۵) گوری (۶) جھیلی
 (۷) لالا (۸) لالین (۹) موہن (۱۰) محبوب (۱۱) بلقیس زمانی (۱۲) حاتم
 (۱۳) ہندی چھوری (۱۴) پدمنی (۱۵) سندر (۱۶) سجن (۱۷) رنگیلی (۱۸) مٹھی
 (۱۹) حیدر محل -

ان بیسیوں مہ جبینوں میں بارہ ایسی ہیں جو خاص طور پر اس کی منظور نظر
 تھیں۔ کیونکہ محمد قلی بارہ اماموں کی رعایت سے ہر چیز میں بارہ کے عدد کا
 لحاظ رکھتا تھا چنانچہ جب اس نے حیدر آباد کے جانب جنوب کی خوش منظر
 پہاڑی پر (جہاں اب قصر فلک منو واقع ہے) ایک عالی شان قصر محل کوہ طور
 کی تعمیر کی تو اس میں انہی دوازدہ ائمہ معصومین کی رعایت سے بارہ برج بنائے
 تھے چنانچہ اس محل سے متعلق اس نے ایک نظم بھی لکھی ہے جس میں ان برجوں کا
 ذکر اس طرح کرتا ہے :-

”چونکہ ان بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی لئے

ان پر ایمان کی تجلی جھلکتی رہتی ہے۔“

اس کا شعر ہے

بارہ بروج پر ہے بارہ امام شہیدی تو اس پر جھلکتا ایمان کا اجالا

بارہ پیاریوں کی تخصیص کے متعلق بھی اس کے کلام سے مستند شہادت ملتی ہے۔

شہر حیدرآباد کی تعمیر کے وقت محمد قلی نے کئی عالیشان قصر تعمیر کئے تھے اور خاص کر اپنے لئے ایک رفیع الشان محل بنوایا تھا جس کا نام خداداد محل رکھا تھا۔ اس محل کی آرائش و زیبائش کے متعلق اس کی ایک نظم اسکے کلیات میں موجود ہے (دیکھو صفحہ ۲۱۱) اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس محل میں آکر رہا تو اپنے ساتھ صرف اُن بارہ پیاریوں کو لے آیا تھا جو اُس وقت اُس کی منظور نظر تھیں۔ اس نظم کا ایک شعر ہے۔

نبی صدقے بارالماں کرم تھے کرویش جم بارہ پیاریوں کو سوار

اسی طرح عید میلاد النبی کی ایک نظم (دیکھو صفحہ ۳۹) میں بھی اس نے ان

بارہ مجسمینوں کا پھر بارہ اماموں ہی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

مبارک منج اچھو یو عید ^{اور} مولود پیغمبر ^{اور} طے ہیں قطبوں بارہ اماموں نگار خوش

ان بارہ پیاریوں میں سے چند کی خصوصیتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

پہلے ننھی قابل ذکر ہے۔ اس کی تعریف میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں اور اکثر نظمیں

اور غزلوں میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:۔

ننھی کی جی جی حسین نو آسانوں میں بھی نہیں۔ سرو اس کے قد کے مقابل
 کبھی نہیں آسکتا۔ اس نے دن پھول کے رنگ کی ساڑی باندھی جس کے
 کنارے عجیب و غریب موتی ٹٹکے ہوئے ہیں۔ اس کی یاد کی مستی قطبہ
 کو چڑھی ہوئی ہے اور وہ اس کو ریجھانے کی خاطر دو تارے پر عجیب تان
 بجاتا ہے۔

ایک دوسری نظم میں کہتا ہے :-

اے سکھو! میں ننھی کے پریم میں موتی بکھیر رہا ہوں تم سمیٹ کر ان کو
 خوشی سے گوندھو۔ ننھی میرے ساتھ عشق کا داؤ کیلکتی ہے اور اپنے
 چاند سے چہرے پر نئی بہار دکھاتی ہے۔ اے ننھی میں تیرے جسم کی خوشبو
 کا ذکر کروں یا تیرے راز کی کہانی بیان کروں۔ کیونکہ تیری خوشبو کی
 ہلکاٹ عاشق کی روح کو ہلکا دیتی ہے خوشبو تیرے جسم سے اسی طرح ہلکتی
 ہے جیسے مانت کی بارش سے ہلکتی ہو، تیری آنکھوں کی چمک میں کابل
 بہت ہسانا نظر آتا ہے اور یہ تو اس لئے لگاتی ہے کہ رقبوں کے منتر
 تجھ پر کام نہ کریں۔

ایک نظم میں ننھی کے ہنستے کیلکتے اور ڈالتے ہوئے پیالہ پلانے کا ذکر کیا ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ وہ بڑی مہنس کچھ ظریف اور حاضر جواب تھی۔ وہ شراب کی صراحی ہاتھ میں لینے یا قطب شاہ کو پیالہ بھر بھر کر دینے کو پسند نہیں کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ قطب شاہ زیادہ شراب نہ پیئے اس لئے طرح طرح سے ٹالتی رہتی تھی۔ اس کا ذکر ساگرہ کی ایک نظم میں بھی کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۵۸) یہ تو بعد کے اوصاف تھے ابتدا میں تھی کی کیا حالت تھی اور بادشاہ نے اس کو ننھی کا لقب کیوں دیا تھا۔ اس کا علم اُن دو نظموں سے ہوتا ہے جو صفحات ۲۲۸ تا ۲۳۱ میں درج ہیں جنہیں وہ کہتا ہے کہ :-

اے نازک ننھی تو ابھی محبت سے ناواقف ہے۔ تیری آنکھیں کا جل کی وجہ سے چمکتی ہیں لیکن تو نہیں جانتی کہ یہ کیا جادو جگوار ہی ہیں تیرے رول عشق و عاشقی کی طرف بھی مائل نہیں نہ تو شیشہ و پیالہ میں شراب بھرتی ہے اور نہ میری عرض مانتی ہے۔ لیکن مجھے تجھ سے آس ہے۔ اگرچہ تو دل لگانے کے طریقوں سے ناواقف ہے لیکن میرا محشوق تو ہے۔ تجھے اپنے بچپن کے کھیلوں کا مول نہیں معلوم نہ یہ جانتی ہے کہ تیرے ہونٹوں میں آبِ حیات ہے۔ اس لئے تو منہ سے صاف صاف بات نہیں کرتی سچ تو یہ ہے کہ تجھے ابھی اپنی قیمت معلوم نہیں۔ تجھے چاہئے کہ قطب زماں کو

جانے، محبت کی باتوں کو پہچانے اور عشق کی سیوا کرے تو کب تک
اسی طرح اپنے کو کھینچتی رہے گی۔

ایک اور نظم میں محمد قلی نے ننھی کے متعلق لکھا ہے کہ :-

جب چین میں ننھی جو خرام ہوتی ہے تو شرم کے مارے آنچل ڈال لیتی
ہے۔ معلوم نہیں کہ اس ننھی ڈالی پر ابھی سے شباب کے پھل کیوں لگ
گئے! جب وہ غصہ یا ناز سے خط سرمر کے اشارہ سے بات کرتی ہے اور
اس کے ہونٹ عرق آلود ہو جاتے ہیں تو دل چاہتا ہے کہ اس کو لگن دیکھوں
میری محبت کے نو بہا لوں میں سے ایک کو اچھے پھل رتن لگے ہیں۔ لے
خدا وہ میرے باغ کا ایک سرو ہے اس کی حفاظت کر۔ اس کی بہشتی خوشبو
سے جگ کے تمام پھول کھلتے ہیں۔ اس کی خوشبو خطا اور ختن بھی نہیں
پا سکتے اسے ننھی تیرے پہرے سے سب خوب رویوں کو روشنی ملی۔ تیرے پہرے
کو زیور و جواہر کی کیا ضرورت! جب تو چاندنی میں نکلتی ہے تو چاند چھپ
جاتا ہے اور تارے آسمان پر سے تجھ پر شمار ہونے کے لئے آتے ہیں۔
میں نہیں جانتا کہ تو کیسے نور سے پیدا ہوئی ہے۔ سب پرند تیری چکاچوند
روشنی کے لئے اپنا اپنا وطن چھوڑ آئے ہیں۔ تو غصہ سے کیوں میری طرف

بھوں کی کمان چڑھا کر دیکھتی ہے۔ تجھے تو چاہئے کہ ناز و غمزے کے ساتھ مجھے اپنے ہونٹوں کا بوسہ دے۔

کلیات میں تنہی کے بعد سانولی کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ اس کے متعلق حجر قلی نے لکھا ہے کہ :-

میری سانولی من کی پیاری نظر آتی ہے کیونکہ وہ رنگ روپ میں بالکل
کوئی عورت ہے۔ سب ہیلیوں میں اس کا قدا ایسا بالا ہے کہ معلوم ہوتا ہے رُو کو
اُس پر سے تار کر دیا گیا ہے۔ جب وہ سکھوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلتی
ہے تو اس کے چہرہ کی روشنی میں چاند ذلیل و خوار نظر آتا ہے۔ کوئل کے
بولوں کے مقابلے میں باری ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کی چھپی چال سب کے
دل کو بھاتی ہے اور وہ اپنی ساتھیوں میں ایک نادبھیول نظر آتی ہے۔
اگرچہ سکھوں نے اپنے چہرہ کو طرح طرح سے غارہ لگایا اور اپنے جسم کو رنگین
بنایا لیکن اس کے قدرتی رنگ کی بات کسی عورت میں نہیں آتی۔
دوسری نظم میں لکھا ہے :-

سانولی پیاری نے اپنے سبز رنگ میں نزاکت دکھا کر ہمارے دل کو موہ لیا

اس کے ہونٹوں پر پان کی رنگیلی دھڑکی ایسی سہانی معاذم ہوتی ہے کہ دنیا کی تمام رنگیلیاں اس پر رکیج جاتیں۔ تیرا وہ ہنستی ہے تو اس کے کنول نیسے منہ سے موتی جھڑتے ہیں اور ان موتیوں سے عالم چلنے لگتا۔ تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :-

جب سے اے سانولی تجھ پر نظر ہے ہوش و حواس گم ہیں اور بخبر ہو گیا ہوں۔ جب تو اپنی شوخ آنکھوں سے ناز و غمزہ کرتی ہے تو میرا رواں رواں اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ جب تو ناز سے ہنستی ہے تو تیرے دانتوں کی چمک چاند کی طرح جھلکتی ہے۔ تیرا سرو جیسا قد جب محو حرام ہوتا ہے تو تیرے بالوں کا لمبا جوڑا چور کا کام کرنے لگتا ہے۔ جب تو لباس پہن کر صحن میں نکل آتی ہے تو تیرے چمکدار کپڑوں سے آسمان روشن ہو جاتا ہے۔ جب تو موتی کے رنگ کی نیم تنی پہنتی ہے تو مجھے ایک ہنسی ہو نظر آتی ہے۔ قطب شہ تیری نزاکت سے ناواقف نہیں۔

سانولی کے بعد محمد قلی کونلی کی تعریف میں رطب اللساں ہے، وہ لکھتا ہے :-
کونلی اپنے ہاتھ میں پیالہ لے کر کھڑی ہے اور اتنی دلی تپلی ہے کہ

ہوا سے ہل رہی ہے۔ وہ بالوں میں پھول جھاتی ہے اور چوٹی میں دونوں
 بالاباندھتی ہے اپنے کونلائے ہوئے چہرہ پر وہ اپنی بہوؤں کو اس طرح
 چڑھاتی ہے کہ نورانی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اگرچہ بظاہر شرم و ناز سے
 کھینچتی کھچاتی کھڑی ہے لیکن آنچل کے اندر سے اپنی آنکھوں کی چیل تیلوں
 کو بچا رہی ہے۔ اس کے جسم کے رنگ سے نورتن کو روشنی ملی ہے۔ اور
 اس کے گلے میں چاند سورج کے حامل بنا کر ڈالے گئے ہیں۔
 دوسری نظم میں لکھا ہے کہ :-

اے کونلی تیرا قد دیکھ کر چین کے سرو اشارے کرنے لگتے ہیں تیسرا
 قد باغ فردوس کے لئے بھی باعثِ زینت ہے۔ میں نے اپنی پلکوں کو
 تکیے بنا کر رکھا ہے تاکہ اے ہندی تیلی تو میری آنکھ میں آکر آرام کرے
 تیرے دونوں ہونٹ ایسے رنگیلے ہیں کہ یا قوت نے ان سے رنگ مانگا
 اور عقیقوں نے مین میں ان سے بھیک لی۔ تیری باریک کمر کے عشق میں
 میں بال کی طرح باریک ہو گیا ہوں۔ یہ اتنی باریک ہے کہ پیرہن کا کوئی تان
 اتنا باریک نہ ہوگا۔ دھن کی اس کونلی سکھی کو دیکھ کر میری جتنی کالی اور گوی
 ہسیدیاں تھیں میں ان سب کو بھول گیا۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :-

اے اچھی پیاری جب تو نظر بازی کرنے کے لئے آنکھ سے آنکھ ملا کر کھڑی

ہوتی ہے تو میرے لئے نظر ٹکانا دشوار ہو جاتا ہے۔ تو کند فی رنگ کی ایک

پتلی ہے۔ جس کا روپ کونلا ہے۔ تیری گلابی آنکھوں میں سمندر موجیں مارتا

رہتا ہے۔ اور تیرے سورج سے گالوں میں دانت نورتن کی طرح جڑے

ہوئے ہیں، تو بالے بال رنگازنگ اور چنچل ہے۔ خوب رویوں پر راج کرنا

تجھے سجتا ہے، اے گلابی آنکھ والی سہیلی تو میرے دل کی پیاری ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :-

یہ شگفتہ چنچل پھر میرے یہاں بیزا چنچل اوڑھے اور پھولوں کی

کلنی لگائی ہوئی آئی۔ اس کی الھڑچال سے شراب کا خمرا اور آنکھوں

میں رنگ کے ڈورے نظر آ رہے ہیں۔ اس حین کی محبت اور اس کے

پاؤں کی جھنکار دل کے لئے امید تن کے لئے عیش اور کان کے لئے

ذوق کا باعث ہے۔ وہ گالی دیتی ہے اور دکھ سے کاری ہو کر گھات

کرتی اور لاکھ خوشامد اور لوچ سے دروازے میں میرے آڑے آتی ہے۔

یہ سب میں ہوشیار عورت ہے، کیونکہ بھید کو جانتی عشق کو پہچانتی اور

اپنے گھر میں تخت پر بیٹھتی ہے۔

پیاری بھی محمد قلی کی نہایت چہیتی تھی لیکن وہ اپنے حسن و نزاکت پر اتنی مغرور تھی کہ ہمیشہ محمد قلی کو ترساتی اور ستاتی رہتی تھی اور وہ ہمیشہ اس کو منانے کی فکر میں رہتا چنانچہ کہتا ہے کہ :-

اے سکیو تم آج جا کر پیاری کو سمجھا منا کر لے آؤ کیونکہ تمام عشوہ طراز کا تاج اُمی کے سر سجتا ہے۔ اس سے کہو کہ قطب شہ نے اپنے مکان کو بہت زیبائش و آرائش سے سنوارا ہے لیکن تیرے بغیر گزارنا مشکل ہے اگر تجھے عشق ستاتا ہے تو آ اور دیوانہ بنا لے کیونکہ یہاں تیرا ہی راج ہے تیرا لباسِ حسن ایسا عجیب ہے کہ اس کے ساتھ یہ عشوے تجھے زیب دیتے ہیں۔ تو اپنے روپ کی وجہ سے شاہِ خواباں ہے اس لئے سب تجھے خراجِ عشق ادا کرتے ہیں۔ جس وقت میں تیرے چہرہ کا نور دیکھتا ہوں تو وہ ایک لمحہ میرے لئے سو پرس کی عشرت کے برابر ہے۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :-

اے پیاری تو مجھ سے غرور نہ کر۔ جب یہ جوانی چلی جائے گی تو خمیدہ

ہو جائے گی۔ یقین جان کہ یہ بات دنیا میں مشہور ہے کہ ٹوٹے ہوئے موتی
 کا مول کم ہو جاتا ہے۔ جوانی اور جوین اسی لئے ہے کہ اپنے سائیں کیلئے
 باعث عیش ہو۔ تو اپنے دل میں سائیں کی محبت قائم رکھ کیونکہ تیری ہی
 وجہ سے اس کا عیش ہے۔ جب تو عشوہ و ناز کے ساتھ نگہار کر کے آتی ہے
 تو تیرے چہرے پر یسینہ کی بوندیں اسی طرح بھلی معلوم ہوتی ہیں جس طرح
 پھول پر شبنم۔ تو اپنی شرابِ جن سے سکیوں کو فیض یاب کرتی ہے اور تمام
 خبر و یوں میں اپنا علم سرفرازی بلند رکھتی ہے۔
 دوسری نظم میں یوں لکھا ہے :-

اے پیاری تیرے پچھڑنے کی وجہ سے مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی
 تجھے قدرت نے ایسا اچھا گھڑا ہے کہ تیرے بغیر مجھے ایک گھڑی بھی محبت
 نہیں بھاتی۔ جو دل سے تیرا عشق ہے اس کو رات اور دن کچھ بھی سجا
 نہیں دیتا تیری یاد کچھ اس طرح لگی ہوئی ہے کہ پھر کچھ بھی یاد نہیں آتا۔
 تیرے بیمارِ محبت کا علاج لقمان بھی نہیں کر سکتا۔ جب تک تو اپنے ہونٹوں کا
 شربت نہ چکائے گی تیرے عاشق کو کیونکر صحت ہوگی؟ یہ سچ ہے کہ تیرے
 ساتھ ایک رات رہنا میرے لئے سوراخوں کے برابر ہے۔ تو ہی کہہ جب تو

مجھے اپنے سیج پر نہ بلائے تو میں پھر کس کے سیج پر رہوں۔ تیری اس وقت کی آگ میں میرا دل موم کی بتی کی طرح پگھل رہا ہے۔ لیکن تو مصری کی طرح سخت اور گھٹ ہے اور خود کو ذرا بھی نہیں پگھلاتی۔

تیری رفتار تیری گفتار تیرے تیور طرح طرح کے ہیں۔ تو جو کچھ برا بھلا کہنا چاہتی ہے کہہ لے لیکن مجھے ناامید نہ کر۔ کچھ کو خدا نے اتنی قدرت دی ہے کہ تو قطب شاہ کو سمجھا لے سکتی ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے :-

اے پیاری تیرا بول مجھے مارے ڈالتا ہے۔ تیری ہر بات مجھے کٹا رہی نظر آتی ہے۔ تیری چوٹی ناگ کی طرح ہے جس کا زہر کڑوا ہوتا ہے۔ تو کھیلنے وقت اپنی اس ناگ جیسی چوٹی کی وجہ سے سچ جج سنیرا معلوم ہوتی ہے۔ میں بھنورے کی طرح تیرے اطراف پھر پھر کر تیری خوشبو لیتا ہوں کسکے اس خوشبو میں زگس کی طرح خمار نہیں ہے۔ تیرے جسم سے صندل اور مشک کی خوشبو نکلتی رہتی ہے۔ تو کالنج کی چوڑیاں پہنی ہوئی ہے اور ہاتھ میں اچھری باندھی ہے۔ ٹھیکری اور کالنج میں وہ ہندوی گنوار کیا فرق کر سکتی ہے (پھر گڑا کر لکھتا ہے) تیرے بول میں نمک اور تیرے ہونٹوں میں

رس نہیں ہے۔ تیری چولی کسی ہوئی نہیں ہے اور تیری چوٹی اندھیرا ہے۔

محرقی کی بارہ پیاریوں میں ایک گوری بھی ہے۔ اس کی نسبت ایک نظم میں لکھا ہے :-

گوری کا چہرہ جن کی وجہ سے اس قدر سہانا معلوم ہوتا ہے کہ اس چاند سے چہرہ سے شرمنا کر خود چاند نقاب پوش ہو جاتا ہے۔ وہ سرو جیسا قد نہیں بلکہ ایک کندنی درخت ہے جس سے سورج جیسی روشنی نکلتی ہے۔ اے گوری تو رنگ اور رس کے باغ کی کلی ہے اس لئے تیرے چہرہ سے زندگانی کا پانی ٹپکتا ہے۔ تیرے رسیلے ہونٹوں میں شراب بھری ہے۔ یہ عاشقوں کے دل کو جلا کر کباب بنا دیتے ہیں۔

ان کو میں زلفیں کہوں یا نازہ سنبل جو تیرے پھول جیسے چہرہ پر اس طرح بکھرتی ہیں جیسے چاند پر ابر۔

تیری مستانہ چال سے ہاتھی شرماتے ہیں کیونکہ ان میں یہ ناز اور شوخی نہیں۔ اے قلب نبی کے صدقے میں تجھے گوری ملی ہے تو اس کے گلے میں باہیں ڈال اور اس کے ساتھ شراب پی۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :-

گوری عشق کی ایک رنگیلی پتلی ہے جو تمام خوبرویوں میں جھیلی نظر آتی
ہے۔ تجھے پدمنیوں کے چہروں کی نرم آرائیاں زیب دیتی ہیں۔ کیونکہ تو چٹا
جیسی صورت رکھنے والیوں میں سب سے زیادہ ریلی ہے سولہ ستر کا صرف
تیرے جسم کی سچ و سچ کو دیکھ کر بنائے گئے ہیں کیونکہ تمام مہجینوں میں تو ہی
سب سے زیادہ حسین ہے۔ تیرے سر پر نور کا جلوہ برستا ہے۔ تیری جیسی ناز
سہیلی اور کوئی نظر نہیں آئی۔ نبی کے صدقے میں قطب شاہ سے ایسی پیاری
حسن کا پیرا واپس کر آئی۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :-

اے عشق کی تپلی تو میرے دل میں کھڑی ہوئی ہے۔ اور عشق کی وجہ سے
تجھے تو پر لگ گئے ہیں۔ اس تپلی کو عشق و محبت پر ناز کرنا زیب دیتا ہے۔
وہ عشق بازی کے لئے کمر باندھ کر تیار اور جوبن کے پیالے اپنے ہاتھ میں
لے کر کھڑی ہوئی ہے۔ اے پریم کی سہیلیو بتاؤ کہ پریم کے باغ میں یہ
پیاری سجتی ہے کہ نہیں، اے گوری تیرے جسم پر ستر ناقدم پھول ہی پھول
ہیں۔ تو اپنی پرستش کرانے کے لئے کھڑی ہے۔ تو مجھے عشق کی صحبتوں میں

پیالہ پلا۔ مجھ پر تیرے عشق کی بھٹی کی مستی چڑھی ہوئی ہے۔ نبی کے صدق میں
مجھے ایسی گوری ملی ہے کہ سورج اور شتری جس کے عکس ہیں۔

اسی طرح بارہ پیاریوں میں سے ہر ایک پر کئی کئی نظمیں لکھی ہیں جو کلیات
کے صفحات ۲۲۴ تا ۲۶۴ پر درج ہیں اور ان خاص پیاریوں کے علاوہ اور
دوسری پیاریوں پر بھی اس کی نظمیں موجود ہیں جو کلیات کے صفحات
۲۶۵ تا ۲۸۱ پر شائع ہوئی ہیں۔

ان سب پیاریوں کی نظموں کے خاکے یا خلاصے پیش کرنا موجب طوالت
ہے اس لئے ہم یہاں اس کی صرف خاص خاص پیاریوں کے سراپا اسی کی
نظموں سے اخذ کر کے نہایت مجمل الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں :-

۱۔ ننھی | بالاقد۔ چاند سا روشن چہرہ۔ چکدار آنکھیں۔ جیم میں ایک
خاص خوشبو۔ ابتدا میں نہایت شرمیلی اور سیدھی سادھی لڑکی

تھی جو بہت جلد عنفوانِ شباب کو پہنچ گئی۔ ملنے اور بات کرنے سے جھجکتی تھی
شراب سے نفرت کرتی تھی اور شراب کی صراحی اور پیالہ ہاتھ میں لینے اور منے
پلانے سے ہمیشہ بچتی تھی۔ آنکھوں میں کاحل لگاتی اور خطِ سرمہ کھینچتی تھی۔

بدن پھول کے رنگ کی ساری باندھتی جس کے کنارے عجیب و غریب موتی

ٹٹکے ہوتے۔ وہ بعد کو بڑی تنہا کچھ 'طریف' اور حاضر جواب ہو گئی تھی۔

۲۔ ساؤنلی | بلند و بالا قد۔ دلغریب ساؤنلا سلونارنگ جس کی وجہ سے وہ بہت نازک اور کونلی معلوم ہوتی تھی۔ خوش آواز۔ خوش

خرام۔ موتی کی طرح دانت۔ شوخ آنکھیں۔ زرق برق لباس پہننے والی۔ موتی کے رنگ کی نیم تنی زیب بر کرتی۔

۳۔ کونلی | ایسی دُلی پستلی کہ ہوا سے ہلنے والی۔ جسم کو شرم و ناز سے اتنا چرائے رکھتی کہ کمر کے ہونے نہ ہونے کا شبہ ہوتا۔ دکنی تہ

کندنی رنگ۔ گلابی آنکھیں جو رنگین ڈوروں کی وجہ سے ہمیشہ خماری نظر آتیں چڑھی ہوئی بھویں، یا قوت اور حقیق مین کو شرم مانے والے ہونٹ۔ چمکدار خبا نورتن جیسے دانت۔ سرتاپا رنگارنگ اور چخیل۔ سبز آنچل اور ہستی۔ بالوں کو پھولوں سے سجاتی۔ بہت ہی ہوشیار۔

۴۔ پیاری | ہمیشہ روٹھنے اور بگڑنے والی۔ بہت ہی خوبصورت اور اپنے حسن پر بہت مغرور۔ روشن چہرہ۔ جب بن سوز کر نکلتی تو

چہرہ پر پسینہ کی بوندیں ایسی بھلی لگتیں جیسے پھول پر شبنم۔ تندرماج اور سلخ گشتگو کرنے والی۔ ناگ کی طرح سیاہ بل کھائی ہوئی لانبی چوٹی۔ خوشبودا

جسم۔ کانچ کی چوڑیاں پہنتی اور ہاتھ میں اچھری باندھتی۔ بید عشوہ طراز۔
۵۔ گوری | چاند سا چمکتا چہرہ۔ روشن پیشانی۔ پراگندہ زلفیں۔ ریلے
 ہونٹ۔ مستانہ چال۔ اُبھرا ہوا سینہ۔ تیلی جیسا خوبصورت

اور پھولوں کی طرح نرم و نازک اور شگفتہ جسم۔
۶۔ جھیلی | رخسار پر تل۔ شرویدہ زلفیں۔ شکاری آنکھیں۔ خطہ سر کھینچا ہوا۔
۷۔ لالا | ہونٹوں میں آب حیات۔ گلابی پھولوں کی طرح دانست۔
 سر پستان سے جوانی ٹپکتی ہوئی۔ مست کرنے والی چال
 ہنسی سے رات کو دن بنانے والی۔ عشق و محبت کی پیاسی۔ غمزہ
 فراق۔

۸۔ لالین | نقل جیسے ہونٹ۔ ہنس جیسی چال۔ پھول کی کلمی سے
 نازک کم عمر اور ناداں۔

۹۔ مہن | جادو سے بھری ہوئی آنکھیں۔ عشوہ طراز اور گن والی چہرہ
 پر عیش وصال کی کیفیت نمایاں۔ آنکھیں رات کی خامی
 سے متوالی۔ سہانی سبز ساری جس پر شفق رنگ کی کناری لگی ہوئی۔ محبت میں
 دیوانی۔

۱۰۔ محبوب گلاب کے پھول ایسے گال۔ باریک کمر۔ زریں ٹیکہ کسی ہوئی
یوسف سے زیادہ حسین۔

۱۱۔ مشتری
۱۲۔ حیدر محل
ان دونوں کا تذکرہ آئندہ تفصیل سے آئے گا۔

ان پیاریوں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد نظمیں ایسی بھی لکھی ہیں جو اس کی
عیش و عشرت کی ترجمان ہیں اور عشق عاشقی کی زندگی کی دلچسپ داستانوں کا
کام دیتی ہیں۔ ان نظموں میں بعض بہت غریاں ہیں جن میں اس نے وصال کے
پر کیف مرقعے پیش کئے ہیں۔ اور بعض نظمیں اس کی جوانی کی راتوں اور مردوں
کے دنوں کے تفصیلی اور دلچسپ نظام العمل ہیں۔ جن و عشق کے راز و نیاز کا شائد
ہی کوئی موضوع ہو جو چھوٹ گیا ہو۔ شباب کی رنگارنگیوں اور جذبات کی
جولانیوں کے اظہار میں اس کا قلم غیر معمولی قدرت رکھتا تھا۔ اور یہ قدرت
تخیلی یا فرضی عشق عاشقی سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ محمد قلی صحیح معنوں میں اس میدان
کا مرد تھا۔ اس کے رفیع الشان محل نہ تھے بلکہ صل میں بین قومی حسن و نعمہ کی
وسیع اور آراستہ و پیراستہ نمائش کا ہیں تھیں۔ ان میں کئی ملکوں اور کئی مذہبوں
اور ہر وضع و قطع کی نازنیں آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ اپنے حسن و جمال کی

آراش و زیبائش میں مصروف و نہمک، اور عشق و مستی کی عجیب و غریب
 کیفیتوں اور جوانی و رعنائی کے بے پناہ جذبات کے مظاہرے کرتی رہتی
 تھیں۔

(۹) بھاگ متی یا حیدر محل

تعجب ہے کہ قطب شاہی تاریخوں کے علاوہ کلیات محمد قلی سے بھاگ متی کے واقعہ کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ محمد قلی قطب شاہ اپنے اشعار میں اپنے متعدد محبوبوں کے نام لئے ہیں اور ان میں سے بعض کی تعریف و توصیف میں کئی کئی نظمیں بھی لکھی ہیں لیکن بھاگ متی کا نام کہیں فطر سے نہیں گذرتا۔ بعض شعروں سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ :-

”قطب شاہ اپنے اس بخت پر نازاں ہے کہ اُس کا معشوق اس کی محفل میں رقص بنا جس کے شکرانہ میں وہ اس کے طاق ابرو میں سجدہ کرنا چاہتا ہے“
ایک اور شعر میں لکھا ہے :-

”قطب شاہ کو ایک ایسا بے بہا دُر مل گیا جو اپنے رقص میں کامل الفن ہے“
ایک اور جگہ لکھا ہے کہ :-

”نبی کے صدقے میں اے معشوق میں اُس شہر میں رہتا ہوں جو تیرے

محبت میں آباد ہوا ہے اور جس کے مقابلہ میں مجھے کوئی شہر پسند نہیں آتا۔
 بھاگ کا لفظ اُس نے کئی اشعار میں استعمال کیا ہے لیکن اس کے معنی حصہ
 یا قسمت کے ہیں اور اکثر جگہ یہ لفظ اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے ٹھیک
 بیٹھتا ہے اس لئے یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بھاگ متی ہی کیلئے
 ہوگا۔ اس سلسلہ میں محمد قلی کے حب ذیل شعر قابل ذکر ہیں :-

ٹیل سوچ پشانی ات بھاگ کی نشانی کن موتی ہے نورانی زہر و شتری کا
 نبی صدقے تج نہ شہر میں ہے قطب نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ
 بھواں کے طاق میں سجد کروں ہوئے سائیں مری محفل میں قافل
 قطب شہر پایا ہی بے ہاؤر ہوئی اپنا چھے کمال میں قافل
 شب برات کے موضوع پر سلطان محمد قلی نے متعدد نظمیں لکھی ہیں جن میں
 ایک نظم بھاگ متی سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :-

شب برات کی ہمانی تقریب میں میری محبوبہ ایک اور بار میرے گھر
 آ رہی ہے۔ اور اپنے زرق برق کپڑوں کی وجہ سے اپنے ساتھ آسمان کے
 چاند اور سورج سے زیادہ روشنی والے لاکھوں چاند اور سورج لے آ رہی ہے
 جن کی وجہ سے کیا تعجب کہ زمین آسمان پر طعنہ زنی کرے، کیونکہ میرا پیارا

زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیا ہے۔ اور میری کیموں کو اپنے چین اور کھکے کے لیے جن جن چیزوں کی آرزو تھی ان سب کو اس نے ان کی خواہش کے مطابق ہیسا کر دیا ہے۔
 دنیا سال بھر سے اس کے درشن کی تشاق تھی اس لئے اس نے اپنا دیدار دکھا کر میری دنیا کو ناپاؤنا دیا۔
 اس نے پھول جیسے جسم کو عروسی خوشبوؤں سے خوب ہکا لیا ہے تاکہ اس لطف کے ساتھ اس سے بظاہر ہو گیا۔
 اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں بھاگ تھی سے مل کر تو اپنے ہو کے یا ہوس کے مطابق وصال کے مزے
 ارا کیونکہ وہ خود کو قطب شاہ کی داسی سمجھ کر غیب سے بھاگ کر آئی ہے ۱۱۰

بھاگ مٹی کے ساتھ عشق مانتی کا تذکرہ سب سے پہلے خود محمد قلی قطب شاہ ہی کی زندگی
 میں تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دو کتابوں میں لکھا گیا۔ قطب مشتری کے مصنف نے تو اس واقعہ کو
 استعارہ کے پیرایہ میں بیان کیا لیکن مورخ فرشتہ نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ :-

”وہاں قطب فلک اجلاں در اوائل پادشاہی بر فاشہ بھاگ مٹی عاشق شدہ ہرزوار
 ملازم اور گردانیدہ باطریق امرائے کبار بہ دربار آمد و شرمی نمودہ باشند۔ و در آں
 آیام چون از زبونی آب و ہوانے گوگندہ خلایق متغیر و پراوند و بوند قطب شاہ در چہار
 کروہے بلدہ مذکور شہرے..... ساختہ موسوم بہ بھاگ مٹی گردانیدہ۔ و در آخر از ان
 نام پشیمان گشتہ موسوم بہ جیدر آباد ساختہ لیکن در میان خلایق شہور بہ بھاگ مٹی گزشتہ نہ جیدر ۱۱۰

(صفحہ ۳۳۱)

محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد گوگندہ میں جو تارخیں لکھی گئیں ان میں بھاگ مٹی کا

حال درج نہیں ہے۔ البتہ بعد کی تاریخوں مثلاً حدیقۃ العالم تاریخ قطب شاہی (قادر خاں)

اور گلزار آصفی میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ مؤرخ الذکر تاریخ میں ابراہیم قطب شاہ کے بیان میں لکھا ہے :-

”پل دریاںے موئی بسبب نعتی شہزادہ مرزا محمد قلی کہ رحین جان فرائے بھاگ مٹی طایف میلے
 کلی داشت تیار گردید حقیقت آں اس کہ شہزادہ مذکور بر طبق عادت مہمود کہ موصلت
 نعتیہ لذت بسیار میدہد ہمارہ بوقت شب از قلعہ محمد نگر بخانہ طایف مذکورہ در موضع چلم
 کہ آبادی بلدہ جیدر آباد بر زمین ہمون موضع واقع است آمد و شرمی داشت۔ روزے
 موسوم باران موافق معمول خود بوقت شب قصد نمودہ چون بر سر دریاںے موئی رسید و دید کہ
 طغیانی آب از حد زیادہ است کہ فیل نہ دستی کوہ پیکر نمی تواند قدم اندر فرش گذار و فوراً

درجہ بہشتی و محبت اس سواری خود را بے اندیش و زحمت و بلا و آفت و زور
حفظ حقیقی بلامنت برآمد“ (صفحات ۱۵ و ۱۶)۔

یہ واقعہ حیدرآباد میں زبان زد خاص و عام ہے اور راقم الحروف نے اس تاریخی واقعہ
کو افسانے کی شکل میں پیش کر کے ”چچلم کی رفاصہ“ کے عنوان کے تحت کتاب سیر کو لکندہ میں
شال کیا ہے۔

گلزار آصفی سے تقریباً پچاس سال قبل حیدرآباد میں ایک اوزناریخ حقیقتہ العالم
لکھی گئی تھی اس میں بھی بھاگ منی کا ذکر موجود ہے کہ ہے۔

”بادشاہ وراثت ایام بزمان بھاگ منی نام تعلق خاطر داشت۔ چنانچہ ہزاروں سالوں کا روایت
تا مہجورانہ کبار بدر بار آمد و شد می نمودہ باشد۔ لہذا تخت آں شہر حیدرآباد را
یہ بھاگ منی مگر موسوم ساخت و متقرر بر سلطنت خود گردانید۔ و بعد چند نے کہ بھاگ منی
ازیں جہاں در گذشت تہنہ شدہ تبدیل آں نام بجیدرآباد نمود“ (صفحہ ۲۱۵)

ان شہادتوں کے مقابلے میں ماہ نامہ کی یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ محمد قلی قطب
نے شہر حیدرآباد کا نام اپنی ماں بھاگیہ رقی کے نام پر بھاگ منی رکھا تھا۔ کیونکہ ماہ نامے سے
تقریباً دو سو سال قبل فرشتہ نے اور پھر ماہ نامہ کی کم و بیش معاصر تاریخوں (حقیقتہ العالم)
تاریخ قطب شاہی (قادر خاں) اور گلزار آصفی) میں بھی بھاگ منی محبوبہ محمد قلی کے نام پر اس
شہر کا موسوم ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اس محبوبہ بھاگ منی کے علاوہ محمد قلی کی ماں کا نام
بھاگیہ رقی میں بھی لفظ بھاگ منی شامل ہو۔

اے بھاگ منی کا ذکر مولوی سید علی اصغر صاحب۔ گلائی نے بھی اپنی کتاب مائر دکن صفحات ۹۵، ۹۶ اور ۱۰۰ پر کیا ہے۔

غرض اس طرح دوناموں کے لحاظ سے اس شہر کا نام بھاگ نگر رکھ دیا گیا ہوگا اگرچہ یہ بات یقینی نہیں ہے کہ محمد قلی کی ماں کا نام بھاگہ رتی تھا بھی یا نہیں۔

بہر حال موجودہ معلومات کی بنا پر ان تین سے کہا جاسکتا ہے کہ محمد قلی غنغوان شباب ہی میں (یعنی ۱۲ سال کی عمر میں) بھاگ متی پر عاشق ہوا اور اس کی خاطر غنغوانی رد و موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا جب اس خطرناک جرات کی خبر اس کے باپ ابراہیم قطب شاہ کو ہوئی تو اس نے ندی پر پل بنوا دیا۔ اس کے کچھ دن بعد ہی ابراہیم کا انتقال ہو گیا اور محمد قلی نے تخت نشین ہوتے اپنی محبوبہ کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کی خاطر ہزاروں اس کے یہاں متعین کر دیئے جو ہر وقت اس کے جلوس میں رہتے اور وہ اسی شان و شوکت کے ساتھ موضع چچلم سے گولکنڈہ آیا کرتی تھی اور جو محمد قلی بھی اس کے یہاں جایا کرتا۔ اسی اثناء میں اس نے اپنی محبوبہ کے گاؤں کو ایک عظیم الشان شہر میں تبدیل کرنے کی ٹھانی اور جب یہ شہر بن گیا تو اسی کے نام پر اس کا نام بھاگ نگر رکھا۔ حیدرآباد میں خود دولت خانہ عالی اور دیگر محلات کے بن جانے کے ساتھ ہی محمد قلی نے بھاگ متی کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ اور شادی کے بعد شتری اور بعد کو حیدر محل کا خطاب دیا۔ اور اس کے لئے ایک خاص محل بھی بنوا دیا جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈوہ رکھا گیا۔ پھر اس خطاب کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام بھی حیدرآباد میں تبدیل کر دیا گیا۔ بعض مورخین کا یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ محمد قلی نے بھاگ متی کے انتقال کے بعد پشیمان ہو کر

شہر کا نام بدل دیا۔ کیونکہ اس نے خود اپنی نظموں میں اپنی محبوبہ حیدر محل کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ یا
ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھاگ منی ہی کو دیا جاسکتا تھا جو آخر وقت تک جملہ مورخین کے قول کے
مطابق اس کی چہیتی محبوبہ تھی۔ اتنا ضرور ہے کہ حیدر محل کا خطاب دینے کے بعد محمد قلی نے اس
امر کی کوشش کی تھی کہ بھاگ منی اور بھاگ نگر کا نام لوگوں کے ذہن سے محو ہو جائے اور حیدر
اور حیدر آباد رائج ہو جائیں۔ چنانچہ جب وہ جی نے بھاگ منی سے عشق عاشقی کا قصہ لکھا تو
اس میں بھی اس نام کو چھپائے رکھا اور خود محمد قلی نے بھی اپنے کلیات میں اس نام کے بجائے
جگہ جگہ حیدر محل کا نام لکھا ہے۔ ورنہ لازمی تھا کہ جب وہ مشتری کے سامنے محمد قلی کی
معشوقاؤں کا تذکرہ کرنا ہے تو بھاگ منی کا بھی ضرور ذکر کرتا لیکن اس نے تو خود بھاگ منی
ہی کو مشتری کے نام سے ظاہر کیا ہے۔ اور اس مشتری یا بھاگ منی کے متعلق محمد قلی نے
اپنے کلیات میں دو نظمیں اور مختلف جگہوں پر اشعار لکھے ہیں۔

نظمیں کلیات کے صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۴ پر درج ہیں۔ ایک نظم میں وہ مشتری کو اپنی
آنکھ کی پتلی کہتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ :-
سب کو تیرے یوں سے عشق ہے۔ تیرے ہونٹ کو شرک پالہ پلاتے ہیں، ان پر محبت کا
نشان ہے اور ان کے چومنے سے نبات شرما جاتی ہے ہوشیار سے ہوشیار عورتوں میں
تو ہوشیار ہے اسی لئے میں تجھے مناکراپنے دل میں بٹھاتا ہوں وغیرہ۔
ایک دوسری نظم میں وہ کہتا ہے :-
اے قطب شاہ تو اپنے معشوق کی سلامتی کے لئے دعا کر کیونکہ اس کے جینے سے

تمام دنیا پر تیری فرمانروائی ہے۔ زندگی اسی کا نام ہے کہ جسم میں دل ہو۔ اور ہمارا دل
 ہمارا معشوق ہے جس میں عشق کی مٹی ہے جس کی وجہ سے وہ ہمارا دل میں عرصے سے جگہ
 پائے ہوئے ہے جہاں اس کا نور سوج کی شمعوں سے زیادہ خوشنما اور روشن ہے۔ زحل نے
 بہت سے دشمنوں کے طالعوں کو میٹ دیا ہے اور مشتری کے طالع کی وجہ سے ہمارے طالع
 بقا حاصل ہے۔ اس لئے اے خدا قطب شاہ کے اس تارے کو اپنی غایت سے سرفراز رکھ۔
 ان نظموں کے علاوہ محمد قلی نے مختلف جگہوں پر حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے کہ:-
 اے قطب شاہ تو شادی و خوشی کر کہ تیرا رشتہ اس کے رشتہ سے بندھا ہوا ہے اور
 مشتری تیرے لیے باعث برکت ثابت ہو رہی ہے۔

تو ثانی سلیمان ہے اور فتح و فیروز ی تیرے ہی لئے ہے۔ اور تو نے اپنا منظور نظر بنا کر
 مشتری کو بھی شرف یاب کر دیا۔

اس کے شعر ہیں :-

رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہے بند مہمانی شادی و خوشی کر کہ اے مشتری بچہ پر اس
 توں سلیمان ثانی و تنجہ برج فیروز ی و فتح مشتری پایا شرف تیری نظر منظور۔
 بعض شعروں میں وہ مشتری کو اپنی بزم میں رقص کُناں ظاہر کرتا ہے جس سے یقین
 ہو جاتا ہے کہ یہ بھاگ منی ہی کا پہلا خطاب تھا:-

ع کرے مشتری رقص مجھ بزم میں نت ع زہرہ مشتری سوں پا تر بجا چاؤ
 ندی رومادلی موتیاں کی آتی بھر کر سوزہرہ مشتری کے ہت لاؤ لائے آج
 اسی طرح حیدر محل یا حیدر پیاری کے متعلق بھی اس کے کلیات میں تین نظمیں اور
 مختلف

اشعار و تنبیاب ہوتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیدر محل فن موسیقی کی ماہر تھی اور محمد قلی کی خاص مشغوقہ و و ایک نظم میں لکھا ہے کہ :-

حیدر محل محبت سے کنبات گھولتی اور روز بروز عیش و عشرت کے ساتھ عشق کے بلبل

بجاتی ہے۔ اس کے سر و جیسے قدر نورتن کا جلوہ نظر آتا ہے اور رب مشوق فائس اس کو
دیکھ کر شرماتی ہیں۔ وہ اپنی پیشانی پر عشق کا ٹیکا (دقتغہ) لگاتی ہے اور چاروں طرف
نورتن کے مار بجاتے ہیں وہ عشق کی چادر اوڑھ کر میر ہوئی کی طرح سُرخ نظر آتی ہے۔

اسے قطب شہ نوشکر کر کہ حیدر کی غلامی کی وجہ سے نچ کو یہ جینیں لی جس کی وجہ سے

تیرے سر پر تاج تنجما ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵)

ایک دوسری نظم میں لکھا ہے کہ :-

نئی کے صدقے میں حیدر پیاری لی ہے جس نے اپنے مختلف انداز سے میرے دل کو اپنے
دل سے باندھ لیا ہے۔ وہ عشق کے پر اسرار راگ گاتی ہے، اس کے بال میں کنول

کی تازگی اور آفتاب کی چمک ہے وہ اپنی بھوؤں میں کابل لگاتی ہے۔ جہم میں رنجی

رنگ کی تنگ چولی پہنتی ہے۔ اور آنکھوں کے خط سمرے کے ذریعے سے میرے دل پر

حملہ کرتی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵)

ایک دوسری نظم میں جو ناکمل و تنبیاب ہوئی ہے لکھا ہے کہ :-

حیدر محل محبت و عشق کا جلوہ گائے اور زردانی نغمہ بجائے۔ اس نے اپنے ہاتھ میں جلوے

کے لئے گنگن پہن رکھا ہے، وہ اپنی آنکھوں کی تیلیوں کو تیلیوں کی طرح سجاوے وغیرہ

(دیکھو صفحہ ۲۵)

محمد قلی نے اس حیدر محل یا حیدر پیاری کے لئے ایک محل بھی بنادیا تھا جس کا نام

حیدر محل یا حیدر منڈ وہ رکھا تھا اس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔ اس نظم میں لکھا ہے :-

حیدر محل میں حیدر پیاری کا جلوہ گاؤ اور اس خوشی میں زمین آسمان اور عرش پر

فتح و نصرت کے بل بجاؤ۔ اے ساتی سیم ق میری بزم میں صراحی لے آ۔ اور پیالے کی

روشنی میں مجھے اپنے سانس کی صورت دکھار۔ یہ قاعدہ ہے کہ جلوہ کے وقت آئینہ میں دوٹھاکو دلہن کی صورت دکھاتے ہیں۔ اور سوچ کے طبق سے لے کر نقل و شراب اپنے خساروں میں رکھ لو اور پیاری کی محبت کے ہار پیارے کے گلے میں ڈالو۔ اس نیک ساعت میں سینوں پر پستانیں زیب دیتی ہیں۔ دودھ اور مہری سے آبجیات کے ان گھڑلوں کو بھردو۔

اس جلوے کے وقت بادشاہ اتنا اچھا نظر آتا ہے کہ بدینیاں اور چیتنیاں سب شاہ کے روپ کی دیوانی ہو گئی ہیں۔ اے کھیاوان کے ہاتھ سے قول کا بیڑا اٹھا شہ کو کھلاؤ۔ نبی کے صدقے میں آج قطب شاہ کو جلوے میں بیٹھنا نصیب ہوا ہے اس لئے عوروں اور پریوں کو چاہئے کہ شہ پر سے خود کو واریں۔ (صفحہ ۲۱۷)

معلوم تو ہے کہ یہ نظم حیدر محل کے ساتھ شادی کرنے کی تقریب میں لکھی گئی ہے۔ اور بھاگ متی کو نکاح کے وقت ہی حیدر محل کا خطاب دیا گیا تھا۔ اور بعد کو اسی کے خطاب کے لحاظ سے بھاگ نگر کا نام حیدر آباد میں تبدیل کر دیا گیا۔

بھاگ متی نے محمد قلی کی زندگی میں ۱۷۱۷ء سے قبل چالیس یا بیس سال ہی کی عمر میں وفات پائی۔ کیونکہ تاریخ فرشتہ اور قطب مستری دونوں کی تصنیف کے وقت اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کے زمانہ وفات کا یہ اندازہ اس وجہ سے صحیح نکلتا ہے کہ

بعض مورخوں نے شہر کے نام کی تبدیلی کو بھاگ متی کی وفات سے لازم و ملزوم قرار دے کر بتایا ہے کہ تعمیر کے سترہ سال بعد اس کا نام حیدر آباد رکھا گیا۔ گویا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۱۶۱۷ء کے لگ بھگ گولکنڈہ کی یہ مشہور مہمیں اپنے عاشق جانناز کو داغ مفارقت دے گئی۔

بہار

لے تاریخ قطب شاہی مولفہ قادریاں بیدری ۱۲۴۹ھ میں لکھا ہے :-
 ”بعد ہفدہ سال بحیدر آباد موسوم گردید“ (صفحہ ۱۶)

(۱۰)

مذہبی میلان اور مخافتیں

کلام کے مطالعہ سے محمد قلی قطب شاہ کے مذہبی شغف اور دینداری کے متعلق جو تفصیلی معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ نہایت بیش بہا اور مفید ہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ اُس نے مذہبی معاملات میں ایک اجتہادی شان پیدا کر لی تھی بلکہ اسکے معتقدات کی بچتگی اور اہل بیت نبی و ائمہ معصومین کے ساتھ دلی اور محکم ارادت کی وجہ سے اس کو بعض دفعہ مشکلات اور بغاوتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ وہ واقعات ہیں جن کے متعلق تاریخوں سے زیادہ علم حاصل نہیں ہوتا۔ محمد قلی کی امن و امان اور عیش و عشرت کی زندگی میں اگر کہیں کوئی خلل نظر آتا ہے تو وہ اپنی مذہبی اعتقادات کے اختلاف کا اندیشہ ہے جو کبھی کبھی اس کو سخت پریشان کر دیا کرتا تھا۔ لیکن اس میں اُس نے ہمیشہ کامیابی حاصل کی۔ اور ہر کامیابی کے وقت وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ وہ ہر موقع پرستخ و نصرت کی طویل اور بلند آہنگ نظمیں لکھتا اور اپنے ہم مشربوں کو مبارکباد اور خائفوں کو بددعا یا

دشنام دیتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیجا پور یا احمد نگر سے مقابلہ کرتے وقت اس کو اتنی تشویش اور فکر نہ ہوتی تھی جتنی اپنے عقاید کے خلاف آواز بلند کرنیوالوں اور بغاوت کی دھمکی دینے والوں سے ہوتی تھی۔ محمد قلی اپنی اس فکر و تشویش میں حق بجانب بھی تھا کیونکہ ہمسایہ سلطنتوں کے ساتھ جب اس کو مقابلہ کرنا پڑتا تو یہ اس کی ذات کا کوئی سوال نہ ہوتا۔ ایسی صورت میں فتح و شکست کا اثر سلطنت پر پڑتا اور شکست کے موقع پر زیادہ سے زیادہ اس کا ایک قطعہ ملک غنیم کے قبضہ میں چلا جاتا۔ لیکن جب خود اس کی رعایا کا ایک حصہ مذہبی اختلاف کی بت پر اس کے خلاف ہو جاتا اور اس کے بھائیوں میں سے کسی کو تخت نشین کرنے کی سازش کرتا تو خود اس کی بادشاہت بلکہ زندگی خطرے میں پڑ جاتی تھی۔

تاریخ کے مطالعہ سے ہم کو صرف اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے خلاف دو وقت خاص اہتمام کے ساتھ علم بغاوت بلند کیا گیا۔ لیکن نہ معلوم ایسی اور کتنی دفعہ ناکام کوششیں کی گئیں جو تاریخ میں درج ہونے کے قابل نہ تھیں۔ جن دو باغیانہ کوششوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے ان میں سے ایک وہ ہے جو سلطنت میں اس کے بڑے بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب کے نام سے کی گئی۔ اور غالباً دعویٰ کیا گیا کہ بڑا بھائی زندہ ہوتے ہوئے چھوٹے کو

تحت نشیں کرنا انصاف کے خلاف ہے اور دوسری باغیانہ سازش محمد قلی کے حقیقی بھائی خدا بندہ کی بغاوت ہے جو شانہ کا واقعہ ہے۔ ان دونوں بغاوتوں کے تفصیلی حالات تاریخوں میں درج نہیں۔ اتنا ضرور معلوم ہے کہ بید کے مشائخ اور گولکنڈہ کے بعض عمائدین نے محمد قلی قطب شاہ کے مقابلہ میں ایک معویدار سلطنت کو کھڑا کر دیا جو سمجھا جاتا تھا کہ اس کا بڑا بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب تھا جو اپنے باپ کی زندگی میں ۱۷۴۴ء میں مور و غتاب ہوا تھا اور باغیانہ مقابلہ میں جان بچا کر فرار ہو گیا تھا۔ قطب شاہی تاریخیں لکھتی ہیں کہ وہ لڑائی ہی میں مارا گیا۔ لیکن محمد قلی کی اس دلی تشویش سے جو کلیات کے بعض اشارے سے ظاہر ہوتی ہے شبہ ہوتا ہے کہ شاید محمد قلی بھی اپنے اس رقیب کو زندہ ہی سمجھتا تھا اور اس لئے اسے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اور یہ خطرہ اس وجہ سے اہمیت رکھتا تھا کہ شاید وہ ڈرتا رہتا تھا کہ کہیں دکن کے طاقتور سنی امرا اس کے شیوہ بینیکی وجہ سے اس کے خلاف متحدہ کوشش نہ کریں جس طرح اس سے قبل یوسف عادل شاہ کے خلاف کی گئی تھی۔ چنانچہ جس خطرہ کو وہ محسوس کرتا تھا وہ واقعہ بن کر اس کے سامنے پیش بھی ہوا۔ یعنی جب اس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے نام سے

۱۔ اس بغاوت میں شاہ راجو صفا اور ان کے اکثر معتقدین شلا عبد الکرم حوالدار انور خان، فتح الملک حوالدار اور حسن علی وغیرہ نے حصہ لیا۔ لیکن محمد قلی نے جہاں اہل مازش کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ شاہ راجو صاحب تو ہاتھ نہ لکے لیکن خدا بندہ معزز و فرزند امیر ہو کر تمام فوائد دنیوی سے محروم ہو گیا۔

علم بغاوت بلند کیا گیا تو ملک و بیرون ملک کے اکثر امرا و عمامدین و مشائخین کو اس نئے
دعویدار سلطنت سے بددی پیدا ہو گئی۔ یہ سمجھ میں نہ آیا کہ سنی امرا و مشائخین مثلاً خاندان
خاں حبشی، خیرات خاں سپرد لاہور خاں اور شاہ نعمت اللہ کے اہل خاندان محمد قلی سے
کیوں ناراض ہو گئے تھے۔ تاریخ سے اس بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں البتہ
کلیات محمد قلی سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی شیعیت پر بہت زور دیتا تھا اور ساتھ ہی
بعض جگہ سنیوں کو خارجی کے نام سے یاد کر کے برا بھلا بھی کہتا تھا۔ لیکن یہ سب شتم
ان کی بغاوت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا ہو گا۔ سنیوں کی مخالفت کے آغاز کی وجہ
سمجھ میں آ سکتی ہے وہ یہی ہے کہ محمد قلی تخت نشین ہونے کے ساتھ ہی اپنی شیعیت
پر فخر و مباہات کرنے کے ساتھ شیعہ عقاید کی ترویج و اشاعت پر زور دینے لگا ہو گا۔ او
یہ چیز گو لکندہ کے لئے نئی تھی۔ کیونکہ محمد قلی سے قبل کے حکمران ابراہیم قلی، جمشید قلی
اور سلطان قلی تینوں میں سے کسی نے اس امر پر زور نہیں دیا تھا۔ اور خاص کر

۱۔ اس بارے میں دیکھو حصہ قصائد اور خاکر قصیدہ میلاد نبی صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۲ اور قصیدہ لبنت صفحہ ۳۶۔

۲۔ قطب شاہی تاریخوں میں جہاں یوم عزاکا ذکر ہے ماہ محرم کے جملہ رسوم و لوازم کے آغاز کا سہرا
سلطان محمد قلی ہی کے سر باندھا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیقۃ السلاطین میں ذکر ماتم و تعزیه و جشن کے سلسلہ میں
”خصوصاً از زمان فاتحان جنت بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ“ لکھا ہے۔

ابراہیم قلی نے تو ایک ایسی بین قومی فضا پیدا کر دی تھی کہ کسی کو شکایت کی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔ ان رینیہ خاموش فضا کو شاید محمد قلی کے مذہبی جوش نے متحرک کر دیا تھا جس کی وجہ سے سوئے ہوئے فتنے جاگ اُٹھے۔

شعبہ ہوتا ہے کہ محمد قلی بھی بچپن سے شیعہ عقائد کا پیرو نہیں تھا۔ اور جیسا کہ ہم نے ابھی کہا کہ اس کے باپ ابراہیم قلی کو کسی خاص عقیدے سے دلچسپی ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ چونکہ اس نے محض اپنی ذاتی مقبولیت اور ہندو اور مسلمان دونوں کی مدد کو بادشاہت حاصل کی تھی اس لئے وہ عمر بھر وسیع المشرب رہا۔ سنیوں، شیعوں اور ہندوؤں کے برابر کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور اس کی سلیمات میں بھی ہر مذہب کی عورتیں شامل تھیں۔ چنانچہ ماہ نامہ کی روایت کے مطابق محمد قلی کی ماں بھاگتی ایک ہندو عورت تھی۔ اسی طرح شاہ عبدالقادر کی ماں گلبرگہ کی مشائخ زادہ تھی۔ یہ ابراہیم کی وسیع المشرب ہی کا ثبوت ہے کہ اس نے اپنے ایک لڑکے کا نام عبدالقادر رکھا اور اپنی لڑکیاں سنی عمائدین اور مشائخین مثلاً حسین شاہ ولی شاہ قطب الدین وغیرہ کو بیاہ دیں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ امر ممکن ہے کہ محمد قلی بھی بچپن میں شیعہ عقیدہ نہ رکھتا ہو اور اس شعبہ میں اس وجہ سے بھی تقویت پیدا ہوتی ہے کہ اس نے اپنے کلام میں بعض ایسے شعر چھوڑے ہیں جو اس قیاس کو یقین کی طرف مائل کرتے ہیں

وہ عید مولود علی سے متعلق ایک نظم میں حضرت علیؑ کی ولادت اور اس کی خصوصیتوں کے ذکر کے سلسلہ میں صاف صاف لکھتا ہے :-

میں نے اپنا دین چھوڑ کر اس دین کا راستہ پکڑا ہے ورنہ میں ایک
ایک ہندو ہوتا۔ چونکہ میں نے آپ (حضرت علیؑ) سے میل پیدا کر لیا ہے
اس لئے خوشی و خرمی کی طرف میلان ہے۔ (پھر رقیبوں سے کہتا ہے کہ)
اے رقیبو تم اپنی بڑائی اپنی مذتک ہی رکھو کیونکہ خدا نے قطب شاہ کو نیک
تحصیل عطا کر دی ہے۔ اس کے شعر میں ہے

تولد ہوئے آج کے دن امام دیسے جیوں نوا چندا بروئے فرخ
میں اپنے دین چھوڑ پکڑا اس دین کا مارگ بناتے ابھوں مو کو ہندوئے فرخ
ہم میل باندے تم میل سیتی اُسی تھے ہم میل ہے سوائے فرخ
رقیباں بڑائی تم تم اچھونت دیا حق معافی کے تئیں ختم فرخ
اسی طرح ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :-

اے قطب شاہ تجھ پر ہزاروں رحمتیں ہوں کہ تو نے حیدر گرا کا دامن

پکڑا ہے اور اس وجہ سے تجھے دونوں عالم میں سرفرازی ہے۔

ہزاراں رحمت ہی تجھ پر جو حیدر کا دامن قطب دو جگت میں سروری ہو تجھ وہ سرور ہے
تجھے اُس

ایک اور شعر میں لکھتا ہے کہ :-

قطب شاہ نے علی کا دامن پکڑ لیا ہے کیونکہ وہ ہر جگہ کے رہبر اور

چھڑانے والے ہیں ۔

نئی صدی قسطنطنیہ نے علی کا پکڑ لیا ہے امن کہ او منجکوں چھڑاؤں ہار ہو ٹھٹھار رہ رہ رہے
ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :-

میں ایک جان اور ایک دل کے ساتھ حیدر پر ایمان لایا ہوں

یک دنیا ایک چت میں دل مور جیو میرا حیدر سوں صدق لایا صلوات بر محمدؐ

بارہ امام نخستین کا ہر زحم ہما ہو منج سیس چھاؤں چھایا صلوات بر محمدؐ

اوپر ایک جگہ اس نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر میں اس راستہ پر نہ پڑتا تو اب تک ہندو

ہوتا اس سے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ وہ پہلے ہندو تھا۔ ممکن ہے کہ ہندو ماں کے بطن سے

ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کہتا ہو یا شاید سنی ہونے کو وہ ہندو ہونے کے برابر سمجھتا ہو۔

اکثر شعروں میں اس نے خود کو ابتدا سے مسلمان ظاہر کیا ہے۔ عید غدیر کی ایک

نظم میں وہ کہتا ہے کہ :-

اگرچہ میں ازل سے مسلمان اور غلام مصطفیٰ ہوں یعنی میرا نام محمدؐ

۱۔ ایک آدھ شعر میں اس نے سنی کے ساتھ کافر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۱۱ قصائد)۔

یا غلام محمد ہے لیکن میں اب آپ کا بندہ ہو گیا ہوں اس لئے اے امیر آپ
میرا ماتھ پکڑیں۔

اس کا شعر ہے ۛ

از ازل تھے ہو غلام مصطفیٰ قطبِ نساں حج غلام کمترین کو دست پکڑو یا امیر
اس امر کا امکان ہے کہ ابتدا میں اس کو شیعہ عقائد کی نشر و اشاعت کرنا دیکھ کر
سنی امر و علمائے اس کو اہل سنت کے عقائد کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی ہو اور
اس کا میلان نہ پا کر اس کو مخالفت کا ڈر بھی بتایا ہو چنانچہ وہ عیدِ غدیر ہی کی نظم میں ایک
جگہ کہتا ہے ۛ

رکھ مجھ حضرت کے صدقے یا الہی امن میں ہو رکھ ایما درست دو جگہ میں ہو و منجہ نصیر
ساتھ تہمت اپنے امامیہ ہونے کے اعلان ترک مذہب نہ کرنے کی طرف اشارہ اور
سنیوں کی دشمنی کا ذکر بھی کر دیتا ہے۔ اس کے چند شعر ہیں ۛ

ہے خد قطب بارہ اماں کا غلام میں جو عاجز و اس تیرا علیٰ منج و تگیر
منجے پائے بن پھونکھو تے اس چاہ زنجہ میں کریں کیوں ترک ایسے مذہب ازل تھی یا ملت
ہیں میں شیعہ کر کرتے خواجہ دشمنی سب علی ابن ابی طالب ان کوں ماورست نصرت
یہاں یہ امر واضح ہے کہ دکن میں خارجیوں کے وجود کا کبھی پتہ نہیں چلتا۔

اس لئے محمد قلی کے کلیات میں جہاں خارجی کا ذکر ہے وہاں غالباً سنی ہی مراد ہو
چنانچہ بعض شعروں میں اُس نے دونوں لفظ اس طرح استعمال کئے ہیں کہ ان کے
مخاطب ایک ہی سمجھے جاسکتے ہیں۔ مثلاً یہ

سنی کافر کے بتانے لڑے ہیں اس گھڑی سب سو مجھ تھے خواجہ کوں ہی ہیبت گر بڑی کا
محمد قلی اپنے کلام میں بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ (دوسرے بھائیوں
کی موجودگی میں) اس کو جو بادشاہت نصیب ہوئی وہ محض شیعہ ہونے کی وجہ سے
اس کے اس قسم کے چند اشعار یہ ہیں

پایا ہوں اماں کی دعا تاج شہانی	مج تاج میں ہو نور الہی جھکرا
حق کی نظر تھے قطبا تیرا بڑا ہے رتبا	صدقے نبی علی ہے تج باعث ہو ربانی
بارہ امام نبین کا ہر جسم ہاتھ	جج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمد
سدا بارہ اماں میرے نگہ دار ہیں	ہوا ہوں ان کی غلامی تھو قطب راج دھیراج
قطب ہے تج غلام میں غلام کمتریں	دیو میرا بت پکڑ جلوا مشکل پامانستیں
اماں میا ہے محمد قطب پر	نبی ہو علی کی دیاسوں سہایا
خدا قطب کوں شہنشاہ کر کر	سوسا رکبت میں دراہی پھرایا
محمد قطب کے سار دنیا کوں	سونا بود کر رکبت تھے گنوا
دشمنوں کو	سے

پایا ہوں ملک کوٹ ان پیار تھیں منج کوں ہر ساجید کر ارمعاذ
 محرابال پن تھے ہے محمد کے غلاماں میں توجیتا داؤ میں منچھاں میں سار سنیاں ستیں
 نبی کا انوں ہر تیرا محمد قطب شہ ناڈر قصہ موسیٰ و فرعون شیعہ کن ہے رہبر کا
 نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ نینجن کے سکل شاہاں کا سوتر تاج ہو مشہور دستاویز
 نبی ہو رآل کے صدقے علی کا داس ہو قطبیا نظر آتا

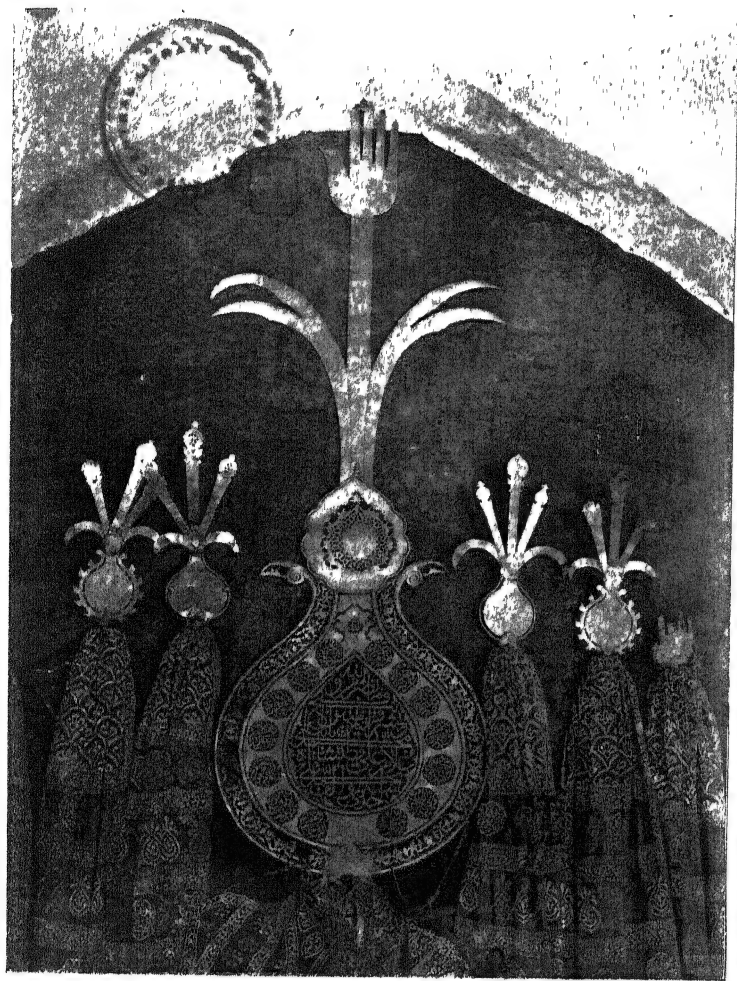
توجیک میں پایا رتبہ موجم خاقاں سکند کا

جب نبی صدقے ہوا ہمد اس قبر کا قطب دو جگت میں ہیں ترکا عاقبت محمود کا

اس آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاید پہلے قبر کا غلام نہیں تھا جب سے
 غلام قبر ہوا ہے اس کی عاقبت محمود ہو گئی۔ اور اسی طرح وہ کہتا ہے کہ جو کوئی عید سید
 علی کرتا ہے اس کے طالع مسودہ میں ع جن کرے یہ عید ہے وہ طالع مسودہ کا
 ایک اور شعر ہے ۷

صدقے نبی کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم حیدر کی برکت تھی سب جگ پر فواں کرو
 غرض نہ صرف حکومت کو بلکہ زندگی اور دولت اور عروج ہر چیز کو وہ حضرت علیؑ
 اور نینجن اور بارہ اماموں پر عقیدت رکھنے اور ان کی نظر عنایت کا ثمرہ سمجھتا ہے ۷

دعاے اماماں تھے منج راج قایم خدا زندگانی کا پانی پلایا



حسینی علم (گو لکنڈہ)

سب سے پہلا علم جس پر محمد قلی قطب شاہ کا نام اور تاریخ درج ہے

قطب شے کوں میا کر دیا سوں پنجتن د اُم حیات ہو رنجت دولت کو خضر ہے بلبلِ نایب
آخر میں ایک شعر اور درج کر دیا جاتا ہے جس میں وہ شیعیت کو قبول کرنے کی طرف
ایک اور دفعہ اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :-

پیشی وجہ سے میری عیش کی انگوٹھی میں چاند اور سورج کو نگینہ کی طرح
جرّ دیا گیا ہے ۔

قطب پنجتن کی علامی قبولیا تو اس عیش انگوٹھی میں چند سوربے
مجرّ قلی نے اپنے شیعہ عقائد کی تبلیغ سنائے میں کل کی جب کہ اُس نے گو لکندہ
میں پہلی دفعہ دوازدہ ائمہ معصومین کے نام کا علم استاد کیا یہ شاندار تاریخی علم تک
موجود اور حسینی علم کے نام سے مشہور ہے اور ہر سال محرم میں گو لکندہ کے قدیم عاشق خانہ
میں استاد کیا جاتا ہے اس علم پر و بشر المومنین نصر من اللہ فتح قریب کے
نیچے غلام علی محمد قلی قطب شاہ اور سناحد والف منقوش ہے ۔ اور اس
درمیانی طعنے کے اطراف پندرہ تختیوں میں پنجتن اور دوازدہ ائمہ کے اسماء
منقوش ہیں ۔

شیعہ عقاید کے قبولنے یا اُن پر زور دینے کی وجہ سے اسکو جن مشکلات کا
سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے اہم اس کے مخالفوں کی لگائی ہوئی آگ کو بجھانا اور

اپنے رقیبانِ سلطنت کے فتنہ کو کچل دینا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے دیوان کو اسی واقعہ کے اظہار سے شروع کرتا ہے۔ پہلی ہی غزل اس کی ان یاسی پریشانیوں کا آئینہ ہے جس میں وہ خدا سے توقع رکھتا ہے کہ :-

وہی مجھے کامیاب کرے گا اور میرے مرادوں کے جاموں کو بھر دے گا
خواجه کی لگائی ہوئی آگ کو اپنے قہر کے پانی سے بجھائے گا، جھکے ابراہیم
کی طرح اس آگ میں بھی سکھ اور آرام بخشے گا اور جس دل میں علیؑ اور
آل علیؑ کی محبت نہیں اُسے خونِ جگر پلائے گا۔ اے قطب شاہ تو زمانہ
کی مخالفت کا غم نہ کھا، خدا تجھے کامیاب کرے گا اور ہر پستی میں سے
تجھ کو بلند کرے گا۔ اے قطب شاہ تو رقیبوں کے دکھ دینے سے غم نہ کھا
خدا تیرے سارے رقیبوں کے گلے میں پھانسی ڈال دے گا۔

اسکی غزل کے چند شعر، میں :-

دلائلِ خدا کن خدا کا دم دوں گا	تمنِ من کے ملو اس کے بھرے جام دوں گا
خواجه کی آگنِ قہر کے پانی سو بوجھا گا	ابراہیمؑ میں جھکوں سکھ آرام دوں گا
جسے دل میں محبت علیؑ و آل علیؑ ماہ	اُسے خونِ جگر داروئے ناکام دوں گا
نہ کھا غم توں زمانے کا ترا کا خدا سو	ہرک پستی میں تنہ جھکوں بلند نام دوں گا

رقیباں کے دکھوں سے قطبِ توشِ کرم خدا سے رقیباں کے گلے دام دو لگا
 ان دشمنوں کے خطرے کا اظہار اُس نے اپنے اکثر اشعار میں کیا ہے جب وہ آسمان پر
 نیا چاند دیکھتا ہے تو اس کو خنجر کی تشبیہ سمجھائی دیتی ہے اور اس کے دل کا خطرہ فوراً
 اس شعر میں ظاہر ہوتا ہے
 نبیِ مقدس قطب کے دشمنان کو رکائے گھنچوں
 نواچند کا بلی خنجر پیکرِ کرست میں آیا ہے
 یعنی قطب شاہ کے دشمنوں کو گھانس کی طرح کاٹنے کے لئے نیا چاند کا بلی خنجر ہاتھ میں
 لے کر آیا ہے۔

ایک نظم میں جناب امیر سے خواجہ کے اس فتنے اور بغاوت کے خلاف مدد
 مانگتا ہے

کھانہ شراں لگ منے جلتے خواجہ اگ منے
 منجکوں مونوں جگ منے تاج بن نہیں کوئی یا علی
 اپنی تھی اب جم جھے غم تھے سو کر بے غم جھے
 توں ہمد و ہرم منجے تاج بن نہیں کوئی یا علی
 وہ اس قدر اسخ العقیدہ تھا کہ اسکو یقین تھا کہ دشمن اگر میرے ساتھ دشمنی
 پر اتر آئینگے تو حضرت علی کی تلوار اُن کے گھربار کو تباہ کر دے گی وہ کہتا ہے

دشمن اگر منج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر
 مرضی کے گھر گ تھے گھر بار اس ہو کا تباہ

معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں پر اس نے ماہ گرامیں فتح حاصل کی تھی اور جب گمی کے ختم پر برسات کا آغاز ہوا اور مرگ لگا تو وہ معمول کے مطابق اس سال بھی برسات کا استقبال ایک نظم سے کرتا ہے، لیکن اس دفعہ اسکو دنی خوشی تھی ایک تو آمدِ بہار کی اور دوسرے دشمنوں پر فتحیابی کی۔ چنانچہ وہ اس نظم میں اپنی اس خوشی کا اظہار یوں کرتا ہے کہ :-

آج پھر مرگ، سلطانی تارہ بن کر آیا ہے۔ اور سب درخت پھر سے
سر سبز ہو کر سروں پر لال تاج رکھنے لگے۔ اس موقع پر لعل کے پہر پر بھی
لال رنگ زیب دینے لگا کیونکہ اس رنگ سے سورج شرمنا کر ہرات منہ
چھپا لیتا ہے۔

اے قطب شاہ تیرے چہرہ پر بادشاہانہ کرد فرجھلک رہا ہے اس
وجہ سے ترکستان کے بادشاہ بھی تجھے خراج دیں تو کیا تعجب۔ تیری تلوار
سے آج تیغ رستم بھی پست ہے۔ تو تمام رستموں میں شجاعت و
بہادری کا چراغ نظر آتا ہے۔ تیری تلوار کی چمک بجلی ہو کر آسمان پر
چلے تو عجب نہیں۔ کیونکہ اس کے کرنا کرنے کی آواز سے سب دشمنوں پر
تیرا راج قائم ہے۔

اے محمد قطب شاہ تو اپنی دعاؤں سے ناامید سا ہونے لگا تھا لیکن
اب تیری دعا بامعا ثبات ہوئی ہے اور توجہ کی طرح اب کامیاب
حکومت کر۔

اس نظم کے چند شعر یہ ہیں۔
مرگِ سلطانی تا وہ جگ میں آیا پھسر کر آج
لال رنگ کھلیا ہو کھ پر لال کے لعلِ بخش
تیرے مکھ پر خسروی فرِ منور دیدیتا
تج کھرگ تھے تیج رتم پیت ہے عالم منے
ووکھرگ جھلکا زبلی ہو کے جھکے کھن منے
اے قطب توں دعا تھے ہو رہیا تھا ناامید
تج دعا بامعا ہے کر محمد نے راج
اسی طرح کی ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :-

اب کے بارش اندا و اطمینان سے آئی ہے کیونکہ دشمنِ پامال ہو چکے ہیں اور
عزیزِ خوشحال ہیں آسمان کے کناے یہ شوق کا رنگ نہیں ہے بلکہ دشمنوں کے مار
جائیکی وجہ سے ان کا خون اچھل کر جا لگا ہے۔ آسمان پر یہ گرج کی آواز نہیں ہے بلکہ
ہاتھی مست ہو کر خیلھاڑ رہا ہے کہ بادشاہ کے رہے ہیں دشمنوں کو بھی پامال کر دیں۔

انکی مدافعت کی مجھے ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود اب ساتویں پاتال کے نچر جا چکے ہیں
 یہ توں قنچ نہیں ہے بلکہ مجھے سلطنت دینے اور دشمنوں کو مارنے کیلئے کمان تانی
 گئی ہے۔ چونکہ بادشاہ نے سب دشمنوں پر فتح پائی ہے اسلئے زہرہ خوشی سے نغمہ زن ہے
 اے قطب شاہ اب تو کوئی غم نہ کر کیونکہ علیؑ اور ان کی آل ہمیشہ تیرے حفاظت کرتی رہیگی
 جس نظم میں یہ خیالات ظاہر کئے گئے ہیں وہ عرب ذیل ہے۔

اندھاں سیتے بھی آیا مرگ سال دنیاں پامال عزیزاں ہو خوشحال
 کنارے آسماں کے میں شفق رنگ دنیاں مارے گئے اچھلیا رگت لال
 فلک میں گر گر آتامت ہیست کدہ کے دُرجاں کو کرنے پامال
 ان کے دفعہ میں کچھ نہیں مجھے کام کہ آپ سب چھپے اس پیت پاتال
 کہاں توں قنچ دینے ملک کوں دنیاں مارن کوں لاجور کے تسبھال
 ظفر شہ پائے کرب دُرجاں پر خوشی ہو گا وے زہر قنچ بر مال
 نبی صدقے کو کر غم توں قطب علیؑ ہو رآل دایم تیرے رکھوال

یوں تو کلیات مجھ قلی میں متعدد نظمیں اور بیسیوں شعرا ایسے ملتے ہیں جنہیں
 فتح و نصرت کی خوشی کے دماغ نے بجائے گئے ہیں لیکن یہاں انہی اشعار اور نظموں کا ذکر کیا
 گیا جو اس موقع سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتی ہیں۔

(۱۰)

بھاگ نگر یا حیدر آباد

اور

اُسکی زیبائش و آرائش

شہر حیدر آباد کی تعمیر و ترمیم سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہے لیکن تعجب ہے کہ جس طرح بھاگ متی کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوئیں بھاگ نگر یا حیدر آباد کی بنا کے متعلق بھی محمد قلی کے موجودہ کلام سے بہت کم علم حاصل ہوتا ہے۔ خاص کر بھاگ نگر کا تو محمد قلی قطب شاہ نے کہیں نام بھی نہیں لیا۔ البتہ ایک جگہ ”شہر حیدر“ کا ذکر کیا ہے گویا حیدر آباد کا۔ وہ کہتا ہے کہ قطب کے اشعار

سلطان محمد قلی کے علاوہ قطب شاہی تاریخوں میں بھی بھاگ نگر کا نام نہیں ملتا۔ البتہ اُس دور کی دو مہتر تاریخوں حیدر آباد کو بھاگ نگر بھی لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو قطب شاہیوں نے کوشش کی کہ اس شہر کا نام حیدر آباد مشہور ہو جائے۔ لیکن بیجا پوری اور مغل تاریخوں نے اس نام کو مٹنے نہ دیا۔

بے بہا ہیں۔ کسی شہر میں ان کا مول نہ ہوگا، اس لئے اگر فروخت کی توقع ہو تو حیدر آباد
میں لے آؤں۔

رتن قطیا کے ہیں مول نہیں کس شہر میں اس لئے کراؤں جو بکھرا ہوئے اس کا شہر حیدر
یہ شہر حیدر یا حیدر آباد سلطنت قطب شاہیہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لحاظ
سے دسویں صدی ہجری کے اواخر میں خود بخود آباد ہونے لگا تھا۔ کیونکہ اس سلطنت کے
پایہ تخت گو لکنڈہ میں مزید آبادی کی گنجائش نہ رہی تھی اور سب سے پہلے وہاں کے
امرا نے اس قلعہ کے اطراف و جوانب میں اپنے لئے باغ اور شہستان تعمیر کرنے شروع
کرونے تھے۔ خاص کر قلعہ کے جانب مشرق موہنی ندی کے کنارے کناے یہ آبادی ہونے
لگی یہاں تک کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے ستلہ میں سرکاری طور پر ایک عالی شان
شہر کاننگ بنیاد رکھا۔ اگرچہ حیدر آباد جیسے وسیع شہر کی زمین کئی قصبے اور گاؤں
آگے ہوں گے لیکن جس جگہ اب چارمنار واقع ہے وہاں وہ موضع حچیم واقع تھا جس

لے شہر حیدر آباد کی وسعت اور شادابی کا اندازہ تاریخ ظفرہ کے حسب ذیل بیان سے ہو سکتا ہے:-

کثرتِ خلایق و وفودِ بائعِ مواضع و فراوانیِ باغ و باتین بدرجہ انجاسید کہ
ساحتِ کوہ و دشت سمتِ تضائق پذیرفت۔ چنانچہ از دال السلطنت حیدر آباد تا

بعض تاریخوں کے بیان اور مشہور روایتوں کے مطابق بھاگ متی رہا کرتی تھی۔
 اس موقع پر یہ امر واضح کر دینا ضروری ہے کہ ماہ نامہ کے مصنف نے بھاگ متی
 کے قصہ کو غلط بتا کر یہ لکھا ہے کہ اصل میں محمد قلی قطب شاہ کی والدہ کا نام بھاگ متی
 تھا اور اُس نے اسی کے نام پر شہر بھاگ نگر آباد کیا۔ اس اختلافِ روایت کا تصفیہ
 اُسی وقت ہو سکے گا جب چند اور قطب شاہی تاریخیں دستیاب ہوں گی اور محمد قلی کا
 مکمل کلام مل جائے گا۔ بحالت موجودہ اتنا تو یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ماں ہو
 یا محبوب، بھاگ رتی ہو یا بھاگ متی، محمد قلی نے اپنی محبت کی یادگار کے طور پر بھاگ نگر
 کو بسایا تھا۔ اُس نے سب سے پہلے شہر کے وسط میں چار منار کا سنگ بنیاد رکھا۔
 یہ عمارت ۸۹ اقیٹ بلند ہے۔ اور اس کے اوپر ایک مسجد اور مسجد کے ساتھ ایک
 حوض بنایا گیا تھا جس میں تالابِ حل پلی سے پانی پہنچایا گیا۔ اوپر کا یہ حوض اُقت
 باقی نہیں ہے لیکن یہ ۱۸۸۰ء تک موجود تھا۔ چنانچہ تاریخِ طفرہ میں لکھا ہے کہ :-

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قصبہ نرکھوڑہ ابراہیم پٹن و بھونگیر و پٹن چروکہ در چہار جہت

واقع است و مساحت بقدر وہ فرنگ است مجموعہ فضاء و دشت و صحرا باغ و بستان

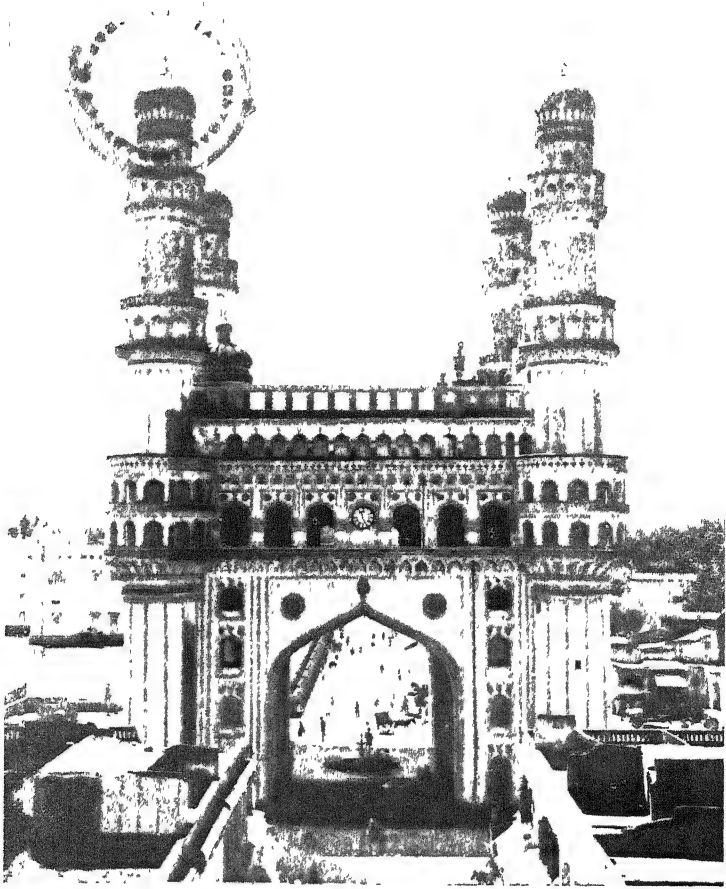
شدہ و کثرت احداثِ مساجد و بقاع و سرلے و دلش و نزارہست ریاضِ فردوس و شل

غیرت افزائے سپہر اخضر گردید (ص ۱۸)۔

حوضے است در غایت لطافت و صفا۔ آپ نہر تالاب جلیلی در آں سیر (ملا)
 اس بالائی حوض کے علاوہ نیچے بھی ایک گول حوض بنایا گیا جس میں ایک
 بہت بڑا فوارہ پتھر میں تیار کیا گیا جس میں دو ہاتھی اور دو شہر زے (جو پتھر کے
 تراشے گئے تھے) ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ایک دوسرے پر پانی پھینکتے تھے۔
 یہ فوارہ مغل قبضہ کے بعد بہت پرستی کی علامت سمجھ کر توڑ دیا گیا اور ان ہاتھیوں
 اور شہر زوں کے شکستہ پتھر عہدِ صفیہ ثانی تک چار منار کے قریب (جہاں اب
 پولس کا ٹھانہ ہے) پڑے ہوئے تھے۔

چار منار کی تعمیر میں ایک روایت کی رو سے تین لاکھ اور دوسری کے مطاب
 دو لاکھ باون ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ یا حافظ سے اسکی تاریخ نکلتی ہے۔
 چار منار کے ساتھ ہی شہر میں چار بازار ترتیب دیئے گئے جن میں چودہ ہزار
 دکانیں بنائی گئیں۔ گلزار آصفی میں لکھا ہے کہ :-

”امروزہ کو کہ دست بدست بنائے شہر مثل بر چہار بازار و بر سر
 ہر بازار طاق و رواق با چہارہ ہزار دکان و ایوان و سائبا و دواڑ
 ہزار محلہ تساوی الاضلاع با حداثہ در آرد“ (ص ۱۹)



چار دینار۔ جسکو محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد کے ساتھ تعمیر کیا تھا

ایک ایسے عظیم الشان شہر کی تعمیر جس و لولہ اور بے تابانہ شوق سے ہوئی اور
 اس کی جلد سے جلد تکمیل و آبادی کے لئے جو کوششیں کی گئیں اس کا اندازہ خود محمد قلی کے
 کلام سے ہوتا ہے چنانچہ وہ ایک جگہ مناجات میں خدائے تعالیٰ سے جہاں بہت سی
 باتوں کی التجا کرتا ہے اپنے شہر کی معموری کے لئے بھی دعا کرتا ہے جس سے معلوم
 ہوتا ہے کہ اُس کو اپنے آباد کئے ہوئے شہر سے کتنی محبت تھی اور وہ اسکی آبادی
 اور آرائش و زیبائش کے لئے کتنا بے چین تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :-

اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اُسی طرح معمور کر دے جس طرح

تو نے سمندر میں چھلیاں بھر دی ہیں۔

بڑی اچھی مناجات لکھی ہے جس کے چند شعر ہیں :-

مناجات میرا تو سن یا سمیع منجے خوش توں رکھ رات ویا سمیع

مے دوستان کوں تو نت دے جنت مے دشمنان کوں اگن یا سمیع

ابادان کر ملک میرا توں بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع

سبک تخت پر میرا یوں تخت کر انگوٹھی پہ جوں ہن لگین یا سمیع

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر رکھیا جوں توں دریا میں مریں یا سمیع

مراوات کا جم ترنگ سار قطب اُسے سار بہت دے عنین یا سمیع

عید میلاد النبی کے سلسلہ میں محضر قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں جن میں سے ایک میں وہ بازاروں، محلوں اور قصروں کی زیبائش و آرائش کا ذکر کرتا ہے وہ کہتا ہے

سنو اے جلّت سب جنت جو جڑت لیا نگارے سو بازار قصراں محلاں
بازار اور محلے جس شوق سے تمیر کئے گئے اس کا ذکر تو گذر چکا ہے اب قصروں کی تعمیر کے سلسلہ میں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ سب سے پہلے چار منار کے جانب شمال مغرب دولت خانہ عالی بنایا گیا جس کے جلو خانہ میں چاروں طرف چار بلند کمانیں کھڑی کی گئیں اور وسط جلو خانہ میں ایک بڑا پیلو حوض تاکہ فوجیوں اور ان کے جانوروں کو ہر وقت کافی پانی میرا سکے۔ اس جلو خانہ کے مغرب کی طرف محلات شاہی کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ اس طرف کی کمان دروازہ دولت خانہ یا دروازہ شیر علی کہلاتی تھی۔ اس کمان میں ۶۰ فیٹ بلند اور ۶ فیٹ چوڑے شب کی طرح سیاہ و مصفا ڈونگ اٹھرا کر کے اور انکے اوپر ۳۶ فیٹ کا ایک اور تپھر رکھ کر باب عالی کی چوکھٹ بنائی گئی۔ اس چوکھٹ میں صندل، ہاتھی دانت، اور سونے کا ایک دروازہ لگایا گیا۔ اس دروازے سے اندر داخل ہوتے تو ایک وسیع فضا میں کئی قصر نظر آتے۔ یہاں جنوب کی طرف دفتر خانہ شاہی اور مغرب کی طرف جامدار خانہ

اور کارخانہائے عامرہ وغیرہ بنائے گئے۔ اس وسیع فضا میں جانب شمال ایک دوسرا دروازہ لگایا گیا تھا جس میں داخل ہونے کے بعد ایک اور وسیع میدان ملتا جس کے چاروں طرف لشکریوں، حوالداروں، شب نویوں اور سجداروں کے لئے بڑے بڑے ہال یا ایوان بنے ہوئے تھے۔

ان سے گزرنے کے بعد چندن محل تھا جو ایک ”عمارت رفیع و دلکش“ تھی۔ اس محل میں بھی چند سجدار نوبت بہ نوبت جمع رہتے۔ چندن محل کے آگے لگن محل تھا جو نہایت وسیع تھا اور اس میں خاص ترک، عرب اور دکنی سجدار حاضر رہتے اس کے بعد صدر صفہ تھا جس میں مقرب و مقرب ملازمان قدیم ہی ٹہر سکتے تھے۔ صدر صفہ کے بعد سجن محل تھا جو نہایت خوبصورت اور عالیشان عمارتوں پر مشتمل تھا جن میں اعیان و فضلا مقام کرتے تھے۔ اس محل کے جانب مشرق تین مو فیٹ طویل ایک ہال تھا جس میں رات اور دن مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور تقریباً دس ہزار مجلسی سادات، علما، فضلا اور امرا ہر روز اس شاہی دسترخوان پر کھانا کھاتے۔

یہ تو دولت خانہ عالی کی بیرونی عمارتیں ہوئیں۔ اصل شاہی قیام گاہ خداؤ محل تھا جس کے متعلق محمد علی کی ایک نظم دستیاب ہوئی ہے اس لئے بعد کو اس کا

ذکر کیا جائے گا۔ دولت خانہ عالی کی عمارتوں کے علاوہ محمد قلی نے ایک داخل
 بھی بنایا تھا جو انہی محلات کی پشت پر یعنی مغرب اور جنوب کی طرف بنایا گیا تھا
 اور قلعہ گو لکنڈہ سے جو سڑک چار منار کو آتی ہے اس کی طرف اس کا رخ رکھا گیا
 تھا۔ حیدر آباد کے موجودہ محلہ چوک و شاہ گنج و محبوب گنج کی جگہ قطب شاہی دور
 میں ایک وسیع میدان تھا جس کے درمیان ایک عالیشان حوض ۸۰ فٹ طویل
 اور ۱۲ فٹ عریض بنایا گیا تھا اور اس میدان کے اطراف بازار بنائے گئے تھے۔
 داخل کا رخ اسی میدان اور بازاروں کی طرف رکھا گیا چنانچہ اس کے
 وسیع ایوانوں کے دروازے اسی طرف کھول دئے گئے تھے تاکہ مظلوموں اور آفت
 زیدوں کو بلا روک ٹوک بادشاہ کی نظروں کے سامنے پہنچنے میں سہولت ہو۔ اور وہ
 اعیان و اکابر و دربان شاہی کے توسط کے بغیر راست سلطان محمد قلی کی بارگاہ
 میں پہنچ کر اپنا کھڑا بیان کر سکیں اور بادشاہ اکثر اسی کے بیرونی جھروکے میں بیٹھا
 رہتا تھا۔

داخل چار منزلیں تھا اور اس طرح بنایا گیا تھا کہ سامنے سے چار جدا جدا محل نظر
 آتے تھے۔

داخل کے سامنے جو تالاب نما حوض بنایا گیا تھا اس کی تعریف میں اس

زمانہ کے بیاہ اور مورخین خاص طور پر رطب اللساں ہیں۔ چنانچہ فروغی استرآبادی
 اسی زمانہ میں حیدر آباد آیا تھا اور وہ اپنی تاریخ فتوحات عادل شاہی میں نورپور
 کی تعریف کے سلسلہ میں دوسرے شہروں کی عجائبات کا بھی تذکرہ کرتا ہے اور حیدر آباد
 کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ :-

”دریاچہ کہ در برابر و محل قرار دادہ اند، نوعی کہ فیلے از طلا ساختہ اند
 چنانچہ آب از خرطوم فیل مثل فوارہ لایق قطع در دریا چہ می ریزد کہ بر سواختہ
 اند نوعی کہ طاقہ زوہ اند کہ حوضے بدیں بزرگی را کہ زیر او خالی ست و
 محل مرور مردم است پرداختہ اند۔ در اں عمارات و مواضع، اعجاز کار
 را وقت بسیار بکار رفتہ“ (نسخہ برٹش میوزیم ورق ۲۱۷)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حوض سطح زمین سے کافی بلندی پر بنایا گیا تھا اور اس کے
 نیچے بلند کمائیں بنادی گئی تھیں جن میں سے لوگ گذرتے تھے۔

یہ محل زوال سلطنت تک باقی تھا اور مغلوں کے قبضہ کے بعد توڑ دیا گیا۔ چنانچہ
 لچھی ناراین شفیق نے اپنی کتاب احوال حیدرآباد میں (جوشنہ کی تالیف ہے)
 جہاں اس روایت کو نقل کر دیا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کی نظر جب وہ محل
 پر پڑی تو اس کی زبان سے نکلا :-

”اِس بلند بلندِ حیثیت“؛

نعمتِ خاں عالی نے عرض کیا: ”داوِ محلِ است“

اور نگِ زیب نے کہا: ”آرے شدادِ محلِ است“

داوِ محل کے توڑنے کا بھی واقعہ ان الفاظ میں درج کیا ہے:۔

ہر گاہ داوِ محل را شکستند، در عرصہ سی سال شکست رسید..... اکثر عمارات

عمدہ شہر تباہ شد و ہنوز تہ خانہ ہائے آں بعضے جا قائم۔“

عرض محمد قلی قطب شاہ کے بنائے ہوئے جن محلوں کا اب تک ذکر کیا گیا وہ

سرکاری محل تھے۔ لیکن اُس نے کئی ایسے محل بھی بنائے تھے جو خود اس کی خانگی

ضرورتوں اور ذوق کی تکمیل کی خاطر وجود میں آئے تھے۔ انہی میں ”ندی محل“

بھی شامل تھا جو موسیٰ ندی کے کنارے پانی کا نظارہ کرنے اور خانگی تفریح کی خاطر

بنایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ محل ”کوہ طور“ بھی ایک خانگی محل تھا جس کا ذکر آگے آئیگا۔

افسوس ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کے طویل قصیدے، مثنویاں اور ترجیع بند

دستیاب نہ ہو سکے ورنہ اس موضوع کے تحت ہم اور کچھ لکھ سکتے۔ کیونکہ اس نے اپنے

محلوں، باغوں، اور دیگر عمارتوں پر تفصیل سے قصیدے اور مثنویاں لکھی ہیں۔

اس وقت اس کے کلام سے جو مواد ہمیں مل سکا ہے وہ صرف چھ سات محلوں

(یعنی خدا و اوجھل، سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، محل کوہ طور، قطب مند اور حنا محل)
 اور ایک باغ محمد شاہی کی تعمیر و آرائش سے متعلق ہے۔ لیکن ان میں بھی صرف تین کے
 متعلق اس نے تفصیل سے لکھا ہے اور باقی کی نسبت بہت ہی کم لکھا ہے۔ اتنا ضرور
 معلوم ہوتا ہے کہ سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، حنا محل اور قطب مندر پانچوں اسکی
 رہائش گاہیں تھیں۔ اور غالباً ان میں سے اکثر (سوائے قطب مندر کے) ایک
 ایک بیگم کے لئے مخصوص تھے۔ البتہ قطب مندر ایک ایسا مقام تھا جہاں خود بادشاہ
 رہتا تھا اور جہاں بڑی بڑی محفلیں اور تقریبیں انجام پاتی تھیں۔ لیکن یہ محفلیں
 اور بزم آرائیاں بھی زنانہ ہوا کرتی تھیں۔ مردوں کی محفلوں اور دربار آرائی کیلئے جو
 مقام مقرر تھے وہ دوسرے ہی تھے جن کا ذکر گزر چکا ہے اور جن پر کوئی نظم افسوس ہے
 اس وقت تک دستیاب نہ ہو سکی۔

خدا و اوجھل اور محل کوہ طور کی زیبائش و آرائش کے بارے میں محمد قلی کے
 کلام سے نہایت مستند اور مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ باغ محمد شاہی پر جو قصیدہ
 محمد قلی نے لکھا تھا وہ بھی نامکمل دستیاب ہوا ہے۔ اسی طرح اور باغوں اور محلوں پر
 بھی اس نے لکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کا مکمل کلیات کتب خانہ آصفیہ میں اس وقت
 موجود نہیں ہے۔

خدا و محل محمد قلی کے کلام میں سب سے پہلے نظم خدا و محل قابل ذکر ہے۔ یہ
حیدر آباد کا سب سے بڑا اور عظیم الشان آٹھ منزلہ محل تھا۔ اس محل کے بارے میں
مورخین لکھتے ہیں :-

مہاراجنِ تادروہ کا متصل یہ عمارت ”خدا و محل“ طرح منزل عالی افکنده
در اندک زمانے سقف عالیش از ایوان کیوان گذرانیدہ بذروہ لامکاں
رسانیدند۔ از زیر تا بالا ہفت طبقہ..... مشتمل بر قصر ہائے مفرس و
غرف ہائے عالی جن زینت پذیرفت مجموعہ ایں طبقات بہ ”خدا و محل“
موسوم گردید..... ہر یک از ایں طبقات را بہ ایں وجہ موسوم ساختند طبقہ
ہفتم کہ پہلو از عرش می زد بخواب الہی محل مشرف گردید۔ طبقہ ششم بہ لقب
محمدی محل..... طبقہ پنجم بہ حیدر محل..... طبقات چہارم و سوم.....
یعنی حسنی محل و حسینی محل..... طبقہ دوم جعفری محل و طبقہ اول موسوی محل
نامزد شد۔ چون ایں قصر عالی اتمام یافت شاہ کامکار بادلِ شاد وشن
شاہانہ آراستہ ارکان دولت و خاص و عام سلطنت را از احسان
و انعام سرفراز گردانید۔ در آں مجلس میرک معین مہنرداری حاجب نظام شاہ
کہ در بخوری دست رس داشت تا بیخ تازہ بعضی رسانیدہ صلہ گراں مایہ

یافت۔ رباعی تالیخ ۷

ایں قصر کہ بہت رشک فرمائے بہشت ایام بآب زندگانی شہرشت
تالیخ مرتب شدنش کلک قضا بر لوح بقایائے جان بخش نوشت

(تالیخ ظفرہ ص ۱۶)

مشہور قطب شاہی تالیخ حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :-

”قصرائے البی محل و محمدی محل و حمید محل و توابع و لواحق آں کہ بہت
طبقہ خاقان جنت مکان سلطان محمد قلی قطب شاہ ساختہ بودند و چند لک

ہون خرچ آں شدہ بودند مثل آں قصر باہر روئے زمین بنا نہ شدہ“ (مطبوعہ ص ۲۲)

اس عجیب و غریب محل کے متعلق خود اس کے بانی نے جو لکھا ہے اس سے زیادہ معتبر و
مستند کسی مورخ کا بیان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ میں جو نظم خدا و
محل کے متعلق موجود ہے اُس میں قطب شاہ لکھتا ہے کہ :-

محمد نے خدا و محل کو سنوارا اور اس میں جنت سے حسنیوں کو لا کر رکھا
تاکہ محل کی آرائش ہو۔ اس محل کی بلندی آسمان جیسی ہے جس کی وجہ سے
سوج چاند اور تاروں کی رونق بڑھ گئی ہے۔ روئے زمین پر ایسا محل
کسی نے نہ دیکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس کو بھی قدسیوں نے زمین پر

لا کر رکھ دیا ہے۔ اسکی آٹھ منزلیں آٹھون ہفتوں کی طرح ہیں جن میں
 آب حیات کے چشمے بہتے رہتے ہیں۔ مجھ اتنا ہوا دار ہے کہ اسکی آٹھوں
 منزلوں میں دم عینی جیسی ہوا میں چلتی رہتی ہیں تاکہ دنیا کو زندگی بخشیں۔
 اس محل میں جو نازنینیں رہتی ہیں ان کے رخسار لعل بدخشاں کی برابری
 کرتے ہیں اور وہ سو بچ اور چاند جیسے پیالوں میں آب حیات بھر کر پلائی
 ہیں۔ ان کے چہرے میں ہیں تو ان کے ہونٹ عقیقہ میں۔ اور ان کا
 کھڑا سہیل میں کی طرح روشنی پھیلا تا ہے۔

یہ ساری خوب روایاں جنت کی حور ہیں کیونکہ ہوا سے زیادہ نازک
 اور پانی سے زیادہ پتلی (لطیف) ہیں۔

جب یہ نعمت زن ہوتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے زہر
 زمین پر گانے بجانے کے لئے اتر آئی ہے۔ جب یہ نازنینیں ہاتھوں
 اور آنکھوں سے اُرت دکھاتی ہیں تو فرشتے ان کا نظارہ کرنے کے لئے
 آسمان کی کھڑکیاں کھول کر جھانکنے لگتے ہیں۔

یہ چھبیلیاں آسمانی ڈوپٹے یا ساڑیاں باندھتی ہیں جن کے کنارے

لے آسمانی رنگ قطب شاہوں کا شاہی رنگ تھا اور محمد قلی اپنے کام میں اس کا خاص طور پر کئی جگہ ذکر کرتا ہے۔

سوج کی کرنوں کی طرح جھلجھل کرتے رہتے ہیں۔ ان کی بھویں آسمانی کمان
کا کام کر کے رقیبوں کے دلوں کو ہدف بنا کر گھائل کرتی ہیں۔

اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں اور بارہ اماموں کے کرم سے تم
اس محل میں اپنی بارہ پیاریوں کے ساتھ ہمیشہ عیش کرتے رہو۔

اس نظم سے ایک چیز نئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خدا واد محل آٹھ منزلہ تھا نہ کہ سات
منزلہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے۔ البتہ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ آٹھویں محل کا نام کیا
تھا؟ ایک چیز اور قابل ذکر ہے وہ ہر ایک منزل کا نہایت ہوادار اور کافی بلند ہونا۔
اس خصوصیت پر محمد قلی نے بہت زور دیا ہے اور تاریخیں ساکت ہیں۔

افسوس ہے کہ ایسا عجیب و غریب محل محمد قلی کے جانشین سلطان محمد کے
عہد میں عین اُس روز جل گیا جب کہ سلطان محمد کے یہاں اس کی دوسری بوی (جو
ابراہیم عادل شاہ کی دختر تھی) کے بطن سے شاہزادہ ابراہیم مرزا پیدا ہوا تھا۔ اس کے
متعلق مورخ لکھتا ہے کہ :-

”شعلہائے آں بفلک اشیر رسید و مدت چند روز کہ می سوخت احد
را میر نبود کہ ہزار قدم و دوی ہزار قدم راہ بجوالی آں گزار نماید و این قضیہ
از قضایائے عجیبہ غریبہ روزگار بود۔“ (حقیقۃ السلاطین ص ۱۲۵)

خدا داحمل کے ساتھ نہ معلوم فنون لطیفہ کے کیا کیا خزانے جل گئے کیونکہ اسکی
 ہر منزل بجائے خود کسی نہ کسی آرٹ کی نمائش گاہ تھی۔ ایک میں کتب خانہ تھا ایک میں
 مصوروں اور نقاشوں کے کمالات جمع تھے اور ایک میں جلد سازوں اور کاغذ کوٹھا
 اور مزین کرنے والوں کی نشست تھی۔ یہی وجہ ہے کہ محمد قلی کے عہد اور اس سے قبل کی
 اردو کتابیں بھی ہمیں دستیاب نہیں ہو رہی ہیں۔ بعد کو اس نقصان عظیم کی تلافی کرنے کی
 کوشش کی گئی چنانچہ اس محل کی جگہ پر سلطان محمد نے بجائے ہشت منزلہ عمارت کے
 صرف چہار منزلہ عمارت بنادی۔ لیکن یہ قصر بھی زوال کو لگنڈہ کے بعد تباہ و تاراج
 ہو گیا۔ اور آج خدا داحمل کا نام و نشان بھی حیدرآباد میں باقی نہیں۔

محل کوہ طور | یہ بھی حیدرآباد کے عظیم الشان محلوں میں سے تھا اور اسی جگہ
 بنایا گیا تھا جہاں اب قصرِ فلک نما واقع ہے جو جدید حیدرآباد کا سب سے بہتر محل
 سمجھا جاتا ہے۔ محل کوہ طور سے منزلہ تھا۔ اس محل کے متعلق تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ:-

در جانب جنوب کوہے مانند کوہ طور پر فیض و سرور بود خضر و زباں

فرمود کہ برآں کوہ والا شکوہ عمارتے شایانہ ترتیب دادہ اطراف و جوانب

آں انہار و آبشار حوضہائے فوارہ دار و اسمار بے شمار تیار سازند۔

ہنرمندانِ ماہر بموجب اشارہ ہمین اہتمام شہر یار جہاں با تمام سازند۔

نیشمن کوہ بریں و گلگشت آں سرزمین بفرقدوم و جلوس خسرو نو آئیں بخت
مطبوع و شیریں می نمود۔ اکثر مجالس شرب بدام بدام در آں مکان می بود

(تاریخ ظفر ص ۱۸۱)

اس محل کے متعلق سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کی تاریخ حقیقۃ السلاطین
میں ذرا تفصیل سے لکھا ہے کہ :-

جانب جنوب متصل بدروازہ دارالسلطنت کو ہے واقع ست پندی
خلقت اور از روز ازل باجزائے عشرت و سرور نموده اند۔ و اجار و طین
اور از لال خرمی و شادی و خمر و منجہ ساختہ اند، ہموارہ فیوضات نامتناہی
از محیط انوار الہی برفراز آں کوہ نازل و غایت فصیح و نہایت شادمانی از
سیر آں نزہت گاہ خاقان جہاں راحل و سلطان علیین بارگاہ چہر قلی
قطب شاہ طاب شراہ بر بالائے آں کوہ غارت و قصرے بغایت رفیع، مشتمل
بر سہ طبقہ و ایوانہائے وسیع، و شاہ نشینہا، و غرفہا بہ تکلفات گوناگون تصرفاً
موزوں ساختہ اند۔ و پیش آں قصر فلک منظر طاہر ہے بلند ساختہ فضاء
وسیع محاذی آں از آہک و سنگ ترتیب دادہ اند و بر زیر آں حوضے
بطل پنجاہ گز و عرض سی گز بستہ اند و دور اندرون آں قصر و ایوان ہا

دشاہ نشینہا حوضہا ساختہ بجر ہائے ثقیل آب را از نشیب آں کوہ بفرار بزر
 جمیع حوضہارا از آب جلو ساختہ فوارہائے بلند را از ازل لال کوثر شمال
 جوشندہ و چون ابرطیبر در فضا ئے ہوا و سطح آب بارندہ گردانیدہ اند در دامنہ
 کوہ فلک شکوہ مشابہ بروج عمارات دیگر کہ بتجملات سلطنت و اثاثہ پادشاہی
 در اں گنجد با بجا بنا نمودہ اند و آں جبل پر صفا و نور را مسمی بہ کوہ طور گردانیدہ

اند۔ (عہ)

مطلب یہ کہ کوہ طور بہت پر فضا جگہ تھی۔ وہاں کی سرسبزی و شادابی کو دیکھ کر
 محمد قلی قطب شاہ نے وہاں ایک سہ منزلہ محل بنوایا جس کے ایوان وسیع اور شاہ نشین
 اور کمرے نہایت پر تکلف تھے۔ اس محل کے سامنے اونچی اونچی کمانیں بنا کر سامنے کے
 صحن کو چتھر اور چوڑے سے ترتیب دیا۔ اس کے نیچے ایک بہت بڑا حوض ۵۰ فٹ
 لانا اور ۹۰ فٹ چوڑا بنایا گیا۔ اس محل میں اور اس کے جملہ ایوانوں اور شاہ نشینوں
 میں ہر جگہ حوض اور فوارے بنائے گئے۔ اور نیچے سے پانی اور اس طرح پہنچایا گیا کہ
 تمام فوارے بادل کی طرح فضا میں پانی برساتے رہتے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں بھی
 بروجوں کی طرح عمارتیں بنائی گئیں تاکہ دوسری شاہی ضرورتوں کے کام آئیں۔

تاریخ محمد قطب شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محل کے شاہ نشین کا طول ۹۰ فٹ

اور عرض ۶۰ فیٹ تھا۔ اور اس کا حوض ۱۳۵ فیٹ لائیا اور ۹۰ فیٹ چوڑا تھا

اور اس کی عمارت میں چار ایوان تھے۔ (نسخہ قباب سالار جنگ بہادر صفحہ ۲۶۹)

محمد علی قطب شاہ نے جو نظم محل کوہ طور لکھی ہے اس میں اس نے حب ذیل باتیں بیان کی ہیں :-

چونکہ کوہ طور پر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی تجلی نظر آتی ہے اسلئے خلق
خدا اس کو دیکھنے آتی ہے اور اسکی روشنی سرمہ بنکر لوگوں کی آنکھوں
کو روشن کرتی ہے۔

اس طور کا منظر بہشت بہشت کے مانند ہے۔ آسمان کی روشنی
اس کے نور کے تلے چھپ جاتی ہے۔

اس محل کو دیکھ کر سب لوگ اپنی بھوک پیاس بھول جاتے ہیں
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر شاہ مرداں کی تجلی جھلک رہی ہے۔
اس کے بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی وجہ سے
اس محل پر ایمان کی روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اس محل کا ہر ایک کنگورا اتنا بلند ہے کہ اس پر چڑھنے سے اسطرح
تمام عالم نظر آتا ہے جس طرح جام جہاں نما سے نظر آتا تھا۔ اس کے ہر

منارے پر شاہ کنگاں کا سن جھلکتا رہتا ہے۔

یہ محل اپنی بلندی اور روشنی کی وجہ سے ساتویں آسمان کا قطب تارا
معلوم ہوتا ہے۔ اور تختِ سلیمان اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے جو
فرائین نکلتے ہیں وہ اُجالے کی طرح تمام عالم میں جاری ہو جاتے ہیں۔
اس محل کا صحن آئینہ سکندر ہے جس میں ایران و توران کی روشنی
بھی منعکس نظر آتی ہے۔

اس محل کے اطراف جو میدان ہے وہ اتنا نورانی اور بارونق ہو کہ
اس کے مقابلہ میں چاند اور سورج بھی خود کو بے رونق سمجھ کر اٹھ کر دیکھنے
کے لئے روزانہ بیتاب ہو کر آتے ہیں۔

ساتوں اقلیموں میں اس محل کی نظیر نہیں۔ اس کی روشنی کے آگے
سورج کا اجالا تارے کی روشنی نظر آتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت سے چاند اور سورج کو لیکر اس محل کی
بنیاد میں رکھ دیا گیا ہے اسی لئے یہ روشنی کی ایک کانِ نظر آتا ہے جسکی
روشنی جواہرات کی تمام کانوں میں بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس محل کے کنگورے اتنے بلند ہیں کہ عرش کے قدم سے جا لگے ہیں

اسی لئے اس جگہ کا اجالا تمام دنیا کے لئے قبلہ گاہ بن گیا ہے۔

اس محل کے ہر شہ نشین میں اور ہر برج پر بادشاہ کے حکم سے ہر روز
مہ جمینوں کی مجلس آئیوں کی وجہ سے روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اے قطب شاہ نئی کے صدقے میں تو اس محل میں آرام و اطمینان سے
زندگی بسر کریں کہ اس میں شیریں ذراں کی تجلی بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس نظم سے ظاہر ہوتا ہے کہ محل کو ہر طور اصل میں ایک شہستان کا کام دیتا تھا۔
جہاں بادشاہ اپنی پیاریوں کو لے کر اپنی زندگی عیش و نشاط کے ساتھ بسر کرنے
جاتا تھا۔ ایسی اچھی تفریح کا مقام شاید پوری سلطنت میں کوئی نہ تھا۔ کیونکہ وہاں
سے نہ صرف شہر حیدر آباد اور گولکنڈہ کی آبادی نظر آتی تھی بلکہ اطراف و اکناف
کے باغوں اور محلوں کی اور رات کے وقت پورے پایہ تخت کی روشنی پیش نظر موجاتی
تھی۔ اس مقام کی ان خصوصیتوں کی طرف قطب شاہی مورخ نظام الدین احمد نے
بھی خاص طور پر توجہ کی ہے اور اس کی حسب ذیل فارسی عبارت محمد قلی قطب شاہ
کی اردو نظم کا بعینہ ترجمہ ہے۔ کیا تعجب ہے کہ یہ عبارت لکھتے وقت مورخ کے
پیش نظر بانی محل کی اصل نظم بھی ہو! مورخ لکھتا ہے: —

”بربالائے آں کوہ و عمارتِ فلک شکوہ برآمدہ جہاں بین و خرم و ہوا“

خمارات و حضرتِ باتین و باغاتِ چند انکہ حس بصر مشاہدہ نماید از
اطراف بنظر آورده از غایتِ فرح و نشاطِ عیش و عشرتِ انبساطِ فروغ
و ماہر و یانِ زہرہ جہیں و شاہدانِ حوالین بہ اطرافِ اورنگِ شہریار
نصر و آئیں حلقہ زدہ بخدمتِ قیام نمودند۔ و صراحی ہائے راحِ ارغوانی
چوں آفتابِ نورانی بر فرازِ آں کوہِ تجلی نمود۔ و جاہِ ماچوں بدر منیر از
آبِ آتشِ انگیز لبریز شد۔ صلائے نوشا نوش بہ محبوبانِ بادہ نوش
در دادند“ (۵۵)

یہ محل اور اس کے باغ کی سرسبزی و شاہدانی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے
عہد میں بھی اسی طرح بہار پر تھی اور وہ اسی طرح استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ سلطان
عبداللہ نے ۱۵۳۳ء کے موسمِ برسات میں وہاں ایک مہینہ تک قیام کیا اور اپنے
نانا محمد قلی کی سنت کو د بقول حدیقۃ السلاطین ”دراں عشرت سرار و زو شب
بہ عیش و عشرت و طرب اشتغال نمودند“ پورا کیا۔

قطب شاہی سلطنت کے خاتمہ کے بعد یہ محل بھی ختم ہو گیا اور اسی کے
کھنڈروں پر بعد کو قصرِ فلک نما بنایا گیا۔ نواب شمس الامرا کا قصر جہاں نما بھی
محلِ کوہِ طور ہی کے احاطہ میں تھا۔ اور امر کی فرود گاہ کے کام آتا تھا۔ ان ہی

کھنڈروں پر جہاں نما بھی آباد ہوا ہے۔

خداداد محل اور محل کوہ طور کے بعد سجن محل کا ذکر ملتا ہے۔ یہ ان مجموعہ محلات میں سے ایک تھا جو شہر کے وسط میں تعمیر کئے گئے تھے اور جبکہ دولت خاں عالی کہتے تھے اور جبکہ تعمیر اور خصوصیتوں کی تفصیل کا بیان اوپر گزر چکا ہے۔

سجن محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ :-

”درگاہ ہفتہ سجن محل است۔ عمارت عالی مقدار باصفا کہ بدشک

فردوس بریں بروئے زمین تزیین یافتہ جمعے از اعیان و فضلا دال

مکان مقام دارند“ (تاریخ ظفرہ ۱۲)

اسی سجن محل سے متصل جانب مشرق ۳۰۰ فیٹ لانا بدہ مشہور و معروف ہال تھا جہاں صبح و شام مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور دس ہزار اشخاص (جن میں زیادہ تر سادات، علماء، فضلا، امرا اور مجلسی شہر یک تھے) ہر وقت شاہی دسترخوان سے بہرہ مند ہوتے۔

سجن محل کے متعلق محمد قلی نے جو نظم لکھی ہے اس میں محل سے زیادہ اس نازنین کا تذکرہ کیا ہے جو اس محل میں اس کے دل پر قابض ہو گئی تھی۔ اس نظم کے مطالعہ سے مورخوں کی وہ توضیح مشتبہ ثابت ہوتی ہے کہ اس محل میں اعیان

فضلاً شہزاد کرتے۔ یہ محل محل میں شاہی زنانہ محل تھا جیسا کہ خود نام سے بھی ظاہر ہے۔ یہ ثبوت خود یہ نظم ہے جس میں بادشاہ لکھتا ہے کہ :-

میری پیاری سجن محل میں بن سنور کر ناز و غمزہ کے ساتھ آئی۔ اور میری
 بال بال بن کر اُس نے مجھے زندگی کا پیلا لایا۔ اس کا اثر میرے سر
 پھر سے چڑھ گیا ہے۔ کیونکہ پھر اس نے اپنی خماری آنکھوں کی بھٹی ناز
 پڑائی ہے۔

اس نے اپنے بالوں میں چاند اور سورج اور تاروں کی طرح پھول
 گوندھے ہیں۔ ان پھولوں اور ان بالوں سے مجھے ایک دوسرا آسمان
 نظر آنے لگا۔

بہوؤں میں گرہ ڈال کر مجھ سے کہتی ہے کہ پیلا لاپیو اور اپنے ہونٹوں کے
 نقل کے ساتھ مجھ کو ملائی کھلاتی ہے۔

اپنے گلہالی گالوں پر اُس نے پھولوں کا طرہ گوندھ کر لگایا ہے
 اپنے گلے میں نورتن کے ہار ڈالے ہیں اور اپنے آنچل کی چمک میں سحر اور
 بجلیوں کا منظر پیدا کر دیا ہے۔

سجن محل اُس وقت لٹ گیا جب سلطان عبداللہ کے عہد میں مغلوں نے حیدر آباد پر چا

حملہ کیا اور بادشاہ کو یکایک محلات چھوڑ کر قلعہ گو لکنڈہ میں پناہ لینی پڑی اور حملہ آوروں
حیدر آباد کے شاہی محلات کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

اعلیٰ محل اور حیدر محل کی نظموں میں بھی بجائے محل کی زیب و زینت اور
خصوصیات کا بیان کرنے کے اعلیٰ سکی اور حیدر پیاری کی تعریف کے گن گائے ہیں
اسی طرح قطب مندر کی نظم میں بھی زیادہ تر اپنے محبوبوں کی تعریف اور اپنی محفلوں
کی رونق کا ذکر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ”اس کے محلوں میں ہر جگہ آئینے لگے
ہوئے تھے اور موتیوں کا فرش رہتا تھا۔ اور اس کی بیگمات راتوں کو چاند کی طرح
چمکتی اور باتوں باتوں میں شراب کے پیالے پی جاتیں۔ اُن کی آنکھوں کی ضیا
آسمان تک پہنچ جاتی اور یہ آنکھیں باغ فردوس کو قطب مندر کے مقابل میں ہیج
دیکھ کر سننے لگتیں۔ جو اہرات ان کے نور تن جیسے جسموں پر رہ کر خوشیاں مناتے“
اور اسی طرح کے مضامین مسلسل کئی اشعار میں باندھنا چلا گیا ہے۔

یہ تو محلات شاہی سے متعلق نظموں کا ذکر تھا۔ ان محلات کے علاوہ عید قربا
کی ایک نظم میں ایک اور محل کا ذکر کیا ہے اور وہ حنا محل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ
محل میں بھی وہ ایک عرصہ تک فروکش رہا تھا۔ اور بقرعید کی محفل اسی میں سجائی

۱۔ حیدر محل کا نام حیدر مندوہ بھی تھا اور یہ بھی میر تقی میر کا نام آتا تھا (گلزار آصفیہ ۲)
یہ خدا و محل کا پانچواں طبقہ ”حیدر محل“ نہیں بلکہ ایک بالکل دوسرا محل تھا۔

تھی۔ وہ عید قرباں کی نظم کے آخر میں کہتا ہے :-

اے قطب شاہ تو نے نبی کے صدقے میں حناں محل میں عشرت کو
پکڑ کر بھا دیا ہے۔

اس کا شعر ہے :-

صدقہ نبی کے قطبا حناں محل میں عشرت پکڑ بھایا صلوات بر محمد

خان محل اصل میں حنا محل ہے۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ بادشاہ نے لفظ حنا کو تشدید کے ساتھ حنا کیوں استعمال کیا ہے۔ یہ محل اُس جگہ بنایا گیا جہاں اب سرکاری نہانہ دو خانہ یا زچگی خانہ واقع ہے۔ یہ اصل میں محمد قلی کے سپہ سالار ملک امین الملک کا باغ تھا اور اسی لئے امین باغ کے نام سے کئی سو سال سے مشہور ہے۔ اور اب بھی بعض پرانے لوگ اس کو امین باغ ہی کہتے ہیں۔ ملک امین الملک کا باغ مذہبی کے کنارے سے لیکر خدا محل اور دولت خانہ عالی تک پھیلا ہوا تھا۔ غالباً ملک امین الملک کے انتقال کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اس باغ میں ایک حنا محل بنایا جائے چنانچہ ایک جہینہ کے اندر ایک مکمل عمارت تیار کر دی گئی۔ اس کے متعلق لکھا ہے :-

معماران در مدت یک ماہ قصر مکمل حنا محل را و حسن تقطیع بغایت
وسیع اسکن نہادہ غیرت افزائے فردوس ہریں و رشک پیسرائے

نگارخانہ چیں ساختند۔

قطعہ

زراں رفیع آمد چو قصر چرخ این عالم مقام کز علو قدر بانی بازمی گوید بنا
از ہوائے اوصبا بویے گرفت میدہد خاک را پیرایہ سر بویے جوانی از جفا
اہل دولت رافضائے دلکشائے ادب و در لطافت پیمو جنت دلفروز و جانفزا (سایخ خفہ) ^{۱۹}

نوٹ۔ بعض تاریخوں میں محمد قلی کے ایک جناب محل کا بھی ذکر ہے معلوم نہیں کہ محمد قلی نے نظم خان محل
خاص محل سے متعلق لکھی تھی یا جناب محل سے متعلق یا یہ کسی اور محل سے متعلق ہے جس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں۔

محلات شاہی کے بعد ہمیں کلیات محمد قلی میں باغ محمد شاہی سے متعلق
ایک نظم ملتی ہے جس کے مطالعہ سے اس زمانہ کے باغوں و درختوں پھلوں اور میوہوں
کے متعلق دلچسپ علم حاصل ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ نظم بھی مکمل نہیں معلوم ہوتی ورنہ
آج سے ساڑھے تین سو سال قبل کے دکنی باغوں کی تفصیل عہد حاضر کے صاحبانِ فوق
کی چمن بندوں میں مفید ثابت ہوتی۔

محمد قلی قطب شاہ کا ذوق کتنا پختہ تھا کہ اس نے کشادہ بازاروں، نفیس
حماموں اور عالیشان محلوں کے ساتھ حیدرآباد کے شایان شان باغ بھی تعمیر کئے
تھے۔ اس کی اس نظم سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس زمانہ میں

باغوں کے اطراف چار دیواری ہوتی تھی جو زیادہ بلند نہ ہوتی۔ کیونکہ اس پر سے تمام درخت اور ان کے پھل اور پھول نظر آتے تھے۔ چار دیواری کے ساتھ ساتھ سڑک بنائی جاتی جہاں سے باغ کے مناظر دکھائی دیتے تھے اور جس پر اس کے پھولوں کی خوشبو محسوس ہوتی۔ پھولوں میں اس نے چنپا کلی کا خاص کر ذکر کیا ہے۔ اور پھولوں میں انگور، انار، کھجور، پیاری، ناریل، جامن، اور محمد پھل کا۔ محمد پھل سے مراد غالباً بادام ہے کیونکہ اس سے آنکھوں کو تشبیہ دی ہے۔ تعجب ہے کہ محمد قلی نے آم اور جام (امروہ) کا ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آم ہی کو محمد پھل کہا ہو۔ انگور اور کھجور عہد حاضر کے حیدر آبادی باغوں میں کم نظر آتے ہیں۔

بلخ محمد شاہی کا محل وقوع تاریخوں سے اس جگہ معلوم ہوتا ہے جہاں اب مہ عالم کی بارہ دری نئے پل کا دروازہ، یوسف گنج اور چھتہ واقع ہے۔ یعنی دلی دروازہ کے جانب مغرب تو ملک امین الملک کا باغ تھا اور جانب مشرق بلخ محمد شاہی۔ یہ باغ ندی سے لیکر بلدیہ اور دارالشفاء کی عمارت پرانی حویلی اور دیوان ڈیوڑھی تک پھیلا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دارالشفاء شاہی اور ندی کے درمیان کوئی عمارت نہ تھی بلکہ باغ ہی باغ تھا کہ مریمینوں کو کھلی اور صاف ہوا ملے۔ اس باغ میں ایک طرف کو ایک محل بھی بنایا گیا تھا۔ یہ محل غالباً اسی جگہ واقع ہوگا جہاں

اب نواب میر عالم کی مشہور و معروف بارہ دری کھڑی ہے۔ اس باغ کے متعلق تاریخ
ظفر میں لکھا ہے :-

باغ و بہستان در اطراف آں قصر ہویدا است۔ رشک افزا ہے

خلد بریں و میوہ ہائش چوں عنقا قد پرویں۔ مثنوی

خاکش از نیکوئی عبیر سرشت میوہ ہائش چوں میوہ ہائے بہشت

تاک انگور کج نہا دہ کلاہ دیدہ در حکم خود سفید و سیاہ

شاخ نابخ و برگ تازہ ترنج نخل بندے کشادہ بر سر گنج

شاہ جم جاہ اکثر اوقات دریں باغ فردوس صفات باری چہرگان

دل ربا و اسیران ماہ لقانہا ل طرب در چین لہو لعب نشاندہ جرعت کمانی

بر عالم فانی می افشاند

باغ محمد شاہی پر جو نظم لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے واضح

ہوگا محمد قلی کس پایہ کا شاعر تھا اور وہ درختوں، پھولوں، اور پھلوں پر کیسی نظم لکھ

سکتا تھا :-

محمد قلی کا یہ تمام چین محمد کے نام سے سرسبز و شاداب ہو رہا ہے۔ اسی

وجہ سے اپنے طوبی جیسے درختوں کی وجہ سے یہ چین جنت کی طرح سہانا

معلوم ہوتا ہے۔

جس طرح فانوس کے اندر سے چراغوں کی روشنی خوبصورت نظر آتی ہے اسی طرح دیواروں کے پیچھے سے میوؤں اور پھولوں کے جسم نظر آ رہے ہیں۔

پھول لگانے کے لئے اس چین کی ہوا دم عیسیٰ کا کام کرتی ہے اور سرسبز نہالوں کی خبر مشاطہ کی طرح لوگوں تک پہنچاتی ہے تاکہ لوگ آکر ان کی بہار دیکھیں۔

سڑک سے جب میں باغ کو دیکھتا ہوں تو خوشی سے میرے دل کی کلی کھل جاتی ہے اور اس کی خوشبو سے دنیا ہلکنے لگتی ہے۔

چین میں پھولوں کو کھلتا ہوا دیکھ کر سکیوں کا منہ یاد آتا ہے اور کہنے لگتا ہوں کہ ان کی آنکھیں زیب دیتی ہیں۔

چنپا کی کلی ناک کی طرح فطر آ رہی تھی جس کی دو پتیاں دو پہلوؤں کی طرح ہیں اور اس جگہ بھورے کوتل کی طرح دیکھ کر سب کا دل حیران ہو گیا۔

لاکھوں انگوروں کے خوشے شریا اور منبلہ کی طرح دکھائی دیتے ہیں

اور اس انگور کے منڈوے کی تازگی کے سامنے آسمان پرانا نظر آتا ہے۔
 اناروں میں دانے ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں جیسے یا قوت پتلیوں
 میں۔ اور کھجوروں کے خوشے مرجان کے بچور کی طرح نظر آتے ہیں۔
 اور سپیادوں کے لال خوشے دن اور رات کی طرح سیاہ و سفید نظر آتے ہیں۔
 ناریل کے پھل زمر کے مرتبانوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور اس کے
 تاج کو اہل دکن پیالہ کہتے ہیں۔

جامن کے پھل بن میں سالم نیلم کی طرح نظر آتے ہیں اور اس کو
 اس لئے رکھا ہے کہ دوسرے میوؤں کو نظر نہ لگے۔
 اس باغ کی تعریف و توصیف کے لئے سون نے بھی دس رباعی
 کھولی ہیں اور دکن اپنی سب سندیوں اور حنینوں کی وجہ سے کھلی ہوئی
 نرگس کی طرح بارونق ہو گیا ہے۔

چمن کا شہرہ سن کر بلبل سب آپس میں خوشی سے الاپ رہے ہیں
 اور ان کی آواز سن کر جنت کی حوریں رقص کر رہی ہیں۔ جس کو دیکھ کر
 دخت مست ہو رہے ہیں اور اپنے پتوں جیسے ہاتھوں سے تالیاں بجا
 رہے ہیں۔ ڈالیاں پھولوں کی شراب جیسی خوشبو سے مت ہو کر ڈل رہی ہیں۔

شاہد شیشہ بنم کی شراب ہے یا کسی کے ہونٹوں کے عرق کا پیالہ۔ یہ بھی
 اچھا ہے اور وہ بھی اچھی بشرطیکہ اچھوتیرے ساتھ ملکر پینے کا موقع ملے۔
 باغ محمد شاہی کے ذکر کے ساتھ ہی اس واقعہ کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سلطان
 محمد قلی قطب شاہ کو سرسبزی و شادابی سے خاص دلچسپی تھی۔ وہ برسات اور پانی کا
 دیوانہ تھا۔ جہاں جہاں پانی مل سکتا تھا وہاں اُس نے محل باغ اور عمارتیں بنائیں
 اور جہاں پانی نہیں پہنچ سکتا تھا وہاں تک پانی لانے کی جرتھیل وغیرہ کے ذریعہ
 ایسی ایسی ترکیبیں کیں کہ آج عقل و نگ رہ جاتی ہے کہ ایسے قدیم زمانہ میں کیونکر
 ممکن تھا۔

چار منارا اور کوہ طور جیسی بلند یوں پر حوض بنا کر ان میں پانی پہنچانے کا
 تذکرہ گزر چکا ہے۔ اس کے علاوہ داد محل دولت خانہ عالی اور محل کوہ طور کے
 عجیب و غریب حوضوں اور فواروں کے احوال بھی درج ہو چکے ہیں۔ اسطرح
 بہتے ہوئے پانی سے لطف اٹھانے کیلئے اُس نے موسیٰ ندی کے کنارے ایک ندی محل
 بھی بنایا تھا جس کی تعریف میں مورخین رطب اللساں ہیں۔ شاہی محلات کے
 علاوہ محمد قلی نے عوام کے لئے بھی بازاروں میں پانی کی نہریں دوڑادی تھیں اور
 یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ شاہ جہان آباد اور نہر چاندنی چوک کی تعمیر میں

ابھی نصف صدی سے زیادہ زمانہ باقی تھا۔

حیدر آباد کے اکثر بازاروں میں دونوں طرف پانی کی نہریں بہتی رہتی تھیں اور ان کے کنارے سایہ دار درخت لگائے گئے تھے۔ ایک مغربی سیاح ولیم میتھولڈ لکھتا ہے کہ :-

”شہر حیدر آباد اپنی خوشگوار آب و ہوا اور پانی کی بہتات کی بدولت ہندوستان کا بہترین شہر ہے“ (گوکلنڈ کے تعلقات ص ۹)

عہد اورنگ زیب کے مورخ خانی خاں نے لکھا ہے کہ :-

”نوشہائے آں شہر لطافت و آب و ہوائے آں سرزمین و حسن ہائے
نملکین آں بزمقام و سیر حاصلی آں مرزبوم اگر پروازم از سرشتہ سخن
باز می نامم“ منتخب اللباب جلد دوم ص ۳۶۸۔

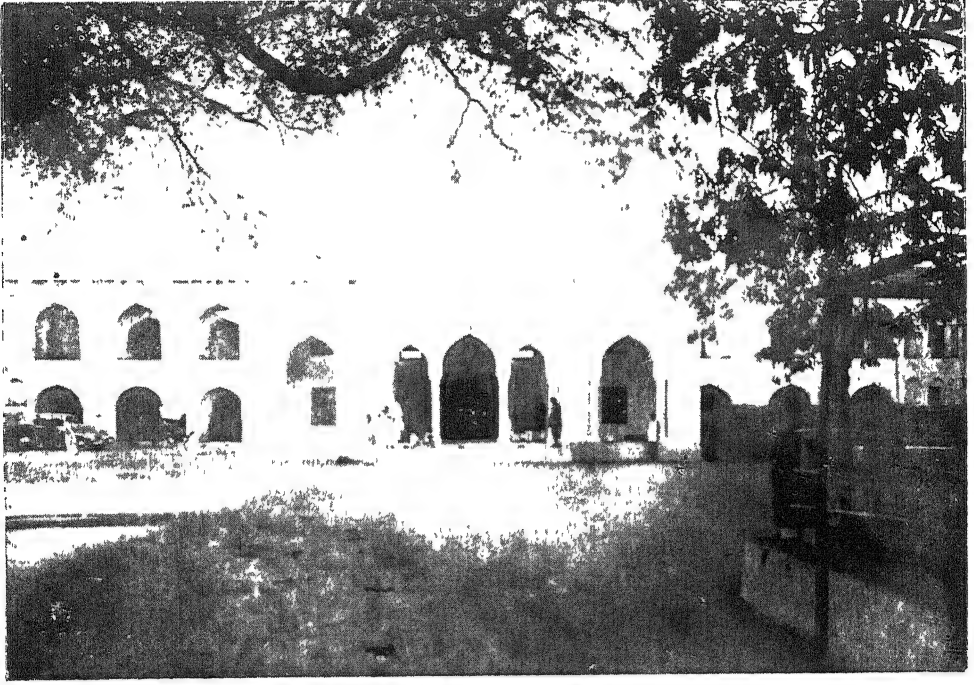
اسی طرح شہنشاہ اورنگ زیب کے خاص مورخ محمد ساقی نے بھی جو فتح گوکلنڈ کے وقت ہمرکاب تھا حیدر آباد کی اس خصوصیت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے :-

”رطوبت ہوا، وغدویت روانی چٹھما، شادابی سبزہ بہ ترسب کہ

لے حدیقتہ العالم مقالہ اول ص ۲۱۵ مطبوعہ مطبعہ میدی حیدر آباد دکن۔

پنداری گل و سبزہ ایں سرزمین را آب و رنگِ زمر و لعل است“ (ماثر عالمگیری^{۳۲})
 افسوس ہے کہ محمد قلی کے بنائے ہوئے محل آج حیدرآباد میں باقی نہیں ہیں لیکن
 جو محل قلعہ گو لکنڈہ میں اب تک شکستہ و بوسیدہ حالت میں موجود ہیں ان کے دیکھنے سے
 ثابت ہو جاتا ہے کہ چھ چھ سات سات منزلہ عمارتوں میں بھی اور پر تک پانی پہنچانے کی
 انتظامات موجود تھے اور بعض محلوں کی چھتوں پر اب تک حوض موجود ہیں۔ ایسا
 معلوم ہوتا ہے کہ تمام قطب شاہی سلاطین پانی کے بے حد دلدادہ تھے اور ان میں
 بھی محمد قلی کو تو خاص طور پر اس سے دلچسپی تھی۔ جس کا مزید ثبوت اُس عنوان کے
 تحت ملے گا جو محمد قلی کی مصروفیتوں اور آغازِ باراں سے متعلق آئندہ صفحات میں
 درج ہے۔

حوضوں اور نہروں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد حمام، مسجدیں، عاشر خانے،
 لنگر خانے، مدرسے، جہان خانے، کارواں سرائیں، اور دو اخانے بھی بنائے
 تھے۔ جن میں سے چند حماموں، اکثر مسجدوں اور عاشر خانوں، متعدد کارواں سرائوں
 اور شاہی دارالشفاء کی عمارتیں یا اُن کے آثار اب تک باقی ہیں۔ اور اُن شکستہ
 حالت میں بھی ظاہر کرتے ہیں کہ محمد قلی کس اعلیٰ ذوق اور شان و شوکت کا بادشاہ
 تھا۔ وہ نزاکتوں سے زیادہ شکوہ اور بڑائی کا دلدادہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ



دارالشفاء- حیدرآباد کا قدیم ترین دواخانہ جو محمد قلی قطب شاہ نے
شہر حیدرآباد کی آبادی اور تعمیر کے بعد بنایا تھا۔

حیدر آباد اور گولکنڈہ کی اکثر عمارتیں جسامت مضبوطی اور بلندی کی وجہ سے
 ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن اس مضبوطی اور بلندی کے ساتھ ساتھ خوبصورتی
 اور لطافت کا بھی خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔ چنانچہ ابوالقاسم فرشتہ جس نے
 اکبر اعظم کے بنائے ہوئے آگرہ، لاہور اور فتح پور سیکری جیسے عظیم الشان مغلیہ
 شہروں میں بودوباش کی تھی حیدر آباد کے متعلق لکھتا ہے :-

”شہر ہے کہ در تمامی ہندوستان شرقاً و غرباً شمالاً و جنوباً مثل آن
 در لطافت و صفا ہرگز یافت نمی شود“ (تاریخ فرشتہ مقالہ سوم ص ۱۴۳)

موسیو ٹیورنیئر فرانس کا رہنے والا تھا جس کا پایہ تخت پیرس قدیم زمانہ ہی سے
 عروس البلا و سمجھا جاتا ہے۔ یہ جب حیدر آباد آتا ہے تو اپنے سیاحت نامہ میں
 لکھتا ہے کہ :-

”شہر نہایت سلیقہ سے بنایا گیا ہے اور اس میں بڑے بڑے راستے
 ہیں..... چارپانچ کاروان سرا میں موجود ہیں جو دو منزلہ
 ہیں.....“ (جلداول ص ۱۲۳)

آخر میں حدیقہ العالم کا ایک بیان نقل کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جس کے
 مطالعہ سے سلطان محمد قلی کے ذوق تعمیر اور شہر حیدر آباد کی ابتدائی حالت کا اندازہ

ہو سکتا ہے :-

”دور ہر بازار سے چند چہار سو کہ بہ ہندی چوراہا گویند تساوی الاصلع
وسوائے آں بازار ہائے دیگر۔ دکاکین چہار دہ ہزار گفتہ اند و
پیش ہر دکان ایوانے، و اورائے ایں از محلہ ہا، و حمام ہا، و خانقاہ، و
مدرسہ و مسجد و منگرو مہمان خانہا۔ و دودارندہ ہر ار مکان بر لوح مہارت
کشیدند۔ مجموع عمارات کوچہ و بازار و غیرہ را از رنگ آہک
بہ تکلف ہر چہ تمام تر بر آوردند۔ و منازل بادشاہی بہ نوع ساختند کہ
مسافران اقالیم سیمہ نظیر آں در ہرچ ملک نشان نمی دہند۔“

(مقالہ اول ص ۲۱۵)

عیدوں اور تہواروں کی ترویج

سلطان محمد قلی قطب شاہ کو خدا نے قلب و دماغ کی نہایت اعلیٰ قوتیں و ودیعت کی تھیں وہ نہ صرف ایک بہت بڑا بادشاہ تھا بلکہ ایک زبردست صنائع تعمیر کار اور شاعر بھی تھا۔ ساتھ ہی ایک بلند مرتبہ مصلح قوم مجتہد وقت و معیار رعایا پرور اور فیاض و رحمدل بھی تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں کسی کو سزائے موت نہیں دی۔ اس کے دسترخوان کپری وقت ایک ہزار سے کم آدمی نہ ہوتے اور اس کے دسترخوان کی طرح اس کے دربار اور داخل کے دروازے بھی ہر وقت ہر کس و ناکس کے لئے کھلے رہتے۔ مشہور مورخ ابوالقاسم فرشتہ نے اگر دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں اس کو حلیم الروف لکھا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اُس میں خدا نے ایسی عجیب و غریب اور متضاد و مختلف خصوصیتیں یک جا کر دی تھیں کہ تاریخ میں ایسی متجمع الصفات شخصیت بہت کم نظر سے گذرتی ہے۔

ابھی ہم نے اس کے عظیم الشان شہر حیدر آباد کی تعمیر و آرائش و زیبائش کے متعلق لکھا ہے اور اب ہم اس کی تنظیمی قابلیت اور ثقافتی ذوق کے متعلق چند معلومات فراہم کریں گے۔ یہ ہم کو معلوم ہے کہ اس کے عہد میں کبھی کبھی کچھ لڑائیاں اور بغاوتیں ہوئیں لیکن اس نے اپنی طبعی صلح پسندی کی وجہ سے ان کو بڑھنے نہ دیا اور کشور کشتی کے مقابلہ میں صلح و اشتی کو ترجیح دی اور آخر کار ایسے کام کئے کہ رعایا کے دلوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اسی سلسلہ میں اس نے متعدد عیدوں اور تہواروں کو رائج کیا تاکہ اس کا ملک عمرانی اور سماجی نقطہ نظر سے بھی ایک خاص سطح پر پہنچ جائے۔ اور اہل ملک کو سال بھر میں مختلف مواقع ایسے حاصل ہو سکیں جن میں وہ دل کھول کر اپنے انسانی جذبات کا اظہار کر سکیں۔ ایسے مواقع یوں تو سال میں کئی دفعہ آتے ہوں گے۔ لیکن محمد علی کے کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بارہ چودہ ایسی اہم تقریریں مقرر کر دی تھیں جو خاص اہتمام سے منائی جاتیں۔ اور عوام کے علاوہ خود بادشاہ بھی ان میں ذاتی دلچسپی لیتا۔ یہ تقریریں حسب ذیل ہیں :-

۱۔ محرم ۲۔ عید میلاد النبی ۳۔ عید بخت نبی ۴۔ عید سوری ۵۔ عید

مولود علی ۶۔ عید غدیر ۷۔ شب برات ۸۔ عید رمضان ۹۔ بقر عید ۱۰۔ نوروز

۱۱۔ بنت ۱۲۔ سالگرہ بادشاہ ۱۳۔ مرگ سال (آغاز برسات) ۱۴۔ شب معراج۔

ان میں چار ایسی تختیں جو بین قومی سمجھی جاتیں اور جن میں ہندو اور مسلمان سب شریک ہوتے، یعنی :- ۱۔ ساگرہ بادشاہ ۲۔ آمد برسات ۳۔ نوروز اور ۴۔ محرم۔
 محرم کی نسبت خود محمد قلی کے موجودہ کلام سے کچھ زیادہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اُس کے صرف چند ہی مرثیے ملے ہیں۔ حالانکہ اُس نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے جو اس کے مکمل دیوان (کتب خانہ آصفیہ) میں موجود تھے۔ اور جملہ تاریخوں میں یہ امر وضاحت کے ساتھ درج ہے کہ حیدر آباد میں محرم کی تقریبوں کا آغاز سلطان محمد قلی قطب شاہ ہی نے کیا تھا۔ تعزیر داری اور مجلسیں اسی کی قائم کی ہوئی ہیں جو آج تک جاری ہیں۔ حیدر آباد میں سب سے پہلا علم اس کا بٹھایا ہوا ہے جو اب تک موجود ہے اور جس کا ذکر گزر چکا ہے۔

محرم کے مراسم کو محمد قلی نے اس خوبی سے رائج کیا کہ شیعوں کے علاوہ سنیوں اور ہندوؤں نے بھی ان ایام کو خاص اہتمام سے منانا شروع کیا اور خاص کر محرم کے ابتدائی دس بارہ روز تک تو ایسی مصروفیتیں رائج ہو گئیں جن میں سلطنت قطب شاہیہ کا ہر تنفس (خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو) حصہ لیتا تھا۔
 اس کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ :-

”قطب شاہی سلطنت کا قدیم طریقہ ہے اور خاص کر محمد قلی قطب شاہ کے

زمانہ سے یہ رواج ہے کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی خود بادشاہ بھی اورنگ زرنگار
 اتر جاتے اور لباس شاہی کو جامہ عزا سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور تمام
 حاکم محروسہ میں حکم نافذ ہے کہ کہیں کوس، نقارہ، طبل یا دمام نہ بجے،
 اور گانے بجانے والے بھی اپنے آلات کو غلافوں میں رکھ دیتے ہیں۔ شاہی
 اور عام باورچیانوں میں گوشت کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ تاوی سیندھی
 بھنگ اور دیگر نشہ آور چیزوں کی دکانیں بند کر دی جاتی ہیں، نہ قضا
 لوگ گوشت بیچتے ہیں اور نہ تنبولی پان۔ اسی طرح شہر کے حاملوں میں حجام بھی
 اپنا کام بند کر دیتے ہیں۔ ”و احکام مذکور بزرجمیع مسلم و کافر طبقات انام
 دریں ایام غم انجام در حاکم محروسہ جاری می دارند“ (حدیقۃ السلاطین قطب شاہی)
 ایام محرم میں محمد قلی قطب شاہ کی دریا دلی میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔
 چنانچہ لکھا ہے کہ :-

بارہ اماموں کے لنگر میں ۶۰ ہزار ہون مجاوروں اور خادموں کے
 وظیفوں اور دیگر امور میں صرف ہوتے۔ اور محرم کے بعد بارہ ہزار ہون
 اور خرچ کیا جاتا جو زر عاشری کہلاتا۔ اس کے علاوہ نجف اشرف
 کر بلائے معلیٰ اور دیگر مقامات کو ہر سال ایک لاکھ ہون تقسیم کے لئے



بادشاہی عاشورخانہ جسکی دیواروں یر محمد قلی قطب شاہ نے کار کاشی
 کا نہایت نفیس کام کرایا ہے۔

روانہ کئے جاتے۔ (تاریخ نظروہ ص ۲۱)

عزاداری کو شایان شان طریقہ پر منانے کے لئے محمد قلی نے محل کے عاشورخانہ کے علاوہ ۳۳۰۰ میں ایک بادشاہی عاشورخانہ بھی تعمیر کرایا جس میں ساٹھ ہزار روپیہ صرف ہوئے۔ یہ عمارت بارہ گز (یعنی ۳۶ فٹ) بلند رکھی گئی اور اب تک موجود ہے اس میں چودہ معصوموں کے نام کے ۱۴ علم استاد کئے گئے۔ ان علموں کو استادان ناد اور ہنرمندان ماہر نے اپنے اپنے کارناموں کے طور پر بنایا ہے اور چودہ گز کے زینتی تھان جن میں شاہی شعربافوں نے قرآنی آیتیں اور ادعیہ ماثورہ نہایت کمال کے ساتھ بن دی ہیں، ان علموں کو پہنائے جاتے ہیں اور عاشورخانہ کے صحن میں طاقتوں کی دس صفیں ایک دوسرے کی متوازی بنادی گئی ہیں اور ہر صف میں تقریباً ایک ہزار طاقتے ہیں تاکہ اتنے ہی چراغ روشن ہوں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ پہلی شب میں پہلی صف روشن کی جاتی ہے اور دوسری میں پہلی اور دوسری۔ اسی طرح دسویں کی رات کو پوری دس صفیں روشن ہو جاتی ہیں اور دس ہزار چراغوں کی روشنی سے عاشورخانہ بقیہ نورین جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے چراغدان بھی بصورت اشجار پرستار بنائے گئے جن میں سے ہر ایک میں ایک سو بیس شمعوں اور چراغوں کی روشنی کا انتظام

کیا گیا اور ان پتیلی جھاڑوں کو عاشور خانہ کے دالانوں کے برابر رکھا جاتا ہے۔ اور خود ایوان میں اور حوض کے اطراف قد آدم سے بھی بلند کافوری شمعیں ہر رات روشن کی جاتی ہیں۔

عاشور خانہ میں سیاہ پوش عزا داروں کا صبح و شام اثر و ہام رہتا تھا۔ خوش آواز ذکر اور خوش خواں نغمہ پرداز و دلسوز مرثیے اور غم اندوز اشعار اس در و در سے پڑھتے رہتے کہ سننے والوں پر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔ عصر کے وقت خود بادشاہ بمقتضیٰ رنگ کا لباس پہن کر آہستہ رفتار سواری میں یا سیاہ محل کے سنگا سن میں بیٹھ کر جملہ سیاہ پوش مقربوں، مجلیوں، امیروں اور وزیروں کے ساتھ الاوہ میں آتا اور دو خوش آواز ذکر شاہی سنگا سن کے دونوں طرف خود بادشاہ کے مصنفہ مرثیے پڑھتے ہوئے آتے۔ جب بادشاہ عاشور خانہ کے دروازہ میں داخل ہوتا تو سواری سے اتر کر برہنہ پا آتا اور اپنے ہاتھ سے علموں پر پھول چڑھاتا اور شام کے وقت تمام کافوری شمعوں اور ایوان کے برابر کے چراغوں کو بھی اپنے ہاتھ ہی سے روشن کرتا۔ ابوقت مرثیہ خوانی ہوتی رہتی اور ائمہ معصومین کی مدحیں پڑھی جاتیں۔ چراغ روشن کرنے کے بعد ایک فصیح و بلیغ خطیب کھڑے ہو کر شہدائے کربلا کی ارواح کے لئے یاواز بلند

فاسخ پڑھتا۔ جس کے بعد بادشاہ دولت خانہ عالی کی طرف واپس ہو جاتا اور وہاں کے عاشور خانہ میں امرا و وزرا کے ساتھ آدھی رات تک ماتم و مرثیہ خوانی میں بسر کرتا۔ یہاں کندوری جو بغیر گوشت کے قسم قسم کے تکلفات سے تیار کی جاتی اور شربت اور شکر مک و غیرہ کی تقسیم عمل میں آتی۔ (حقیقہ ص ۴۷)

یہ اوقات حدیقۃ السلاطین میں دراصل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے متعلق درج ہیں۔ لیکن اس بیان کی ابتدا میں صاف صاف لکھ دیا ہے کہ یہ دستور محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ سے جاری ہے۔ اس لئے سلطان محمد قلی بھی کم و بیش اسی طرح عمل کرتا ہوگا۔ کیونکہ سلطان عبداللہ کے متعلق جملہ تاریخوں میں یہی لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ سے زیادہ اپنے نانا محمد قلی کی پیروی کرتا تھا اور کوئی تعجب نہیں کہ محرم کے جملہ مراسم میں اُس نے اپنے نانا ہی کی پیروی کی ہو۔

اس تفصیل سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ خود بادشاہ کے مرثیے بھی ایام محرم میں پڑھے جاتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ سلطان محمد قلی نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے جملہ مرثیے دستیاب نہ ہو سکے۔ لیکن جو طے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محرم کے آغاز کے ساتھ ہی مرثیہ نگاری شروع کر دیتا تھا۔ چنانچہ دیوان کے پہلے مرثیہ میں لکھتا ہے :-

محرم کے مہینے میں اماموں کا غم پھر سے آیا ہے جس کی وجہ سے زمین او
آسمان میں دوبارہ رنج و الم کا دور دورہ ہو گیا۔

زمین پر اس ستم و بلا کی وجہ سے اتنا شور و غوغا پیدا ہوا اور دلوں میں
اتنا دکھ بھر گیا کہ سانس اندر جانے کے بعد باہر نکلتے ڈرتی ہے۔

سوچ اماموں کے غم میں جل جل کر آگ کا شعلہ بن گیا ہے اور پونہم
چاند نے اس غم میں خود کو کولے کی طرح جلا دیا ہے۔

اے مسلمانو اپنے آنسوؤں سے ندیاں بہاؤ کیونکہ اماموں پر تہم او
بلا پھر سے آئی ہے۔

اے مسلمانو تم کبھی محرم کا نام نہ لینا کیونکہ اس مہینے نے قیامت
بن کر علم قیامت کو بلند کیا ہے۔

حوروں کو جنت میں کوئی دکھ درد نہ تھا لیکن حسینؑ کا غم کرنے کیلئے
وہ دوسرا جہنم لیتی ہیں۔

یہ مرثیہ ناقص الآخر ہے۔ لیکن اس کے ابتدائی اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گذشتہ
محرم میں بھی کوئی مرثیہ لکھ چکا ہے۔ دیوان کا مندرجہ دوسرا مرثیہ ناقص الاول
دستیاب ہوا ہے۔ اس میں محمد قلی لکھتا ہے :-

بی بی فاطمہ حسین کے لئے لہور دیتی ہیں اور اس لہو کی سرخی ساتوں
آسمانوں پر شفق بن کر چھا گئی ہے۔

اے مسلمانو! امانوں پر جو دکھ ہوا ہے اس کا حال نہ پوچھو کیونکہ ہر ایک امان
پر طرح طرح کے دکھ اور ظلم ہوئے ہیں۔

افسوس کہ دنیا میں ان پر کیا ظلم ہوا! اور یہ سب ظلم و بلا صرف فاطمہ کھٹیا
اے محرم تو گیارہ مہینوں کی طرح کیوں نہیں ہے؟ سب مہینوں میں غم
کرتے ہیں لیکن تو آکر دلوں میں دکھ بسا دیتا ہے۔

اے محرم تو نے امانوں کی ایسی مہمانی کی کہ کربلا کے جنگل میں ان کے لئے
تمام بلاؤں کو جمع کر دیا۔ مسلمانوں کے لئے اس مصیبت سے بڑھ کر کوئی نہیں
کیونکہ اس میں آنسوؤں کے لہو سے پیالے بھر کر پینا پڑتا ہے۔

بد بخت شامی کافروں نے امام سے قول طلب کیا اور خود بے ایمان
اس لئے خدا نے ان کے لئے دوزخ بنائی ہے۔

اس مہینے میں مہینہ حسن کے زہر کی وجہ سے ہرے لباس پہنتے ہیں جنکی
چھاؤں آسمان پر رنگ بھر دیتی ہے۔

اے خدا تو امانوں کی حرمت میں قطب شاہ کو بخش دے کیونکہ انکی مہج کا

حلقہ غلامی اُس کے کانوں میں زب دیتا ہے۔

اگرچہ فرشتے امام کی مدد کرنے آئے تھے مگر انھوں نے قبول نہ کی سوج
ان کا ماتم کرنے والوں کی آہ سے ہر روز جلتا رہتا ہے اور چاند اس شرم
کے مارے گل کر اپنا سر نیچے جھکا لیتا ہے۔

یزیدیوں کے ظلم کا قصہ کوئی بیان نہیں کر سکتا کیونکہ شیطان نے
بچپن سے انہی کے یہاں جا کر تعلیم پائی ہے۔ یزید اور شمر جیسے کام شیطان
بھی نہ کر سکیگا۔ اس شخص پر ہزاروں لعنتیں جکے ایسا لڑکا پیدا ہوا۔
تبیس امر شیعہ ناقص الاول ہے۔ نہ معلوم کس طرح ابتدا کی تھی؟ اس میں لکھا
ہے کہ :-

ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے بارہ اماموں کو اتنا دکھ دیا کہ فاطمہ کا
اس لہو سے جل گیا۔ تیمم پیاس پیاس پکارتے ہوئے مل کر روتے رہے
اور اس دکھ درد کے آنسوؤں نے ان کے حلق کو سکھا دیا۔

زندگی کو تو ایک چراغ سمجھو جو اس غم کی وجہ سے جل رہا ہو۔ اسی غم میں
پریاں اور حوریں بھی اپنی آنکھوں سے لہو کے آنسو ٹپکتی ہیں۔
اماموں کا قصہ بیان کرنے کی زبان میں بھی طاقت نہیں کیونکہ شہیدوں کے

غم کی وجہ سے درد و غم کے بادل تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں۔

اے خدا تو ان ظالموں سے باز پرس کر اور ہماری آہ و فریاد کو سن

کیونکہ انھوں نے بن باپ و ادا کے یتیموں پر جفا اور ستم توڑا ہے۔

اے مسلمانو اگر تم اپنے ایمان کے دعوے کرتے ہو تو دم بدم روتے جاؤ

کیونکہ یہی دوزخ کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

اے خدا اماموں کی وجہ سے قطب شاہ کو تو شفا دے کیونکہ شہیدوں کی

دوستی کی وجہ سے تمام بادشاہوں میں اسکی تعریف ہوتی ہے۔“

اس مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک محرم میں بادشاہ کی طبیعت ناساز تھی۔ اس

ناسازی مزاج کا اس نے دوسری نظموں میں بھی ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر

بیمار رہا کرتا تھا۔ اسکی تصویر سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دوسرے قطب شاہوں کے مقابلہ

میں نحیف تھا۔ اس موضوع پر آئندہ بحث کی جائے گی۔

چوتھے مرثیے میں محمد قلی لکھتا ہے :-

اے ماتمیو آؤ ہم سب مل کر اس غم میں لہو روئیں اور وایا امام کے

دروں اپنے دل کھودیں۔ آہ ہمارے درد سے ہریا کو بھی جوش آتا ہے

اور ماتمیوں کے لہو کی بوندوں سے سب آگ بجھ جاتی ہے۔

سب دکھوں کی حد ہوتی ہے لیکن اس دکھ کی کوئی حد نہیں کیونکہ فرزند
فاطمہ کے بغیر اس دنیا میں کہیں نور نہیں ہے۔ فاطمہ کے دکھ میں عرش کرسی
بھی غم کے آنسو روتے ہیں اور ساتوں آسمانوں اور زمینوں میں آگ بھڑک
اٹھتی ہے۔ مصطفیٰ کے باغ کے پھولوں کو پانی نہ دیکر سکھایا گیا اور مصطفیٰ
و مرتضیٰ و فاطمہ کے دل کو دکھایا۔

تمام پیغمبروں نے اس غم میں نیل کے پیرے پہن لئے ہیں۔ کیونکہ جسطرح
نبیوں میں مصطفیٰ ہیں، اماموں میں حسین ہیں جنھوں نے کفر کو توڑ کر اسلام
کو رائج کیا۔

یہ مرتبہ بھی ناقص الآخر ہے۔ محمد قلی کا ایک اور مرتبہ خاص کر قابل ذکر ہے
یہ نہایت طویل اور مکمل ہے اور اس میں اُس نے نوحہ کے طرز میں اس امر کو ثابت
کیا ہے کہ تمام دنیا اماموں کا غم کرتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :-
دو جگہ کے اماموں کے غم میں سب کے دل آہ و زاری کرتے ہیں اور
سب کے جموں کا رواں رواں جلتا ہے۔ ساتوں آسمان، آٹھون جنتیں،
ساتوں سمندر اور ساتوں اقلیمیں ایک سے بڑھ کر ایک اس غم سے متاثر
کعبہ نے بھی اس غم میں سیاہ پوشی اختیار کر لی ہے اور ظلمات بھی اسی

دکھ میں سیاہ و تاریک ہے۔

لوح و قلم عرش و کرسی قدسی اور غلمان سب اسی غم میں ہیں۔ اور با
اوز بکلی بھی ساری رات اسی لئے پکارتے اور روتے پلاتے رہتے ہیں۔

آسمان کا چھبچا جل گیا اور خورشید کو آگ لگ گئی۔ چاند پر بھی جلنے
کی وجہ سے سیاہ دھبہ پڑ گیا۔ پرندوں نے اپنے سب پر جھڑا دیے اور گھبرا
چھوڑ کر نکل گئے اور سمندر روتے روتے بھریا ہو گئے۔

پھول اس دکھ میں سوکھ گئے اور بلبلیں خاموش ہیں اور حسین کوئل
اسی غم میں بن بن پکارتی پھرتی ہے۔ اے انسانو دیکھو کہ پرندوں نے
غم کے مارے دانہ ٹکنا چھوڑ دیا ہے۔ تمام دنیا نے ماتم کی ایک دوکان
کھول دی ہے۔ دونوں جگ خراب و خستہ ہو گئے، حیوان رنج و غم میں
کباب بن گئے، اور سمندروں نے سراب بن کر موج زنی ترک کر دی۔
اس غم کی آگ سے دنیا بن کی طرح جل رہی ہے اور آسمان اور زمین
جل رہے ہیں اور بہشت میں فرشتے بے اختیار ہو کر تڑپ رہے ہیں۔

اس کے بعد امام حمزہ اور امام حسین کی خصوصیات و مناقب تفصیل سے بیان کیے
ہیں اور آخر میں اپنے لئے دعا کی ہے۔ یہ مرثیہ نہایت اہم اور سب سے بہتر ہے۔

علوئے تخیل اور خوبی اسلوب کے لحاظ سے محمد قلی قطب شاہ کی بہترین نظموں میں سمجھا جاسکتا ہے۔ محمد قلی کے ایک فارسی مرثیے کے چھ بند اور ایک فارسی نوحہ بھی موجود ہے۔

ان تمام مرثیوں کے مضامین اس لئے پیش کروئے گئے کہ یہ اردو زبان کے پہلے مرثیے ہیں اور ان میں محمد قلی کے وہ خیالات ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے ہیں جن کو اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے ملک میں رائج کر دیا اور نہ صرف اپنے ہم خیالوں بلکہ تمام اہل ملک کو محرم کی تعظیم و تکریم اور شہدائے کرام کے غم و الم میں حصہ لینے کی طرف راغب کر دیا۔

محمد قلی نے ان مرثیوں اور تعزیہ داری کے علاوہ محرم میں ایسی لہجہ تقریبیں بھی رائج کیں کہ تمام اہل ملک ان میں حصہ لینے لگے۔ مثلاً روشنی کپڑوں کھانوں بیلوں وغیرہ کی تقسیم اور چھٹی محرم کو داد محل کے سامنے کا عظیم الشان منظر (جو رفتہ رفتہ ایک میلے کی شکل میں منتقل ہو گیا) ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے محرم کو سلطنت قطب شاہی کا ایک ناقابل فراموش عنصر بنا دیا۔ چنانچہ جملہ سیاح اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین سے داد محل کے سامنے کے عظیم الشان منظر کی نسبت کچھ معلومات بھی لکھ دی جاتی ہیں۔

”چھٹی محرم کو الادۃ بیرون دولت خانہ کے علم (جن کا اہتمام کو تو وال کے ذمہ ہوتا ہے)

لے یہ فارسی ترکیب بند اور نوحہ کلام الملوک میں شایع ہوا ہے (دیکھو صفحات ۵۲ تا ۵۵)۔

میدان دلکشائے وسیع الفضاء و داخل میں لاتے ہیں۔ اور اس میدان کے اطراف اکناف کے بازاروں اور راستوں پر افغان کئے جاتے ہیں اور تابوت اور گنبدوں (یعنی تعزیوں) کو بہترین زیب و زینت اور قسم قسم کی نقاشی اور نگارشات سے آراستہ کر کے اور ان کے اندر اور باہر بہت سی شمعیں روشن کر کے لے آتے ہیں۔ اور لکڑی سے بڑے بڑے درخت اور عظیم الشان ہیکلیں بنا کر ان میں بھی روشنی کرتے ہیں۔ فانوسوں، مشعلوں اور چراغوں کا ایک انبوہ علموں کے سامنے چلا آتا ہے۔ اور کثیر تعداد میں عربی اور غجبی لوگ اور شیعمان و محبان ائمہ مطہراتوں میں شمعیں لئے ہوئے دونوں طرف اور ان کے درمیان ذاکران و مداحان مرثئے اور مدح پڑھتے ہوئے داخل کے میدان میں آتے ہیں۔ داخل کیے نیچے دو طرفہ چراغ روشن رہتے ہیں اور علم درمیان میں جن کے اطراف تمام سیاہ پوش عزاداران و ذاکران وغیرہ کھڑے ہوتے ہیں۔

داخل کی چوتھی منزل پر سے جب بادشاہ اس چراغ زار پر نظر ڈالتا ہے جو تالیوں کے پرداغ سینے کے مشابہ ہے تو عزاداروں کے شور و شیون سے اس پر بھی رقت طاری ہو جاتی ہے اور وہ سیاہ پوشان و لفکار کے لئے اپنے یہاں سے نازیزہ کے خوان روانہ کرتا ہے۔ اور کو تو ال تمام مجمع کے ساتھ بادشاہ اور سلطنت کی بقا کے لئے دعا کرتا ہے۔

لے اس جگہ اب چوک کی مسجد گھڑی محبوب مارکٹ اور غزانہ عامرہ واقع ہے۔

اسی طرح ایام عاشورہ کے ختم تک شہر کے جگہ جگہوں کے علم اس میدان میں آتے رہتے ہیں۔
ساتویں محرم کی صبح میں بادشاہ ہندی محل میں برآمد ہوتا ہے، شاہ نشین میں کھڑا
رہتا ہے اور ایران اور ہندوستان کے حاجب طلب کئے جاتے ہیں۔ اور جگہ مجلسی امیر
وزیر مقرب اور ہر طبقہ کے ملازمین سیہ پوش ہو کر حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ کھڑے
ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تمام شہر و مضافات کے علم طلب کئے جاتے ہیں اور علموں کے
ساتھ شہر کی تمام مخلوق دروازہ بارہ امام میں سے داخل ہوتی ہے۔ ہندو اور مسلمان
سب کو داخلہ کا یا رعام دیا جاتا ہے اور یہ مجمع ہندی محل کی فضا میں روزِ محشر کا انبوہ نظر
آتا ہے۔ علموں کو ترتیب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے سے لیجاتے ہیں اور اس وقت عیسویوں
کا ماتم اور شور و شیون اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ عرشِ اعظم تک پہنچتا ہے۔ اس وقت علموں کا تابو
گنبدوں اور تعزیوں کو دیکھ کر میدانِ کربلا میں اہل بیت کی گرفتاری اور پریشانی کا
منظر دیکھنے والوں کی آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور وہ بے اختیار رونے لگتے ہیں۔ بادشاہ
بھی متاثر ہوتا ہے اس کی طرف سے ہر علم کو ایک ابریشمی ڈھٹی باندھی جاتی ہے اور
خادموں کو ایک خریطہ زر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر کے وقت تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔
نویں محرم کی رات میں دولت خانہ عالیہ کے اندرونی الاوہ کے علموں کو میدان
دربار خسروی (یعنی چار کمان کے میدان) میں لے آتے ہیں۔ اس رات بادشاہ پھول

چڑھانے اور علموں کو آراستہ کرنے کے بعد خاصہ کی کافوری شمعیں جملہ مجلسوں، مقربوں اور حجابِ عظیمِ اشان کو اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا ہے اور شاہی سپہ سالار کے ہاتھ سے کل سلیحہ داروں اور عمارتیں تقسیم عمل میں آتی ہے۔ سرخیل شاہی کے ہاتھ میں شمشیر خاصہ دی جاتی ہے اور تمام مجلسی سردار اعیان و اکابر اور دولت خانہ شاہی کے جملہ چھوٹے بڑے ملازم ہاتھوں میں شمعیں لئے ہوئے نکلتے ہیں اور دروازہ الادہ میں سے میدانِ دربار چار کمان میں بے شمار مشعلوں، چراغوں اور فانوسوں کے ساتھ علموں کو لے آتے ہیں۔ میدان کے ایوانوں کے سامنے چالیس پینتالیس فٹ بلند ہاتھی شیر اور درختِ سرو وغیرہ کی عجیب و لپیڈیر شکلیں بنا کر روشن کی جاتی ہیں اور اس میدان کی چاروں کمانوں پر سرسے پاؤں تک طاقتور محرابوں اور طرح طرح کے درختوں کے نقشے آمار کر ان میں روشنی کی جاتی ہے۔ اور تمام میدان میں بھی لکڑیاں باندھ کر چراغ لگائے جاتے ہیں۔

محل کی اس چوڑی دیوار پر جس کے برابر سے علموں کو میدان میں لیجاتے ہیں بادشاہ تقریباً پانسو قدم علموں کے ساتھ جاتا ہے اور آخر کار اس کمان پر جو چار کمان کے مقابل (اب بھی موجود) ہے پہنچ جاتا ہے۔ وہاں سے تمام میدان اور دوسری کمانوں کا منظر سرتاپا چراغاں نظر آتا ہے۔ اور بے حد و حساب مخلوق خدا جس میں شریف و وضع چھوٹے بڑے، عورت مرد، سب ہی شامل ہوتے ہیں اس وسیع میدان میں جمع ہو کر اس چراغاں

اور آتشیں گلتاں کا تماشا دیکھتے ہیں۔

علموں کو بیچ میدان میں لانے کے ساتھ ہی ذکر اور مداح حلقوں میں تقسیم ہو کر ذکر و بیچ پڑھتے ہیں اور دو گھنٹے کے بعد بادشاہ اُسی مکان اور دیوار پر سے چلتا ہوا علموں کے ساتھ واپس ہوتا ہے اور سب لوگ دعا و فاتحہ کے بعد واپس ہو جاتے ہیں۔

دسویں کی صبح کو بادشاہ پورا سیاہ پوش اور پابرہنہ ہو جاتا اور جب اس کے سیاہ پوش امیر مقرب، وزیر ملازم اور خاص غلام زاری و شیون کرتے اور مرثیے پڑھتے ہوئے علموں کے آگے الاوہ حضور کی طرف آتے ہیں تو بادشاہ بھی ماتم کرتا ہوا ایوان الاوہ کے قریب کی مسجد میں پہنچتا ہے۔ وہاں ”قصہ شہادت اور گرفتاری حرم محترم“ سنا ہے جس میں مل خونا ب اور آنکھیں سیلاب بن جاتی ہیں۔ ذکر کے بعد خطیب نہایت فصاحت کے ساتھ باوازلہ بلند شہدا کے لئے فاتحہ اور شاہ کے لئے دعا پڑھتا ہے اور بادشاہ دولت خانہ کو مراجعت کرتا ہے جہاں زیارت حضرت بید الشہدا اور روزِ عزا کی نماز پڑھ کر خاص و عام کو کندوری تقسیم کرتا اور حکم دیتا ہے کہ دو سو تیس سیدزادوں کو پیش کریں جن کو نفیس لباس اور رقم دی جاتی ہے۔

اگرچہ یہ تمام تفصیل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے اوقاتِ محرم کی ہے لیکن ان کا آغاز محمد قلی ہی نے کیا تھا اور یہی باتیں کم و بیش اُس کی تمام زندگی میں جاری رہیں۔

ہم کو یہ معلوم ہے کہ سلطان عبداللہ اپنے نانا کے قدم بقدم چلتا تھا اسی لئے اس نے وہ تمام باتیں دوبارہ رائج کر دیں جو اس کے باپ کے زمانہ میں موقوف ہو گئی تھیں یہی وجہ تھی کہ مورخوں اور شاعروں نے اس کو ”محمد قلی کا سچا جانشین اور نمونہ“ ثابت کیا ہے۔ چنانچہ غوامی نے اپنی مشہور کتاب طوطی نامہ میں سلطان عبداللہ سے مخاطب ہو کر لکھا ہے کہ تیرے حالات و واقعات دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ پھر دنیا میں محمد قلی آ گیا ہے۔ اس کے شعر ہیں :-

مہاراج سلطان عبداللہ نانوں	ثریا کے تارک پہ اس کا ہے پاؤں
شرافت میں گرد اس کے نعلین کا	ہے سرمہ چند سور کے نین کا
دیکھت زور و طلح اس راج کے	صفادار روشن دلاں آج کے
کہیں یوں بختی علی ولی	کہ پھر جگ میں آیا محمد قلی
سچیں آج اے خسرو نیک نام	ہیں اس کیچ آثار تجہ میں تمام

.....

ڈوبے تھے ہنرمند سو پیر کے	نکل آئے تچ دور میں تیر کے
دیا جیو پھر راگ ہو رنگ کوں	کیا دور سینیاں پو کے رنگ کوں

عید میلاد نبی | ایام عز کی طرح سلطان محمد نے محمد قلی کے انتقال کے بعد عید میلاد نبی کی دھوم دھام اور نمائشوں کو بھی ختم کر دیا تھا اور اس کے اخراجات میں جتنی رقم صرف ہوتی تھی وہ علما و فضلا و صلحا و اتقیا میں تقسیم کر دی جاتی تھی اس کے متعلق حدیقتہ السلاطین میں لکھا ہے کہ :-

”وَرَمَانَ سُلْطَنَتِ خَاقَانَ جَنَّتِ مَكَانَ عَلِيِّ بْنِ بَارِگَاہِ سَلْطَانِ مُحَمَّدٍ طَبَشْ
..... مِزْبَانِی وِ سَوْر مَوْلُو دِ حَضْرَتِ سِیدَاوِلَاوِ آدَمِ مَوْقُوفِ مُتْرُوكِ
بُودِ خَلَایقِ اَز اِیْنَ عِیْشِ وَعَشْرَتِ مَہْجُورِ وِ مَحْرُومِ بُو دِنْدُو وَجِہِ (اِسْ كِه) خِرَاہَاتِ
آں رَا بِہِ عِلْمَاوِ فَضْلَاوِ صِلْحَاوِ اَتْقِیَا قِسْمَتِ مِی نَمُودَنْدِ“

اور جب سلطان عبداللہ تخت نشین ہوا تو اس نے فرمان دیا کہ :-
”ہَتِیہِ جِشَن وِ سَوْر وِ مِزْبَانِی وِ اسْتِعْدَادِ آئِیْنِ بِنْدِی مَوْلُو دِ بَر گَزِیْدِ
حَضْرَتِ چَنَّاں كِه دِر سَنَوَاتِ سَابِقِ بُو دِ بَارَز وَا یِد وِ لَوَاہِی
وِ تَكْلِفَاتِ وِ گِیْرَا ضَعَا فَا مَضَاعِفَتِ كِنَنْدِ“

اس کے بعد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی قطب شاہ عید میلاد نبی کی بزم آرائی اور آئین بندی فضائے دلکشائے میدانِ داو محل میں کیا کرتا تھا۔ یہ میدان محل کے جانبِ جنوب نہایت وسیع مربع مستطیل تھا۔ اس کے تینوں طرف جواہر و نفاس کی

دوکانیں تھیں۔ اور اس کے مشرقی اور منہری پہلوؤں میں دو رفیع چہار منبرہ عمارتیں ایک دوسرے کے مقابل بنائی گئی تھیں جن میں سے ایک چاوڑی تھانہ اور دوسری کوتوال خانہ کہلاتی تھی۔ ان دونوں کے آگے نہایت بلند منڈوے یا دالان بنائے گئے تھے اور ہر ایک میں خاص نشیمن یا نشست گاہیں بھی ترتیب دی گئی تھیں۔ ان دونوں عمارتوں کو نیچے سے اوپر تک اور میدان کے اطراف کی دوکانوں کو بھی بڑے تکلف سے سجایا جاتا تھا اور میدان کے بیچ میں داد محل کے عین سامنے چالیس ستونوں اور چار سو ٹنابول کا ایک خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اس کا وسطی حصہ محل واطلس سے اور اطراف کا زردوزی نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔

عید سیلا والنبی کی آمد سے بہت قبل ہی صنایع ہنر مند اور استادان صنعت و حرفت ان دونوں عمارتوں کے سامنے اپنے عجیب و غریب کمالات کی پیش کشی میں مشغول ہو جاتے اور آخر کار جب روز مولود یعنی ربیع الاول کی سترھویں تاریخ آجاتی تو کوسوں داموں نقاروں، نفیر یوں اور قرناؤں کی آوازوں سے میدان داخل گونج اٹھتا۔ تمام شہر اور اطراف کے لوگ اس میدان میں جمع ہوتے اور صنعت و حرفت کے کرشموں کا تماشا دیکھتے۔ اور ان دودلکشاقھروں کی تصویروں کی سیر کرتے ان

۱۔ محمد قلی قلع شاہ نے ۱۲ ربیع الاول کو صبح ترین تاریخ پیدائش آنحضرت صلعم قرار دیا تھا۔

دونوں قصروں کی دیواروں پر تصویریں اتاری گئی تھیں۔ درمیان میں خود قطب شاہ کے دربار کی تصویر تھی جس میں مقربان سریر، نزدیکان تخت، مجلیانِ عظام، بزرگانِ رفیع اور امرا و وزرا کو اپنی اپنی جگہ بتایا گیا تھا۔ اس کی دائیں طرف خسر و ایران کے دربار اور بائیں طرف شہنشاہ مغلیہ کے دربار کی تصویریں بھی اسی اہتمام سے بنائی گئی تھیں۔ ان عظیم الشان تصویروں کے علاوہ مذہبی اور تاریخی واقعات کو بھی بذریعہ رنگ کاری پیش کیا گیا تھا۔ ان تصویروں کی خصوصیتیں اور مناظر کی تفصیل حدیقۃ السلاطین میں درج ہے اور اگرچہ یہ تاریخ سلطان عبداللہ کے عہد میں لکھی گئی لیکن جشن میلاد نبی کے احیاء کا تذکرہ ۱۳۱۰ھ کے واقعات کے ساتھ درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی تھیں کیونکہ اس وقت سلطان عبداللہ کی عمر صرف ۵ سال کی تھی اور اس کو تخت نشین ہوئے صرف دو سال ہوئے تھے۔ اور یہ عرصہ ایسی عظیم الشان تصویروں کی تیاری کے لئے ناکافی تھا۔ اس کے علاوہ سلطان محمد جیسے زاہد و اس کی

لے حیدرآباد کی بھی تصویریں تھیں جن کی تقلیدیں بعد کو سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے اپنے قصر دریا دولت باغ کی دیواروں کو تصویروں سے آراستہ کیا تھا۔ اور اب ہمارا جرمیور اپنے محل کو مصوٰتاکر ٹیپو سلطان کی تقلید کر رہے ہیں۔

تو حق ہی نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ محلوں کی دیواروں پر تصویریں اتروائے گا۔ اسلئے یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی ہوں گی۔ البتہ سلطان عبداللہ نے اس میں ضرور اضافہ کیا ہوگا جس طرح بادشاہی عاشورخانہ کے نقش و نگار میں اضافہ کیا تھا جس کے ثبوت اب تک موجود ہیں۔

اس قصر مصور کی چھت پر بھی طرح طرح کے نقوش بنائے گئے تھے جن میں فرشتوں کی صورتیں اور طبقہ ہائے نور کی دلفریبیاں قابل ذکر ہیں۔ اس قصر کے ستونوں کو طلائی اور لاجوردی نقاشی سے مرصع کیا گیا تھا اور خود عمارت میں جگہ جگہ تمام روئے زمین کے بادشاہوں کی محفلوں اور مجلسوں کو اُن ہی کے خاص لباسوں اور مخصوص وروداج کے مطابق سجایا گیا تھا۔ اور قطب شاہی بادشاہ کی سواری کے نقشے بھی اس پر بنائے گئے تھے جن میں بادشاہ کہیں ماتھی پر اور کہیں عربی گھوڑے پر اپنے خیل و شہم و لشکر و خدام کے ساتھ جاتا دکھائی دیتا تھا۔

ایک جگہ شکار گاہ کا منظر تھا۔ شیروں، ببروں، چرندوں، پرندوں اور سوا اور پیادہ شکاریوں اور دوڑتے ہوئے اور گرتے ہوئے شکار کی تصویریں بھی کھینچی گئی تھیں۔ غرض یہ عجیب و غریب تصویریں نقوشِ اجفٹ سے کم قابل قدر تھیں اور بہترین صناعی کا نمونہ تھیں۔ ہم یہاں باقی ماندہ تصویروں کی فہرست بھی

اصل قطب شاہی تاریخ سے نقل کر دیتے ہیں :-

۱۔ مجلس سلیمان و مجمع دیوان و آدمیان و وحوش و طیور۔

۲۔ معراج حضرت نبی جلیل و صعود براق و جبریل و افواج ملائکہ۔

۳۔ مجلس زلیخا، زنان مصر و طشت و آفتابہ در دست یوسف و یریدن زنان ترنج با کف دست۔

۴۔ شیریں با زنان در میان آب و یریدن خسرو پرویز و اوراد در میان آب دیدن۔

۵۔ مجنون در صحرا و یامون و الفت اوبا آہوان مطبوع موزون و آیدن لیلیٰ بدیدن او۔

۶۔ جنگ رستم با دیوسفید و رنار و با اشکیوس در سرکہ کارزار۔

اس کے بعد مورخ لکھتا ہے کہ :-

”و امثال ذلک بے حد و نہایت در این دو عبارات تصویر نموده اند“

و ہیا کلی عظیمیہ و صور جسمہ فیل و شیر و آدم و اسپ و چندیں صور مختلفہ

الہیات در ہر ضلع از اضلاع آل ابداع و اختراع نموده اند“ (۵۲)

عید مولود نبی میں عوام ان تمام تصویروں کو دیکھنے جمع ہوتے تھے۔ ان مصوٰر و منقوش

قسروں کے سامنے میدان میں اس تقریب سعید کے لئے جو نیمہ کھڑا کیا جاتا تھا اسکے
 وسط میں ایک شامیانہ باندھا جاتا جس میں تخت شاہی رکھا جاتا تھا جو تمام وکمال
 سوئے کا تھا اور قیمتی جواہر سے مرصع۔ اس کے اطراف شاہی تخیل و لوازم کے مناسب
 زیب و زینت کی جاتی اور اس طرح مذکورہ بالا دونوں مصوروں منقوش عمارتوں
 کے ایوانوں میں بھی صفہ بادشاہی آراستہ کئے جاتے اور گمانے اور ناچنے والیاں اطراف
 سلطنت سے جمع ہو کر اپنا اپنا کمال فن دکھاتیں۔ ان دونوں ایوانوں اور نیمہ
 کے صفہ ہائے شاہی کے سامنے کوئی ایک ہزار رقاصائیں اور حینانِ نغمہ طراز اپنے
 اپنے گانوں اور ناچ سے مجلس عشرت و انبساط کو گرم کرتی رہتیں۔ ان صاحبانِ
 حسن و جمال کے علاوہ تمام ملک کے دوسرے صاحبانِ کمان مثلاً بازگیر، ریسال
 باز، لعبت باز، تھہ باز، مقلد اہل ہنر، مسخرے اور شب باز وغیرہ اس موقع پر
 حیدرآباد میں جمع ہو جاتے تھے اور میدان وسیع الفضاء و دلکشائے داد محل میں
 اپنے اپنے کرتب دکھاتے رہتے۔ جن کے حیرت انگیز کوششوں کو دیکھنے کے لئے شہر
 کی تمام مخلوق رات اور دن اس میدان میں جمع رہتی۔ حیدرآباد میں رنگ اور
 ناچ کے جو جلسے عہد سلطان العلوم اصف جاہ سابع کے آغاز
 تک محرم میں ہو کرتے تھے وہ دراصل عہد قطب شاہی کے ان ہی عید میلاد نبی کے

جلسوں اور رنگ ریلیوں کی یادگار تھے۔

میدانِ دلکشائے داد محل کے علاوہ عید میلاد النبی کی خوشی میں میدانِ عالم پہنائے دروازہ شیر علی (یعنی میدانِ چار کمان) میں بھی آسمان کی طرح بلند اطلسی خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اور چوتھرہ پر مسد ترتیب دے کر بڑے بڑے عہدہ دار بیٹھے رہتے اور یہاں بھی رقص و سرود کی محفلیں سجائی جاتیں۔

اسی طرح محلِ خاص، ہشت محفل، چار صفہ، اصل محل، گلن محل، چندن محل، صفہ اور سخن محل وغیرہ میں بھی ڈیرے اور شامیانے لگائے جاتے۔ پر تکلف مسندیں بچھائی جاتیں۔ اور ہر جگہ بڑے بڑے علیحدہ اور حوالدار مجلس آرائیاں کرتے۔ ان تمام خیموں، محلوں اور صفوں میں زعفران، صندل اور مشک وغیرہ کو طلائے و نقوی باد یوں میں بھر کر ہر روز ایک ایک طبق پان خاصہ کے ساتھ تقسیم کرتے۔ جو ہر محل میں سو ہزار سے زیادہ صرف ہوتے۔ ساتھ ہی ہر روز قسم قسم کے کھانوں کے دسترخوان بچھائے جاتے اور تمام خاص عام کو شاہی کندوری سے فیض یاب ہونے کا موقع ملتا۔

یہ تو بیرونی محلات اور خیموں کی مجلس آرائیاں تھیں۔ خاص شاہی محل میں مخصوص اور منتخب و مہ جمال رقاصائیں اور استادان خوانندہ و سازندہ ملک ایران و ہندوستان ہی بار پا سکتے تھے۔

اس ماہ جشن و میزبانی کے آخر میں بادشاہ کی سواری نکلتی تھی تاکہ دونوں میدانوں اور عمارتوں کی آئین بندی اور آرائش و زیبائش کی سیر کی جائے۔ اس موقع کے لئے مخصوص فیلبان پانچ گز کے خاص شاہی ہاتھی کو زعفران اور صندل سے دھو کر طلائی پنجو موتیوں کی جھول، مرصع کلنی، اور دوسرے زیوروں سے آراستہ کر کے لے آتے تھے عصر کے وقت بادشاہ اس ہاتھی پر سوار ہو کر میدان کی طرف نکلتا اور جملہ ارکان دولت و مقربان تخت، سرداران عالی شان، وزیران رفیع مکان، حوالہ دار، سلیار، لشکری اور ہر طبقہ کے بے شمار ملازمین اس شاہی ہاتھی کے اطراف پیادہ چلتے۔ اندرونی و بیرونی محلوں کی طوائفیں اور سب گانے بجانے والے ایک خاص سنہ لباس پہنکر جو اس تقریب میں بادشاہ کی طرف سے ان تمام کو عطا کیا جاتا تھا شاہی ہاتھی کے آگے آگے قص کرتے اور گاتے ہوئے نکلتے تھے۔

اس سواری کی دھوم دھام اور بادشاہ کو دیکھنے کے لئے تمام شہر و اطراف کی مخلوق جمع ہو جاتی اور بازاروں، دوکانوں، مکانوں، اور چھتوں پر سوائے انسانی سروں کے اور کچھ نظر نہ آتا۔ خاص کر میدان میں ایک عظیم الشان مجمع رہتا۔ جب ان لوگوں کی نگاہیں بادشاہ پر پڑتیں تو وہ بے ساختہ دعائیں دینے لگتے اور تعریف کرتے۔ اس طرح میدان چار مکان سے منکریہ سواری چار منار سے ہوتی ہوئی داخل کے میدان دکھائی

پہنچتی تھی جہاں چاوڑی تھانہ و کو توال خانہ کے پاس تھوڑی دیر کے لئے شاہی تھی
 ٹھہرایا جاتا۔ اس وقت عہدہ دار زر و جواہر کے طبق بادشاہ پر سے نثار کرتے اور نذر
 گزراتے تھے۔ میدان کے اطراف و اکناف کے سوداگر اور تجارتی بھی (جو اس موقعہ پر اپنی
 اپنی حیثیت کے شایان شان اپنی دوکانوں کو آراستہ و پیراستہ کرتے تھے) بادشاہ کی
 بارگاہ میں اچھے اچھے تمنغے پیش کر کے تشریف و انعام سے سرفراز ہوتے تھے۔

اس تقریب کی آخری رات میں میدان و داخل ایک تناول خانہ عام کی صورت
 میں منتقل کر دیا جاتا تھا اور گروہ در گروہ لوگ ان دسترخوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت
 میدان میں چاروں طرف چراغاں کئے جاتے اور دولت خانہ شاہی کے اندر اور باہر
 بے حد آتش بازی جلائی جاتی۔ غرض صبح تک کھانے 'گانے' بجانے اور تماشہ کرتے
 کا سلسلہ جاری رہتا۔ میلاد نبی کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن اور رات جاری
 رہتا تھا اور اس میں تینس ہزار ہون خرچ ہوتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو حدیقۃ
 السلاطین قطب شاہی صفحات ۴۹ تا ۵۶)۔

یہ تو تاریخوں کا بیان تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ خود سلطان محمد قلی ان کے
 بارے میں کیا معلومات چھوڑ گیا ہے۔ اس کے کلام میں چھ نظمیں ایسی ملی ہیں جو اس
 عہد کے موقعہ پر لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک عالیشان قصیدہ بھی اسی تقریب سے

متعلق موجود ہے۔ اس طرح گویا سات سال کی عید میلاد کے متعلق اس کے خیالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس عید کی تقریبیں اُس نے ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی اس طرح جملہ تینتیس نظمیں لکھی ہوں گی۔ افسوس ہے کہ بقیہ نظمیں دستیاب نہ ہو سکیں۔ جو نظمیں ملی ہیں ان کے خلاصے یہاں درج کئے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ خود اس عید کو کیا سمجھتا تھا اور اس میں کس طرح مصروف رہتا تھا۔ عید میلاد النبی کی ایک نظم میں وہ لکھتا ہے :-

”آنحضرت کی ولادت کی خوشی میں عرش و کرسی کو سوارا جاتا ہے اور فرشتے ساتوں جنتوں کو مناروں سے سجاتے ہیں۔ عرش پر عشرت کے طبل بجنے لگتے ہیں اور تمام دنیا والے اپنی اپنی مرادیں پانے کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ دنیا خوشی کے مارے اپنے پیر میں نہیں ساقی۔ اور نینوں جگ اپنا تن من آنحضرت پر سے نثار کرتے ہیں۔ چونکہ محمد قلی قطب شاہ نہایت اہتمام سے مولود کرتا ہے اس لئے لوگ صف در صف جمع ہو کر اس کی عمر و دولت کی ترقی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اور فرشتے اور جن بھی صدق دل سے دعا کرنے کے علاوہ اعتراف کرتے ہیں کہ ایسا بادشاہ دین اور دنیا میں بھی نہیں ہے۔ اسی خلوص کی وجہ سے بادشاہ نے اپنا نام دونوں دنیاؤں میں

بلند کر لیا ہے۔ اور حوریں نور کے طبق لے کر بادشاہ پر شہر کر رہی ہیں۔ چونکہ
نبی کے صدقے میں محمد قلی قطب شاہ نے آج دعوت کی ہے اس لئے علی کے
صدقے میں اس کے سارے دونوں عالموں میں بلند ہیں۔“

ثابت ہوا کہ وہ وسیع پیمانہ پر دعوتِ عام کرتا تھا اور لوگ صف در صف جمع ہو کر
اس کے لئے دعائیں مانگتے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ہر روز دسترخوان پر ہزار آدمی سے کم
نہ ہوتے تو اس دعوتِ عام میں کتنے لوگ جمع ہوتے ہوں گے اس لئے اس کو فرشتوں اور
جنوں کے شریک ہونے کا بھی خیال پیدا ہوا ہوگا۔ بادشاہ ایک دوسری نظم میں
حب ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے:-

”ہر گھڑی خوشی اور رونق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا پر
چاروں طرف سے خوشی و خرمی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ روشنی سے
تمام ملک جگمگانے لگتا ہے اور ہر طرف شادی و خوشی کا غل سناؤ دیتا ہے۔
چونکہ آج گنہگاروں کے بخشائے والے کی پیدائش کا دن ہے اس لئے
فقیر و بادشاہ سب مل کر اپنی بخشائش کی دعا کرتے ہیں۔“

لوگ دوسری عیدوں میں بھی خوشیاں مناتے ہیں لیکن اس عید کی
خوشی کے برابر کوئی خوشی نہیں۔“

خود بادشاہ اس عید کی دعوت کے اہتمام کا یوں ذکر کرتا ہے کہ :-

”جب ہمایوں محمد قطب شاہ ترکمان عید مولودہی مناتا ہے تو تمام تین جنت کی طرح سجائی جاتی ہے۔ بازار قصر اور محل سب لہن بن جاتے ہیں اور خوبصورت عورتیں بن سنور کرحوروں کی طرح ہر طرف سے جمع ہونے لگتی ہیں۔ شاہ کی نازنینیں شراب محبت کی متوالی ہو کر لاکھوں عشوہ و انداز کے ساتھ شامیلانے کے نیچے ہوا کی طرح سبک رفتار چلی آتی ہیں۔ ان کے جو بن سوئے کے ایسے گڑھ دکھائی دیتے ہیں جن کو دیکھ کر لوگ حیران ہو جائیں۔ ان ہنس مکھ ہیلیوں کی چال ڈھال اور بات چیت پر نہیں اور کو ملیں اپنے دلوں کو بطور تحفہ پیش کر دیں تو کوئی تعجب نہیں۔

جب بادشاہ اس تقریب میلاد میں آسمان کی طرح سرمائی چتر کے نیچے بیٹھتا ہے تو اس کے آگے بڑے بڑے مدبرین وقت اور ہرے اور لال تپتر والے ملوک زمیں بوس ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ ان ملوکوں کے ساتھ مجالس کرتے ہیں تو راستہ کے دونوں طرف ہندو راجا ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ جب حوض خانے میں لعل بدخشاں کے رنگ کی شراب بھری جاتی ہے تو اس کی روشنی سے جام اور شیشے بھی رخشاں نظر آتے ہیں۔ عجب نہیں جو

شراب کا نام سن کر آسمان کا جی بھی للچائے اور مستوں کو حے پتیا دیکھ کر وہ بھی پیالے پینے لگے۔

شاہ کی اس بزم کا تماشا دیکھنے کے لئے آسمان سے لاکھوں فشتے خوشی خوشی چلے آئیں اور شہ کے عیش و عشرت کو دیکھ کر کہیں کہ اے قطب شاہ تمہارے دن اور رات اسی طرح چین سے گزریں اور نبی کی مہربانی سے قیامت تک تم نبی کے لاکھوں مولود گواؤ۔“

معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ عام کے علاوہ دربارِ عام بھی کیا جاتا تھا جس میں دوسرے ملکوں کے نمائندے اور کبھی کبھی بیجا پور اور احمد نگر کے سلاطین اور اطراف کے ہندو جا بھی شریک ہوتے تھے جس طرح گو لکنڈہ کا شاہی رنگ آسمانی تھا بیجا پور کا سبرائو احمد نگر کا سرخ تھا۔ اس نظم میں محمد قلی نے تینوں سلطنتوں کے شاہی رنگوں کا ذکر کر دیا ہے۔ ایک اور نظم کے آغاز میں وہ اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیتا ہے کہ وہ ہر سال عید مناتا اور اس سے متعلق نظمیں لکھتا ہے۔ اس کا بیان ہے :-

”اب کے پھر حضرت نبی کی عید ولادت اپنے ساتھ عیش و آرامند لے آئی ہے۔ اس یومِ معود کی وجہ سے تمام عالم میں پھر عیش و عشرت کا دورہ دورہ ہو گیا۔ گھر گھر میں تیاری اور اس کالج کے لئے زیبائش و آرائش

ہو رہی ہے، آج کے دن کے لئے بہت ہی سجاوٹ کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا پر چاروں طرف عیش و آرام بادل بن کر چھا گیا ہے۔ اس تقریب میں خود خوشی و مسرت خوش ہیں، عیش متوالا ہو گیا ہے اور عشرت بھی آئند کے لاپس سن کر ناچنے لگی ہے۔

ہم جس طرح کا آرام و راحت چاہتے تھے پروردگار نے ہم کو اس سے لاکھ درجہ بڑھ کر مسرت و عیش غنایت کیا۔

چین کے تمام درخت آج کی خوشی میں ہمارے شریک ہو کر متنی سے جھول رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عید کی خوشی نے ان کو لالوں کے پیالے بھر بھر کر ہوا کی شراب پلا دی ہے۔

میرے من کی مرادیں اور مقصود کے غنچے عید مولود نبی کی وجہ سے کھل کر پھول بن گئے ہیں۔ کیونکہ اس عید کی مسرت نے امیدوں کی پرتا کی جھڑی لگا دی ہے۔

ہماری قسمتوں کے بنانے والے نے جس روز ہر ایک کا حصہ تقسیم کیا اسی دن سے اے قطب شاہ تمہاری قسمت میں یہ عیش اور اندھ بجایا گیا۔

دوسری عیدیں

محرم اور عید میلاد النبی کے متعلق تاریخوں سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ویسی کوئی معلومات دوسری عیدوں کے بارے میں نہیں ملتیں۔ ان کے متعلق بہاری واقفیت کا واحد ذریعہ محمد قلی قطب شاہ کا کلام ہی ہے جس میں اتفاق سے بعض بے حد لچپ اور ضروری معلومات محفوظ ہو گئی ہیں۔ یوں تو محمد قلی نے کئی عیدوں پر نظمیں لکھی ہیں لیکن ان تقریبوں میں اس نے حسب ذیل چار پر خاص کر زور دیا ہے۔

۱۔ عید بعثت نبی ۲۔ عید میلاد علی ۳۔ عید غدیر ۴۔ شبِ بُرا

اب ہم خود بادشاہ ہی کے بیان سے ان عیدوں کے متعلق معلومات قلمبند کرتے ہیں۔

اس موضوع پر پانچ نظمیں کلیات میں موجود ہیں۔ ان سب کا خلاصہ خود محمد قلی ہی کی زبان میں درج ہے :-

عید بعثت نبی

اے موالیو خوشیاں کرو کہ عیدِ بعثت رسول آئی ہے اور اپنے ساتھ طرح طرح کے عیش و آرام لے آئی ہے۔

پہلی عید شبِ برات، دوسری عیدِ رمضان، تیسری عیدِ قرباں اور قطبِ شاہ
 موالی جس کا رتبہ ثناء ہوں میں عالی ہے خاص اہتمام سے مبعثِ رسول کی عید
 بھی مناتا ہے۔ اور خوانِ خلیل کا احسان اپنے عہد میں دکھا کر دنیا و دین کو
 رُحبا لیتا ہے۔

اس عید کے زمانہ میں ایسی خوشی منائی جاتی ہے کہ غم کا نشان کہیں
 ڈھونڈنے پر بھی نہیں ملتا کیونکہ آج ہی کے دن سے دین اور ایمان آشکارا
 ہوئے اور اسی دن کے فیض نے تمام امت کے دل و جان کو روشن کر دیا۔
 عیدِ بعثت کی خوشی حوریں بھی مناتی ہیں جس کی وجہ سے جنت کی
 خوشبو تمام عالم کو مہکا دیتی ہے۔

عالم میں خدا کا نور پھیل جاتا ہے اور اس کی رحمت کی چھاؤں چھا جاتی
 ہے کیونکہ اسی وقت جبریل خدا کے یہاں سے اُس کے حبیب کے پاس وحی
 لائے تھے اور بڑی خوشی سے کہا تھا کہ لے بھائی خوشی سے ہونٹ کھولو اور دو
 حرف بولو کیونکہ یہ بعثت کا دن ہے اور خدا نے تم کو سب نبیوں میں مقرر
 بخشی۔ تم تمام انبیاء کے خاتم ہو اس لئے اقراء پڑھو۔ عرش نے تمہارے
 پانچ گوہروں (پنجتن) کی وجہ سے روشنی پائی۔ اور اب فرشتوں کو تمہارے

سو کسی اور نبی پر درود پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

جب حضرت تخت پینمبری پر جلوہ گزرتے تو آسمان شمس والضحیٰ کے قدم چومنے لگے۔ فرشتوں نے خوشی کا چتر سر پر تان لیا اور دنیا خوشی و خرمی سے باغ فردوس کے ہم سر ہو گئی۔ اسی لئے شاہ اور گدا انسان اور فرشتہ سب کا دل آج خورندہ رہتا ہے۔ اس تقریب میں عالم منور ہو گیا اور کائنات آئینہ کی طرح روشن ہو گئی اور تمام ستارے چاند اور سورج کی طرح چمکنے لگے۔

بعثت مصطفیٰ کے دن خوشیوں کی عید ہوتی ہے اور آنحضرت کے صدقے میں تمام شیعہ گھرے گھر عیش و عشرت مناتے ہیں کیوں کہ اسی روز جبریل نے جناب پینمبر سے یہ بھی کہا کہ ”روز ازل سے مرتضیٰ علی کو تمہارا نائب بنا دیا گیا ہے تاکہ ان کی ذوا افتقار سے کافروں کو مار کر ان سے خراج لیا جائے۔ جبریل تمہاری پوری صفت نہیں بیان کر سکتا اور اس طرح اس سے حد میں چوک ہو گئی اور اسی لئے وہ سب خدمتگاروں سے زیادہ شرمندہ ہے۔

جو شخص بعثت نبی کی عید یکسوئی اور صدق دل سے مناتا ہے اس کے دل پر طہ کا بیان روشن ہو جاتا ہے۔ جب قطب شاہ بعثت رسول کی یہ خوشی مناتا تو اس تقریب میں سکیاں خوشی و خرمی کے لاکھوں قمر دکھائی دیتی ہیں۔

عیدِ بیاد علیؑ اس موضوع پر نو فطیس لکھیں۔ اردو میں موجود ہیں۔ چونکہ شاعر کو حضرت علیؑ سے خاص عقیدت تھی اس لئے ان نظموں میں بڑے خلوص اور بخش کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ :-

مصطفیٰؐ اور مہ تفسی و دونوں کی پیدائش کا زمانہ ایک ہی سال ہے۔ اس لئے یہ عید منانا طالع مسودہ ہونے کی دلیل سمجھا جاتا ہے کیوں کہ جس دن یا بر رحمت عالم پر فیض بار ہوا وہ روز شیعوں کے لئے روز بہود تھا۔ چونکہ حضرتؑ کعبہ میں پیدا ہوئے اس لئے کعبہ کو دنیا میں شرف حاصل ہوا۔ اور اس لئے مومنوں کو اس روز دل و سر سے اس طرف سجدہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ ظاہر کی عید کا دن ہے۔ کعبہ میں پیدائش کا شرف کسی نبی کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ آپؐ کی پیدائش کے بعد جب آل حضرتؑ آپؐ کو دیکھنے آئے تو آپؐ کی والدہ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ بچہ نادانی سے آپؐ پر ہاتھ مار رہا ہے۔ آپؐ نے جواب دیا کہ نہیں مجھ پر نہیں۔ اگر یہ ہاتھ ماریں گے تو کافر بادشاہوں پر ماریں گے۔ ان کی پیدائش سے میرا دین قوت پا گیا اور اب مجھے کفار کے کاموں سے کوئی ڈر باقی نہیں رہا۔ اس ولادت کی وجہ سے خدا کا عرش زیادہ جمیل بن گیا۔ اور آسمان و زمین میں چاند سورج سے زیادہ روشنی پھیل گئی

دنیا جنت سے زیادہ آراستہ ہو گئی۔ اور ساتوں آسمانوں سے نور کی ریش
 ہونے لگی۔ حضرت علیؑ کی پیدائش کیا ہوئی کہ باری تعالیٰ کا نور عرش سے
 کعبہ میں اتر آیا اور اس دن ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس کا طواف
 کرنے کے لئے جمع ہو گئے۔

اس روز سے مومنوں کے دلوں نے اسی طرح تجلی پائی جس طرح
 صبح صادق آفتاب سے روشنی پاتی ہے اس خوشی کے دن ہر طرف خوشی کی
 آوازیں بلند ہوں۔ اس روز خوشیاں میری جہان رہیں۔ مہار کی خوشبو
 پھیلے۔ لوگ خوشی سے رنگ ڈالیں۔ اور مولود علیؑ زور زور سے لہجہ
 داؤدی کے ساتھ گائیں تاکہ اس گانے کی آواز تارا نندل کی گرج کی طرح
 ساتوں آسمانوں میں گونج اٹھے۔

عمیدِ غدیر اس موضوع پر آٹھ نظمیں موجود ہیں جن میں شاعر لکھتا ہے کہ:-

اس کو خلافت علیؑ کا دن سمجھا جاتا ہے کیونکہ رسولؐ نے خود ہی جناب
 امیرؑ کو اپنی خلافت دے کر ان کی شرافت کا تذکرہ کیا۔ اس روز فرشتوں نے
 مل کر اونٹ کے زینوں کے ساتھ آسمان کے منبر کو بھی سنوارا کیونکہ پیغمبرؐ کو
 منبر پر چڑھ کر دادِ فصاحت دینی تھی۔ چنانچہ دو جگہ کے شاہ نے مرقیٰ کو

من کنت مولا کہا اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ
آپ کے رتبہ کو ظاہر کیا۔ اس خوشی میں فرشتے منگل گاتے اور عرش
مثال بناتے ہیں کیونکہ شاہ نے اپنا فیض عنایت کر کے حضرت علیؑ
کو سب میں افضل کیا۔

حق نے نبیؐ سے کہا کہ علیؑ کی یاد ناد علیؑ کے ذریعہ سے رکھو کہ
علیؑ میری قدرت کا بے بہا مظہر ہے۔ قطبِ زمانِ نبیؐ کے صدقے سے
علیؑ کی منقبت لکھا کرتا ہے کیونکہ دنیا و دین میں یہی اس کی سعادت کی
نشانی ہے۔

عیدِ غدیر شیعوں کے لئے عیدِ کبیر ہے اور خواجہ کے لئے باعثِ غم۔
اس کو مل کر خوشیاں منانی چاہئیں۔ اس خوشی کے آگے دوسری تمام
خوشیاں چھوٹی نظر آتی ہیں۔ تمام مومن شہانی کسوتِ زیب تن کرتے
ہیں۔ اس عید میں ایک عالم کی میزبانی کی جاتی۔ مطرب گاتے اور محفل میں
عبیر لائی جاتی۔ سب مومن اس عید میں بھائی پن کے صیغے پڑتے۔ اور
تمام عیدوں کی خوشی اس ایک عید میں بھر پور نظر آتی۔ اس عید کے
طلبِ ساتوں جنتوں میں نہجتے۔ اور چاند سورج اسی لئے جگ کوروشنی

بہت چاہتے ہیں۔ اس عید کے دنوں کے سوا کوئی دن دعا کے قابل نہیں۔ اٹھو
دعا کرتا ہے کہ الہی مجھ کو امن میں رکھ اور میرا ایمان درست رکھ اور دونوں
عالم میں میری مدد کر۔

ایک نظم میں لکھا ہے :-

نبیؐ نے خلافت دے کر کہا کہ میرے بعد نید رہیں جو تمام مومنوں اور
مسلمانوں کے لئے دونوں عالم میں رہبر ہیں۔

آن علیؑ کے لئے خدا نے اپنی عنایت سے خلافت بھیجی جس کا اعلان
عرش و کرسی اور نوآسمانوں نے منبر سے کیا کیا۔

علیؑ کفر کے توڑنے والے تھے اس لئے دین کی بنیاد ٹک گئی۔ اگر محمدؐ
دین کے گھر ہیں تو علیؑ اس گھر کے نگہبان ہیں۔

سب اولیا ایک دل سے آپ کے معتقد ہو کر کہتے ہیں کہ ہم سبھیوں
کے سر پر ولایت علیؑ کا چھتر سایہ بان ہے۔

اس طرح جملہ آٹھ فطموں میں حضرت علیؑ کی منقبت اور ان کی فضیلت کو قلب بند کیا ہے۔

یہ ان موضوعوں میں سے ہے جن پر محمد قلی قطب شاہ نے دل
کھول کر اپنی طبیعت کی جولانی دکھائی ہے۔ چنانچہ کلیاتیں

شب برات

اس کے متعلق دس نہایت دلچسپ اور اہم نظمیں موجود ہیں۔ محمد قلی کو پانی اور سبزہ کی طرح روشنی سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ وہ ہر اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا جس میں اسے جشن چراغاں سے لطف اندوزی نصیب ہو سکتی تھی اور شب برات میں تو وہ جی کھول کر چراغوں آتش بازیوں اور شاہانہ رنگ رلیوں میں منہمک ہو جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :-

جہاں شب برات آئی کہ خوشی و خرمی کی روشنی تمام دنیا میں پھیل گئی
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شب برات اپنے ساتھ خوشیوں اور عشرتوں ایسی بڑی
لے کر آتی ہے کہ ان کی روشنی سے تمام عالم جگمگانے لگتا ہے۔ چونکہ محمد قلی
پرائمہ مصومین کی فطر عنایت ہے اس لئے وہ نبی اور علیؑ کے کرم کی وجہ سے
پھلتا پھولتا رہتا ہے۔ اور خود عیش و عشرت اس کی بارگاہ میں خوشی
کے مارے ٹمٹمیاں بجانے لگتے ہیں۔ اسی وجہ سے خدا قطب شاہ کو
شاہنشاہی کا رتبہ دے کر اس کی دہائی یا اس کی آقائی کا اعلان تمام
کائنات میں پھراتا ہے۔ اور اس کے دشمنوں کو دنیا سے نیرت و نابود کر کے
منفقود کر دیتا ہے۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :-

شب برات کی وجہ سے تمام راتوں کو شرف حاصل ہوا اور سب راتوں میں شب برات ہی کو شرف حاصل ہے۔ کثرتِ چراغوں کی وجہ سے رات ایسی منور ہو گئی کہ معلوم ہوتا ہے بغیر سورج طلوع ہوئے دن نکل آیا ہے۔ زمین کے ان چراغوں کا عکس جب آسمان پر پڑا تو وہ بھی آئینہ کی طرح جھلکنے لگا۔ آتش بازی اور چراغوں کی وجہ سے دنیا ایسی روشن ہو جاتی ہے کہ اس اُجالے کو دیکھ کر آفتاب شرمایا گیا اور اسی شرم کے مارے رات کو کبھی اپنا منہ نہیں دکھاتا۔

شب برات میں جو مہتاب چھوڑے جاتے ہیں تو ان کی تابانی ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے ظلمات میں آپِ حضورِ گلشن میں جب پھول بازیاں چھوئی جاتی ہیں تو زمین پر سورج، چاند اور تارے اُتر آتے ہیں اور ان کی روشنی کی جھلک آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ خدائے تعالیٰ نے قطب شاہ کو ایسی تجلی بخشی کہ اُس نے رات کو دن سے زیادہ روشن کر کے چمکا دیا۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :-

شب برات کی مبارک رات اپنے ساتھ اپنے روزی خوار و یا ملازموں یعنی خوشی، عیش، انداز و عشرت کو براتی بنا کر لے آئی ہے۔

محمد نے جنگ احد میں علیؑ کو ساتھ لے کر کامیابی حاصل کی کیونکہ انکی تاؤ
کے چکنے سے تاریکی کی فوج میں بھاگ گئیں۔

اس رات میں مشوقوں کے دہن پستے آنکھیں شکر کی طرح شیریں،
اور ہونٹ گھڑوں کی مصری کی طرح نازک نظر آتے ہیں۔ اور ان کے
چہرہ پر پسینہ کی بوندیں شہنشاہ کی طرح باریک نظر آتی ہیں۔

سہیلیوں کی کامل لگی ہوئی آنکھیں سیاہ باداموں کی طرح، تھوڑی
سیب کی طرح اور دانت چارولیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

اسی طرح پوری نظم میں سہیلیوں کے حسن اور لباس کی تعریف کی ہے۔ ان کا آتش بازی
چھوڑنا اور اس کی جھلک سے ان کے جسم پر زیوروں کا جگمگا اٹھنا نہایت تفصیل سے
بیان کیا ہے۔

چوتھی نظم کا تذکرہ بھاگ متی کے ذکر میں کیا جا چکا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ
شب برات کی تقریب میں دربار اور ڈیوڑھی کی خاص خاص طوائفیں بڑے اہتمام
کے ساتھ سج و سج کر کے اور شاہی طمطراق کے ساتھ اپنے اپنے مکانات سے آتی تھیں۔
بھاگ متی کی نسبت تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ وہ جب دربار کو آتی تو اس کے ایک ہزار
سوار اس کی جلو میں رہتے۔ جب اس کی معمولی آمد اس شان سے ہوتی تھی تو شب برات

کی تقریب میں وہ جو کچھ اہتمام کرتی کم تھا۔ اسی لئے بادشاہ نے اس موضوع پر ایک خاص نظم لکھ دی ہے جس میں اس امر پر زور دیا ہے کہ:۔

”وہ اپنے ساتھ آسمان کے مہر و ماہ سے زیادہ روشنی رکھنے والے
لاکھوں چاند سوچ اپنے ساتھ لاتی ہے۔ کیا تعجب کہ زمین آسمان پر
لاف زنی کرنے لگے کیونکہ وہ زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح
جھلکا دیتی ہے۔“

پانچویں نظم میں محمد قلی لکھتا ہے کہ:۔

شب برات پھر سے مبارک سلامت کی خبر لے آئی ہے۔ کیونکہ اس
رات میرے نجات کا طالع سوچ کی طرح جھلکنے لگتا ہے۔

میری سکی کے چہرہ کی روشنی کے سامنے اس عید کا آجا لا شرمانے لگتا
ہے۔ اس عید میں سکھ اور انند کا نور از سر نو مجھ پر پتھر کی طرح چھاجاتا ہے۔

دنیا دہن بن کر اتند کرنے والی دوشیزاؤں کے ہاتھ سے مئے عشرت

پلواتی ہے اور زہرہ الحان کے ساتھ بادشاہ کے لئے نغمہ گانے لگتی ہے۔

شب برات کے عیش کی آمد نے اپنے سن کی ایسی جھلکاریں دکھائیں کہ

دنیا کے دل میں پھر سے زندگی کا نور پیدا ہونے لگا۔

شاہ کی سب پیاریاں عید کا سنگار کرتی ہیں تاکہ بادشاہ کو ایک کا سنگا
دوسرے سے زیادہ پسند آئے۔

آنند کے بھیدوں اور چادروں کی وجہ سے پیاری (ایک ماں
سہیلی) میرے دل میں کھیلنے لگتی ہے کیونکہ وہ اپنے جو بن کے چمن میں
خوشبو نہکا لیتی ہے۔

نبی کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ لاطوں عیدیں دکھانی نصیب
ہوں کیوں کہ عیسیٰ کی دعا اس کے لئے گلِ مسرت کی خوشبو لٹائی ہو۔
چھٹی نظم میں بادشاہ نے اپنی ایک سہیلی پیاری کے آتش بازی
کھیلنے کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں شبِ برات کی آتش بازیوں کے بہت سے
نام بھی ہمارے لئے محفوظ کر دیئے ہیں۔ کہتا ہے :-

شبِ برات نے کوہِ طور کے نور کو اب تمام عالم میں پھیلا دیا ہے
اور خضر نے اپنے ہاتھ سے مجھ کو آبِ حیات پلا دیا۔

شبِ برات اپنے ساتھ ساتھ خوشی کی برائیں لے آئی ہے۔ اور
قطب شاہ ان براتوں کو لے کر رات اور دن آنند کے ساتھ گزارتا ہے
پیاری کا سرو قد ہوائی کی طرح (بلندی کی طرف مائل) اور اس کے

ہماک کی پھلڑی پہنپاری کی طرح ہے۔ پشانی پر مہتاب کی طرح تیکہ
لگائی ہے اور ہونٹوں پر حوج جیسی چمک دک نظر آتی ہے۔

اس کے رات جیسے سیاہ بالوں میں کیوڑا بخنورے کی طرح نظر آتا ہے
تالوں اور پٹا تھوں کی آوازوں سے آسمان کے اند میں خلل پڑتا ہے۔
اس کی چوٹی کا پھندا طاؤس کی طرح ناچ رہا ہے۔ ہوائی کو
اپنا حاجب بنا کر وہ اپنی ورائی (مالکی) کا اعلان کرتی ہے۔

اُس کے بالوں کے جوڑے میں پھولوں کی جواریاں ہیں وہ
ٹوکر یوں کے جھیلے کی طرح ہیں۔

اے قطب شاہ تجھ کو نبی کے ہاتھ میں بڑی اچھی پیاری ملی ہے۔

ساتویں نظم کی رویت ہی لفظ روشن ہے جس کی وجہ سے تمام نظم شب
براستہ کی روشنی سے جگمگا رہی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس عید سے قبل
باوشاہ کو کسی جنگ میں کامیابی نصیب ہوئی تھی جس کی طرف مقطع میں اشارہ
کرتا ہے کہ :-

دشمنوں کے سینے پھانکوں کی طرح کیوں نہ پھوٹیں اور ترخین جیکہ
خدا نے قطب شاہ کو ایک روشن فتح اور کامرانی عطا کی ہے۔

اٹھوین نظم طویل ہے اور اس موضوع کی اچھی نظموں میں شمار ہوتی ہے اس میں
محمد علی لکھتا ہے کہ:۔

شبِ برات نے آکر تمام عالم اس طرح روشن کر دیا ہے جس طرح
نورِ موسوی کی وجہ سے وادیِ امین روشن ہو گئی تھی۔

آپ رخسار کی جھلکیں دکھا کر عاشقوں کی آنکھوں کو ایک نور سے معمور
نگلشن بنا دیا ہے۔ چونکہ اس رات کو زلفِ خویاں کے ساتھ نسبت ہے
اس لئے جس طرح معشوقوں کے جسم پر زیبائش و آرائش کی وجہ سے
نور جھلکنے لگتا ہے۔ اسی طرح اس رات کو بھی نورانی لباس زیب تیا
اس عید کی اطف اندوزی کی ہوں کا دنیا کو ضبط ہے کیونکہ اس
محبت کی ہواؤں کے جھونکے تن اور من کو شگفتہ کر دیتے ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں اے قطب شاہ تو لاکھ سال خوش و خرم زند
رہ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس عید میں شمعِ عیش روشن رہتی ہے۔

محمد قلی کی ”شبرات“ سے متعلق نویں نظم شاعرانہ کمال کا بہترین نمونہ ہے۔

یہ نظم نہایت مرصع ہے اور اس میں ایسی اعلیٰ پائے کی تشبیہیں استعمال کی گئی ہیں
کہ اس کو اردو شاعری کے شہ پاروں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ نثر میں اس کی

تمام خوبیوں کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم قوت تخیل کا کچھ نہ کچھ پتہ چل سکتا ہے وہ کہتا ہے :-

میری ماہ رویوں نے اپنے چہروں کی روشنی سے شبِ برات کو روشن کر دیا ہے۔ ان میں سے کوئی سوچ نظر آتی ہے کوئی چاند او کوئی تارہ۔

ہر طرف سے ہر ایک نازنین نورتن کا لباس پہن کر آئی ہے تاکہ بادشاہ کے ساتھ چین میں نکلے۔ شرابِ عشق پینے سے اُن کے جسم جھلکنے لگے ہیں۔ وہ اپنے نوجوان چہروں کے آب و رنگ اور آفتاب جیسی جھلک سے مہتاب کو بے تاب بنا کر بکھلا رہی ہیں۔

نازنین اس انداز سے محو خرام ہے کہ اس کی زلفوں کے لہرانے کی وجہ سے خوشبو آسمان تک پہنچی ہے اور سارا آسمان مہک گیا ہے جس کی وجہ سے فرشتے فریفتہ ہو کر لاکھوں کی تعداد میں اتر آئے ہیں۔

ایک سے ایک کے پستان زیادہ خوبصورت ہیں جن پر سیاہ بادلوں کی لٹیں ایسی نظر آتی ہیں جیسے پہاڑیوں پر کالے کالے بادل چڑھائی کرنے آئے ہوں۔

مازنیں کے رخسار ہتھاب اور پھولوں کے باز پھول جھڑیاں نظر آتے ہیں۔ اس کے دونوں بھوجا جوں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں۔

علیٰ جیو کے یہاں سے یہ حکم لے آئے ہیں کہ یہ جہان امن و اماں کے ساتھ ہمیشہ قطب زماں کے حکم کے تلے رہے۔

شب برات کی نظمیں کے سلسلہ میں آخری نظم آتش بازی کی بہت سی اصطلاحوں کی آئینہ دار ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ ان میں سے اکثر اصطلاحیں اب بھی رائج ہیں۔ اس نظم کے چند شعر ذیل میں درج ہیں جن میں اصطلاحوں کے نیچے خط لکھینچا گیا ہے:۔

ہوایاں سوکے، بنگڑا چکراں جو	گھڑیاں بازیاں سواچن کریں
نین مستی کے گلزیاں سو جھڑ کر	نلی طاوس چک چومن کریں
پھلی ناسک جھکنے تھے ہے شب را	دھرت کوں آج منجوں کھن کریں
لڑیا موتیا کیاں تہج مننے کیا جھیل	تو جھیل تھے جگت درپن کریں

مذہبی عیدوں کے بیان کے آخر میں عیدِ رمضان اور عیدِ اضحیٰ کا کچھ ذکر بھی

ضروری ہے۔ کیونکہ اسلامی دنیا میں یہی عیدیں بہت اہم سمجھی جاتی ہیں۔

عیدِ رمضان

اس عید کی پہل پہل اور سرکاری و ورباری مصروفیتوں کے متعلق تاریخوں سے کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتی

لیکن محمد قلی قطب شاہ کی نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں رمضان کا چاند دکھائی دیتا تھا قطب شاہی سلطنت میں لہو و لعب ختم ہو جاتے۔ شراب کی دکانیں اور سینہ صحنے بند کر دئے جاتے۔ رمضان مبارک کے احترام کا یہاں تک خیال تھا کہ خود محلات شاہی میں بھی شراب اور عیش و عشرت موقوف رہتی۔

محمد قلی قطب شاہ خود روزہ رکھتا تھا اور اس کی تعلیم میں تمام بیگمات و محلات شاہی بھی صوم و صلوة کی پابند ہو جاتیں۔ رمضان کے تیس دن گزر جانے کے بعد جب شوال کا چاند آسمان پر نظر آتا تو خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔ عیش و عشرت کے شادیاں بجنے لگتے۔ مصری پیتے، بادام، دودھ اور کھجور خاص اہتمام سے منگوائے جاتے اور شیر خرا اور سیویوں سے ایک دوسرے کی ضیافت کی جاتی۔ ہر عید کے وقت بادشاہ اردو میں ایک نظم بھی لکھا کرتا تھا۔ چنانچہ اس وقت عبید رمضان کے متعلق سلطان محمد قلی کی گیارہ نظمیں موجود ہیں۔ جن میں سے چند کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے کہ :-

اے ساقی لوگ کہتے ہیں کہ آج آسمان پر چاند دکھائی دیا اور خاریج
نے نور کے ورق پر لکھ دیا کہ انگور کی کنواری یعنی شراب وصل مجھے ملنا
چاہئے۔ ایک ہسینہ سے میرا دل اس کا منتظر تھا اب کہیں چل کے نئے
چاند کا پیالہ حاصل ہوا ہے۔

اس موقع پر ساقی کنول کے پیالے میں گلال بھر کر چاروں طرف
پھیر رہا ہے تاکہ گلرخوں کے گالوں کو لال لال کر دے۔ اور کیوں سے
پوچھے کہ خود تمہارے ہونٹوں میں تو مصری شیر خرا اور پیستے موجود ہیں
پھر تم روزے کیوں رکھتی ہو۔

اے محتب آج تو یہ نہ کہہ کہے پینا شرع میں منع ہے۔ اے ساقی
اپنے نمکین ہونٹوں کے بوسے دے اور شراب کو حلال بنا دے۔

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے :-

چاند نے عین عید کی آمد کی بشارت دی اور بہوں بن کر ساقی کو
اشارہ کیا کہ شراب پلائی جائے۔

ہونٹوں کے شراب خانے کو قفل پڑا ہوا تھا اس کو آنکھوں کے خطِ مری

کو بخی سے کھول کر عمارتِ دل کی حالت دکھا دی۔ (یعنی ہونٹوں سے
بوسے دیکر دل کے جذبات کو ظاہر کیا)

شراب کی چھبیلی جو ایک ماہ سے چھپی ہوئی تھی اس نگار کو عید نے
آکر اور مشاطہ بن کر آج دکھا دیا۔

مجھے چاہیے کہ اب اطمینان سے پیرمناں کی سیوا کروں، کیوں کہ
اس نے مجھے خانے کی اجازت دے دی۔

محمد نبی کے فیض سے آج عید نے آکر محمد قطب کو مجلس کی صدارت
عطا کی۔

تیسری نظم کا خلاصہ ہے :-

عید کی رات جلوہ گر ہوئی اور روزوں کے دن گزر گئے۔ اس لئے
اے ساتی نئے چاند جیسے ساغروں میں شراب بھر۔

میں بہت دن سے صوم و صلوٰۃ کی پابندی کی وجہ سے زہدِ یابی
کا مرکب ہو کر بدنام ہو رہا تھا اس لئے اب تو محبت کے پایے پلا کر
مجھے نیک نام کر۔

(ماہِ رمضان کی وجہ سے) صراحی مت ہو کر سرکشی کرنے لگی تھی

لیکن اب پھر جام کی طرف جھک جھک کر سلام کرنے لگی ہے۔
 ان تین دنوں کا خار توڑنے کے لئے اے ساتی تو مجھے کم کم شراب دے
 بلکہ دم بہ دم پیالے بھر بھر کر دیتا جا۔

نبی کے صدقے میں قطب شاہ کو مے طہور ملی اور امام کے صدقے میں کوثر
 سے بھرا ہوا ساغر مل گیا۔

دوسری نظموں سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے روز خوشی کے دما مے اور طبل بجائے
 جاتے ہیں۔ لوگ باغ کے پھولوں کی طرح شگفتہ ہو جاتے ہیں اور متوالوں کی طرح ایک دوسرے
 سے ملتے ہیں۔ سب لوگ رنگین لباس پہنتے ہیں اور سیویوں اور شیر خرا سے بھر پور
 پیالے پیتے اور پلاتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل بھی رمضان کی عید میں
 شیر خرا اور سیویوں کا دستور تھا۔ ایک نظم میں تو رمضان کی عید کو سیوی کی عید لکھا ہے
 چنانچہ کہتا ہے :

عید سیوی لیا سب خوشیاں انند اس انداں میں کریں خواہاں انند
 شیر خرا، بادام اور پستوں وغیرہ کا ذکر ان اشعار میں ملتا ہے :
 نابات شیر خرا پستے، شکر ادھر صھر کیوں روزے رکھتی سکلیا کر کر سوال ساتی

خرم خوشیاں سوں شیوے کی سیوا بھر پوری
ساتی پلاپال کہ آیا ہلالِ عید
تج خندہ کا شکر نے تجے شیر خرم میں شربت پلا اوصرتے کھلیا کلالِ عید
شیر خرقہ بدماں پستے حیواں ملا کر
حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے

عیدِ تہرباں
عیدِ رمضان کی طرح بقر عید سے متعلق بھی تاریخوں میں کوئی معلوم
درج نہیں ہیں۔ لیکن محمد قلی نے اپنے کلام میں اس عید کی
مصرفیتوں کو بھی زندہ جاوید بنا دیا ہے۔ اس موضوع پر اس کی گیارہ نظمیں ہمیں
دستیاب ہوئی ہیں۔ جن میں سے دو تو نہایت اعلیٰ پایہ کے قصیدے ہیں۔ اور عجیب
بات یہ ہے کہ ایک قصیدہ میں تو اس نے اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ
”شاید“ مورخ میری اس مجلسِ عید کی تاریخ نہ لکھے پھر قصہ خواں اس شاندار عید کے قصے
کیوں کر بیان کرے گا۔“

عیدِ قرباں کی نظموں میں حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل کے واقعات کی تلمیح
جج کے لئے سفر کعبہ کی واجبت اور حج اکبر کی فضیلت کے اظہار کے ساتھ ساتھ اپنی
مجلس آرائیوں کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ کہ جبہ اور عمامہ پر اس تہانہ بھی عید

تقسیم کی جاتی تھی اس کی طرف کئی جگہ اشارہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے چند سال قبل تک حیدر آباد میں بچوں کے لئے عید ہی ایسا نہ کیا جوتا تھا۔ راجہ تھا وہ محمد قلی کے عہد میں عام طور پر موجود تھا۔ اس عید کی تقریب میں بھی محمد قلی مجلس آرائی کرتا تھا اور پھولوں اور خوشبوؤں سے اس کی غسل مہلکے لگتی تھی۔ تمام ملک میں عام طور پر لوگ دعوتیں مناتے، سیخوں کے کیا بکھلائے جاتے، باورچی خانوں میں آگ ہمیشہ روشن رہتی اور راتوں پر ہر طرف عزیز و اقارب کے لئے حصوں کے خوان جاتے دکھائی دیتے۔ دسترخوانوں پر چرت کی نعمتیں چن دی جاتیں جن کو دیکھ کر ترلوک بھی حیران رہ جاتے۔ لوگ تو دس پر کیا ب تلے تلے آفتاب کو بھی ایک تو سمجھنے لگتے۔ عید بقرہ کی پہلی نظم میں وہ لکھتا ہے :—

میرے لئے خوشیوں کے ساتھ بقرہ عید کی خبر بھی آئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بقرہ عید میری خوشیوں پر سے قربان ہونے کے لئے آ رہی ہے۔

پھول میری مجلس سے رنگ پا کر سہانے دکھائی دیتے ہیں کیوں کہ اس مصل میں باقی اپنی آنکھوں کے پایوں سے شراب پلا کر مجھے رُجھاتا ہے۔

ہسیلیاں جامہ محبت کی رنگینیوں سے خود کو سنوارتی ہیں کیوں کہ بقرہ عید کی آمد آمد سے تمام دنیا میں مبلِ عشرت بجنے لگتے ہیں۔

میری مستی کی ماتی سکیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلنا مجھے زیب دیتا ہے۔
اور دنیا اس عشق کو دیکھ کر اچنبھے میں رہ جاتی ہے۔

چونکہ مجھے آند اور خوشی کے راگ اور رنگ زیب دیتے ہیں اس لئے عید کی
مستی میرے قدموں پر اپنا سر رکھ کر میرے دل کو راضی کر لیتی ہے۔

نبی کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ عیدستانہ زیب دیتی ہے کیونکہ
میرے سر پر ہمیشہ چتر شاہی سہانا نظر آتا ہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں عید کی تیاریوں خوشیوں اور رنگ ریلیوں کی طرف
شاعرانہ انداز میں اشارے کئے گئے ہیں۔ اور قربانی کے لحاظ سے دشمنوں اور مخالفوں
کے بادشاہ پر سے قربان ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

پانچویں نظم ذرا طویل بھی ہے اور اہم بھی۔ اس میں بادشاہ نے اپنے شاہانہ
جاہ و جلال، فاتحانہ سطوت و اقبال اور عید کے کروڑوں کو بڑے کمال سے ظاہر کیا ہے۔
وہ کہتا ہے :-

اے بادشاہ بقر عید آئی ہے تاکہ دشمن تجھ پر سے قربان کر دئے جائیں
زمین خوش دل آسمان خوش حال اور تمام جگ شاداں و خنداں ہے۔
چونکہ تو ابراہیم کا تیسرا فرزند ہے اس لئے حضرت اسماعیل کی طرح

حق تعالیٰ تیری اور تیرے دوستوں کی اپنی مہربانی سے ہمیشہ نگہبانی کرتا ہے۔
تو علیؑ کا شیر ہے اس لئے تیرے رعب و جلال اور ہیبت کی وجہ سے
آسمان کے شیر (اسد) کو مریخ تجھ پر سے قربان کر دیتا ہے۔

خدا نے تمام ہندستان کو عیدی کے طور پر تجھے دے دیا ہے اس لئے
تیرے ملک میں قیامت تک روز بروز آبادی بڑھتی رہے گی۔

جو کوئی تیرا موافق نہیں وہ محمد (محمد قلی) کا دشمن ہے اور جو محمد کا دشمن
ہوتا ہے وہ ہمیشہ خوار اور پریشان رہتا ہے۔

تو موسیٰ کی طرح ہے تیری تلوار عصائے موسیٰ کا کام دیتی ہے اور تیرا
چہرہ بد بیضا کی طرح روشن ہے۔ تو عیسیٰ کی طرح ہے، سوج تیرا گھوڑا ہے
اور آسمان تیری جولا نگاہ ہے۔

تیری بزم میں داؤد کی طرح ہمیشہ نغمے سنائی دیتے ہیں اور خوشیوں پر
خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔

خدا نے تمام پریوں، دیوؤں، اور وحوش و طیور کے علاوہ انسان اور
جن اور چاروں عنصروں کو بھی تیرے حکم کے تلے کر دیا ہے کیوں کہ تو سچ مجھ
سلیمان ہے۔

اگر تیری تلوار کا عکس دشمن پر پڑ جائے تو اس کے جسم کا خون جم کر شقیق
اور لعل و مرجان بن جائے۔

جو کوئی تیرا دعا گو ہے اس کے لئے تمام دنیا دعا کرتی ہے اور جو کوئی تیرا
شنا خواں ہے تمام عالم اس کی ثنا کرتا ہے۔

اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں کچھ اس طرح گھر گھر خوشی اور جبکہ جگہ
اطمینان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تیرے گھر میں بقعر عید لاکھ سال کیلئے
مہمان بن کر آئی ہے۔

غرض بقعر عید کی تمام نظمیں اور دونوں قصیدے بھی نہایت دل چسپ ہیں
اور تعجب ہوتا ہے کہ اس یک گویہ خشک موضوع پر بھی محمد قلی نے کس خوبی سے طویل
نظمیں لکھی ہیں۔

نوروز اور بسنت

یہ بات پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے حیدرآباد میں ایک بین قومی فضا کی ترویج میں بڑا حصہ لیا تھا اور ملک کے جملہ طبقتوں کا دل سرور لینے کے سلسلے میں تو وہ اپنے باپ سلطان ابراہیم سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ اس کا لباس وضع قطع اور معاشرت بالکل ہندوستانی تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر ابراہیم کے بعد محمد قلی جیسا حکمران تخت نشین نہ ہوتا تو گو لکنڈہ کا بین قومی تمدن اس انتہائی عروج کو نہ پہنچ سکتا جس کی وجہ سے سرزمین وکن اب تک مشہور ہے۔

اس بین قومی تمدن کے پیدا کرنے کے لئے محمد قلی نے مذکورہ خالص اسلامی عیدوں کے علاوہ اور بھی تقریریں زور و شور سے رائج کیں جن میں نوروز ^{بِسنت} اور آمدِ برسات کی تقریریں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ موخر الذکر کا تذکرہ آئندہ ایک علیحدہ عنوان کے تحت کیا جائے گا، یہاں صرف نوروز اور بسنت کی مصروفیتوں کی نسبت کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

افسوس ہے کہ ان دونوں موضوعوں کے بارے میں تاریخوں سے کوئی مدد نہیں

ملتی۔ ان کے متعلق ہماری معلومات کا واحد ذریعہ کلیات محمد قلی قطب شاہ ہے۔

نوروز عید نوروز کے موضوع پر محمد قلی کی تین نظمیں اور دو اعلیٰ پایے کے قصیدے دستیاب ہوئے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس روز وہ کسی مذہبی عید سے کم خوشی نہیں مناتا تھا۔

ان نظموں میں شاعر نے علم نجوم کی اصطلاحوں کا دل کھول کر استعمال کیا ہے۔ اور برج حمل میں آفتاب کی تحویل سے متعلق شاعرانہ انداز میں خیال آرائی کی ہے۔ سمجھایا جاتا ہے کہ جب آفتاب بارہ برجوں کی گردش کرتا ہوا خط استوا پر آجائے تو ایک پورا سال ختم ہوتا ہے اور جس روز آفتاب یازمین کا ایک دور ختم ہو کر نیا دور شروع ہوتا ہے اس کو نوروز کہتے ہیں اور اس دن دوسرے تمام سیارے جن جن مقامات پر ہوں ان کے لحاظ سے آنے والے پورے سال کے حالات کے متعلق پیش قیاسی کی جاتی ہے۔ گو لکندہ کے ماہر ان علم نجوم ہر نوروز کی خاصیتوں اور اس کے اثرات کے متعلق دربار میں تفصیل سے معلومات پیش کرتے تھے، جن کی بنا پر نوروز کے ساتھ ہی یہ سمجھا جاتا تھا کہ دنیا ایک نئی کروٹ بدل رہی ہے اور یہاں کی ہر چیز اب تروتازہ اور نئی ہو جائے گی۔ آفتاب کے برج حمل میں داخل ہونے کے وقت کو نہایت مسعود سمجھا کر اوراد و وظائف پڑھے جاتے اور دعائیں کی جاتیں۔ ان سب باتوں کو محمد قلی نے اپنی

نظموں میں پیش کیا ہے۔

چنانچہ پہلی نظم کے چند شعروں کا خلاصہ یہ ہے :-

نورانی نوروز نور کے جلووں کے ساتھ آیا اور حل اس کے شایان شان
 لوازم سے آراستہ ہو گیا۔ تمام عالم میں نور جھلک رہا ہے اور سارا جمن چاند
 کی طرح جگمگ کر رہا ہے۔ ہر طرف ہر قسم کی چیزوں کی ہوا بند ہی ہوئی
 ہے۔ اور ہزاروں ہرے بن لہلہا رہے ہیں۔ بادشاہ کی سہلیاں ایک
 دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ لائے جمن میں صف و صف انخلا قی جاری ہیں
 گویا عقد شریا جیسے ستارے اتر آئے ہیں جس طرح آفتاب اور برج حل
 کی قربت سے نئے نئے اثرات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح
 قطب شاہ اور قدرت خدا کی قربت نے قاف تا قاف قطب شاہ کا حکم
 جاری کر دیا ہے۔

اس نظم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے دوسرے شعر کے اکثر لفظ حرف ج
 سے تیسرے کے م سے، چوتھے کے ک سے، پانچویں کے ہ (ہائے ہوز) سے چھٹے
 کے س سے، اور ساتویں کے ق سے شروع ہوتے ہیں مثلاً

۱۳ مدہر مدستی میا سوں منوہر مدن من کی مجلس میں مہتر منڈایا۔۔۔ م

۱۵) ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا ہوس سوہرے بن ہزاروں ہلایا..... ۵
 ۱۶) قرب سوں قطب شاہ قدرت خدا سوں قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا..... ق
 دوسری نظم ذرا طویل ہے اور طویل بحر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں نوروز کی وجہ
 سے دنیا پر جو سرسبزی، تازگی، اور رونق پیدا ہو گئی ہے اس کا نہایت خوبی اور
 تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ :-

نئے نورنگ کے نوروز نے نہ صرف کلی کلی کو کھلا دیا ہے بلکہ ایسا معلوم
 ہوتا ہے کہ حسین عورتوں کے جو بن بھی پھر سے بہار پر آگئے ہیں۔ پھولوں کے
 خوش رنگ پیالوں کو شبنم سے دھو کر ان میں گلابی شراب بھر کر سبز رنگ
 نہالوں جیسی حینوں کے ہاتھ سے پلار ہا ہے۔

چمن میں بلبلیں جگہ جگہ ایسی دکھائی دے رہی ہیں جیسے حینوں کی
 آنکھوں میں تلیں۔ پھولوں کے گچھوں میں کالے کالے بھونرے ایسے نظر
 آتے ہیں جیسے کالی کوئلیں ہری ہری ڈالیوں میں اڑتی پھر رہی ہوں....

تیسری نظم میں بھی اسی طرح کے مضامین باندھے ہیں۔ اور کہتا ہے اس سال
 پھر نوروز خوشیوں کی بشارت لے کر آ رہا ہے کیونکہ اب کے برج حمل میں اس کا

شرفِ عزم بھی ظاہر کر رہا ہے۔ اس کی وجہ سے میرے دل کے چین میں امیدوں کے پھول کھل گئے ہیں۔ وغیرہ

نوروز کے موضوع پر محمد قلی قطب شاہ کے قصیدے نہایت اعلیٰ پایہ ہیں۔ اور یہ دونوں قصیدے اس کی انتہائی خوشی اور مسرت کے ترجمان ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک ایسے موقع پر لکھے گئے ہیں جب نوروز اور عیدِ رمضان ایک ہی روز یا قریب قریب آئے تھے۔ دونوں قصیدے چونکہ ایک ہی موضوع پر ہیں اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا ایک ہی وقت میں یہ قصیدے لکھے گئے تھے یا دو دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ نوروز اور عیدِ رمضان مل کر آئے تھے۔ پہلا قصیدہ سنییتیں اشعار پر مشتمل ہے۔ اور اس میں صاف طور پر عیدِ رمضان اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کا ذکر درج ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے۔۔۔

اے بادشاہ نوروز عید کے روز آکر عید کے آنے کی خبر لے آیا ہے اور پھر سے
 سکھ کا کاروان اپنے ساتھ لے کر گویا عید کے اہتمام کا سامان لایا ہے۔
 تمام عیدوں کے دنوں میں یہ روز عید اچھا ہے اس لئے نیشکر کی طرح
 اپنی کمر باندھ کر عید کا خراج لے آیا ہے۔

یہ عید اتنی اچھی ہے کہ اس میں دوسری تمام عیدیں غلامی کا حلقہ اپنے کان میں ڈال کر

عید کا گلدستہ پکڑی کھڑی ہیں۔

ان دونوں شعروں میں محمد قلی نے اپنی عیدوں کے رسم و رواج کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ کس طرح اس کے ماتحت راجہ اور امیر لشکر کی طرح کمربند باندھ کر سلطنت کے خراج داخل کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اسی طرح شاہی تقریبوں اور مجلسوں میں غلام (جن کے کانوں میں حلقے پڑے ہوتے) اپنے ہاتھوں میں گلدستے لئے کھڑے رہتے تھے۔ روز عید اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کے متعلق اور دو شعروں میں کہتا ہے :-

یوم عید کے پھولوں میں نوروز کے پھول بھی کھلے ہیں اور ان پھولوں کی خوشبو کی وجہ سے دل عید کی طرف راغب ہو گیا ہے۔

نوروز اور یوم عید آپس میں بھائی پن کا صیغہ پڑھ کر ایک ہو گئے ہیں

اور عید کی خوشیاں اپنے ساتھ لائے ہیں۔

اس قصیدے میں ماہرین نجوم کے اس خیال کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ جب آفتاب برج حمل میں داخل ہونے لگتا ہے تو اس کو ساعت نیک کہتے ہیں اور اس مبارک وقت میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے ماہرین نجوم کہتے ہیں کہ اس وقت صاف و پاک جگہ پر خوشبودار بخور روشن کر کے اور پاک و صاف لباس پہن کر

کسی اسم الہی کا درد کریں اور آخر میں حصول مدعا کے لئے دعا مانگیں تو وہ ضرور بامراد ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مسعود وقت کے لئے عامل لوگ منتظر ہا کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں بڑے روپے کماتے ہیں۔ اسی لئے محمد قلی کہتا ہے کہ :-

اس عید کے روز امید کے پھول کھل گئے ہیں اس لئے دعا مانگو۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے دنوں کے مقابلے میں یہ دن بہت نمایاں ہے۔
دعا کرو کہ امن و اطمینان کی بارش ہو تاکہ میرے درخت ہرے ہو جائیں
اور میرے دل کے چین کی روشنیوں میں گل وریحان کھلنے لگیں۔

عید نوروز سے متعلق دوسرا قصیدہ ناقص الاول معلوم ہوتا ہے اس میں جملہ گیارہ شعر ہیں۔ اس سال غالباً پنجابیوں نے بادشاہ کو خبر دی تھی کہ اس کے زائچہ کے لحاظ سے یہ نوروز بہت ہی مبارک و مسعود ہے کیوں کہ اس کے برج میں زہرہ اور مشتری واقع ہوتے تھے۔ بادشاہ خوش ہے اور یہ قصیدہ ایک طرح کا نعرہ مسرت ہے جس میں شاعر یکراں ٹھکتا ہے کہ :-

خدا مجھے عید کی جیسی راتیں اور نوروز جیسے دن عطا کرتا ہے اور میرے دل کی بیل کے لئے نئی نئی عشرتوں کے پھول کھلاتا ہے۔

لیکن پھولوں کی عید اور چیز ہے اور نوروز کی خوشی اور۔ کیونکہ نوروز

کھوج سے ساقی عیش کی طرح اندازی کر کے میرے دل کو محبوب سے ملا دیتا ہے۔

چونکہ میرے برج میں زہرہ اور شتری آئے ہیں اس لیے اس دفعہ نوروز کو بڑائی حاصل ہو گئی ہے اور وہ نوروزی صفائی بخش رہا ہے۔

اے مرغ دل ذوق و شوق سے پرشیاں ہو کہ نوروزی برائیں آئیں جو

بہت جلد غم کی براتوں کو پھاڑ کر تباہ کر دیں گی۔

بنت

اب عید کی تقریب میں بادشاہ کی نو نظمیں ملی ہیں جن میں ایک تو قصیدہ ہے اور دوسری نظم بقرعید اور بنت دونوں کے ایک ساتھ آئے پر لکھی گئی ہے۔

بنت دراصل ہندوؤں کی عید ہے جو موسم بہار کی آمد آمد پر منائی جاتی ہے۔ ہندو متلانیں ہمارا موسم وسط مارچ سے مئی تک سمجھا جاتا ہے جب کہ پھول کثرت سے کھلتے ہیں۔ بنت اصل میں سنسکرت لفظ و سنت ہے جس کے معنی ہیں سال کی پہلی فصل جو چیت اور بیساکھ تک رہتی ہے اس زمانے میں چونکہ پھولوں کی کثرت ہوتی ہے اس لئے ہندو پھول جمع کر کے دیوتاؤں کے مندروں یا نالابوں کو لے جاتے تھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ یہ ایک عید یا میلان گیا۔ جس کو حضرت امیر خسرو کے زمانے سے دلی کے مسلمانوں نے بھی منانا شروع کر دیا تھا اور وہاں بزرگوں کی درگاہوں پر

مسلمان پھول لے جا کر چڑھاتے تھے۔

محمد قلی قطب شاہ نے گولکنڈہ میں اس تقریب کو خاص اہتمام اور شان و شوکت سے جاری کیا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ ہندو ستائیت کو بہت پسند کرتا تھا بلکہ اس کی طبیعت عیش و عشرت کی طرف زیادہ مائل تھی اور اس عید میں اس کے فطرتی رجحانات اور دل کی انگلیں جس خوبی سے ظاہر ہو سکتی تھیں شاید ہی کسی اور تقریب میں ہو سکتیں۔ موسم کا اثر انسان کی طبیعت پر ضرور پڑتا ہے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول کا بندہ ہوتا ہے۔ پھر محمد قلی جیسا حساس انسان جو اپنے اطراف و اکناف کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے متاثر ہوتا تھا! فرق اتنا ہے کہ وہ ماحول کا بندہ بننے کی جگہ اس خوش اسلوبی سے اپنے ماحول کو کام میں لاتا تھا کہ صحیح معنوں میں اس کا آقا بن جاتا۔ اس کی رعایا میں ہندوؤں کی کثرت تھی اور اس کے محل میں بھی ہندو عورتوں اور ملازموں کی کمی نہ تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کی خاطر بسنت نہیں مناتا تھا بلکہ خود اپنی خاطر اس تقریب میں بے تکلفی سے حصہ لیتا تھا۔ بسنت کی نظموں میں اس نے جس بے ساختگی اور رنگینی کے ساتھ خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اپنی آپ نظر ہے بسنت کی آمد آمد کے ساتھ وہ پھولوں نہیں سماتا تھا۔ چونکہ اس موسم میں شہوانی جذبات بھی براہِ نیحت ہو جاتے ہیں اس لئے ان نظموں میں بعض جگہ اظہار خیالات کے لئے وہ بہت

عریاں سیرایہ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ اس خصوص میں وہ ہمد حاضر کے شبانی شاعروں کی بہت شاہد ہے۔ ان نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ محرقی اس موسم میں پھول کھیلنے کے علاوہ اپنی محبوباؤں اور کنیزوں کے ساتھ جی کھول کر رنگ بھی کھیلتا تھا۔ محلوں اور باغوں میں پھولوں کے انبار جمع کر دیئے جاتے تھے اور حوضوں کو رنگوں سے بھر دیا جاتا۔ جن بے تکلف جلسوں میں راگ، رنگ، اور شراب و شاہد کے افراط کے ساتھ محرقی جیسا رنگیلا بادشاہ ہوا ان کی رنگینی کا کیا پوچھنا! لیکن ان رنگینیوں اور رنگ ریلیوں کی کامیاب ترجمانی بڑے سے بڑے شاعر سے بھی ممکن نہ تھی۔ یہ تو محرقی ہی کا حصہ تھا۔ دنیا کا کوئی شاعر اپنے کلام میں اپنی زندگی کو اتنا عریاں نہیں پیش کر سکتا تھا جتنا محرقی نے کیا۔ اس کا کلام اس کے قلب کی گہرائیوں سے نکلتا تھا۔ اس کو مبالغہ، تصنع، یا آورد کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ وہ ریاکاری کے ذریعے سے خود کو پاکباز یا زاہد مترناض ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہر جگہ خود کو ایک رند شاہد باز ظاہر کیا ہے۔

قلعہ گوکنڈہ سے متصل نئے قلعہ میں جو پر فضا تالاب اور وسیع مرغزار ہے اس میں اب بھی بسنت کے زمانے میں ایک میلہ لگا رہتا ہے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر سے ہندو عورتیں بناؤ سنگار کر کے اور پھولوں کی ٹوکریاں لئے ہوئے گاتی اور اٹھلاتی چلی آتی ہیں۔ چونکہ یہ عہد قطب شاہیہ میں ایک سرسبز و شاہد باغ تھا اس لئے

یقین ہے کہ محمد قلی کی بخت کی مٹھلیں یہاں بھی منائی جاتی ہوں گی اور آج بھی جب کہ محمد قلی کو اس دنیا سے گزرے تین سو اسی برس گزر گئے اس جگہ ہر سال بخت میں میلہ لگا رہتا ہے۔ یہاں کی چہل پہل موسم کی تروتازگی اور ماحول کی شگفتگی دیکھ کر خیال گزرتا ہے کہ کیا تعجب ہے جو محمد قلی جیسے بخت کے نبدائی کی روح اب بھی اس پر کیف منظر کے دکھنے کے لئے اس میلے میں شریک رہتی ہو۔

بخت کی نظموں میں سب سے پہلے قصیدہ بخت قابل ذکر ہے۔ کیونکہ بادشاہ کو فخر ہے کہ اس نے اس میں بڑے اچھے شعر نکالے ہیں۔ چنانچہ آخر میں وہ کہتا ہے کہ خدا نے تجھ کو فن شعر میں ایسی نزاکت بخشی ہے کہ اے معانی شبہ ہوتا ہے کہ یہ شعر تیرے ہیں یا خاقانی کے۔

اس قصیدے کا آغاز بخت کی آمد آمد کے ذکر سے کیا ہے اور لکھا ہے:-
بخت کا پھول یا قوتِ رمانی کی طرح کھلا ہے اس لئے اے سہلیو!
سب مل کر بخت کو اپنے یہاں ہان رکھو۔

بخت کی رت نے اپنے ساتھ خوشیاں لا کر فراق کی آگ کو بجھا دیا ہے
اے نولیو! آج یک نئی مجلس شاہانہ ترتیب دو۔

بخت کی آمد آمد کی وجہ سے تمام درختوں کو جواہر کی طرح پھول لگے ہیں۔

تاکہ تم اپنے پیار پھولوں کو موتیوں کی طرح بچھاؤ کرو۔

اے ساقی! بخت کے پھولوں پر کی شبنم کو شراب کی طرح صراحی میں
 بھرتا تاکہ اس شراب کے پینے سے ایسی منہمی ہو کہ ہمارا رنگ نورانی ہو جائے۔
 صراحی سے شراب اندھیلے وقت غلغل کی ایسی آواز نکلتی ہے گویا بادل
 مست ہو کر گرج رہا ہے۔ اس غلغل کی آواز کو اینٹیاں کی آواز سمجھ کر پیالہ پیتے جاؤ۔
 اے ساقی! شراب پلاتا جاتا تاکہ مجھ کو کشف ہونے لگے۔ کیونکہ شراب مکی وجہ
 سے مجھے پوشیدہ راز بھی نظر آنے لگتے ہیں۔

عنبر، عود، مشک، زعفران کا رت آیا ہے اسی وجہ سے ان سب کی خوشبو
 دنیا کو گلستان بنا دیتی ہے۔

اے ہیلیو! تم سب مل کر چاند اور سورج کے حوض خانوں کو بھی آب حیات
 سے بھر دو تاکہ ہم افشانی رنگ کھیلیں۔ بخت کے پھولوں کی مالابہن کر جیں
 صحن میں نکلی آئی ہے جس کے پھولوں کے نقش و نگار کو دیکھ کر مانی بھی حیران ہے۔
 سورج کی کرنوں کو پھولوں کی چھڑیاں بنا کر ہم ایک دوسرے کو مارتے
 ہیں۔ ہیلیوں کے ساتھ بیکھیل خدا کرے کہ میں ہمیشہ کھیلتا رہوں۔“

اس نظم کو لکھتے وقت بادشاہ خوشی کے مارے اتنا آپے سے باہر ہو جاتا ہے کہ

اس کو اپنے دشمنوں کی شکست اور اپنی کامرانی یاد آ جاتی ہے اور کہتا ہے کہ :-
 قطب شاہ پر مصطفیٰ اور مرتضیٰ کی نظر ہے اسی لئے اس کے دشمن کی
 پیشانی پر حرفِ شیمانِی لکھ دیا گیا ہے۔
 ان کے دشمنوں پر ازل ہی سے لعنت بھیجنا واجب ہے خواہ وہ
 مرقندی ہوں یا بخارائی یا لٹانی۔

نظموں میں پہلی نہایت پر لطف ہے اس میں اس نے اپنے بسنت کھیلنے کا طریقہ
 اور اس کے رسوم سب صاف صاف بیان کر دیے ہیں۔ یہ نظم جذبات کئے اظہار سے
 معمور ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہ اور اس کی سہیلیاں بسنت کھیلتی تو ہیں
 تو مہربان بخش گلو اس نظم کو گاتی رہتی تھیں۔ وہ لکھتا ہے :-
 اے پیارے! آؤ عشق کی بسنت کھیلیں کیونکہ تم چاند ہو اور میں تار ہوں۔
 میرا جسم خالص کندن کی طرح چمک رہا ہے اور میں رنگارنگ کے اور ہر طرح کے
 چھند بند کے ساتھ تیار ہوں۔

ہم اور ہمارا سب کچھ اس طرح بسنت کا رنگ کھیلیں جیسے آسمان شفق کی
 وجہ سے رنگارنگ ہو جاتا ہو۔

شفق کے رنگ کے پیچھے سے جس طرح تارے جھلکنے لگتے ہیں اسی طرح
 ہمارا سورج کی کرتوں جیسے زر کے تاروں سے بنا ہوا لباس جھلکنے لگا۔
 پیاری بنت کو پیا کے قدموں سے مل کر لے آئی اور کچھ اس طرح
 بنت کھلی کے رنگ رنگ کو سنگار حاصل ہو گیا۔
 اپنے جو بن کے حوض خانوں میں عشق کا رنگ بھر کر جسم کے رویں رویں میں
 بجلی کی رود وڑا دیتی ہے۔

رنگ سے بھگی ہوئی چوٹی میں سے سر پٹیاں رات کی نشانی بن کر
 سیاہ نظر آتی ہے اور اس کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ سورج (جیسے پستان) کے
 بیچ میں رات کو کبھی جبکہ مل گئی۔

بنتی رنگ کے جسموں اور کندنی گالوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
 کیسر کی آگ کی بہا پھیل پھول رہی ہے۔

نئی کے صدقے میں قطب شاہ نے ایسی دھوم دھام کی بنت کھلی
 کہ تینوں عالم رنگیلے ہو رہے۔

بعد کی دونوں نظموں کے بعض مصرعے پڑھے نہیں گئے۔ ان نظموں میں محمد قلی نے

لکھا ہے کہ بسنت کی ہو آئی اور سکیوں کے تن مشک وزعفران کی خوشبو سے معطر ہو گئے۔
 چاروں طرف ہرے رنگ کی ہوا چھا گئی۔ کوئلیں نغمے گانے لگیں۔ سور کی اچھے رس
 والی آواز عالم کا دل بھانے لگی۔ طرح طرح کے گلابی رنگ کے لباس رنگیلی بھیلیوں
 کے قد پر زیب دینے لگے۔ اور موتیوں کی بارش عجیب منظر دکھانے لگی۔ پیہا
 میٹھے میٹھے گیت گانے لگی۔ پھول جیسے ہونٹوں کے بیالوں سے شہد جیسا رَس
 ملنے لگا۔ پیاری اور پیا ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سرو کے بن میں گلاب کے پھولوں کی مالا
 پہن کر نکلے۔ کوئلوں کے گلے اچھے اچھے نغمے الاپنے لگے کہ تن تن تن تن تن تن
 تالا۔ ایسے گوسائیں کی ہمیشہ سیا کرنا چاہئے جو خواست کو دور کر کے نہال کر دیتا ہو۔
 قطب شاہ کو بسنت کھیلنا اور عیش مناتا ہوا دیکھ کر کیا تعجب کہ دشمنوں کے سینوں
 میں دکھ کے بھلے سلتے ہوں۔

پانچویں اور چھٹی نظمیں مکمل ہیں اور ان میں بھی بسنت کی مصروفیتوں کو بڑی
 خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے۔ ساتویں نظم بڑی طویل بحر میں اور بہت پر زور
 لکھی ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے:۔۔

بادشاہ کے مندر میں بسنت سعادت کی خبر لے کر آیا۔ بسنت کے آنے
 کی وجہ سے آنکھوں کی تیلیوں کا چمن پھولوں اور پھولوں سے معمور ہو گیا۔

بنت کے پھول نے تمام پھولوں کو مہمان بن کر آنے کی دعوت دی
اور اس دعوت میں گلاب کو پیالہ بنا کر خدمت کرنے کی غرض سے لے آیا۔
بنت کی روشنی سے تمام دنیا میں پھول کھل گئے اور آسمان پر لال
رنگ چھا گیا۔ سورج کی دھوپ میں بنت ہی کا رنگ نور بن کر جھلکتا ہے
اور چاند کے حوض کو بنت نے چند ن بھر کے ہکا دیا ہے۔

بنت کی وجہ سے ہر گھر میں موتیوں اور باقوں کے انبار لگ گئے۔ ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ بنت نے ہر گدا کو خاقان کے ہم پلہ بنا دیا۔
اے معافی خدا کا شکر بجا لا کر تیرے مندر میں رات اور دن خوش
اور آند کے ساتھ بنت منایا جاتا ہے۔

ان سات نظموں اور قصیدے کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے ایک نظم بقرعید
اور بنت کے ایک ساتھ آنے پر بھی لکھی تھی یہ بڑی اچھی نظم ہے اور اس میں بادشاہ
نے بقرعید اور بنت دونوں کی مسرت کی ترجمانی کی ہے۔ دو موضوعوں پر ایک ساتھ
خیال آرائی کرنے میں محمد قلی کو بڑا کمال حاصل تھا۔ اس کی اس قسم کی نظمیں اردو شاعری
میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائیں گی۔ اس کا نوروز اور روز عید کا قصیدہ
اردو زبان میں اپنی آپ نظیر ہے۔ اسی طرح بقرعید اور بنت کی نظمیں بھی نہایت ہی

پر لطف اور بلند پایہ ہے وہ لکھتا ہے :-

”بنت بکرید کے ساتھ مل کر عشرت کے پھولوں کی ہار لے آیا اور
اور بنت کا بکرید کے ساتھ آنا میری تمام رنگ بھری ہسیلیوں کے دل کو بہت بھایا۔
اس کی خوشبو کی ہٹکاٹ سے اس جگہ میں ہار آگئی۔ بنت اور بکرید کی وجہ
سے عیش کے پھول باغ عالم میں چھا گئے۔

تمام شگل آسمان کی طرح بن رہ گئے جن پر ستاروں کی مانند پھول کھلنے لگے
بنت نے بکرید کے ساتھ زہرا کو مجبور کر دیا کہ وہ منگل کے ساز پر گامے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کھلتی ہوئی کلیوں کے نازک ہونٹ کچھ بھید بیان
کرنے کے لیے ہل رہے ہیں۔ کیونکہ بنت بکرید کے ساتھ اس لیے آیا ہے کہ
دونوں مل کر بادشاہ کی تعریف بیان کریں۔ (جو ایک ہی کے بس کی بات تھی)
جب بادشاہ خوبصورت سکیوں کے چہروں پر رنگ تھا یا ڈالتا ہے تو
ان کی آنکھوں کی تلیں ایسی جھلکتی نظر آتی ہیں جیسے سورج نے رات میں مناروں
پر اپنی کرنیں ڈالی ہوں۔

ہماری بزم میں عشرت کے بادل اور آب حیات کی پھواریا جھڑی برسنے
لگتی ہے کیونکہ بنت نے بکرید کے ساتھ آکر میرے دل کے چین میں سکھ کی

کو نہیں اگائی ہیں۔

بنت اور بکرید دونوں حضرت نبیؐ کی نظر کرم کی وجہ سے ایک جگہ مل کر آئے

ہیں اور قطبِ زمانہ آئندہ اور سکھ پارہا ہے۔

**مرگ سال یا آمد
برسات** | مرگ سال یا آمد برسات کے موقع پر جو عید منائی جاتی تھی

اس کا تذکرہ بھی نوروز اور بنت کے بعد ضروری ہے۔ یہ

یہ اصل میں عوام کی عید ہے۔ اور خور واد اور تیر کی چلچلاتی گرمیوں کے بعد جب موسم بدلتا ہے اور بارش شروع ہونے لگتی ہے تو زمین کے ذرہ ذرہ میں جان پڑ جاتی

ہے۔ پھر انسانوں کا کیا پوچھنا! اور دکن میں تو موسمِ باراں ہی اصل میں موسم

بہار ہے یہی وجہ ہے کہ محمدؐ نے بارش کے آغاز کو بڑی اہمیت دی اور جس روز

مرگ لگتا یا برسات کا موسم شروع ہوتا وہ بڑی دھوم دھام سے مجلسِ آرائی کرتا۔

شراب کے دور چلتے۔ مطریانِ خوش تو ارقص و سرو کے کمال دکھاتے۔ باغوں میں

جھولے ڈالے جاتے عشق و شہینگی کے جذبات برانگیختہ ہونے لگتے بہیلیاں مشک و

زعفران و عنبر مل کر اپنے جسم کو معطر بناتیں اور سیر بہوٹی کے رنگ کے سرخ

کپڑے زیب تن کرتیں۔ پھول اور پان کے طبق تقسیم کیئے جاتے۔ تمام محلات شاہی

میں زمردی رنگ کی مندیں بچھا دی جاتیں اور ہر طرف خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔

محمد قلی نے اپنے شاعرانہ کمال کا بہترین اظہار اس موضوع سے متعلقہ نظموں میں بھی کیا ہے۔ اس نے موسمِ یاراں کی آمد آمد پر پندرہ نفیس نظمیں لکھیں اور گرمیوں کے بعد موسم کی تبدیلی کی وجہ سے کائنات جس طرح متاثر ہوتی ہے اُس کے ایسے پاکیزہ مرقعے چھوڑ گیا ہے جو اردو شاعری کے شاہکار سمجھے جاسکتے ہیں۔ ان نظموں میں منظر نگاری کے بہترین نمونے دستیاب ہوتے ہیں۔ اس کی یہ نظمیں زیادہ تر گائی جاتی ہوں گی کیونکہ ان میں موسیقیت کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ اور قافیے اور ردیفیں ایسی استعمال کی ہیں جو لے کے ساتھ پڑھنے میں بڑا اثر پیدا کرتی ہیں۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے۔

بارش کا موسم آیا اور کلیوں کا راج شروع ہو گیا۔ کیونکہ اب ہری ہری
ڈالیوں کے سروں پر پھولوں کے تاج پہنائے جائیں گے۔

مینہ کی بوندوں کا پیالہ ہاتھ میں لے لو کیونکہ ہر مہین بڑھ چڑھ کر
سج دہج کر رہی ہے۔

جسم ٹھنڈی وجہ سے لرز رہے ہیں اور جو بن کپکپا رہے ہیں۔ پیا
کا چہرہ دیکھتے ہی چولی خود بخود بٹھی جا رہی ہے۔

نازنین کا چہرہ بجلی کی طرح چمکنے لگا جب وہ شرم کے مارے انہل
ہٹا کر پھر چہرے پر ڈال لینے لگی۔

اس کے بالوں میں پھول ایسے نظر آنے لگے جیسے آسمان پر تارے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عہد کی پدہنی ہے۔

چاروں طرف گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور مینہ برستا ہے۔
عشق کے ترانوں سے موروں نے چمنوں کو معمور کر دیا۔

اے قطب شاہ حضرت مصطفیٰ کے صدقے سے برسات آئی ہے
اس دن عشق و عاشقی کے ساتھ حکومت کرو۔

آمد برسات کی بعض نظموں میں بادشاہ نے اپنی فتح مندی اور خوش طالعی پر
بھی بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے اور اپنی تعریف میں اتنا زیادہ لکھا ہے کہ
خود ستائی تک پہنچ گیا ہے۔ ساتھ ہی بعض دشمنوں کی بڑی مذمت کی ہے اور
ان کی ذلت و رسوائی اور ناکامی کا تلخی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ اس سے پتہ
چلتا ہے کہ اس نے بارش سے قبل بعض اہم لڑائیوں میں فتح پائی تھی۔ چنانچہ
مدعیان سلطنت عبدالقادر عرف شاہ صاحب اور خدا بندہ (برادران محمد قلی)
کی بغاوت کے تذکرے میں بارش سے متعلق انہی نظموں میں سے ایک کا ذکر

کیا جا چکا ہے۔

بارش کی دوسری نظم میں اس نے جس طرح خود ستائی کی ہے اس کا اظہار پہلے کیا جا چکا ہے۔ کیونکہ اس نظم کے بعض شعروں کا خلاصہ اس کتاب کے صفحہ ۱۰۲ پر درج ہو چکا ہے۔

مرگ سال کی پانچویں نظم تو صرف نام کو بارش سے متعلق ہے۔ ورنہ پوری نظم بادشاہ کی فتح مندی اور دشمنوں کی شکست کی خوشی سے معمور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عین بارش کے آغاز کے وقت اس کو کوئی بڑی فتح نصیب ہوئی تھی۔ یہ نظم اور اس کا خلاصہ اس کتاب کے صفحات ۱۰۳ و ۱۰۴ درج ہے۔

اسی طرح آٹھویں نظم کے خاتمہ پر بھی کسی کامیابی کی طرف اشارہ کیا ہے جب کہ کہتا ہے۔

اے محمد قطب شاہ خوشی کی خبریں آئی ہیں۔ اس لئے مرگ کے ساتھ فتح و کامرانی کی تقریب بھی منعقد کرو۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بحث تھی لیکن اس کا تذکرہ اس لیے چھیڑا گیا کہ گو لکنؤ میں محمد قلی کے عہد حکومت میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں ملک کے حالات کے پیش نظر بارش سے قبل فتح حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اس طرح

عہد محمد قلی کی لڑائیوں کے جہینوں کا تعین کرتے ہیں ان نظموں سے مورخ کو بڑی مدد مل جاتی ہے۔

اصل موضوع یعنی آمد برسات کی رنگ ریلیوں کا بھی خود محمد قلی کی زبان سے کچھ حال معلوم کر لینا دلچسپی سے خالی نہیں۔
گیارہویں نظم میں وہ مرگ کی تقریب منانے کے لئے اپنی سکیوں کو یوں دعوت دیتا ہے :-

مرگ کے بادل گرج رہے ہیں اے سکیو آؤ اور سنگار کرو۔ بارش کے
قطرے آہستہ آہستہ گرنے لگے تم ان سے اپنی چولی بھگالو۔ دتا کہ تمھارے
جو بن کی بہار نظر آئے۔

عطارتے ہواؤں کے جنگل میں پھولوں کے ٹبل کھول کر خوشبو کی ہکا
اٹھا دی ہے اس لیے تم پھر میرے دل میں چلے آؤ۔

جس طرح ڈالیوں پر سرخ پھول نکل آئے ہیں اسی طرح تم اپنے
بازوؤں پر بازو بند کے سرخ پھندوں کی بہار دکھاؤ۔

بادلوں کی وجہ سے آسمان اور زمین کا ایک رنگ ہو جانا !
بڑا اچھا منظر دکھائی دے رہا ہے۔ آج عیش کا دن ہے اس لیے

اے سکیو لہار گھاؤ۔

تم سب سر سے پاؤں تک پر تکلف اور چکدار سرخ لباس پہن لو۔
جس طرح سورج شفق میں چلتا ہے اس طرح اے سکیو تم میں سے ہر ایک
چمکے۔

ہونٹوں کی یا قوتی پیالیوں سے شراب محبت بھر کے نئے بادشاہ
محمد کو بھی پلاؤ۔ ناچنے والیوں کو اپنی آنکھوں کی تیلیوں سے شراب پلا کر
ست بناؤ تاکہ وہ شاہی مندر کے صحن میں نٹوں کی طرح ناچنے لگیں۔

یہ نظم محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے بعد ہی جب پہلی دفعہ مرگ لگا ہے اس وقت
یعنی ۱۷۹۹ء کی برسات کے آغاز میں لکھی گئی تھی۔ کیونکہ اس نے خود کو اس نظم میں نئے
بادشاہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اس طرح گویا وہ سو پھویں سال میں نضا جب یہ نظم
لکھی گئی ہے۔ اور دراصل یہی نظم گوکلنڈے میں مرگ کی تقریب منانے کا آغاز کرتی
ایک اور بہت اچھی نظم جو غالباً بہت بعد لکھی گئی اس سلسلہ کی نویں نظم ہے۔

اس کی تصنیف کے وقت اس تقریب کو رائج ہوئے عرصہ گزر چکا تھا کیونکہ اس میں
وہ آمد برسات کی خوشیوں کا تذکرہ اس طرح کرتا ہے جیسے کوئی بارہا ان تقریبوں سے
مخطوط ہو چکا ہو اور اب اپنے گزشتہ کے تجربے بیان کر رہا ہے۔ اس نظم کی

بحرِ طویل اور زمین بڑی پر لطف اختیار کی گئی ہے۔ اس میں کہتا ہے :-
 مرگ کے بادلوں کو گر جتنا ہوا دیکھ کر بالیاں (دوشیزائیں) چاروں طرف
 سے آئیں اور فوجوں کی طرح ایک جگہ جمع ہو گئیں۔ اور اپنے زرق برق
 لباس سے زمین پر بھیلیاں چمکانے لگیں۔

ان نئی نئی اور شوخ دوشیزائوں نے اپنی چولیاں پانی کی لہروں سے
 بھگائی ہیں اور چھوٹوں میں بنو زائیل رہی ہیں۔

شرابِ عشق کے پیالوں، غمزہ کرنے والی آنکھوں کی چالوں، اور جوانی
 کے اُلاؤں (ترنگوں) سے مست ہو کر یہ دوشیزائیں آپس میں عیشِ منا
 رہی ہیں۔

ان چھیلی تیلیوں جیسی دوشیزائوں کے جو بن چولیوں کے بندے آزاد
 ہو کر نکل پڑے ہیں، ان کے جسم سے شرابِ عشق ابل رہی ہے، اور وہ
 اپنی آنکھوں سے فریفتہ بنا رہی ہیں۔

اپنے زرق برق لباس کی وجہ سے ہر لمحہ جگمگا رہی ہیں، رہ رہ کر بادشاہ کے
 گلے لگ رہی ہیں، اور چال میں ایسی دگمگاہی ہیں جیسی کہ بادلی لڑکیاں ہیں۔
 ایک سے زیادہ دوسری چمک دمک دکھاتی ہیں جس کو دیکھ کر دنیا کے

بڑے بڑے سیانے راہ بھٹک جائیں۔ جب یہ چلی لڑکیاں مت خرام
ہوتی ہیں تو ڈھلے ہوئے موتی بھی ان کو دیکھ کر مارے شرم کے پانی پانی
ہو جاتے ہیں۔

بچی کے صدقے میں یہ پاک و صاف دوشیزائیں ناز و انداز کے ساتھ
رات اور دن قطب شاہ کے ساتھ رہتی ہیں اور اپنا من بھانا سکھ حاصل
کرتی ہیں۔

اس نظم کی روایف لفظ بالیاں (یعنی دوشیزائیں) ہے۔ اور قافیہ چلیاں،
پتلیاں، زلیاں، بجلیاں، ملیاں، اور باولیاں وغیرہ۔

ایک اور نظم (نمبر ۱۲) کی روایف میں "اور قافیہ گلناں، چنناں، اور جوہناں
وغیرہ ہیں۔ اس کی بحر بھی خاص ہے۔ چونکہ اس میں بارش کے مناظر کے لیے
بڑی اچھی تشبیہیں استعمال کی ہیں اس لئے اس کے چند اشعار کا خلاصہ بھی درج
کیا جاتا ہے:-

آسمان پر فرشتوں نے مرگ کے ہینے کو دعوت دی اور اس خوشی میں
سمندر کے موتیوں کو آسمان سے برسا یا جن سے ہمارے صحن بھر گئے۔
زمین نے سر پہ جواہر کی پگڑی باندھ لی اور آنگ میں کانچ کے رنگ

کی چولی پہن لی۔ اور لعل بین جیسی ہیر بھوٹیاں تمام ملکوں میں نکل آئیں۔
 ہر طرف ہرے بھرے جنگل دیکھ کر چاروں طرف سے مور کوک رہے
 اور رنگ برنگ کے پرندے چمنوں میں مست ہو کر نغمے گارہے ہیں۔
 ہرے جنگل میں لال لال پھول نہیں ہیں بلکہ زمرد کی لگنوں میں شبنمی
 تیل سے شمعیں جل رہی ہیں۔

اس تازگی اور طراوت کو دیکھ کر موہنیاں اپنے خوش رنگ جسموں
 پر رنگ برنگ کے لباس پہنی، اپنے جوہنوں کی پہاڑ دکھاتی ہوئی، ناز و
 انداز کے ساتھ محو خرام ہیں۔

ان کے آب حیات جیسے صاف و شفاف پتہ نون کے ساتھ سیاہ
 بھیشٹینیں دسرپستان، غلات کی طرح لگی ہوئی ہیں۔ یا جوہن کے پاک و صاف
 آسمانوں پر ڈوکالے کالے بادل چڑھ آئے ہیں۔

ہوا کا نظارہ کرنے کے لیے مست ہیلیوں نے شراب پی لی ہے
 اور چنبیلی کے پھولوں میں بھنورے ملہار کے گیت گاتے پھر رہے ہیں۔
 یہ مشک جیسے سیاہ بھنورے نہیں ہیں جو پھولوں کو اپنا وطن بنائے
 ہوئے ہیں بلکہ چنبیلی جیسی نرل تھوڈیوں کی کالی کالی تلبیں ہیں۔

زرینے کے لباس میں سکیاں سر سے پاؤں تک زرق برق نظر آرہی ہیں اور
اُن کے گھنگرؤوں اور پیچوں نے میرے دل کو بھرا کر چھپی کی طرح بے تاب بنا دیا۔

آخر میں ایک اور نظم کے تذکرے کے بعد اس موضوع کو ختم کیا جاتا ہے یہ نظم ایک ایسے
وقت لکھی گئی تھی جب کہ عید میلاد نبی کے زمانے میں یعنی وسط ماہ ربیع الاول میں دھوپ کا ختم
ہو کر بارش کا آغاز ہو رہا تھا۔ بادشاہ اس سال آمد برسات کو خاص اہمیت دیتا ہے اور کہتا ہے۔

یوم میلاد نبی میں آنے کی وجہ سے مرگ سال کو وہ دلفریب حال ہو جاوے گا جو عام طور پر دنیا میں نہیں۔

مرگ سال نے یوم نبی کی خوشی میں چاروں طرف بادل کے منڈپ تان دیئے

ہیں اور بجلیوں کے تار امانڈل گرج رہے ہیں۔

اس دفعہ کچھ ایسے طریقے سے مرگ سال فضا پر چھایا ہوا ہے کہ زمین

تازہ ہو کر مارے خوشی کے نہس رہی ہے۔

ہرے ہرے فرش پر مرگ سال نے خود فرش بن کر موتیوں کے بچھونے بچھا دیئے۔

اور دنیا میں جملہ مخلوق کو (مساوی طور پر فیض پہنچا کر) ایک طرح سے عیش

کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور پاک و صاف بارش کے قطروں کو گلاب نیا کر عالم کے سینے پر چھڑک دیا

قطب شاہ کو عید میلاد نبی منانا ہوا دیکھ کر مرگ بھی بڑے شوق سے نبی کا

سہیل اگارا ہے۔

رسم و رواج اور دیگر مصروفیتیں



عیدوں اور تہواروں کی دھوم دھام اور مصروفیتیں معلوم کرنے کے بعد ہمارا خیال محمد قلی قطب شاہ کی خانگی دلچسپیوں اور روزمرہ کی مصروفیتوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ جب ہم اس موضوع کی خاطر تاریخوں اور کلیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ امر یابہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ محمد قلی گولکنڈہ یا قطب شاہی تمدن و معاشرت کا سب سے بڑا تعمیر کار تھا۔ اس کے عہد میں جو رسم و رواج چل پڑے وہ اس کے بعد بھی صدیوں تک باقی رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جس کو آج دکنی تہذیب و معاشرت کہا جاتا ہے وہ زیادہ تر محمد قلی ہی کی مرہون منت ہے۔

دکن میں شادیوں کے سلسلے میں جو رسم اب تک رائج تھے ان میں سے اکثر محمد قلی کے رائج کردہ ہیں۔ یہ معلوم کر کے حیرت ہوتی ہے کہ حیدر آباد اور مضافات میں اب تک (یعنی ساڑھے تین سو سال گزر جانے کے بعد بھی) جلوہ کے وقت محمد قلی قطب شاہ ہی کے لکھے ہوئے گیت گائے جاتے ہیں۔ چندی اور ساچی کے رسوم بھی

اس نے بڑی دھوم دھام سے جاری کئے تھے۔ اور سالگرہ کی تقریب منانے پر تو اس نے خاص طور پر توجہ کی تھی۔

اس باب میں پہلے انہی مذکورہ رسوم سے متعلق معلومات پیش کرنے کے بعد محمد قلی کی دوسری روزمرہ کی مصروفیتوں اور دلچسپیوں کے متعلق اجمال کے ساتھ لکھا جائیگا۔

سالگرہ

محمد قلی اپنی سالگرہ کی تقریب بھی عیدوں اور تہواروں کی طرح بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام کے ساتھ مناتا تھا۔ یہ اگرچہ اس کا خانگی کالج تھا لیکن ہر طبقہ اور ہر قوم کی رعایا کے لیے یہ ایک مشترکہ قومی تقریب بن گئی تھی۔ خود بادشاہ نے اس کو تمام اہل ملک کے لئے ایک سرکاری عید کے طور پر رائج کر دیا۔ یوں تو محمد قلی قطب شاہ ۴۲۱ رمضان کو جمعہ کے دن پہلے پہر میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس کی سالگرہ کی تقریب ہر سال اسی تاریخ کو نہیں منائی جاتی تھی بلکہ رمضان کا چاند دیکھنے کے ساتھ ہی ماہرین نجوم کے مشورہ سے تاروں کو دیکھ کر مبارک ساعت اور اچھی گھڑی کا تعین کر کے بادشاہ کی سالگرہ منانے کا دن تاریخ اور وقت مقرر کیا جاتا تھا۔

دن اور وقت کا تعین ہوتے ہی تمام محلات شاہی کو آراستہ کیا جاتا بڑے بڑے شامیانے یا منڈپ اور آسمان گیریاں تانی جاتیں جن کے اونچے اونچے

تھنوں کے کلس چاند اور سورج کی طرح چمکتے رہتے تھے۔ خوشی کے دھامے بجنے لگتے۔ ٹمٹمیاں بجائی جاتیں اور تارامندل چھوڑے جاتے۔

جہاں ساگرہ کے پھول پھنٹے جاتے تھے اس جگہ نیلگوں رنگ (جو قطب شاہوں کا سرکاری رنگ تھا) کا چتر لگایا جاتا۔ اور جب بادشاہ مرصع لباس زیب تن کیے اور سر پر شاہی تاج رکھے اس چتر کے نیچے مندر پر بیٹھتا تو سات ہیلیاں پھولوں کا منڈپ پکڑی کھڑی رہتیں۔ یہ منڈپ نیشکر یعنی گٹنے کی چھڑیوں پر باندھا جاتا تھا۔ اور گٹنے کی ان چھڑیوں کو یہ سات نائٹیں تھامی رہتی تھیں۔

بڑے بڑے طبقوں میں مشک و زعفران بھر کر لایا جاتا تھا جو بادشاہ کے ساتھ تمام حاضرین محفل کو بھی لگایا جاتا۔ اس دعوت میں زبانی میں اتنے لوگ جمع ہوتے کہ تل دہرنے کو جگہ نہ رہتی۔ بادشاہ قبلہ رو بیٹھتا تھا۔ اور چودہ ائمہ معصومین کے نام لے کر سہرا باندھتے۔ حضرت علیؑ کا نام لے کر گلے میں ہار پہناتے اور مصری چبانے کے لئے پیش کیجاتی۔ اس کے بعد نظر اتاری جاتی اور زر و جواہرات تیار کئے جاتے۔

بادشاہ کے مصری چبانے کے ساتھ ہی تمام مخلوق میں مصری تقسیم کی جاتی تھی اس آشنائیں گانے اور ناچنے والیاں اپنے اپنے کمال دکھاتی رہتیں دعوت میں زبانی کے آخر میں اپنے پھول پان تقسیم ہوتے کہ ان کا خرچ لکھنا مشکل تھا۔

جس روز بادشاہ کی سالگرہ منائی جاتی تمام ملک میں ہر مذہب و ملت کے لوگ سجدے کر کے یا ہاتھ اٹھا اٹھا کر بادشاہ کی درازئی عمر کے لئے دعا کرتے شاہی باورچی خانوں سے لال لال طبقوں میں الوان نعمت کی تقسیم عمل میں آتی۔ یہ تمام معلومات تاریخوں سے نہیں بلکہ خود محمد قلی قطب شاہ کے کلام سے حاصل ہوئی ہیں۔ اس نے اپنی سالگرہ سے متعلق ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی تھی جن میں دس کلیتہ میں شائع ہوئی ہیں ان نظموں کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں اس نے خدائے تعالیٰ کی عنایتوں کا بڑی عاجزی سے اعتراف کیا ہے۔ اس کے احسان مندی کے جذبات جتنے ان نظموں میں نمایاں ہیں کہیں اور نہیں۔ وہ ہر سالگرہ کے وقت سر تا پا عجز و انکسار کا پتلا اور خدا کا سچا سپاس گزار بندہ بن جاتا تھا۔ وہ اپنی درازئی اور ترقی اقبال کے لئے بڑے عجز و الحاح کے ساتھ دعائیں مانگتا ہے اور اس کو نشین تھا کہ وہ اپنی ہر سالگرہ محض نبیؐ اور اہل بیت نبیؐ کے ہر و کرم کی وجہ سے دیکھ سکتا ہے۔ اس لیے وہ ان سب کی مدح و منقبت میں رطب اللساں ہے۔ ان نظموں میں اس نے خود ستائی بھی کی ہے لیکن اس میں بھی اس کو نبیؐ و آل نبیؐ ہی کی توصیف و حمد مقصود تھی مثلاً تیسری نظم میں لکھتا ہے :-

خدا کی رضا سے سالگرہ آئی ہے۔ اس لئے تو اس کا ہزار بار شکر ادا کر۔

میرا راج اماموں کی دعا کی وجہ سے قائم ہے اور اسی لیے خدائے گویا آب جیلا دیا ہے۔
 تنہی کی دعا میرے سر پر ایک منڈپ کی طرح ہے اور اس منڈپ کی طہنیاں اماموں کی
 دعائیں ہیں۔

تیرے جسم کا ہر رواں ایک زبان ہے اور تو ان تمام زبانوں سے شکر ادا کر کہ
 تیری قسمت کے تارے کو شرف بخشا گیا۔

اے سحافی تو مجھ پر صلوات بھیج کیونکہ انہی کی وجہ سے تو بچپن سے دنیا میں سرخرو
 اس سلسلے کی پانچویں نظم بہت اچھی اور اعلیٰ پائے کی ہے اس میں محمد قلی قلیب کہتا ہے:-
 حبیب حق کی عنایت سے میری سالگرہ کے دن آئے ہیں اور علی کی محبت
 کی وجہ سے میری محفل معور ہے۔

محمد قلی کے سر پر پھولوں کا منڈپ اس طرح اٹھائے کھڑے ہیں گویا خدائے آسمان کو تیار دیا۔
 میرے سر پر محمد کا نام لے کر سہرا باندھا گیا اور گلے میں علی کے نام سے حایل پہنا گئے۔
 سکیوں نے اس تقریب میں اپنے سینے کے صدر پر جو نیوں کو پھولوں کی گیندوں
 کی طرح ہزاروں چھتہ بند سے سجایا ہے۔

سہیل ساتی بن کر سنبلا کی صراحی سے شترتی کے پیالے میں شراب پلانے کے لیے آیا ہے۔
 فرشتے مجھے چکانے کے لیے آسمان کے طبق میں تاروں کے نقل بھر کر اپنے ساتھ لائے ہیں

سکیاں سرخ رخساروں کے طبق میں عشق و محبت کی نعمت رکھ کر اپنے
پیارے بادشاہ کو بڑے انداز سے کھلا رہی ہیں۔

آسمان کے طبق میں سورج اور چاند کے کاسے رکھ کر ان کو زعفران اور مشک
سے بھر دیا گیا ہے تاکہ میری محفل میں کام آئیں۔

آسمان نے بادلوں کے منڈل اور فرشتوں نے چاند اور سورج سے تائیاں
بجا کر میری دلچسپی کے لئے سکیوں کو نچایا ہے۔

محمد فلی ہمیشہ مجھ کا غلام ہے اور اس نے آج علیؑ کی ہربانی کی وجہ سے سکھ اور اند
حاصل کیا۔

نبی کے صدقے میں اے قطب شاہ علیؑ سے مدد مانگ تاکہ تو آج کے دن لاکھ برس
تک سالگرہ مناتا رہے۔

اسی طرح جملہ نظروں میں خوشی کے لہار کے ساتھ ساتھ خدایتی اور اہل بیت نبیؐ کی منقبت
بڑی پاکیزگی سے نقل و نقل کی گئی ہے۔ یوں تو سالگرہ کی اکثر نظمیں اس قابل ہیں کہ ان کو پڑھ کر بادشاہ
کے خلوص اور تخیل کی صفائی سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں لیکن یہاں ایک اور نظم کا خلاصہ درج
کر کے بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ ساتویں نظم میں لکھا ہے :-

فرشتے عرش کے اور پربادشاہ کی سالگرہ مناتے ہیں اور ساتوں آسمان کے مخلوق
میں بادل فراس بن کر فرش بچھاتے ہیں۔

پنجتن، بارہ اماموں، اور چودہ معصوموں کے کرم کی وجہ سے بادشاہ کو آج لاکھ
برس کی سالگرہ بڑی آرزو اور ارمان سے حاصل ہو رہی ہے۔

تمام حوروں نے سجدہ کیا تاکہ بادشاہ ہمیشہ زندہ رہے اور فرشتے ہاتھ اٹھا کر
اس دعائیں آمین کہہ رہے ہیں۔

آسمان پر خوبریوں کے چہروں کے افشاں کی طرح تارے نہیں ہیں بلکہ بادشاہ
کی سالگرہوں کی گریں ہیں جو دو عالم کے لئے باعث زینت بن گئی ہیں۔
بادشاہ کے گھر میں ہمانی (دعوت) ہوتی دیکھ کر سورج اور چاند بھی جہان بن کر
آئے ہیں بجلیاں خوشی سے ناچ رہی ہیں اور عشرت کے بادل چھا رہے ہیں۔
چاروں طرف سے بادل مل کر دوڑے آ رہے ہیں گویا فرشتے اس تقریب میں
آسمان کے سینے کو ملنے کے لیے مشک لے آئے ہیں۔

پنجتن پاک قطب شاہ کو اپنی غایت سے حیات اور بخت و دولت دیکر غصہ کی طرح جلاڑ
میں۔

سالگرہ کے بیان کے ساتھ ہی ہندی کے رسم کی تفصیل بھی قابل ذکر ہے۔

ہندی

اس موضوع پر ایک ہی نظم سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جس میں وہ کہتا ہے کہ :-

خوشیوں کے بل بچائے جا رہے ہیں اور قطب زماں کو طرح طرح سے آبیٹا پلایا جا رہا ہے۔

مجھے اس بارگاہ میں بٹھایا جا رہا ہے جہاں کارنگ بڑا سہانا ہے اور جہاں نبی کا نام

کے کسورج جیسی شمعیں، لگائی گئی ہیں۔

وہاں کی مندیں زرنکار ہیں جس کے کندن میں تارے جڑے ہوئے ہیں۔ اور وہاں
سولنے سے بنائے ہوئے سرو کے درخت خاص آرائش و زیبائش کے ساتھ سجائے گئے ہیں۔

اس بارگاہ کے صحن میں زہرو کی طرح زرق برق محافے روشن ہیں اور ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ سورج کی کرنیں چمک دمک کے ساتھ سر اٹھائی کھڑکی ہیں۔

ایک خوبصورت رنگیلی بڑی نزاکت و رنگینی کے ساتھ بہت سے رنگ لاکر ہندی
بادشاہ کے پاؤں کو کئی ایک چادروں کے ساتھ لگاتی ہے۔

ہندی لگانے کے بعد تمام پیارے یکے بعد دیگرے بادشاہ پر سے بل بل جاتے ہیں
(بلائیں لیتے ہیں) اور خوش بخت مند ریاں رنگ اور رس کے ساتھ ناپختی ہیں۔

نئے کے صدقے میں قطب شاہ کو یہ خوشیاں زیب دیتی ہیں کیونکہ وہ ان خوشیوں اور
انند میں تمام دنیا کو شریک کر کے اپنا فریقتہ بناتا ہے۔

قطب شاہ

اس خلاصے کے بعد کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ ہندی کے رسم سے متعلق اور کچھ لکھا جائے یہ محمد قلی

کے شاعرانہ کمال کا طفیل ہے کہ اس کی زندگی کے اکثر واقعات کے نہایت نفیس اور مکمل مرقعے ہمارے محفوظ نگہ

جلوہ

اس موضوع سے متعلق محمد قلی نے جو نظمیں لکھی ہیں وہ بڑی دلاویز ہیں۔ چچہ

نظمیں تو محض جلوہ پر ہیں اور ایک جلوہ کی کھڑکیوں اور پردوں سے متعلق ہے جو تقسیم اوقاف کے عنوان سے درج کلیات

یہ تینوں سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ نظمیں محمد قلی نے اپنی شادیوں کی تقریب میں لکھی ہوں گی البتہ
 اتنا ضرور ہے کہ ان میں سے اکثر وہ اس کی زندگی سے متعلق ہیں۔ محمد قلی نے دو تین شادیاں دھوم دھام
 شرعی طریقے پر کی تھیں جن کا ذکر تامل اور اولاد کے عنوان میں درج ہے۔ لیکن ان باضابطہ نکاحوں کے
 علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کئی مازنینوں سے جملہ رسوم کے ساتھ شادیاں رچائیں اور جلوہ کی نظمیں
 زیادہ تر انہی تقریبوں میں لکھی گئی ہوں گی۔ اس کی بارہ پیاریوں کا تذکرہ گذر چکا ہے چنانچہ ان پیاریوں
 میں سے بعض کے نام بھی ان نظموں میں اس نے لکھ دیے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری 'چوتھی'
 'پانچویں' اور 'ہٹی نظم علی الترتیب کنوئی' پیاری، موہن اور ننھی کے جلوے کی تقریب
 میں لکھی گئی تھی۔

ان نظموں کے مطالعے سے اس عہد کی دلہنوں کے بناؤ نگہار اور رسم جلوہ کے طریقے
 واضح ہوتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف بڑے اہتمام سے جلوے کا تخت سجایا جاتا تھا
 اور چوکی کو چاروں طرف سے موتیوں سے آراتہ کرتے تھے۔ اور دوسری طرف شاٹھائیں دلہن کے
 ہاتھوں اور پاؤں کو ہندی لگائیں گندنی کلیوں کے ہار گوندھے جاتے۔ تمام عورتوں کو اس تقریب
 میں موتیوں کے کناروں کی ساٹیاں بندھوائی جاتیں۔

سات ہانگین مل کر دلہن کے بالوں میں تیل لگائیں، لنگھی کرتیں، چوٹی گوند ستیں۔ مانگت میں
 موتی پروئے جاتے۔ شاٹھ ہاتھوں کا بناؤ نگہار کرتی پیشانی پر چاندی ٹیکہ لگایا جاتا۔ آنکھوں میں

کا بل اور سر کے خط کھینچے جاتے۔ ایسے ہمیں کپڑے کا زرین لباس پہنایا جاتا کہ دلہن کا نام جسم اس میں سے جھلکنے لگتا اور اس کے جوہن ایسے نظر آتے جیسے کہ سونے کے طبق میں پھولوں کی گیندیں کھڑی گئی ہوں اور ان پر دو کالے کالے بھونرے بیٹھے ہوں۔ اس طرح آرائش و پیرائے کر کے ساتوں سہیلیاں دلہن کو جلوے کے تخت پر لا کر بٹھائیں اور اس کے سر پر پہرا اور گلے میں پھولوں کے ہار پہنائیں۔ اس وقت اگرچہ دلہن کے جسم اور سر پر جلوے کی چادر یا انچل اوڑیا یا جاتا تھا لیکن وہ بھی اتنے ہمیں کپڑے کا ہوتا تھا اور گلے کے ہاروں کے علاوہ جگہ جگہ سے اس کا جسم ایسا جھلکنے لگتا جیسے کہ بھلیاں ابر میں چمک رہی ہوں۔ پھول پہنانے کے بعد دلہا اور دلہن دونوں کو شربت پلایا جاتا اور دونوں کے ہاتھوں میں پان کے بیڑے دئے جاتے تاکہ ایک دوسرے کو کھلائیں۔

اس تفصیل کے بعد نہونے کے طور پر جلوے کی صرف ایک نظم یہاں نقل کر دی جاتی ہے جو اس سلسلے کی پہلی نظم ہے۔

پریم پیاری کا جلوہ گاؤں سارے	اسے خندہ سوں پریاں رنگارے
سہاگاں بھاگ بھل منک کھلے ہیں	سہیلیاں آرتی تارے نوارے
رچاؤ تخت جلوے کا خوشی سوں	کہ چند ہر چوک موتیاں سوں سنوارے
چڑاؤ تیل اب ساتوں سہاگان	مشاطہ ہو کے زہرہ ہت رنگارے
پلا شربت دیو و پاتاں میں بیڑے	بند او دسا ریاں موتیاں کنکارے
محمد قطب شاہ ہو راس پر یوں	خدا یار کھجواں لک ہیں ستارے

جلوہ کی نظموں کے سلسلے میں ایک اور طویل نظم کا تذکرہ ضروری ہے جو جلوہ کی گھڑیوں

اور پہروں کی ہر صوفیتوں پر قلمبند کی گئی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے :-

مازنین پہلی گھڑی میں ساقی کی بارش کے موتی جیسے قطروں سے غسل کرتی ہے اور دوسری

گھڑی میں شمع کی چادر اوڑھتی ہے ۔

تیسری گھڑی میں اپنے گلے میں پریم کی گسرباندھتی ہے اور چوتھی گھڑی میں چوکی پر بیٹھ کر مجھ کو
شراب حیدری پلاتی ہے ۔

پانچویں گھڑی میں پانچویں رنگوں کو آگ کی طرح نفوس سے روشن کرتی ہے اور
اور چھٹی گھڑی میں اپنی چھاتی کی عنبری خوشبوئیں نگیلاتی ہے ۔

ساتویں گھڑی میں ساتوں سکیاں مل کر مجھے حیرا باندھتی ہیں اور آٹھویں
گھڑی میں بڑے چھندوں کے ساتھ ہوا کی چادر اوڑھتی ہے ۔

گھڑیوں کو گنا چھوڑ کر میں اب پہروں کو گنتا ہوں پہلے پہر میں کنوئی کے
بالوں میں کیوڑے کے پھولوں کی خوشبو ہمکتی ہے ۔

دوسرے پہر میں سکی اپنے کان میں دوپہری پھول لگاتی ہے ۔ یہ شراب میرے
کس کام کی مجھے تو شراب کو تر پلانا چاہئے ۔

تیسرا پہر عبادت اور اشد و محمد و علی کے ذکر کے لیے ہے جب کہ
علامہ قنبر خوشیوں کے پیالوں کی طرح بجنے لگتا ہے ۔

چوتھے پہر میں پختی قلب زماں سے آکر لیتی ہے کیونکہ بتی کے صدقین قلب

اس عہد کا اوتاری ہے ۔

۱۹۲۰ء

اس نظم کے ہم معنی اور ہم قافیہ ایک نظم جلوہ کی گھڑیوں پر رسالہ سب رس بابتہ جولائی
میں شایع ہوئی ہے ۔ جس کو ایک صاحب جمال الدین حیدر نے اسی سال جگتیاں (ضلع عادل آباد)

میں جلوہ کی رسم میں عورتوں کو گاتے ہوئے سنا تھا۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی محمد قلی ہی کی لکھی ہوئی ہوگی یا اس کے قریبی زمانے میں کسی نے اس کی نظموں کی تعلید میں یہ نظم بھی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مروریام کی وجہ سے اس نظم میں چند الفاظ بدل گئے ہیں تاہم اس کا محمد قلی کی اس نظم سے مقابلہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی شخص یا ایک ہی زمانے کی تحریر ہیں۔ یہاں ہم ان دونوں نظموں کے چند شعر پہلو پہلو پیش کرتے ہیں تاکہ محمد قلی کے کلام کی مقبولیت کا اندازہ ہو سکے

محمد قلی کی نظم

پہلی گھڑی سمانتی کے مینہ موتیاں سیتی نہاتی پری
دوسری گھڑی میں عشق چادر اوڑھے ہے اور ستری
تیسری گھڑی باندھے پریم کی گلسری اپکنٹھ میں
چوتھی گھڑی چوکاں بچے پیلاتی منج مدجیدری
ساتویں گھڑی ساتوں سکیاں مل کر بند اوچیرنج
آٹھویں گھڑی چھداں سیتی اوڑھے پون کا چادری

عہد حاضر میں مستعملہ نظم

پہلی گھڑی سر نہاد ہو کر پھول بہنی جوڑا ڈال کر
تن سینے خوشبو لاؤ کر پھول بہنی چند اشتری
دوسری گھڑی پاؤں پانچا گھنکر و جو بختے دم جھما
گھنکر و کی صنعت کیا کہوں پاؤں بہنی چند اشتری
تیسری گھڑی دندے کرے مانگی کے موتی بوں جڑ
چونسراراں یوں گھڑے اس مول اس کا بن دھری

ساگرہ ہندی، اور جلوہ وغیرہ کی رسموں اور مصروفیتوں کے بعد
اب ہم محمد قلی قطب شاہ کی دوسری مصروفیتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں

کھیل کو دور دوسری مصروفیتیں

اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم ٹٹوں اور بھانڈوں کی ایک مٹھل کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ ٹٹو ظاہر ہے کہ

اس عہد میں ہر محفل اور ہر تقریب میں رقص و سرود ضروری تھا چنانچہ عیدوں اور
تہواروں اور رسوم کی جگہ محفلوں میں محمد قلی نے ناچ اور گانے کا التزام سے تذکرہ کیا ہے۔ لیکن رقصاوا

کے علاوہ ایک اور طبقہ بٹوں یا ٹٹوں کا تھا جو اپنے اعضا کی حرکتوں اور پھرنیلی اداکاری کے ذریعے
سے عجیب عجیب کرتب دکھاتے تھے۔ جن کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جسم میں ہڈی ہی نہیں ہے۔
ناٹک یا ٹٹوں کے کرتب | محمد قلی کے عہد میں بڑے باکمال نٹ یا ٹٹوے موجود تھے۔

اور وہ ناٹک کی طرح ایک محفل ترتیب دیا کرتا تھا جس میں یہ باکمال اپنی اداکاری کے جوہر دکھاتے
تھے۔ اس موضوع پر اس نے ایک اعلیٰ پائے کی نظم لکھی ہے جس کے حرب ذیل خلاصہ سے اس
محفل کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

آج بادشاہ زرین پر تکلف لباس سے آراستہ ہوا ہے اور اس کے جسم اور چہرہ کا نور
موتیوں کی طرح چاروں طرف جھلک رہا ہے۔
دنیا کے تمام باکمال در خواہاں شاہ کے دربار میں خدمت گزاری کے لئے موجود ہیں
چاروں طرف یوسف جیسی صورت والے اور نازک اور کم عمر حسین اتاد ہیں۔ ان خدا کا
کے ہاتھوں میں موتی جڑے ہوئے ہکشاں جیسے ڈنڈے دھوا ہیں جن کے گلے
سورج جیسے چکدار اور جسم سونے کی طرح ہیں۔

زرتار کی ڈوریاں کرنوں کی طرح اور نٹوے درمیان میں تاروں کی طرح تھک ہیں
یہ تارے دھنی نٹ، ایسا چکدار لباس پہنے ہوئے ہیں کہ ان کا نور سورج سے زیادہ
چمک رہا ہے۔ ان کو جب دور سے فرشتے دیکھتے ہیں تو بیچارے حیران ہو جاتے ہیں۔
ان کے کانوں میں بھلیوں کے ٹکڑوں کی طرح آویزے چمکتے ہیں۔ اور یہ کئی طرح

کے چھند بند کر کے کولانٹ کھیلنے، کولائیاں یا قلابازیاں کھاتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ مہم پارے کیسے شوخ ہیں!

ان نٹوں نے اپنے چہروں کو اس طرح بنایا ہے کہ ان کی آنکھوں کے قریب سو کہ یا خط سر یہ ایسا نظر آتا ہے جیسے بھوجنگ (اڑدہا) زبائیں نکالے کھڑے ہوں۔ آنکھوں کے لال رنگ کے ڈورے جگاریاں ہیں اور رخسار سلعے کی طرح چمکتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں جگہ جگہ ہندی کے بوند ایسے نظر آتے ہیں جیسے ہرے ہرے پتوں میں لال پھول ہوں۔ لاداکاری کے ساتھ ساتھ یہ ایسی اچھی گفتگو بھی کرتے ہیں کہ گویا موتی جو ٹڑپے ہیں جن کے رشک سے سمندر کھارے ہو گئے ہیں۔

طرح طرح سے چہرے بنا کر یہ نٹوے ایسی قلابازیاں کھاتے ہیں کہ ان کی پتلی کمر دیکھ کر دنیا والے چیتے کی کمر بھول جاتے ہیں۔

یہ بھاری بھر کم ہاتھیوں کی طرح متنی اور نومندی دکھاتے ہیں اور ان کے قد ایسے سیدھے ہیں جیسے تیر جب یہ آہستہ چلتے ہیں تو پانی کی طرح اویزیں ہیں آتے ہیں تو موابن جاتے ہیں۔

نٹ نامک میں ایسا گاتے ہیں کہ سب خوش ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ٹنبورے اور تال بجتے رہتے ہیں اور ڈھول کے دھماکوں کی آوازیں آتی ہیں۔

یہ ایسے خچل، چتر، باکمال اور صاحب فن ہیں کہ لاکھوں ملک ان کے دشرن کرنے والے ہیں۔ انہی تماشوں نے قطب شاہ کو تمام عالم کے دل کا پیارا بنا دیا ہے۔

نامک کے بعد قطب شاہ کے کلام سے میدانی اور خانگی کھیلوں

کھیل

کی نسبت بھی کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ایک نظم اس نے چوگان کھیلنے کے متعلق لکھی ہے لیکن اصل میں چوگان بازی کا انتخاب قرار دے کر عشق بازی کی طرف توجہ کی ہے۔ تاہم

اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اچھے موسم میں چوگان ضرور کھیلا کرتا تھا وہ کہتا ہے

ہر طرف رنگاں بیتی کھلیے میں پھول کیلے چوگان اب کہ ہے بتان خوش

یعنی ہر طرف رنگ رنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں اور بتاں اچھا نظر آ رہا ہے

اس لئے چوگان کھیلو۔ یہ نظم کلیات کے صفا پر شایع ہوئی اور قابل مطالعہ ہے۔ اس میں گھوڑے کی سواری، گیند، میدان، اور زور کے چھند سے کھیل جتنے کا تذکرہ کیا ہے۔

چوگان کے ساتھ ان دو کھیلوں کا تذکرہ بھی ایک نظم میں
پھو کڑی پھو اور ڈھان ڈھکنی
ماتا ہے۔ جس کا مطلع ہے۔

سکی تال دے منج ٹھکنی کھڑی کہ ڈھان ڈھکنی کھیل کر ٹھکنی کھڑی

پھر کہتا ہے کہ اس نے ابھی پھو کڑی پھو کھیلنا نہیں سیکھا اور ڈھان ڈھکنی کھیلنے آئی

ہے! اول الذکر کھیل اب تک دکن میں لڑکیوں کا مشہور و مقبول کھیل ہے۔

حقہ اسی نظم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی تھہ بھی بیکرنا تھا

اس میں اس نے سکی کے حقہ بھر بھر کے دینے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تدبر و سیاست

محمد قلی قطب شاہ ایک اقبال مند بادشاہ تھا، لیکن اس کی اقبال بندی کی تعمیر میں اسکے قلب و دماغ کی صلاحیتوں کا بڑا حصہ ہے۔ اس کی سلطنتی طبع اس کی صلح جوئی اس کی بہادری، بروقت کام کرنا، باوجود عیش و عشرت کی فراوانی کے جملہ حالات ملک اور ہر سازش اور خفیہ کارروائی سے واقف ہو جانا اس کی دریا دلی اور رعایا پروری — وہ خصوصیتیں ہیں جو ایک ہی شخص میں کم جمع ہو سکتی ہیں۔

اس کی معرکہ آرائیوں کے حالات معلوم کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ایک اعلیٰ مدبر اور سیاست داں بھی تھا۔ لڑائیوں کے اسباب، ان کا آغاز، مقابلے کے لئے جلد از جلد تیاری اور آئنائے جنگ میں بروقت فوجی کمکوں کا انتظام سپہ سالار اور پڑوں کا انتخاب نیز لڑائیوں کے اختتام کے طریقے اور مفتوحین کے ساتھ برتاؤ۔ یہ سب ایسے امور ہیں جن پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی نے کبھی افراط و تفریط سے کام نہیں لیا۔ نہ وہ کبھی مغلوب و مغلوب ہوا، نہ اسے ملک گیری کی ہوس تھی، نہ اس نے لوٹ مار کی خاطر کہیں

چڑھائی کی یا مفتوحین کے قلعوں اور شہروں کو تباہ و برباد کر دینے کا حکم دیا۔ حالانکہ اس کا ایک میر حیدر ملک امین الملک بڑا سخت گیر اور دشمنناک سپاہی تھا لیکن وہ خود ہمیشہ سلامت روی کو پسند کرتا تھا اور اکثر یہ تاکید کرتا تھا کہ دشمن با باغیوں کو پہلے پوری طرح سے سمجھانا کر لڑائی سے باز رکھنا چاہئے۔ چنانچہ کندراج کے مقابلے میں فوجوں کو بھیجتے وقت اس نے اس کی بڑی سخت تاکید کی اور آخر میں اسی خیال سے کہ شاید اس کے سپہ سالار اس کی اس حکمت عملی کا خیال نہ کریں گے وہ خود لڑائی کے میدان میں نکلنا چاہتا ہے۔ اس کا ایک دوسرا میر حیدر مرزا محمد امین اپنے پیشرو ملک امین الملک کے مقابلے میں ایک بہت چار عشرت پسند اور امن دوست امیر تھا لیکن محمد قلی کو لڑائی کے معاملہ میں ایسی سستی اور غفلت بھی پسند نہ تھی چنانچہ جب فتنہ انگیزی کی اطلاع ملتی ہے تو میرزا محمد امین کو تاکید کرتا ہے کہ باغیوں کی طرف سب سے پہلے متوجہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ دوسری تمام مہمات سے اہم ترین مہم ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کے تدبیر اور اعلیٰ فہم و فراست کا اندازہ کرنے کے لئے حسب ذیل موضوعوں پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس زمانے کے حالات اور سیاست کے مطابق محمد قلی نے ان کو اس خوبی سے سرانجام کیا کہ شاید ہی اس کی جگہ کوئی دوسرا بادشاہ کر سکتا۔

۱۔ دکن کے سیاسی توازن کا خیال۔ ۲۔ بیرونی تعلقات۔ ۳۔ ہندو رعایا کی سرپرستی

۴۔ ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت۔

دراصل یہی وہ اہم کام ہیں جن کی طرف ہمیشہ خوش اسلوبی اور کمال ہنرمندی کیسے متوجہ رہنے کی وجہ سے محمد قلی نے ایک کامیاب بادشاہت کی اور اپنی سلطنت کو ایک عرصے تک امن و امان اور ترقی کی شاہراہ پر چلا مارا۔

(۱)۔

دکن کے سیاسی توازن کا خیال

اس بارے میں محمد قلی نے اپنے پیشرو ابراہیم قلی

کی حکمت عملی کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس سلسلے میں بعض ایسے کام کیے کہ وہ بہت مستحکم ہو گئی۔ تالیکوٹ کی لڑائی کے بعد سے دکن کی مسلمان سلطنتیں ایک دوسرے سے دیرت دیکر رہا ہو گئی تھیں۔ اور اس طرح فتح تالیکوٹ سے فائدہ اٹھانے کے مواقع ہاتھ سے نکلے جا رہے تھے۔ یہ طوائف الملوک کی جاری ہی تھی کہ بیجاپور کے علی عادل شاہ اور گولکنڈہ کے ابراہیم قلی قطب شاہ کا انتقال ہو جاتا ہے اور سن اتفاق سے ان دونوں کے جانشین یعنی ابراہیم عادل شاہ فورس اور محمد قلی قطب شاہ ملک گیری اور جنگجوئی سے زیادہ امن و امان اور صلح پسندی کی طرف مائل تھے۔ اور دونوں میں تدبیر و فرست کی کمی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ستائیس کے بعد سے دکن کی تہذیب و شائستگی کے جو سرچشمے جاری ہوئے وہ عرصے تک قائم رہے۔

پہلے پہل محمد قلی نے باپ کی حکمت عملی کے مطابق اور

چاند بی بی ہمیشہ محمد قلی کی
شاہی

افضائ وقت کے لحاظ سے نظام شاہیوں کی مدد کے لئے اپنی فوجیں روانہ کیں اور
 خود بھی میدان جنگ میں نکل آیا۔ لیکن جب عین میدان کارزار میں ابراہیم عادل شاہ کا
 مکتوب صلح وصول ہوا تو اس نے لڑائی سے ہاتھ دھو کر گولکنڈہ کا رخ کیا اور نظام شاہیوں
 کو بھی واپس چلے جانے کی ترغیب دی۔ اس طرح سے بیجا پور کے ساتھ گولکنڈہ کے
 تعلقات جو عرصے سے خراب تھے پھرتے خوشگوار ہو گئے کہ اس واقعہ کے تین چار سال بعد
 بیجا پور کی طرف سے ملک التجار خواجہ علی شیرازی گولکنڈہ آیا اور محمد قلی قطب شاہ کی بہن
 شہزادی چاند بی بی کو بیجا پور کے نوجوان حکمران ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں دینے
 کا پیغام لے آیا۔ اس پیغام موصلت کی سب سے بڑی وجہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے
 یہی تھی کہ بیجا پوری سلطنت قطب شاہیوں کی مخالفت سے محفوظ رہنا چاہتی تھی چنانچہ
 اس گفت و شنید کی خبر معلوم کر کے نظام شاہی وکیل السلطنت صلابت خاں بہت چراغ بیاہوا
 اور اس نے کوشش بھی کی کہ پیغام سلام کا یہ سلسلہ منقطع ہو جائے لیکن اس کو ناکامی ہوئی۔
 غرض ۹۹۵ھ میں خواجہ علی ملک التجار بیجا پور کے چند اعیان سلطنت کے ساتھ متحد
 مخالف و ہدایا لے کر محمد قلی کے دربار میں حاضر ہوا محمد قلی نے دکن کے سیاسی توازن کیلئے
 اس نئے رشتے کو مناسب خیال کیا اور بغیر کے ذریعہ تصفیہ کرایا کے خود ابراہیم عادل شاہ
 گولکنڈہ کی سرحد پر قلعہ مندرگ تک آ کر دہن کا استقبال کرے اور وہاں عقد نکاح کے مراسم

طے پائیں۔ چنانچہ اس تصفیہ کے مطابق جب ابراہیم عادل شاہ کے قلعہ ندرگ کے پاس پہنچنے کی اطلاع ملی تو محمد قلی قطب شاہ نے میر امیر زبیل مصطفیٰ خاں اتہراودی ^{الملک} کو اعتبار خاں یزدی، ملک فخر الملک اور ابن خاں دبیر کو ۹۹۶ھ میں شہزادی کی پالکی کیساتھ ندرگ کی طرف روانہ کیا۔ جب ابراہیم عادل شاہ کو شہزادی کی آمد آمد کی اطلاع ملی تو اس نے مقرران خاص کو استقبال کے لیے بھیجا اس کے بعد شریعت کے مطابق نکاح پڑھا گیا اور بادشاہ نے شاہ درگ پہنچ کر ایک ہفتے تک جشن شہانہ منایا جس کے بعد قطب شاہی امر کو تشریف فارغہ کے ساتھ گولکنڈہ کو واپس کیا اور خضر مصطفیٰ خاں کو بارہ ہانٹھی اور بارہ ہزار ہون اور دیگر تحفہ و ہدایا کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ گولکنڈہ کی طرف سے بھی عادل شاہی امر کے لئے خلعتیں روانہ کی گئی تھیں۔

عادل شاہی شہزادہ اسماعیل	قطب شاہی شہزادی کے بیاہ پور جانے کے بعد
کی بغاوت	عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کے تعلقات بہت

منتحکم ہو گئے۔ حالانکہ اس قسم کی سیاسی شادیاں دکن میں بھی ناکام ثابت ہوئی ہیں اور جہیز یا کسی اور مسئلہ سے متعلق ایسے جھگڑے کھڑے ہو گئے ہیں کہ اتحاد و یکجہتی کی جگہ لڑائی لڑائی پڑیں۔ لیکن محمد قلی نے اس شہنشاہ کو بڑی خوبی سے نباہا۔ چنانچہ اس شادی کے چند

سے مورخ فرشتہ لکھتا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ ندرگ تک نہیں گیا بلکہ امرے عادل شاہی گئے تھے۔

بعد ہی جب ابراہیم عادل شاہ کا چھوٹا بھائی اسماعیل تخت بیجا پور کا دعویٰ دار ہوا اور بجائی کے خلاف، رمضان سنہ ۱۰۱۷ میں علم بغاوت بلند کر کے بہت سے عادل شاہی امرا کو اپنے ساتھ لایا اور ساتھ ہی برہان نظام شاہ والی احمد نگر کو بھی مدد کے لیے طلب کیا تو یہ ابراہیم کے لیے بڑا نازک وقت تھا اس کے بڑے بڑے امرا و عمائدین مثلاً عین الملک، ایاس خاں، رومی خاں، دیوانا نک، اور پنڈت آپاجی وغیرہ کے علاوہ خاص خاص ملازمین بھی غداری پر تلے ہوئے تھے۔ اور شمال سے شاہ احمد نگر ایک جرار فوج کے ساتھ بیجا پور کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ان پریشانیوں میں ابراہیم کو محمد قلی یاد آیا اور اس نے فوراً اپنے ایک امیر شاہ نواز خاں کو اس کی خدمت میں روانہ کر کے مدد طلب کی۔ محمد قلی امداد روانہ کر رہا تھا کہ ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۰۱۷ کو شاہزادہ اسماعیل کی شکست ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ کی اطلاع سن کر برہان نظام شاہ احمد نگر کی طرف واپس ہو گیا اور محمد قلی کو فوجی امداد روانہ کر کے ضرورت باقی نہ رہی۔

علی برید پر حملہ

اسی طرح محمد قلی نے ایک اور دفعہ ابراہیم عادل شاہ کی خاطر نظام شاہیوں کے خلاف اپنی فوجیں روانہ کیں۔ برہان نظام شاہ شاہزادہ اسماعیل کی شکست سے مایوس ہو کر واپس ہوا تھا کہ علی برید والی بیدر نے اس کو اپنی تائید میں بیجا پور پر حملہ کرنے کے لئے مدعو کیا۔ علی برید نے ابراہیم کو اسے قندھار اور کلیانی

دینے کا وعدہ کر کے بیدر پر دوبارہ قبضہ حاصل کیا تھا اور اب اس ڈر سے کہ کہیں ابراہیم ان قلعوں کو طلب نہ کرے برہان کی مدد چاہی۔ چنانچہ پہلی جمادی الاول سنہ ۱۰۷۵ء کو دس بارہ ہزار سواروں کی فوج روانہ کی۔ اب ابراہیم نے دکن کے سیاسی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے محمد قلی سے مدد مانگی اور چونکہ وہ اسی حکمت علی پر کاربند تھا اس لیے بیدر پر حملہ ہوا۔ لیکن بعد کو جب علی برید کے ایما سے وینکٹاوری نے قطب شاہی سلطنت پر حملہ کیا تو محمد قلی کی فوجیں بیدر کا رخ چھوڑ کر کرناٹک کی طرف روانہ ہو گئیں۔

مغلوں کے مقابلے میں | ان واقعات سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ محمد قلی احمد نگر کی امداد

نظام شاہیوں کا دشمن ہی بن گیا تھا۔ اب تک اس نے ان کے خلاف جو کچھ بھی کیا وہ محض سیاسی توازن کے برقرار رکھنے کے لئے تھا۔ لیکن جب اس کے بعد ہی احمد نگر مغلوں نے حملہ کیا تو وہ گزشتہ چند سال کے ناخوشگوار تعلقات کو بالکل بھول گیا اور اپنے ایک ترکمان بہادر مہدی قلی سلطان کے ساتھ چھ سات ہزار سوار اور نہراہا پیادے نظام شاہیوں کی مدد کے لیے روانہ کیے حالانکہ قطب شاہی سلطنت کے لیے خطرناک تھا کیونکہ وینکٹا پتی رائے پینکٹڈ اس کی سرحد پر موقع کا منتظر بیٹھا تھا۔ چنانچہ اس وقت اس نے فوراً حملہ بھی کر دیا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ کی اس ملک کی وجہ سے مغلوں کے مقابلے کیلئے ساٹھ تھنہزاری ایک ایسی بڑی فوج جمع ہو گئی جو جنگ نالیکوٹ کے بعد سے سرزمین دکن میں

کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس عظیم الشان فوج کے احمدگر پہنچنے سے قبل ہی مغلوں نے چاندنی
 سے صلح کر لی کیونکہ وہ اتنی بڑی لڑائی کے لیے تیار نہ تھے۔ اس طرح لکھنؤ میں محمد قلی کا
 سپہ سالار ہمدانی قلی سلطان اپنی فوجوں کے ساتھ حیدرآباد واپس آ گیا۔

اس وقت اگر ملکہ چاند سلطانہ دکنی فوج کی آمد کا انتظار کرتی اور مغلوں سے صلح نہ کرتی تو
 شاید دکن کی تاریخ بدل جاتی کیونکہ برار کا علاقہ مغلوں کو تفویض کر کے صلح کر لینے میں سب سے
 بڑی خرابی یہ ہوئی کہ مغلوں کے قدم دکن میں جم گئے اور وہ دکن کی ان تین باقی ماندہ سلطنتوں
 (نظام شاہی، عادل شاہی، اور قطب شاہی) کی سرحد پر بیٹھے ہوئے آگاہیں لگے رہے کہ
 جہاں موقع ملے ان تینوں میں سے کسی پر حملہ کر دیں۔

مغلوں سے لڑائی چنانچہ اس صلح کے ایک سال کے اندر ہی مغلوں نے

نقشہ غما کیا اور اکبر اعظم کی فوجوں نے قصبہ پاتری پر قبضہ کر لیا جو علاقہ برار کے حدود
 میں نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاند سلطانہ نے براہیم عادل شاہ اور محمد قلی قطب شاہ کو
 صورت حال سے مطلع کر کے مدد طلب کی۔ دونوں نے فوراً فوجیں روانہ کیں۔ جوہاڑادی
 ۱۰۰۰ شہزادے کو علی الصبح اندیر کے قریب دریا گوداوری کے کنارے مغلوں کے مقابلے میں
 صف آرا ہوئے۔ عادل شاہی فوجیں وسط میں اور میمنہ پر نظام شاہی اور میرہ قطب شاہی

۱۔ صاحب برہان، اثر نے اس قطب شاہی فوج کی تعدادیں ہزار پیادہ اور دس ہزار سوار بتائی ہے صفحہ ۶۱۴

فوجیں جمع کئیں۔

عصر کے قریب لڑائی شروع ہوئی اور پہیل خاں سپہ سالار بیجا پور کی بہادری کی وجہ سے
مغلوں کو شکست ہوئی۔ ان کے چار ہزار آدمی مارے گئے اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ
ان کی طرف کے دو بڑے سردار یعنی راجہ علی خاں والی برہان پور اور راجہ رام چندر بھی میدان
میں کام آئے۔ لیکن دوسرے روز مغلوں نے پھر اپنی منتشر فوجوں کو جمع کر کے قبل از طلوع آفتاب
دکنی فوج پر حملہ کر دیا۔ اس وقت طرفین نے دل توڑ کر ایک ایک اپنی زمین کے لئے جان دی۔
اسی مقابلے میں خود پہیل خاں سپہ سالار فوج وکن زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور اس کی فوجیں
سے بپا ہو کر شاہ درگ چلی آئیں۔ اور قطب شاہی فوج حیدر آباد واپس ہو گئی۔

امیر برید والی بید کی
پناہ گزینی

اگرچہ والی بیدر سے سلطان محمد قلی کے تعلقات کچھ اچھے نہ تھے
لیکن اس خاندان کے آخری حکمران امیر برید ثانی کو جب شاہ

میں اپنے ایک باغی مرزا علی کی سازش سے اپنا پایہ تخت چھوڑنا پڑا تو وہ محمد قلی کے رحم و کرم کو پیش نظر
رکھ کر بیدھا حیدر آباد چلا آیا۔ یہاں محمد قلی نے اس کے ساتھ بڑی ہمدردی کی اور اس کو اپنے
دربار میں شریک کر لیا۔ اس کی آمد کے سال ڈیڑھ سال بعد ہی محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا
ورنہ کیا تعجب کہ وہ امیر برید ثانی کو دوبارہ بیدر کا تخت و تاج حاصل کرنے میں مدد بھی دیتا
تاکہ دکن کا سیاسی توازن برابر باقی رہے۔

(۲)

بیرونی تعلقات

محمد قلی کا اعلیٰ تدبیر و سیاست بیرونی ممالک سے اس کے خوشگوار

تعلقات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ منغل چونکہ دکن پر حملہ آور ہونے لگے تھے اور احمد نگر کی سلطنت ان کا نشانہ بن چکی تھی اس لئے محمد قلی قطب شاہ نے اندازہ لگایا تھا کہ اس سلطنت کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا دکنی ریاست کو کمزور کرنا ہے اس لئے ان کے برخلاف اس نے شاہ ایران اور دکن کے ہمسایہ لاطین کے ساتھ رشتہ مودت باندھنے کی کوشش کی یہ خیال پوری طرح صحیح نہیں ہے کہ وہ شاہ ایران کو اپنا ہم مذہب سمجھ کر اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اور مغلوں کا اس لئے مخالف تھا کہ وہ دکنی تھے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مغلوں کے ہوں ملک گیری کی اس نے پیش قیاسی کرتی تھی اور سمجھتا تھا کہ اگر احمد نگر ختم ہو گیا تو دکن کی آزادی باقی نہ رہے گی۔ اس لئے وہ ہمیشہ احمد نگر کی مدد کے لئے فوجیں بھیجتا رہا۔ اور ایران سے اس لئے تعلقات بڑھانے کی کوشش کی کہ شاید کسی روز اس کو یا اس کے جانشینوں کو مغلوں کے مقابلے میں شاہ ایران کی مدد کی ضرورت پڑے۔

اسی حکمت کے پیش نظر جب ۱۵۱۲ء میں ابوالمظفر شاہ عباس

اغزو سلطان

صفوی نے اغزو سلطان کو اپنا سفیر بنا کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ

سفیر ایران

میں روانہ کیا اور یہ ایرانی ایلچی بندر گوا تک پہنچ گیا تو محمد قلی قطب شاہ نے امیر ضیا الدین محمد نیشاپوری

کو تشریف شاہانہ کے علاوہ بغیر ایران کو اپنے ساتھ لانے کے اخراجات دے کر روانہ کیا۔ امیر ضیاء الدین کی شائستگی اور فہم و فرات کا محمد قلی بہت قدردان تھا چنانچہ یہ امیر کو اپنے کر اغزو سلطان سے بڑے تزلزل و احتشام سے ملا۔ اور مراستم تعظیم و لوازم مکرم بجا لا کر اپنے ساتھ گولکنڈہ لے آیا۔ راتے میں بہ منزل اور ہر مقام پر محمد قلی کے حسب ایما ضیافت کی گئی اور جب یہ بغیر قطب شاہی سرحد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے خاص امرا و خوانین کو اتھکان کے لیے روانہ کیا بغرض ایران کا یہ بغیر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ جب دار السلطنت حیدرآباد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ خود قلعہ محمد نگر آگے بڑھ کر کالا چوتھرہ کے پاس اغزو سلطان کو اپنے حضور میں باریاب کیا۔ اغزو سلطان نے شاہ ایران کی طرف سے موافقت و مصافحت کا پیام پہنچانے کے بعد مکتوب شاہی اور بہت سے تحفے پیش کئے۔ ان تحفوں میں حسب ذیل زیبا قابل ذکر تھے۔ اچھے چکداریوں کا ایک تاج، نفیس جواہر سے مرصع خنجر اور چالیس عربی گھوڑے جن کی لگام اور زین مرصع اور عبا زینتی تھے۔

اغزو سلطان کے ساتھ اس ایرانی سفارت میں اور ہوا صاحب بھی شامل تھے۔ محمد قلی قطب شاہ نے ان سب کو خلعت ہائے فاخرہ سے سرفراز کیا اور ہر ایک کے ثلیان شاہی دلکش انتظامات سکونت کے لئے معین کیے۔ کالا ڈیرہ میں ایرانی تحف و تحائف اور مکتوب شاہی ملاحظہ کرنے کے بعد بادشاہ نے دربار برخواست کیا اور حیدرآباد کی طرف روانہ ہوا یہاں

شاہ عباس کا ایرانی بغیر پانچ سال کے طویل عرصے تک مقیم رہا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس زمانے میں مغلوں نے احمد نگر پر پوش کی تھی اور واپسی کا راستہ صاف نہ تھا۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ شاہ عباس نے انہار مودت و یگانگت کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی دختر حیات بخشی بیگم کی شادی اپنے لڑکے کے ساتھ کر دینے کی بابت پیام بھی روانہ کیا تھا۔ اور شاہ محمد قلی عرصے تک اسی پس و پیش میں رہا کہ کیا جواب دیا جائے۔ تاہم فرشتہ اس کو ایک ہندوستانی بادشاہ کے لئے بہت بڑا اعزاز قرار دیتا ہے اور اس نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ محمد قلی نے اس پیام کو قبول کر لیا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو اس نے زیادہ تر حضرت میر مومن کے مشورے سے یہ رائے بدل دی اور اپنی اکلوتی لڑکی کی شادی فوراً اپنے نوجوان بھتیجے شہزادہ سلطان مرزا ابن مرزا محمد امین سے بڑی شان و شوکت اور خاص اہتمام کے ساتھ کر دی حضرت میر مومن اس جوان صالح کے بڑے مداح و قدردان تھے کچھ ان کی خاطر اور کچھ اس لیے کہ شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی کا سفیر ایران کی روانگی سے قبل ہو جانا ضروری تھا محمد قلی نے اس تقریب کو بہت عجلت کے ساتھ اور بڑے اہتمام سے انجام دیا چنانچہ اغزلو سلطان سفیر ایران نے بھی اس میں شرکت کی۔ اس طرح شاہ عباس صفوی کے پیام کا جواب دینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ اور کوئی بدنامی بھی پیدا نہ ہو سکی کیونکہ یہ بیان کیا گیا کہ یہ شہزادی بچپن ہی سے شہزادہ سلطان مرزا سے منسوب تھی اور اسی لیے

بادشاہ نے اس شہزادہ کی تربیت خاص اپنی نگرانی میں کی تھی، اور ظل اللہ کا لقب عنایت کر کے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ اس تدبیر سے اگرچہ شاہ ایران کے پیام کا خود بخود جواب مل گیا لیکن بادشاہ کے حقیقی بھائی خدا بندہ کی دل شکنی ہوئی جو بعد میں بغاوت کی شکل میں رونما ہوئی۔

غرض بغیر ایران اس شادی کے بعد ہی ۱۰۱۸ء میں حیدرآباد سے ایران کی طرف روانہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض اس مقصد کے لئے حیدرآباد میں اتنے عرصے تک ٹھہرایا گیا تھا۔ لیکن جتنے دن وہ حیدرآباد میں رہا اس کی آؤ بھگت اور خاطر داری میں کس طرح کی کمی نہ کی گئی۔ کیونکہ موقع بہ موقع انعامات کے علاوہ دو ہزار تومان سالانہ اس کے عطا کئے جاتے تھے۔ اس طرح جملہ دس ہزار تومان تو بطور منصب یا سالانہ تنخواہ کے عطا کئے گئے اور ہر دربار یا تقریب میں محمد علی جیسے فیاض بادشاہ نے جس بیش بہا انعام و اکرام سے سرفراز کیا ہوگا اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔

ایلمچی کے واپس ہونے سے قبل محمد علی نے ایک اور تدبیر یہ کی کہ اپنے متحد خاص حاجی قنبر علی کو تاشاہانہ تحفہ و ہدایا کے ساتھ شاہ ایران کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ اغر و سلطان کی واسپی کی تعویق وغیرہ سے متعلق اگر شاہ عباس کے دل میں کوئی شبہات پیدا ہوئے ہوں تو ان کو رفع کرے۔ اس وقت جو تحفے روانہ کئے گئے ان میں جواہر آبدار اور ہندوستان کی نفیس ترین

اشیا شامل تھیں۔

جب اغزو سلطان واپس ہونے لگا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دربار کے ایک بڑے امیر ہمدی قلی سلطان کو اس کا رفیق سفر اور ایرانی دربار میں اپنا ایلیچی بنا کر روانہ کیا۔ اس وقت شاہ عباس کے لئے کئی اعلیٰ اور نادر تحفے مثلاً گراں قیمت جواہر سے مرصع طرح طرح کے آلات اور پٹن کے بنائے ہوئے نفیس کپڑے جو خاص شاہ ایران کے لیے پانچ سال سے بنائے جا رہے تھے، بھجوائے گئے۔ لیکن ہمدی قلی سلطان کی ایران سے واپسی میں اتنی تعویق ہوئی کہ اس اتنا میں خود محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور سلطان محمد قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد پھر شاہ ایران نے مرحوم بادشاہ کی تعزیت اور نئے بادشاہ کے جلوس کی مبارکباد دینے کے لئے اپنا سفیر روانہ کیا۔ اس طرح محمد قلی نے ایران کے ساتھ جو تعلقا متحکم کئے تھے وہ باقی رہے اور اس کے جانشینوں نے اس کی حکمت عملی سے یک گونہ فائدہ اٹھایا۔

ایران کے اس ایلیچی کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں دکن کی ہمسایہ سلطنتوں کے سفیر بھی کئی دفعہ حاضر ہوئے تھے اور ان سب کے ساتھ بادشاہ نے بڑے حسن سلوک اور فیاضی کے ساتھ برتاؤ کیا۔

میرک معین سبزواری سفیر احمد نگر

محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد احمد نگر کی طرف سے
میرک معین سبزواری جیسے مشہور و معروف شاعر کو سفیر بنا کر

گولکنڈہ روانہ کیا گیا تھا۔ اس وقت احمد نگر اور گولکنڈہ کی سلطنتیں ایک دوسرے کی حلیف
تھیں اور دونوں کی فوجیں بجا پور کے متقابلے میں میدان کارزار میں مصروف پیکار۔
میرک معین کی آمد کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ دکن کا سیاسی توازن برقرار رکھنے کے لئے
احمد نگر کی امداد اور رفاقت کی جس حکمت علی پر محمد قلی کا باپ ابراہیم قلی کا ربند تھا اسکو
جاری رکھنے کی اس نوجوان حکمران سے استدعا کی جائے۔

محمد قلی میں شروع ہی سے تدبیر و فراست کی کمی نہ تھی۔ چنانچہ وہ تخت نشینی کے
ساتھ ہی اپنے باپ کے مجرب اصول پر کاربند ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے اس سفیر کی
بڑی آدبگت کی۔ میرک معین اپنے اس سفر میں اتنا کامیاب رہا کہ بعد کو کئی دفعہ گولکنڈہ
آیا۔ اور مہینوں قیام پذیر رہ کر محمد قلی قطب شاہ کے بدل و نوال سے شاد کام ہوا۔ چنانچہ
جب اغرلو سلطان حاجب ایران کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو میرک معین بھی گولکنڈہ آیا۔
اور ماہ ربیع الاول ۱۰۱۶ء میں محمد قلی قطب شاہ کی اکلوتی لڑکی کی شادی کی
تقریب میں شرکت کی۔ اس موقع پر متعدد شعرانے مبارکباد کی نظمیں اور قصیدے سلطان
محمد قلی کی بارگاہ میں پیش کئے تھے۔ اور میرک معین نے بھی ذیل کا قطعہ تاریخ لکھ کر تھا جو

تاریخوں میں محفوظ ہے۔

دوش سر کردہ خیالم رہ بزمِ چوبہشت * اہل آں بزمِ چو حوران ہمہ نورانی چہر
 بزمِ عشقی کہ طلائع بہ تماشا شد چشم * سر بروں کردہ چو انجم ہمہ از جیب سپہر
 گفتم ایں بزم کہ عیش چہ تا بخش حیات * کہ از افلاک بر ایام ہی بارد ہر
 عقل کو بود چون مست مے حیرت گفت * عید مولودی د بزم شد و عقد مہ و ہر
 چارینی مکن ایں قطعہ معین می شاید * در چنیں نظم ترا بگذر و قافیہ سحر
 اس واقعہ کے دو تین سال بعد جب ۱۰۱۹ھ میں خدا واد محل کی تعمیر مکمل ہوئی
 اور بادشاہ نے اس میں شہنشاہی خمرانہ ترتیب دے کر ارکانِ مملکت اعیانِ دربار اہلِ مقربین
 اور علماء و شعرا کو طرح طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز کیا تو اس مجلسِ عیش و طرب میں میرکین
 سبزواری بھی موجود تھا اس نے فی البدیہہ قطعہ تاریخ لکھ کر پیش کیا اور بہت بڑا انعام
 حاصل کیا۔ قطعہ

این قصر کہ بہت رشک فرمائے بہشت * ایامِ بآب زندگانش سرشت
 تاریخ مرتب شدش کلک قضا * بر لوح بقائے جاں بخش نوشت

۱۔ مولف تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ تصفیہ نے ۱۰۱۹ھ لکھا ہے جو غلط ہے۔ (صفحہ ۳۳۱)
 ۲۔ مولف تاریخ ظفر نے قافیہ سرشت لکھا ہے (ص ۱۷۱) لیکن تاریخ قطب شاہی اور حلیۃ السلاطین
 میں نوشت لکھا ہے جو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

خواجہ سیبزی سیفیر بجاپور

۹۹۵ء میں ملک انجار خواجہ علی شیرازی بجاپور سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں آیا تھا تاکہ اس کی پیشکش چاند سلطانی کو براہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں لائے کے لیے درخواست کرے۔ یہ سفارت بھی کامیاب رہی۔ کیونکہ محمد قلی کے تدبیر و سیاست کا اقتضایہ تھا کہ

دکنی سلطنتیں آپس میں متحد ہوں۔ اس سفارت اور شہزادی چاند سلطانی کی شادی کا تذکرہ اوپر ذکر کیا ہے (صفحہ ۲۴۴)۔

اس سیفیری آمد کا ذکر بھی گذشتہ صفحات میں قلمبند کیا جا چکا ہے۔ دیکھو

شہنواز خاں سیفیر بجاپور

صفحات (۲۴۵-۲۴۶)

دوسری سلطنتوں کے سیفیروں کی آمد کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ خود محمد قلی قطب شاہ اپنی طرف سے جو سفیران سلطنتوں کو روانہ کئے ان کا بھی کچھ ذکر کر دیا جائے۔

محمد قلی قطب شاہ کے سیفیر

کیونکہ تالی ہمیشہ دو ہاتھوں سے بچتی ہے۔ اور اعلیٰ تدبیر کا اقتضایہ تھا کہ دکنی سیاست کے توازن کو برقرار رکھنے کیلئے خود محمد قلی بھی موقع بہ موقع اپنے سیفیر دوسری سلطنتوں کے یہاں روانہ کرتا۔

مولانا حاجی محمد اصفہانی

ایک متبحر عالم و فاضل تھا جس کو محمد قلی نے احمد نگر کے دربار میں روانہ کیا۔ چنانچہ جس وقت مغلوں نے نظام شاہی حکومت پر حملے شروع کئے تو یہ وہاں موجود تھا۔ صاحب برہان آثار جواہر نگر میں اس کا ذکر کیا تھا۔ اس کا ذکر ان القاب کے ساتھ کرتا ہے۔

افادت و افاضت انتباہ تحاقق و معارف آگاہ مقرب درگاہ ربانی حاجی محمد اصفہانی (صفحہ ۵۹)

دوسری جگہ بھی اسی تعظیم و اکرام سے نام لکھا ہے۔

زبدۂ اصحاب صدق و ایقان مولانا محمد (صفحہ ۶۱۷)

سنہ ۱۰۴۰ء میں جب احمد نگر میں تخت سلطنت کے لیے کئی دعویدار کھڑے کر دیے گئے تھے اور میان منجھو اور چاندنی بی کے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا تو محمد قلی مطلب شاہ کے اس حاجی نے چاندنی بی کا ساتھ دیا اور میان منجھو کی مخالفت کی۔

اس طرح جب مغلوں نے سرنگ لگا کر قلعہ احمد نگر کی فہیل میں رخنہ ڈال دیا اور اس کے ذریعہ سے انکی فوجیں قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کرنے لگیں تو چاند سلطانہ بنفس نفیس اس خطرناک مقام پر کھڑی ہو گئی اور مردانہ وار مقابلہ کرنے لگی۔ جب اس نازک حالت کی خبر احمد نگر میں ہو رہی تو حاجی محمد اصفہانی بھی اپنے ملازمین کو لے کر چاندنی بی کی مدد کے لئے اس رخنہ پر پہنچ گیا اور اگرچہ وہ ایک عالم و فاضل بزرگ تھا لیکن وقت پر پنجوہادروں کی طرح سرفروشی کے لیے تیار ہو گیا اس واقعہ کی نسبت برہان ماثر میں لکھا ہے کہ :-

”زبدۂ اصحاب صدق و ایقان مولانا حاجی محمد حاجی علی حضرت سلطنت نصنعت پناہ گزروں

محمد قلی قطب شاہ در منازل خویش ازین اتقہ خبر یافتند ب سرعت برق و باد بسوآن

نشاقتند و بضر پیکان خارا گزارہ آمد و شد بر خود اعدا و مدد و مساعدتند“ (صفحہ ۶۱۷)

اس سبب چلتا ہے کہ محمد قلی سعادت کی خدمت کے لئے ہایت و فادار اور قبل اصحاب کا انتخاب کرنا تھا جو ہر پردہ پر کام کرتے جو محمد قلی کے حسب نشانہ ہوتا تھا۔

یہ بہت بڑا سپہ سالار اور مدبر تھا چنانچہ مغلوں کے مقابلے میں جب محمد قلی نے اپنی

ہمدی قلی سلطان

فوجیں روانہ کیں تو اسی کو سپہ سالار بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی شجاعت و بہادری کی نسبت اس کے ایک محاصرہ علی بن عزیر اللہ طباطبائی اتنی اچھی رائے تھی کہ وہ اس کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے۔

”امارت و ایالت پناہ شجاعت و جلالت کو سنگاہ ہمدی قلی سلطان طالش کہ در رموز

دلوری و مردانگی ناسخ داستان درستان بود (برہان ماثر صفحہ ۶۱۴)

انگریز کے مورخ کے یہ الفاظ حقیقت پر مبنی ہوں گے جب ہی تو محمد قلی نے ایک زبردست دشمن کے مقابلہ میں اس کو دو دفعہ روانہ کیا تھا لیکن ہمدی قلی صرف ایک بہادری نہیں بلکہ اعلیٰ مدبر بھی تھا کیونکہ اس کو شاہ ایران کا سفیر بنا کر روانہ کیا گیا اور یہ ظاہر ہے کہ اس خدمت کے لئے اسے بہتر امیر محمد قلی کے یہاں کوئی نہ ہوگا۔ ورنہ وہ اس کو روانہ نہ کرتا جب کہ اس کو معلوم تھا کہ احمد نگر پر بھی مغلوں کے حملے کا اندیشہ موجود ہے۔ ہمدی قلی سلطان کے ساتھ سلطان محمد قلی نے شاہ ایران کو جو پیش بہا تحفے روانہ کئے تھے ان کا

تذکرہ ابھی ابھی گزر چکا ہے۔

جنوب کی ریاستیں | محمد قلی قطب شاہ کے بیڑی تعلقات کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ

کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں اس نے شمال کی طرف مغلوں کے تنگ و تاز پر نظر رکھی اپنی سلطنت کے جنوب کی طرف سجا کر اور کرناٹک کے ہندو حکمرانوں کو بھی ابھرنے نہ دیا۔ چنانچہ وجیا نگر کے جاشین سینکندہ کی حکومت اس کے عہد میں جو طویل معرکہ ہوتے رہے وہ اسی حکمت عملی کا نتیجہ تھے۔ اس نے ہمیشہ سینکندہ کے حکمران و نیٹ تپی کے ساتھ صلح و انتہائی کو لڑائی پر ترجیح دی لیکن جب دیکھا کہ وہ اس کے باغیوں مثلاً

علی خاں لرنٹانی، علم خاں پٹھان، اور مکندر راج دالی کشمکھ کوٹ کو سپاہ دیتا یا ان کی مدد کے لیے فوجیں بھیجتا ہے تو برابر اس مقابلہ کرتا اور اس کی سازشوں کو اپنے ملک سے باہر رکھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس کو ایسے مواقع بھی دستیاب ہوئے کہ اس کی فوجیں دور تک پنکینڈہ اور وجیانگر کے علاقوں پر چڑھ کر تھوٹی گھس گئیں اور وہ چاہتا تو مزید جلوہ کے ذریعہ سے اس سلطنت کو ختم کر سکتا لیکن اس نے وینکٹ پتی کی قیادت کی درخواستوں کو قبول کر کے اپنی فوجوں کو واپس بلا لیا۔

اسی طرح بعض باجگزار راجاؤں کو بھی ان کی بغاوتوں اور زافرنایوں کے باوجود اس نے برقرار رکھا ورنہ راجپندر دالی پتیا پور اور بھائی بلند روالی کشمکھ کوٹ کو وہ پہلے ہی ختم کر کے ان کے علاقے اپنی سلطنت میں شامل کر لیتا۔ اسی طرح رو دیوار قوم کی اسندھ عا پر اس نے اپنی فوجوں کو ان کے بالکل تباہ و برباد کرنے سے منع کر دیا۔ یہ اس کے اعلیٰ تدبیر کا نتیجہ تھا کہ اس نے ان ہندو ریاستوں کو قیام رکھا اور اس طرح اپنی ہندو ریاستوں کو اپنی سلطنت بدین اور کٹر خاطر نہ ہونے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آخر تک گوگلنڈہ کی سلطنت کے استحکام و بقا کے لئے دکن کے ہندوؤں نے جان توڑ کوششیں کیں اور اس سلطنت کو اپنی سلطنت سمجھ کر منگلوں کے مقابلے میں اس کا ساتھ دیا۔

ہندو رعایا کی سرپرستی | اگرچہ محمد قلی قلی شاہ کے عہد میں اکثر ہندو راجاؤں سے معرکہ آرائیاں

ہیں اور بعض ہندو امرا نے بغاوت بھی کی لیکن یہ اس کے اعلیٰ تدبیر کا نتیجہ تھا کہ اس کے عائدین سلطنت اور تقریباً

و ملازمان خاص میں ہمیشہ بہت سے ہندو شامل رہے۔ اور ان میں سے بعض تو اپنی فہم و فراست اور بہادری کی

وجہ سے ایسے ہندو مرتبے پر پہنچ گئے تھے کہ بادشاہ کو ان پر بڑا اعتماد تھا اور ان کی رائے اور اشارے سے بڑے

بڑے مسلمان امیر اور سپہ سالار بھی بدل دیے جاتے تھے۔

محمد قلی نے اپنی ہندو رعایا اور امیروں کے ساتھ ہر وقت فراخ دلی اور لطف و کرم کا برتاؤ کیا۔ بعض

موقعوں پر نواہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں امتیاز ہی نہ کرتا تھا۔ اور پیشہ و نوں کے ساتھ

مساویانہ سلوک کرتا۔ عجیب بات ہے کہ اکثر ہندو راجاؤں اور باغیوں کے مقابلے میں اس نے اپنے ہندو امیروں

اور بہادروں ہی کو روانہ کیا جنھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ بڑے سخت مقابلے کئے اور ان کی حکومتوں کو

تباہ و برباد کر دیا۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ ہر مذہب و ملت کی رعایا کے ساتھ یکساں شفقت سے

پیش آنے اور ان پر اعتماد کرنے میں محمد قلی نے کس اعلیٰ تدبیر سے کام لیا تھا۔ یہاں ہم نمونے کے طور پر اس کے

دو مشہور و منفرد ہندو امرا و عائد کا تفصیلی اور بغیر کا سرسری ذکر کرتے ہیں جس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا

محمد قلی کے حسن اخلاق اور مذہبی رواداری نے گو لکھنؤ کے ہندوؤں میں بھی کیسے کیسے جاں نثار سورا

اور اعلیٰ پایہ کے امیر پیدا کر دیے تھے۔

آسیرو

محمد قلی کے ان مقربین خاص میں تھا جنھوں نے ہمزمانے تک اس کی دست بازو کا کام دیا اس پر بادشاہ کو اتنا اعتماد تھا کہ ششماہ میں خود محمد قلی میدان جنگ میں نکلا تو یہ اس کے ساتھ تھا اور موسلمورگ نندیال، کلکوز، کندھی کوٹ، اور پٹیکینڈہ کی لڑائیوں میں برابر دادرمانگی و تبارہا۔ آخر کار جب پٹیکینڈہ کا محاصرہ اٹھا کر محمد قلی دارالسلطنت کی طرف واپس ہونے لگا اور واپسی سے قبل اپنے مفتوحہ علاقوں کا انتظام کرنا شروع کیا تو قلعہ موسلمورگ پر آسیرو کو حکم بنا کر اطراف و انکاف کا علاقہ اس کے تفویض کر گیا۔

آسیرو نے اس علاقہ میں ڈیڑھ دو سال تک قیام کر کے ہاں قطب شاہی حکومت کو اتنا مستحکم کر دیا کہ پھر موسلمورگ میں کوئی اندیشہ باقی نہ رہا۔ اس اثنا میں ششماہ میں جب سکندر راج والی کشم کوٹ نے بغاوت کی تو آسیرو کو بھی اپنی فوج کے ساتھ امین الملک میر جملہ کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ کشم کوٹ، سیکا کوٹ، مدواڑہ، اور پتیا پور پر حملہ آور ہوا۔ اور جب پتیا پور کا راجہ راجندر مطیع و منفاد ہو گیا اور اس کے بعض علاقے قطب شاہی سرحدیں شامل ہو گئے تو ان علاقوں کے انتظام کے لئے آسیرو اور ملک نائب کو وہیں چھوڑ کر ملک امین الملک کشم کوٹ کی طرف واپس ہوا۔ اس سبب سے ہوتا ہے کہ بادشاہ کے علاوہ وزیر اعظم کو بھی اس پر پورا بھروسہ تھا۔

۹۔ آسیرو میر جملہ کشم راج و لداوت راؤ کے اکسانے سے سکندر راج بنگالے کی طرف سے واپس ہو کر کشم کوٹ پر حملہ آور ہوا تو آسیرو کو زین العابدین پیر سالار کی مدد کے لئے روانہ کیا گیا۔

اور اس کی فوجیں کمند راج کو شکست دینے میں قطب شاہی لشکر کے پہلو پہ پہلو رہیں۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آسیر اور شاہی دربار میں مسلک اور زیادہ توجہ دیا گیا اور ہی میں قیام پذیر ہوا کہ ان کے بعد نائیوں میں آسیر اور کانام پھر اس وقت آتا ہے جب کہ محمد قلی کا عہد حکومت ختم ہو رہا تھا، اسثناء میں کئی میر جملہ اور سپہ سالار بدل چکے تھے۔ اور عرصے کے امن و امان کے بعد آسیر میں پرتاب شاہی والی دسترنے قطب شاہی حدود میں دست اندازی شروع کی تھی۔ اس وقت جب عمال شاہی نے پانیخت کو اطلاع بھیجی تو مرزا محمد امین جلدۃ الملک نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے قدیم جانا بڑا آسیر ہی کا انتخاب کیا اور اس کو سپہ سالار بنا کر سید حیدر اور امجد الملک کو اس کے ماتحت روانہ کیا۔ اس وقت تک آسیر اور بڑا مقتدر اور صاحب جاہ و جلال امیر بن گیا تھا۔ اور خود اس کی اپنی فوجیں نہایت کثیر التعداد تھیں۔ اس وقت اسکو تشریف شاہانہ سے سرفراز کر کے روانہ کیا گیا تھا یا آخری خلعت تھی جو آسیر کو محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے عطا ہوئی تھی کیونکہ اس کے میدان جنگ سے واپس آنے سے قبل ہی یہ فرائض بادشاہ انتقال کر گیا۔

غرض آسیر اور تاتار سے لڑنے کا مسلسل، اسال محمد قلی کی فوجوں کا سردار رہا اور آخر کار ۱۰۱۱ھ میں تو سپہ سالار بھی بنا گیا یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ مسلمان امر و عائد شد امجد الملک اور سید حیدر وغیرہ اس کے ماتحت میدان جنگ میں روانہ کئے گئے۔

دہر ماراؤ | یہ ابتدا میں ایک معمولی شہر تھا چنانچہ ۱۰۱۱ھ میں جب دیو اور قوم نے قطب شاہی حکومت

کے خلاف بغاوت کی اور راجہ جندی کا علاقہ خالی پا کر ایور ٹروول اور بھار جلی میں نہ گامہ آرا ہو گئے تو محمد قی قطب شاہ نے مرفی نگر کے سپہ سالار عادل خاں اور سر نوبت چنگیز خاں کو حکم دیا کہ فوراً راجہ جندی اور کامورم کے علاقہ میں پہنچ کر مخالفین کو سزا دیں۔ اور بعد کو میر زین العابدین اور عبد الکیم حوالدار کو بھی انکی مدد کے لئے راجہ جندی سے روانہ کیا غالباً اسی فوج کے سرداروں میں دھرم راؤ بھی شامل تھا۔ اس وقت باغی دریا کے ایسے حصہ پر قابض تھے جہاں سے شاہی فوجوں کو عبور کرنا تھا۔ لیکن مخالفوں کی تہمت کی وجہ سے اس جگہ عبور کرنا مشکل ہو گیا اور کئی روز اسی پریشانی میں گزر گئے تو سپہ سالار نے دھرم راؤ کو روانہ کیا تاکہ کوئی دوسرا عبور کرنے کے قابل مقام تلاش کر آئے۔ چنانچہ دھرم راؤ نے دس بارہ کوس تک ندی کے کنارے گناہ سفر کر کے ایک رات نہ نکال ہی لیا جہاں سے چنگیز خاں اور دیگر سردار دریا کو عبور کر کے باغیوں کے سر پر جانچے غرض دیوار قوم کو مطیع کرنے میں دھرم راؤ کی بہادری اور فرست کا بھی کچھ حصہ ضرور تھا۔

اس کے بعد سے زین العابدین کی نظر خاص دھرم راؤ پر پڑنے لگی جس کو اس نے اپنے ساتھ ہی میدان جنگ میں رکھا۔ اس آٹنا میں ششہ میں جب رات راؤ ملک امین الملک سے ناراض ہو کر حکومت کے خلاف بغاوت کی اور ہری چندر کو بھی اپنے ساتھ لیا گیا تو ہری چندر نے وساد دیو کو اپنی مدد پر بلایا۔ وساد دیو بڑا مدبر اور طاقتور دشمن تھا جس نے نہایت ہوشیاری اور فن حرب کی پوری ہمار کے ساتھ قطب شاہیوں کا مقابلہ کیا اور جگہ جگہ ان کو پریشان کیا۔ اس وقت زین العابدین نے دھرم راؤ سے کام لیا جس نے دوسرے سرداروں مثلاً عبد الکیم، چنگیز خاں اور بھالے راؤ کے ساتھ قلعہ حملور کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ وساد دیو کو قلعہ والوں کی مدد کیلئے

ایک زبردست فوج روانہ کرنی پڑی لیکن دہراؤ اور اس کے ماتحتیوں نے ایسا روانہ نہ کیا کہ بہت سے دشمن یا قیدی ہو گئے یا فرار ہو گئے۔ ان مسلسل ناکامیوں کو دیکھ کر ونا دیو نے دہراؤ سے پناہ مانگی اور اس کے توسط سے پچاس ہزار ہون اور پچاس ہاتھی سپہ سالار کے یہاں روانہ کیے اور انتہائی خراج ہر سال ادا کرنے اور اطاعت گزار رہنے کا وعدہ کیا۔

اس صلح اور اطاعت گزاری میں معلوم ہوتا کہ دہراؤ کا بڑا حصہ تھا۔ وہ بہادر ہونے کے علاوہ بڑا مدبر بھی تھا اور دشمن بھی اس کی رہنمائی پر بھروسہ کرتے تھے چنانچہ دہراؤ نے ونا دیو کو مطیع و متقاد بنایا بلکہ ہری چند کے پیچھے بول بات کر جو بانی فرما دیا ونا دیو ہی کے ذریعے سے گرفتار کر لیا۔ اور اس کے بدلے میں ونا دیو کے اعزہ و اقربا کو آزاد کرادیا۔ یہ ایک ایسی سیاسی چال تھی جس کی وجہ سلطنت میں بڑا امن و امان قائم ہو گیا۔

اس خدمت کی بنا پر محمد علی نے دہراؤ کی جو قدر افزائی کی انہوں نے اس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں کیا لیکن اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ روز بروز دہراؤ کی شخصیت اور اہمیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا چنانچہ اس کے بعد ہی شہنشاہ میں جب شہنشاہی راج و لداوت راؤ نے بغاوت کی تو اس وقت بھی دہراؤ میدان جنگ میں اس کے مقابلے کے لئے موجود تھا۔ اور اب کے اس کی شخصیت اور اثر خود میرزین العابدین سالار سے زیادہ اہم ہو گئی تھی۔ چونکہ کشم کوٹ کے علاقہ پر قبضہ کر لینے کے بعد سے مسلسل لڑائیاں جاری تھیں اور سمت مرقضی نگر کی قطب شاہی فوج کا امن چین غائب ہو گیا تھا اس لئے اس موقع پر دہراؤ کی یہ رائے تھی کہ قلعہ دلاؤ کو فتح کرنے کی جتنیں اٹھانے کی جگہ بہتر یہ ہے کہ کشم کوٹ کے بعض علاقے وہاں کے سابق دال بھائی

کو عطا کر دیئے جائیں اور اس سے مطیع و فرماں بردار رہنے اور سال بسال خراج روانہ کرنے کا وعدہ لیا جائے۔
 میرزین العابدین ایک جنگجو سپاہی لڑا تھا۔ وہ اس قسم کی مصلحت اندیشی کا قائل تھا۔ اس کا خیال تھا کہ
 جب عرصہ سے ہم اس محرم میں سرگرم ہیں تو پورے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کرنے کے بعد ہی دم لینا چاہیے۔
 معلوم ہوتا ہے کہ دہر ماراؤ نے اس کو بہت کچھ سمجھایا لیکن جب وہ اپنے خیال پر اڑا رہا تو سلطان محمد قلی
 قطشہ کی بارگاہ میں عریفہ روانہ کیا کہ عرصے سے شاہی لشکر باغیوں کا مقابلہ کر رہا ہے اور اب صورتِ حال
 اس امر کی متقاضی ہے کہ بجائی بلند کو پہلے کی طرح ایک باگلدار راجہ بنا کر کچھ علاقے اس کے سپرد کر دیئے جائیں۔
 دہر ماراؤ بادشاہ کی طبیعت سے واقف تھا اور اسی لیے سپاہیوں سے ایسے ہو کر اس کے خلاف
 اس اپنی رائے راست بارگاہ عالی میں روانہ کی۔ محمد قلی نے اس خط سے اتنا اثر لیا کہ زین العابدین کو
 سپاہیوں سے ہٹا کر واپس بلایا اور حسین ابن مصطفیٰ خاں کو روانہ کیا۔ یہ مقابلہ کلم غم تھا اور چونکہ اس کو
 شاہی خاندان سے قرابت تھی اس لیے دہر ماراؤ نے اس خیمیت اور سپاہیوں کی تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر بجائی بلند
 کے بھتیجے ہری چند کو معافی مانگ لینے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ ہری چند اس علاقے کے بہت سے بہادروں
 کے ساتھ دہر ماراؤ سے ملا۔ اور بجائی بلند کے بالکل تیس سال میں اس کا مددگار ثابت ہوا۔ غرض دہر ماراؤ
 کی ہونسیاری سے شتم کوٹ کا علاقہ پھر باغیوں کی خالی ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد آٹھ نو سال تک قطشہ ہی سلطنت میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور دہر ماراؤ دربارِ شاہی
 میں باریاب رہا۔ آخر کار ۱۱۸۰ھ میں جب وناو دیو نے شتم کوٹ کے علاقے میں داخل ہو کر تاحات قمار کرائی

شروع کیا تو محمد قلی قطب شاہ نے دہراڑ اور چنگیز خاں ایک عظیم لشکر کے ساتھ اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس بڑے فوج کے ڈر سے ونا دیو قلعوں میں محصور ہو گیا اور اس کے علاقوں کو شاہی فوجوں نے پامال کرنا شروع کیا۔ اس موقع پر بھی دہراڑ کی سیاسی جوڑ توڑ نے اپنا رنگ دکھایا۔ یعنی جس طرح پہلے بھائی بُند کے پیچھے ہری چندر کو اس نے مخافین سے توڑ لیا اسی طرح ونا دیو کا بھتیجا کشنراج بھی اس جنگ میں شاہی لشکر سے آلا۔ اس دفعہ بھی فیض آباد دہراڑ کا ہاتھ ہو گا۔ وہ خفیہ رسالت اور نامہ و پیام کے ذریعے سے لوگوں کا دل موہ لینے میں اتنا دھما غرض جب کشنراج قطب شاہی لشکر کی طرف آیا تو دہراڑ اور حیدر پور کے دونوں نے بڑے اعزاز و کرام سے اس کا استقبال کیا۔ اس قدر افزائی کا حال سن کر اور بہت سے ہندو بہادر بھی کشنراج اور دہراڑ سے آئے۔ اس واقعہ کا ونا دیو پر اتنا اثر پڑا کہ وہ بیمار ہو گیا اور آخر کار وفات پائی۔

اب دہراڑ کے تدبیر و سیاست کے لئے ایک نئی جو لا نگاہ نکل آئی۔ اس نے ایک طرف تو ونا دیو کے اعیان سلطنت کو کچھ بھیجا کہ اب لڑنا بے سود ہے اس لیے اطاعت قبول کر لیں۔ اور دوسری طرف کشنراج کو دہاں کا راجہ بنانے کے امکانات پر غور کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود ونا دیو کے لئے

۱۔ دہراڑ کے خط کے الفاظ تانچوں میں اس طرح مرقوم ہیں :-

”خسرو زمان خان اعظم جنگیز خاں را بشکر عظیم بعزم تخی آں بلاد و رانہ فرمود است۔ یابید کہ بدتو جمیع راجہاں بلاد مطیع و منقاد گردیدہ مانگرار شوید۔ والا خان اعظم مملکت موروثی را

از دست تفرشتہ انتزاع خواہد کرد“ تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸) تاریخ حقیقہ العالم صفحہ (۲۵۳)

نے کٹناراج کو جانشین بنانے کی استدعا کی۔ اور دہراؤ نے کٹناراج سے کہا کہ اگر تم کو سنا دیو کو کاجانشین بنائیں تو بادشاہ کی خدمت میں کیا مذروگے اور ہر سال کتنا باج روانہ کرو گے۔ کٹناراج کے لیے تو یہ ایک غیر متوقعہ خبر تھی اس نے جی کھول کر وعدے کر لئے اور ان کے ایفا کے لئے بڑی بڑی قصیں کھائیں۔ غرض دہراؤ نے ہر طرح سے مطمئن ہو کر کٹناراج کو خود اپنے سامنے راجہ بنا کر سنا دیو کے پایہ تخت کی نظر روانہ کیا۔ تارنج کے حربہ لیل جملہ سے کہ :-

”بتدریفات شاہانہ وارپ با زین زرو کلاہ و کمر از جامدارخانہ بادشاہی ہمراہ خود
داشت سرفرازش گردانیدہ باشوکت تمام بجانب متعرو سنا دیو روانہ کر دیا“

پتہ چلتا ہے کہ دہراؤ پہلے سے یہ سوچ کر نکلا تھا کہ کٹناراج کو سنا دیو سے توڑ لوں گا اور اس کو راجہ بنا کر روانہ کروں گا۔ ورنہ ان تمام لوازمات کے جامدارخانہ شاہی لے کر نکلنے کا کیا موقع تھا۔ اور نہ کسی دوسری لڑائی کے وقت فوج کے ساتھ ایسے لوازم کے روانہ کرنے کا تاریخوں میں ذکر ملتا ہے۔ غرض دہراؤ اپنے منصوبے میں کامیاب رہا اور کٹناراج سے ایک سو چاس ہزار ہون اور ایک سو چاس ہاتھی وصول کر کے محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیے۔ اس کے بعد اگرچہ بغیہ نصف رقم اور ہاتھیوں کے دینے میں کٹناراج نے کچھ عرصے تک عذر کیا لیکن آخر کار وہ پوری طرح مطیع و منقاد ہو گیا۔ اور پھر کبھی بغاوت نہ کی۔ اس طرح دہراؤ کے تدبیر نے محمد قلی قطب شاہ کے ماتحت ایک نئے

باجنار راجہ کا اضافہ کیا۔

دوسرے امیر

آسیر اور دہراؤ کے علاوہ محمد قلی قطشاہ کے اور دس حسبِ نسل ہندو

امرا و عمائد بھی قابلِ ذکر ہیں۔ (۱) جگیت راؤ (۲) سری راؤ (۳) ساجی

(۴) بجالے راؤ (۵) کندراج (۶) ٹنگراج (۷) ہری چندر (۸) راجندر (۹) راوت راؤ (۱۰) کرشن راج

وہ قطشاہی امیر تھے جس کو محمد قلی نے ۱۲۰۳ء میں قلعہ سندیل اور اس کے

جگیت راؤ

اطراف و اکناف کی حکومت سپرد کی۔ یہ قلعہ خود بادشاہ نے بڑے سخت مقابلے کے بعد فتح کیا تھا۔

۱۲۰۹ء میں قلعہ شکر کوٹ اور اس کے اطراف کے علاقوں کا حاکم بنایا گیا

سری راؤ

تھا۔ یہ قلعہ ساہا سال کی لڑائیوں اور تباہیوں کے بعد فتح ہوا تھا اور جب اس کی فتح کی اطلاع سین

پالار نے بادشاہ کے یہاں روانہ کی تو اس کی حکومت کے لئے اس نے فوراً اپنے اس امیر سری راؤ کو نامزد کیا۔

قطشاہی شکر میں سرنوبت کے عہدہ پر فائز تھا اور جب محمد قلی ۱۲۰۳ء میں

ساجی

موسلموں کا سندیل، کندری کوٹ اور سینکندہ وغیرہ قلعوں پر معرکہ آرا ہوا تو یہ اس کے ساتھ تھا۔ اور جب بادشاہ

پانچتھ دہلی نے لکناؤ اس کو دوسرے سرداروں کے ساتھ نئے مفتوحہ علاقے کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا تھا۔

اس کے بعد جب دیکھتے ہی علاقے میں ریشہ دوانی شروع کی تو ساجی کو بادشاہ نے حکم دیا کہ

ایک ماہاں یزدی کے ساتھ جیالکر کے علاقہ پر حملہ کرے چنانچہ ساجی کی فوج نے جیالکر میں گھس کر قبضہ کر لیا اور

دیہاتوں کو تباہ و برباد کیا۔ اس اثنا میں جب راجہ اوگرہ مقابلے کے لئے نکلا تو ساجی کو دوسرے سرداروں

کے ساتھ روانہ کیا گیا جنہوں نے ایسا دل توڑ کر مقابلہ کیا کہ دشمن کے تین چار ہزار سپاہی مارے گئے۔ اس فتح کے بعد ساجی قوط شاہی فوج کے ساتھ گجرات کی سرحد میں ایک ہفتہ کا رستہ طے کر کے شہر کالیہر پر حملہ آور اور اس دولت مند شہر کو لوٹ لیا۔

ان کامیابیوں کے کچھ عرصہ بعد جب کشتہ میں ساجی کے بعض ساتھی مثلاً بھالے راؤ خان خاناں اور علم خاں نے ان ملک کی سختی سے تنگ کر قوط شاہی حکومت کے خلاف بغاوت کی تو غالباً یہی ان میں سے ایک اور بعد کو معافی مانگ لی چنانچہ کشتہ میں جب راجندر میں دیوار قوم کی بناؤ کے لئے مقرر ہوئے تو ان سے فوجیں روانہ کی گئیں تو ساجی بھی ان کے ساتھ تھا اور اس پیلار میرزین العابدین کی خواہش پر دہراؤ کے ساتھ دریائے کرشنا کو عبور کرنے کا ایک نیا رستہ ڈھونڈ نکالا اور قوط شاہی فوج کو تباہی سے بچا لیا۔

بھالے راؤ

ساجی کا دورت اور فوج کھڑا تھا اور اپنی جاگیر واقع مرنی نگر سے باہر

کے حکم پر نیکینڈہ چمک کر گرنے کے لئے اعتبار خاں کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ اور جب یہ مہم فتح ہو گئی تو مرنی نگر ہی کے علاقے میں مقیم تھا کہ علم خاں غیر کے ساتھ بغاوت میں شریک ہو کر گجرات کی طرف بھاگ گیا بعد شاید مدد نہ خواہ ہو کر پھر محمد قلی کی ملازمت اختیار کر لی تھی کیونکہ کشتہ میں جب راؤ اور دوسرے سرداروں نے بغاوت کی تو بھالے راؤ کو دہراؤ عبدالکیم اور چنگیز خاں کے ساتھ قلعہ بلو کے محاصرہ کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ جہاں اس نے دو مہینوں تک بل قلعہ کا مقابلہ کیا۔

ساجی اور بھالے راؤ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کے لطف کرم کے بھروسے پر

ہندو امرا باغی ہو جانے پر بھی معافی مانگ لیتے اور دوبارہ شاہی فوارشا سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

مکندر جاج | بھائی بلند روائی کشنم کوٹ کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کے انتقال کے بعد جب بارہ سال کی عمر میں کشنم کوٹ کا راجہ ہوا تو نذر پیش کرنے کے لیے محمد قلی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بھائی بلند تیس سال سے شاہی خراج پابندی سے ادا کرتا رہا تھا۔ اس لیے جب اس کا لڑکا مکندر جاج محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو بادشاہ اس کے ساتھ بہت لطف و کرم سے پیش آیا اور اس کی جو قدر افزائی کی اس کا حال خود تاریخ کے الفاظ میں یہ ہے :-

”فرمان ہمایوں بنام امرا، راجہ کائے کشنم کوٹ شرف نفاذ یافت کہ حکومت اس بلا
بہکند جاج مرحمت فرمویم یا مدکہ از اطاعت او تخلف نورزید..... بانعت ہدایای
لائق او بدرگاہ والا آورہ بشرد: آستان یوسی شرف گشت۔ و تشریفات شامانہ واسپا
بازین ز روکلاہ و کمرواق تاب گیر سر فراز گردید۔ بشوکت تمام مراجعت نمود“

لیکن یہ صرف بارہ سال کا تھا اس لیے جب اپنی راجدہانی کو واپس ہوا تو بعض مفردوں کے بہکاتے سے اپنے ایک عزیز دیوراج کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے محمد قلی بہت ناراض ہوا اسکے بعد مکندر جاج وید یاد کے بہکاتے سے خراج ادا کرنے میں بھی غدر کرنے لگا اور برلاس خاں کو جو کشنم کوٹ میں قطب شاہی رزیڈنٹ تھا قید کر لیا۔ محمد قلی نے اس کی کم عمری کا لحاظ کر کے اس کو بھانے کے لیے کئی آدمی روانہ کئے اور بعد کو خود بھی جانا چاہتا تھا لیکن امین الملک نے منع کیا اور خود فوج لے کر چڑھ آیا۔

کنند راج نے امین الملک کی پند و نصیحت کی بھی کوئی پروا نہ کی اور آخر کار تمام عمر پریشان بادشاہ نے کشم کوٹ کے علاقہ کو پوری طرح سے فتح کر کے اپنے ایک امیر سری راؤ کے سپرد کر دیا۔

شکر راج

بھائی بلند راج کا بھتیجا اور کنند راج کا عم زاد بھائی تھا۔ یہ اپنے چچا کے

زمانے ہی سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار کے عمائدین میں شامل تھا جب کم عمر کنند راج بغاوت پر اُٹھ گیا تو بادشاہ نے اس کے اس چچے بھائی کو علی خاں اور مجاہد خاں کے ساتھ ملک امین الملک کے ماتحت روانہ کیا شکر راج کو محض اس لئے روانہ کیا گیا تھا کہ کنند راج کم از کم اس اثر سے بغاوت سے باز آئے۔ لیکن جب شکر راج نے دیکھا کہ وہ کسی طرح باز نہیں آتا تو اس کے خلاف صف آرا ہوا اور میدان کارزار میں اس جانبازی کے ساتھ کنند راج کی فوجوں میں گھس پڑا کہ آخر کار وہ شکست کھا کر بھاگ نکلیں لیکن افسوس کہ خود شکر راج اس لڑائی میں شہید ہو گیا۔

ہری چندر

یہ بھی بھائی بلند راج کا بھتیجا اور غالباً شکر راج کا حقیقی بھائی تھا۔ اور اسی کے

ساتھ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں مسلک تھا۔ اس نے بھی شکر راج کے ساتھ کنند راج کے مقابلے میں کار نمایاں انجام دیئے تھے۔ اور اپنے بھائی کے مرنے کے بعد محمد قلی ہی کے دربار میں خزانہ و مفتخر تھا۔ لیکن شہر میں جب رات راو ملک امین الملک کے برتاؤ سے ناراض ہو کر قطب شاہ ہی فوج سے نکل گیا اور حکومت کے خلاف بغاوت کی تو اس نے ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور غیہ طور پر لکھ بھجیا کہ اگر اس وقت تم میرا ساتھ دو تو میں تمہیں کشم کوٹ کا راجہ بننے میں مدد دوں گا۔

حکومت کا لالچ بڑا ہوتا ہے۔ ہری چند محمد قلی جیسے مہربان بادشاہ کے خلاف راؤت راؤ کے ساتھ
 شریک ہو گیا۔ اور عرصہ تک شاہی فوج کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار شہنشاہ میں جب دھرم راؤ کی
 شکایت پر یحییٰ پٹیل اور مقرر ہو کر آیا اور زین العابدین واپس بلا لیا گیا تو اس تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر
 غالباً دھرم راؤ کے اشارے سے ہری چند بہت سے بہادروں کے ساتھ قطب شاہی لشکر میں آ ملا۔
 اور گزشتہ بغاوت کی تلافی کرنے کے لئے یہ رائے دی کہ بھائی بلند رکا ایستھال اس طرح ہو سکتا ہے کہ
 سرحد پر اور بعض رستوں پر جہاں سے وہ بھاگ سکتا ہے یا جہاں سے اس کو رسد مل سکتی ہے
 چند قلعوں کو مستحکم کیا جائے اور بڑی بڑی فوجیں متعین کی جائیں۔ ہری چند رکی یہ رائے بڑی
 معقول تھی اور اس پر عمل کر کے حیدر نے تین قلعے مصطفیٰ آباد، شاہ آباد اور محمد آباد بنائے اور ان میں
 زبردست فوجیں ملک نائب کی نگرانی میں متعین کیں۔ اس طرح سے باغیوں کی آمد و رفت اور رسد کی فوجی
 مشکل ہو گئی۔ آخر کار قلعہ کشم کوٹ پر قطب شاہی فوج کا قبضہ ہو گیا اور سہی راؤ کو دباں کی حکومت سپرد
 کر دی گئی۔ اس طرح کشم کوٹ کی بغاوت کے انحصال اور تین مشہور قطب شاہی قلعوں کی تعمیر میں
 ہری چند نے بہت بڑا حصہ لیا۔

راحم چند پتاپور کاراجہ تھا جو کشم کوٹ کی سرحد پر ایک چھوٹی سی ریاست تھی

اس نے سکندر راج کی مدد کے لئے شہنشاہ میں قطب شاہی سلطنت سے لڑائی مول لی جس کی وجہ سے
 امین الملک اس کے ملک پر حملہ آور ہوا اور اسے کے پورے خلیج کو لوٹ لگا دی۔ امین الملک کی فوج کا

اتنا رعب پڑا کہ آخر کار رام چند نے اطاعت قبول کر لی اور سال بسال خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا اس طرح سے اس کا ملک تباہی سے بچ گیا اور وہ قطب شاہی باجگزار راجاؤں میں شامل ہو کر امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگا۔

راوت راؤ

بڑا زبردست ہندو سردار تھا جو اپنی کثیر التعداد پیادہ فوج اور بہادری و جاہ و جلال کی وجہ سے ممتاز تھا۔ اور عرصہ تک محمد قلی قطب شاہ کی فوج کے ساتھ اخلاص اور دولت خواہی کی خدمات انجام دیتا رہا۔ آخر کار رفتہ رفتہ میں میر جلال امیر الملک کے بعض احکام سے ناراض ہو کر رات کے وقت فوج شاہی سے علیحدہ ہو گیا اور ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کر لیا۔ لیکن بہت جلد قطب شاہی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔

کرشناج

وٹا دیو کا بھتیجا تھا اور ۱۵۱۰ء میں اپنے چچا سے کسی بات پر

ناراض ہو کر دہر ماراؤ کے اشارے سے میں میدان جنگ میں

قطب شاہی فوج سے آ ملا اور اس کے بعد جب وٹا دیو کا انتقال ہو گیا تو دہر ماراؤ نے اس راجہ بنا کر روانہ کیا۔ اس کا حال دہر ماراؤ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔ یہ محمد قلی قطب شاہ کا ایک باجگزار راجہ تھا۔ مذکورہ بالا خاص شخصیتوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں اور متعدد دیرینہ ناکام

مقدم اور دیوار قوم کے ہندو سردار بھی موجود تھے جن پر اس کو کمال اغماذ تھا اور جو مسلمانوں کے دوش بدوش قطب شاہی سلطنت کے استحکام اور ترقی میں کوشاں رہتے تھے۔

ایرانیوں اور اجنبیوں کی گشت و قدم اور قدر و قدرتی

بعض مورخوں نے سلطان محمد قلی پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ مذہبی تعصب کی وجہ سے ملک کے سنی باشندوں کے مقابلے میں ہمیشہ ایرانیوں اور غیر ملکوں کی سرپرستی کیا کرتا تھا۔^۱ لیکن یہ بات بالکل صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو اس کے امراء و عمائدین میں امین الملک، فتح الملک، خدائندہ خاں، خیرات خاں، عبدالکریم، حسن علی، اور انور خاں وغیرہ جیسے بڑے بڑے دکنی اور سنی شامل تھے۔ اور دوسری بات یہ کہ ایرانی نووارد دکنی سرپرستی اور قدر افزائی مذہبی سے زیادہ سیاسی اسباب کا نتیجہ تھی۔ رب سے پہلا اور رب سے ہم سبب تو یہ تھا کہ ہر شخصی حکومت میں بادشاہ اپنی حفاظت اور انتظام کے لئے بالعموم نئے ملازمین کو ماہور کرتا ہے، اور بعض وقت قدیم ملازمین کو ہٹانا بھی ضروری سمجھتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ مع

۱۔ مثلاً تاریخ دکن، ص ۲۹۴، صفحہ ۲۹۴ پر لکھا ہے:۔
 ”محمد قلی بھی دکنی شیوخ تھا اس لئے اس سلطنت میں تمام سرکاردار بائیں شیوخ اور شیوخ لائے۔ اور اس لیے وہ سنی کو برکات و مروت سلطنت میں خیل نہیں ہونے دیتے تھے۔ مگر چونکہ شیخ آدمی اس کثرت سے نہیں مل سکتے تھے کہ جو تمام مملکت کا بندوبست کر سکیں اس لیے تمام انگریزوں کے اور نیز متفرق کام ہندوؤں کے ہاتھ میں رہتے تھے۔“
 اسی قسم کا خیال تقریباً انہی الفاظ میں تاریخ و بارہ، ص ۱۹۱ پر بھی درج ہے۔

ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت

نئے ملازموں اور مددگاروں میں بھی باہر سے آئے ہوئے یا غیر ملکی اشخاص کا تقرر اور بھی زیادہ
توین صحت سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ملک اور اہل ملک کی دیرینہ خوبیوں یا خرابیوں سے آوا
ہوتے ہیں اور جو کوئی ان کی سرپرستی کرتا ہے وہ اس کے دست گرفتہ ہونے کی وجہ سے اسی کی خدمت
کو اپنا فرض منصوبی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آقا کے کام میں خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق اپنی جان تک
دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

ملک کے موروثی امرا اور قدیم محاشد ار اور جاگیردار لوگ جہاں اکثر سلطنت کی قوت
شابت ہوتے ہیں بعض وقت کسی ملک یا بادشاہ کے لئے خطرناک بھی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی
جڑیں ملک میں دوردوزنک گڑھی ہوتی ہیں اور ان کا اثر و اقتدار جس وقت چاہے بادشاہ کی
فات کے خلاف کام کر سکتا ہے۔ چنانچہ اکثر بادشاہوں کی جانشینی کے مسائل ایسے ہی امر کی مصلحت
اور دیگر اغراض کی وجہ سے الجھنوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ جب کبھی اپنے بادشاہ سے کسی وجہ
سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے بھائی یا قریبندار کو تخت کا دعویدار بنا کر بادشاہ کے خلاف
سازش کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ خود محمد علی کی زندگی میں ایسا واقعہ دو دفعہ پیش آچکا ہے کہ ملک کے
قدیم امرا شاہ عبدالغفار اور شہزادہ خدائندہ کو اس کے مقابلے میں کھڑا کر کے اس کی زندگی
کے لئے خطرہ کا باعث بن گئے تھے۔

اسی وجہ سے ہر ملک کے خود مختار بادشاہ ہمیشہ اجنبیوں کو بڑبڑا بڑبڑا پر سر فراز کر کے انہی سے اپنی حفاظت کا کام لیتے رہے ہیں۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اسی حکمت عملی پر کاربند تھا۔ بادشاہوں اور وزیروں کی یہ سیاسی چال تھی جس کی بناء پر دکن میں ہمیشہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑا پیدا ہوتا رہا۔ ہر بادشاہ یا مقتدر امیر نے نئے اور زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کو اپنا مشیر و مددگار بنانے کی کوشش کی اور اس طرح جو لوگ پہلے سے ملک میں موجود تھے وہ ہمیشہ ان نو واردوں سے رشک و حسد اور ان کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ اور اگرچہ بعض وقت وہ اپنی کوششوں میں کامیاب بھی رہے لیکن اکثر ناکام ہونا پڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اور ان کی اولاد نافذری اور ذلت کی زندگی گزارتے گذارتے اپنی اکثر اعلیٰ صلاحیتوں کو بھی کھو بیٹھی۔

غرض محمد قلی قطب شاہ بھی ایک مطلق العنان بادشاہ تھا اور اگر اس نے اپنے مشیروں کی دیرینہ سنت پر شدت سے عمل کیا تو کوئی تعجب کا مقام نہ تھا۔ رہا شیعوں کی سرپرستی کرنا تو اس پر بھی وہ مجبور تھا کیونکہ اس زمانے میں جتنے لوگ دہلی، آگرہ، بیجا پور کا رخ نہ کر کے گولکنڈہ آتے تھے وہ زیادہ تر شیعہ ہی ہوتے تھے۔ اس لیے کہ محمد قلی کے مذہبی عقائد اور خاص کر حجاز اہل بیت کا دور و روز تک چرچا تھا۔ چنانچہ اس کی زندگی ہی میں جب کہ وہ حیدر آباد کا شہر بنا اور بسا رہا تھا، احمد نگر میں ایک تاریخ برہان نامہ لکھی جا رہی تھی۔ اس کا مصنف جب محمد قلی کا نام لیتا ہے تو اس کی اسی خصوصیت پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے :-

”عالی حضرت اعظم ہمایون سلیمان ظل سبحانی المومئد بتائید اللہ خادم اہل بیت رسول اللہ

محمد قلی قطب شاہ“ صفحہ ۵۹۸

”عالی حضرت سلطنت و شہمت پناہ نصفت و معدلت و تنگاہ خادم اہل بیت رسول اللہ

محمد قلی قطب شاہ“ صفحہ ۶۲۵

حالاً کہ اس کتاب میں دوسرے معاصر بادشاہوں خاص کر ابراہیم عادل شاہ ثانی کا نام بھی کئی جگہ بڑے ادب و احترام سے لکھا گیا ہے لیکن ابراہیم کو یا کسی اور بادشاہ کو کسی جگہ خادم بہت رسول اللہ نہیں لکھا گیا۔

اس کے علاوہ محمد قلی کے سنی امراء و عمائدین نے چونکہ دو تین وقت اس کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تھا اس لیے وہ حق بجانب تھا اگر اس کو نینوں پر کوئی اعتماد باقی نہ رہا اور اس نے عمداً شیعوں اور ایرانیوں کی سرپرستی شروع کر دی تھی۔

ان حالات کے تحت حیدرآباد میں کثرت سے اہل ایران جمع ہو گئے۔ جو لوگ محمد قلی کے عہد سے پہلے ہی یہاں موجود تھے ان میں میر شاہ میر اصفہانی، امیر زمیل استرآبادی، محمد قلی سلطان، اور اعتبار خاں یزدی بہت بڑے امیر اور عمائدین سلطنت میں شمار کیے جاتے تھے۔ اس کے عہد میں جو ایرانی حیدرآباد آئے ان میں میر مومن استرآبادی، میر ضیاء الدین محمد نیشاپوری، علی بن عزیز اللہ طباطبائی، اور مرزا محمد امین بہت مشہور ہوئے۔ خاص کر میر مومن اور مرزا محمد امین

نے تو وہ رتبہ حاصل کیا کہ شاید ہی کسی بادشاہ کے زمانے میں کسی نووارد کو حاصل ہوا ہو۔ چونکہ ان دونوں کو محمد علی سے خاص تعلق رہا ہے اس لئے ان سے متعلق چند امور کی یہاں درج کرنا ضروری ہے۔

میر مومن

استرآباد کے شاہ میر سادات میں سید شرف الدین سماکی کے فرزند

اور سید فخر الدین سماکی کے خواہن زادے اور شاگرد تھے۔ موخر الذکر میر غیاث الدین منصور کے عظیم تلامذہ میں شمار کیا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ میر مومن شاہ پٹھان سپ کے دربار میں آئے اور شاہنشاہ سلطانی حیدر مرزا کی تعلیم اور آئینہ کی خدمت پر مامور ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد جب شاہنشاہ کا انتقال ہو گیا اور میر صاحب کے مخالفین اور حاسدین نے ان کے خلاف دہریت اور الحاد کا الزام لگا کر ان کو خارج البلد کرنے کی کوشش کی تو وہ خود قزوین سے ۱۲۹۷ھ میں عراق و عرب کے سفر پر نکل پڑے تھے اور حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد محرم ۱۲۹۸ھ میں گولکنڈہ پہنچے۔

چونکہ بڑے عالم و فاضل اور مدبر و دانشمند اور خلیق و منکر مزاج تھے اس لئے یہاں رفتہ رفتہ ان کی شہرت بھیلنے لگی۔ ان کو درس و تدریس کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اکثر طلبہ اور علماء ان سے استفادہ کرتے تھے۔ آخر کار پانچ چھ سال کے عرصے میں اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ

۱۷ حضرت میر مومن کے تفصیلی حالات زندگی پر راقم نے ایک علیحدہ مبسوط کتاب لکھ کر شائع کی ہے اس لیے یہاں صرف مختصر اور ضروری باتیں درج ہیں۔

کی وجہ سے محمد قلی قطب شاہ کو اپنا نشان زیادہ معتقد بنالیا کہ وہ ان کو اپنی سرکار و دیار میں
وخیل کئے بغیر نہ رہا۔ چنانچہ پیشوائے سلطنت جیسی اہم خدمت ان کے سپرد کی یہ عہدہ نائب بادشاہ
کی حیثیت رکھتا ہے اور سلطنت میں سب سے بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا۔

میر یون کے پیشوائے سلطنت بننے کے بعد ہی نارنج دکن میں دو اہم واقعات ظہور پذیر
ہوئے۔ یعنی شہر حیدرآباد کی بنا اور شہدائے کربلا کے نام کے علم مبارک کی اشادگی۔ اور ان دونوں
امور میں میر صاحب کی لچھی کو بھی دخل تھا۔ اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کیا جاسکتا کہ محمد قلی
اپنے عقائد میں جو خنکی پیدا کی اور حامد اہل بیت رسول اللہ کا لقب حاصل کیا اس کا سہرا
میر یون ہی کے سر ہے۔ حیدرآباد میں شیعہ عقائد کی عام طور پر ترویج اور عاشور خانوں اور
علموں کا قیام اور دیگر مذہبی مراسم کا آغاز محمد قلی نے مستند کے لگ بھگ کیا تھا جس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امور میر صاحب کے عہدہ پیشوائی کے اولین ثمرات ہیں۔

اس پیشوائی کے قیام کے بعد دوسرا اہم واقعہ جو پہلے کے ساتھ ساتھ یعنی تقریباً ایک ہی
زمانے میں وقوع پذیر ہوا شہر حیدرآباد کی بنا تھا۔ اس وقت محمد قلی نے ایک تمدن اور ترقی یافتہ
شہر کا جو نقشہ ڈالا اس کے بنانے میں میر یون پیشوائے سلطنت کی رائے بھی ضرور شامل ہوگی۔

چارینار کی وجہ تعمیر میں تعزیر کو دخل ہو یا نہ ہو اس کا ردضہ حضرت امام رضا کی طرح شہر کے
درمیان میں بنایا جانا اور اس کے چاروں طرف بڑی بڑی سڑکوں کی تعمیر حضرت میر یون کا

شورہ ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ اہم واقعہ جس میں میر صاحب نے ذاتی دلچسپی لی یہ تھا کہ شہر کے بازاروں، محلوں، مسجدوں، عاشور خانوں اور حماموں کے ساتھ ساتھ اہل شہر کے لئے ایک پاک صاف قبرستان کی جگہ کا تعین بھی پہلے ہی سے کر لیا گیا۔

اس کام کے لئے میر صاحب نے جس مقام کا انتخاب کیا اس میں کونسی خوبیاں پیش نظر تھیں اس کا تفصیلی بیان ہم نے ”سوانح میر یونس“ میں درج کر دیا ہے اس لئے یہاں اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ انھوں نے اپنے صرغے سے اس قبرستان کو چشتان کی طرح آراستہ کیا اور اس میں کربلائے معلیٰ سے خاک پاک ننگوا کر بچھوائی۔

میر یونس صاحب اگرچہ بظاہر مولوی اور دیندار آدمی تھے لیکن محمد قلی قطب شاہ اور اس کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں جملہ امور سلطنت انہی کی رائے اور شورے سے انجام پاتے تھے چنانچہ سلسلہ میں شہزادی حیات بخش کی شادی اور سلسلہ میں مرزا محمد امین میرٹھ کا تقرر انہی کی رائے سے انجام پایا۔ اس زمانے میں بیرون ہند سے جتنے عالم اور قابل لوگ آتے وہ میر صاحب ہی کی سعی و سفارش سے دربار قطب شاہ میں باریابی پاتے تھے۔ چنانچہ علامہ محمد ابن خاتون انہی کا شاگرد اور فیض یافتہ تھا جو بعد کو سلطان محمد کے عہد میں ایران کی سفارت پر بھیجا گیا اور سلطان عبداللہ کے عہد میں مینوائے سلطنت بنایا گیا۔

وہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ چنانچہ جب سلسلہ میں سلطان محمد قطب شاہ پیدا ہوا تو

انھوں نے سب بیل قطعہ نایخ لکھ کر محمد قلی کے حضور پیش کیا تھا۔

باز عالم ابتداءے کامرانی کردہ است	صد بشیر کامرانی می برد ہر خسبر
دودمان ترکماں را خوش چراغی بر فروخت	پرنو شہزادہ بر چرخ می تابد دگر
رونق عز و شرف سلطان مجرزاں است	ہر دو عالم یک صف از بہر آن عالی گھر
خاتم نایخ آن فرخندہ گوہر غفلت	اول کام است فیروز و اقبال فطرت
چوں دعا بہ نرس نی دامن ازاں می گویش	سرور عالم شوی در سل انبیل پدر

معلوم ہوتا ہے کہ اس شہزادہ کی تعلیم و تربیت میں میر یون نے خاص حصہ لیا تھا جب ہی تو وایسا زاہد مناض اور پاک باز بادشاہ ثابت ہوا۔ میر یون اس کو بہت چاہتے تھے۔ چنانچہ شہزادہ کی ساتھ اس کی شادی انہی کی ایسا سے کی گئی اور محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد سلطان محمد کی تخت نشینی کے وقت بھی میر یون نے ذاتی دلچسپی اور متعدد ہی سے کام لیا تھا۔ میر صاحب کی بقیہ زندگی سے متعلق تفصیلی معلومات ان کے سوانح حیات میں دیجے ہیں یہاں نایخ فرشتہ کا یہ خیال ظاہر کرنا ضروری ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے تذکرے کے آخر میں اس کی تین خوش قسمتیوں کا ذکر کرتا ہے جن میں سب سے پہلی اور سب سے اہم خوش قسمتی فرشتہ کی نظر میں یہی تھی کہ میر یون جیسا مستحق علیہ اور مختار کل محمد قلی کو لایا تھا جس نے اپنی دانشمندی اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے محمد قلی کے دور کو عظیم بنا دیا۔

مرزا محمد امین اصفہانی | شہرستانی الاصل تھا۔ اور بقول علی بن طیفور "دور فن ایتھاد بیا" وقت

بمذہب مہارت داشت کہ بیچ کس از ابناء روزگار باوے خیال مساوات بر لوح ضمیر نمی توانست نگاشت^۱ غرض وہ بڑا عالم و فاضل اور صاحب فہم و فراست تھا۔

جس وقت مرزا محمد امین حیدر آباد آیا ہے تو محمد قلی قطب شاہ کا عہد حکومت تھی تہی نرقیوں کے لحاظ سے معراج کمال پر پہنچ چکا تھا۔ اور اس کے میر حاکم امین الملک الف خاں کو بھی انتقال کیے ہوئے دو تین سال گزر چکے تھے۔ یہ عہدہ خالی تھا اور سریراؤ شاہ منصرمانہ طور پر یہ خدمت انجام دیر ہا تھا لیکن قبول تانچ قطب شاہی جیسا کہ چاہئے مملکت کا انتظام نہیں ہو رہا تھا اور محمد قلی کسی قابل آدمی کی تلاش میں تھا۔

اس موقع پر جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے جملہ اعیان دربار اپنے اپنے دوستوں اور محنتوں کے لیے کوشش کر رہے تھے لیکن میر منوشیوائے سلطنت نے مرزا محمد امین کو اس خدمت کے لئے منتخب کیا اور محمد قلی نے یہ سفارش قبول کر کے اسلئے میں مرزا کو اپنا جگتہ الملک اور وزیر مختار بنا لیا۔ اور اس کے لئے ایک ایسا پیش بہا قلمدان وزارت روانہ کیا جو اعلیٰ درجے کے جواہر سے مرصع تھا۔ ایسا قلمدان اس وقت کسی بادشاہ نے اپنے وزیر کو عطا نہیں کیا تھا چنانچہ مرزا محمد امین کے بعد بھی یہ قلمدان عرصے تک کسی کو نہ ملا اور آخر کار جب ۱۲۰۳ھ میں سلطان عبداللہ قطب شاہ نے محمد قلی کو شریف الملک کا خطاب دیا

سرخیل بنایا تو کمال مہربانی سے یہی قلمدان اس کو عطا کیا تھا۔

مرزا محمد امین کی سالانہ سخاوت دو لاکھ ہون یعنی زمانہ حال کے نو لاکھ روپے مقرر کی گئی تھی۔ اور اس مقررہ رقم کے علاوہ موقع بموقع بقول نایخ قطب شاہی :-

”بائع تشریفات شہانہ و اسپان بازین زرد و فیلان کوہ سیکر مغز و ممتاز گردید“

جس باتوں سے مرزا محمد امین کو سرفراز کیا جاتا تھا۔ یہ اتنی بڑی رقمیں اور اعزاز تھا کہ آج ہندوستان کے دیگر کسی کو بھی شاید نصیب ہو۔ اس سے محمد قلی کے جاہ و جلال اور شہانہ فیاضی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

محمد امین نے خدمت پر فائز ہوتے ہی زور و شور کے ساتھ ہمت مملکت کو سرانجام کرنا شروع

کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے سوری راؤ برہمن جو عرصہ سے بادشاہ کا منہ چڑھاتا تھا اس کی تحقیقات کی زد

میں آیا اور کثیر رقم اس کے ذمے بنایا نکلی۔ اس طرح کئی ہندو عہدہ داروں کا زور کم ہو گیا اور

بڑی بڑی رقمیں وصول ہوئیں۔ وہ بادشاہ کے مزاج میں بڑا خیل ہو گیا تھا اس کا ثبوت اس واقعہ

سے ملتا ہے کہ شہنشاہ میں جب ایک رات چند غیر ملکی اوباشوں نے محل بنات گھاٹ میں جبراً

داخل ہو کر جلسہ منایا اور دوسرے روز صبح بادشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے غصہ میں آکر

ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی خبر جب اہل حیدر آباد کو ہوئی تو ان کی سالہا سال کی امید

برائی۔ کیونکہ وہ غیر ملکیوں کے اقتدار اور غور سے تنگ آچکے تھے۔ اب انھوں نے کوئی توالی کے ملازموں

کے ساتھ مل کر خود بھی غیر ملکیوں کو لوٹنا اور تباہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سوادھی قتل کر دیے گئے

اور تمام شہر میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اس وقت مرزا محمد امین جامدار خانہ عامرو میں مصروف کار تھا۔ جب اس کو اس بدامنی کی اطلاع ملی تو فوراً محمد قلی کی بارگاہ میں حاضر ہوا بادشاہ آرام کر رہا تھا اور ملازمین درگاہ نے اس کو بیدار کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا محمد امین نے دیکھا کہ جتنی دیر ہوتی جائے گی اتنا ہی زیادہ کشت و خون ہوگا اس لئے آداب شاہی کے خلاف دروازہ کو زور سے کھٹکھٹایا جس کی آواز سے محمد قلی قطب شاہ بیدار ہو گیا اور وجہ دریافت کی۔ مرزا محمد امین نے بڑی ساجزی کے ساتھ حقیقت حال سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ بادشاہ خود اپنی خواہ گاہ کی کھڑکیوں سے بازار کی طرف نظر ڈالے۔ جب محمد قلی نے اس فتنہ و فساد کو دیکھا تو نگاہوں کو بھول ہو گیا۔ چنانچہ علی آقا کو توال پر غائب نازل ہوا اور مرزا محمد امین نے اہل شہر کو سخت منرا دلوائی جن جن لوگوں نے غیر ملکیتوں کو لوٹنے اور قتل کرنے میں حصہ لیا تھا ان کو ہاتھیوں کے پاؤں سے بندھوا دیا گیا اور بہت سے اہل شہر قتل بھی کرا دیے گئے۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد ۱۲۸۱ء میں مرزا محمد امین نے محمد قلی قطب شاہ کو اپنے محل میں مدعو کیا۔ اور اس دھوم دھام کے ساتھ دعوت کی کہ تائیں اس کے بیان میں خاص طور پر طلب ہیں اس دعوت کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ مرزا محمد امین دہ تمام ترک و اختتام اور مال و دولت اپنے بادشاہ کو دکھانا چاہتا تھا جو شاہانہ غایتوں کی وجہ سے اس کو سات سال کے عرصہ میں حاصل ہوئی تھی اس موقع پر اس نے اپنے تمام محل کو سات رنگ کے دیبا سے سجایا تھا۔ اور جملہ راستے

غیر وکلاب و مشک سے خوشبودار بنائے گئے تھے۔

بادشاہ صبح کے وقت جب اس کے محل میں داخل ہوا تو مرزا محمد امین نے زربفت، اطلس محل اور شجر کو پاندا کر کے اپنی ڈیوڑھی کو رشک گلستانِ ارم بنا دیا۔ بادشاہ کی آمد سے قبل ہی حیدر آباد کے تمام امرا اعیان دولت، سلاحدار اور قدیم الخدمت ملازمین و وزیر اعظم کے محل میں جمع ہو کر اپنی اپنی جگہ پر ٹہرے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے انشا پرداز اور شاعروں نے اس مجلس میں بادشاہ کی مدح میں قصیدے اور مضامین نثر پڑھ کر سنائے جن میں وزیر کو اس اعزاز و افتخار پر مبارکباد دی گئی تھی۔ اس کے بعد ماہرینِ فن و سرود نے اپنے اپنے کمال فن کے اظہار سے مجلس کو مسرور کیا پھر مرزا محمد امین نے اس مسر سازی کی نذر کے طور پر قسم قسم کی نادر و نیش بہا اشیاء بادشاہ کی خدمت میں پیش کیں۔ مثلاً

- (۱) تین عربی نسل کے گھوڑے جن میں سے ہر ایک کی زین اور لگام مرصع تھی۔
- (۲) بیس ہاتھی۔ (۳) ایک سونے کا کمر بند جس میں ۴۴ جواہر چڑے ہوئے تھے۔ (۴) اصف بلور کا ایک گول آئینہ جس کے اطراف جواہر اور آبدار موتی چڑے ہوئے تھے اور جس کا چوکھٹا سونے کا تھا اور اس میں بھی جواہر لگے ہوئے تھے۔ (۵) قرآن شریف اور دوسری کتابوں کی چودہ خوشخط و مٹلا و مذہب جلدیں (۶) دوسو عجیب و غریب سنگری غوری (۷) دو سو باریک اور نفیس کشمیری شال (۸) زربفت، منحل، کنخاب، مشجر اور اطلس کے چودہ چودہ تحفان

(۹) خوشحافی قالیبنوں کی تیس جڑیاں (۱۰) تیس عدد ندر کرمانی خوش رنگ و خوش قماش کافی طویل و عریض (۱۱) چند سونے کی کشتیاں جن میں قسم قسم کے جواہر اور شما ہوائے غیر تھے۔
(۱۲) ان کے علاوہ اور بہت سے بری اور بھری تحفے۔

اس عالیشان نذر کے بعد دسترخوان چنا گیا جس پر اتنی قسم کے کھانوں، شربتوں، اور سیووں کے خوان جمائے گئے کہ مورخوں نے لکھا ہے کہ ”بتخیل نہ گنجد و بشمار نیاید“ یعنی کسی کے قیاس میں بھی نہیں آ سکتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد محمد امین نے حملہ ندیموں، قصّہ نویس، شاعروں، اور اہل نغمہ کو جو اس مجلس میں موجود تھے تشریفات فاخرہ سے سرفراز کر کے پیچاس ہون انعام عطا کیا۔

اس دعوت کی تفصیل معلوم کرنے کے بعد عہد محمد قلی قطب شاہ کی فراغ بالی اور عیش و کامرانی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بادشاہ نے اپنے میر حلقہ کی پیش کی ہوئی نذر کو پسند کر کے قبول کیا۔ ان اشیاء کی قیمت کا اندازہ ایک سو پچاس ہزار ہون بتایا جاتا ہے۔ نذر قبول کر کے جب بادشاہ واپس ہونے لگا تو ازراہ مرحمت اپنے کندھوں سے زرین چادر نکال کر مرزا محمد امین کو عنایت کی یہ اتنا درجے کی سرفرازی سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زرنگار خلعت ہائے فاخرہ، پانچ ہاتھی اور پانچ عربی گھوڑے بھی جن کی زین اور لگام مرصع تھے، مرحمت کیے گئے اور آخر کار اٹھارہ پسندیدگی کے طور پر مرزا محمد امین کے پیش کیے ہوئے گھوڑوں میں سے ایک پر سوار ہو کر

محمد قلی قطب شاہ دولت خاں کا کہ اپنا ہوا۔

مرزا محمد امین یہ جہات سلطنت میں کیا حصہ لیا اور کون کون سے کام انجام دیئے ان کے ذکر سے تاریخوں کے اوراق خالی ہیں۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب ۱۱۸۹ء میں پرتاب شاہ نے بغاوت کی اور بادشاہ نے اس کے فرو کرنے کے لئے مرزا کو متوجہ کیا تو اس نے آسیر او کو پیہ سالار بنکر حیدر آباد سے ایک فوج روانہ کی۔ اور اس کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہ بغاوت فرو نہیں ہو رہی ہے تو محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے خود مرزا محمد امین حیدر آباد سے باہر نکلا۔ لیکن وہ بزم آرائی کا جتنا دلدادہ تھا میدان جنگ سے اتنا ہی گریزاں رہتا تھا۔ یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ وہ لڑائی کے لئے نکلا تھا۔ لیکن اس وقت بھی اس نے جس حزم و احتیاط سے کام لیا اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ اس میدان کا مرد ہی نہ تھا۔ چنانچہ جب وہ حیدر آباد سے نکلا تو پرتاب شاہ پر حملہ کرنے کی جگہ قطب شاہی حدود پر جا کر ٹھہر گیا۔ آخر کار جب کت خاں، زبردت خاں، خیرات خاں، اغیار خاں اور امجد الملک وغیرہ جیسے پیہ سالار اپنی فوجوں کے ساتھ اس کی مدد کے لئے پہنچ گئے اس وقت دستہ کے ملازمین داخل ہو کر چند مقامات پر قبضہ کر لیا لیکن پرتاب شاہ والی دستہ نے اتنا ستایا کہ مرزا محمد امین اپنی سرحدیں واپس چلا آیا اور بادشاہ کو اطلاع دی۔ محمد قلی ناامید ہونے والا شخص نہ تھا اس نے مالک پرت خاں کو ایک فوج کے ساتھ مرزا کی مدد کے لئے روانہ کیا لیکن اس اتنا میں جب خود محمد قلی کی طبیعت بے حد ناساز ہو گئی تو مرزا محمد امین

لڑائی کا خیال ترک کر کے حیدر آباد چلا آیا۔ اس کے بعد تو محمد قلی کا انتقال ہی ہو گیا۔ اور سلطان تخت نشین ہوا۔ میر حکیم کی ناکام دہائی اس نوجوان بادشاہ کی ناخوشی کا باعث ہوئی۔ اور اس کے علاوہ نہ معلوم اور کیا اسباب ہوئے کہ مرزا محمد امینؒ خود کو محفوظ نہ پا کر سلطان محمد قطب شاہ کی خدمت میں حضرت کی درخواست پیش کی۔ وہ تو پہلے ہی سے ناراض تھا فوراً درخواست قبول کر لی لیکن اپنی نیک نفسی کی وجہ سے مرزا محمد امینؒ کو اپنے پورے مال و متاع کے ساتھ حیدر آباد سے چلے جانے کی اجازت دے دی بلکہ دس ہزار ہونہ اور بھی اپنی طرف سے خرچ راہ کے لئے عطا کئے۔ برہان آثار میں لکھا ہے کہ :-

”فتور در مرتبہ استقلال خود مشاہدہ نمود از روئے حرم و عاقبت اندیشی استعفا
خدمت کردہ استدعائے حضرت مراجعت بطن مالوف نمود۔ اما از فرط ہمت بلند نظر
بمال و منال او نگروند“

اسے اس کا امکان ہے کہ مرزا محمد امینؒ محمد قلی قطب شاہ کی جانشینی کے مسئلے میں میزبون کا ہم خیال نہ ہو۔ کیونکہ بادشاہ کی نازک حالت کی خبر سنتے ہی اس کا میدان جنگ چھوڑ کر حیدر آباد چلا آنا اور پھر سلطان محمد کی تخت نشینی میں میزبون صاحب کا غیر معمولی دلچسپی اور مستعدی سے کام لینا ظاہر کرتا ہے ان کو ضرور کوئی اندیشہ تھا۔ ورنہ ہر تاریخ میں اس واقعہ پر زور نہ دیا جاتا۔ اور ایک بات قابل ذکر ہے

اور وہ یہ کہ اس تخت نشینی کے واقعات میں کہیں مرزا محمد امینؒ کا نام نہیں آتا۔

۳۰ گلزار آصفی صفحہ ۳۰ - ۳۱ حقیقۃ السلاطین ورق ۱۸۲

یہ عجیب بات ہے کہ بالکل اس طرح کا واقعہ سلطان محمد کے پیشرو محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے وقت بھی پیش آیا تھا جب کہ ابراہیم قطب شاہ کا وزیر مختار میر شاہ میر اپنے وطن کو بھجوا دیا گیا تھا۔

محمد امین ربیع الاول ۱۰۲۱ھ میں بہت بڑا خزانہ لے کر نکلا اور سیدھا بیجا پور کا رخ کیا لیکن یہاں ابراہیم عادل شاہ حکمران تھا جس نے اپنی ایک حلیف سلطنت کے معزول میر حملہ کو اپنے یہاں معزز و ممتاز کرنا سیاسی مصلحت کے خلاف سمجھا جس کی وجہ سے مرزا محمد امین کو مجبوراً ایران کا سفر کرنا پڑا۔ وہاں شاہ عباس کی خدمت میں اس نے اپنے حیدر آبادی خزانے میں سے ایک لاکھ روپے کے جواہرات بطور نذر پیش کئے لیکن وہاں بھی اس کی خدمت و منزلت نہ ہو سکی جو محمد قلی جیسا لکھ لٹ بادشاہ ہی کر سکتا تھا۔ آخر کار وہاں سے واپس آیا اور ۱۰۲۳ھ میں جہاں گیر بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہو کر حیدر آباد سے کمائی ہوئی دولت میں سے سچاس ہزار روپے نذر دیے۔ جہاں گیر اس کے ساتھ ہربانی سے پیش آیا۔ اور شاہ جہاں کے عہد میں وہ پنجپہاری امیر اور میئر بنایا گیا۔ آخر کار ۱۰۳۱ھ میں فالج و لقوہ سے انتقال کیا۔

مرزا محمد امین کو شعر و سخن کا بھی بڑا اچھا ذوق تھا۔ اس کے متعدد شعر حقائق السلاطین بطور نمونہ نقل کیے گئے ہیں۔ اس کی طبیعت میں شان و شوکت اور نزک و احتشام کی بڑی

صلاحیت تھی۔ حیدرآباد کے قیام کے زمانے میں اس نے ندی کے کنارے ایک عالی شان باغ بنایا تھا جو عرصے تک باقی رہا اور اس کے چلے جانے کے بعد شاہی تفریح گاہ اور سلطنت کے بہترین جہان خانے کے طور پر کام آتا تھا۔ ابن باغ اب تک حیدرآباد میں موجود ہے اور اس میں اب زمانہ ہسپتال، بازارچہ خانہ بنا دیا گیا ہے۔ کتاب مآثر و کن میں اس کو سہو و الملک الف خاں کا بنایا ہوا قرار دیا گیا ہے۔ تاریخ حقیقۃ السلاطین میں اس باغ کی بڑی تحریف کی چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے: ”باغ میرزا محمد امین میرجلہ ماضی کہ قطعہ است از بہشت بریں“

ایک اور جگہ نظام الدین احمد اس باغ کو شہر حیدرآباد کے بہترین مقامات میں سے قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے:۔

”باغ میرزا محمد امین میرجلہ ماضی را کہ بہترین مقامات و منازل دارالسلطنت است۔“

یہ باغ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد تک ایسا آراستہ و پیراستہ تھا کہ اس سے بہتر تفریح کا مقام شہر میں کوئی نہ تھا۔ چنانچہ جب شاہ جہاں نے ۱۶۲۸ء میں شیخ محی الدین پیر زاوہ اجین کو ایلچی بنا کر حیدرآباد روانہ کیا تو عبداللہ نے اس کو اسی باغ میں فروکش ہونے کا حکم دیا۔ اور اسی طرح اسکے ایک عرصہ بعد جب ۱۶۵۷ء میں شاہ ایران کا سفیر امام قلی بیگ

۱۷ دیکھو صفحہ ۱۷

۱۸ دیکھو صفحہ ۶۲

۱۹ دیکھو صفحہ ۱۳۳

شاہ جید راہ آیا تو پھر عبداللہ قطب شاہ نے اسی باغ کو اپنے اس مہمان کی قیام گاہ بنانے کا حکم دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باغ اور اس کی عمارتیں ایسی اعلیٰ پایہ کی تھیں کہ جب کبھی کسی بڑی سلطنت کا ایلچی آتا تو اس کو وہیں ٹھہرایا جاتا۔ غرض محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اس ایرانی وزیر اعظم کو جس کثیر مال و دولت سے سرفراز کیا تھا وہ بالکل بیکار نہیں گئی۔ کیونکہ اس دولت میں سے کچھ نہ کچھ رقم تو اس میر حملہ نے حیدر آباد ہی میں امین باغ کی تزئین و آرائش میں صرف کی۔ اور اس طرح محمد قلی کے جانشین مدت دراز تک اس باغ سے مستفید ہوتے رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس باغ کی بہار اب تک باقی ہے جب کہ خود محمد قلی قطب شاہ کی نسل بھی دنیا سے نیست و نابود ہو چکی۔

بعض غیر ملکیوں نے چننا | ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سپرنٹی کی ایسی اعلیٰ مثالیں دیکھ کر نہیں سمجھنا چاہئے کہ محمد قلی قطب شاہ ان کے ساتھ اندھا دہند رعایت کیا کرتا تھا۔ اس نے جہاں ملکوں اور تہوں کے ساتھ ان کی بے وفائیوں کی وجہ سے خراب برتاؤ کیا، ایرانیوں اور غیر ملکیوں کو بھی اپنی سیاست کے تحت برابر سزا دی۔ وہ صحیح معنوں میں ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر اور سیاست داں تھا اور جس کسی نے اس کی ذات کے خلاف سازش یا اس کی حکمتِ علی اور اس کے قانون کی خلاف ورزی کی وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ سنیوں کی ناقدری یا سنی امر و عائد کو اس کے بھائیوں کے ساتھ مل کر بغاوت کرنے کی پاداش میں جو سزائیں دی گئیں ان کا

تذکرہ نوگز چکا ہے۔ اس لئے یہاں صرف ایسے چند واقعات کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے جن سے معلوم ہوگا کہ اس نے ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے ساتھ ہر وقت موت اور ریت کا روناؤ نہیں کیا۔

اس قسم کے ایک واقعہ کا ذکر ابھی مہر محمد امین کے بیان میں گزر چکا ہے یعنی جب چند غیر ملکی لوگ اس کے محل بنات گھاٹ میں اجازت کے بغیر داخل ہو کر بے ادبی فریب ہوئے تو اس نے ان کو سزا دینے کے احکام جاری کئے جن کی بنا پر تقریباً سو ایرانی اور غیر ملکی مار ڈالے گئے اور بہت سے لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔

دوسرا واقعہ رستم خاں کو بے عزتی کے ساتھ قطب شاہی لشکر سے نکلوا دینے سے متعلق ہے۔ شخص نیانیا جید آباد آیا تھا اور سنہ ۱۵۸۷ء میں جب وینکٹ پتی کے مقابلے کے لئے فوج روانہ کیا جا رہی تھی تو اس نے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں ایسی باتیں بنائیں کہ بادشاہ نے اس کو پیر سالار بنا دیا لیکن جب لڑائی کے میدان میں وہ مخالفین سے ڈر کر بھاگ نکلا تو محمد قلی نے اس کے چہرے کو زنگ کر اور زنانہ لباس پہنا کر قطب شاہی سرحد سے باہر نکلوا دیا۔

علی بن عسکری اشرف طایب بھی ایک اور مشہور ادیب اور مورخ تھا اور نذر گ کے محاصرے کے وقت ۹۸۵ھ میں ایران آکر محمد قلی قطب شاہ کا ملازم ہوا تھا۔ لیکن بعد کو

میں کیا واقعہ پیش آیا کہ محمد قلی کی سرپرستی سے محروم ہو گیا اور نظام شاہیوں کی لازمت اختیار کر لی۔

اس قسم کا سب سے اہم واقعہ امیر شاہ میر کی برطرفی سے متعلق ہے۔ یہ امیر سلطان محمد قطب شاہ کا وزیر مختار اور نہایت وفادار دوست تھا۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اس کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ چنانچہ اس کی تخت نشینی کے بعد جب امیر تلدرگ سے آیا ہے تو بادشاہ کے استقبال کے لیے نکلا اور احترام کے خیال سے گھوڑے پر سے اتر گیا۔ بعد کو اس کی لڑائی بڑی دھوم دھام سے شادی بھی کی۔ لیکن آخر میں امیر شاہ میر مور و غتاب ہوا اور اس کو سلطنت سے باہر بھجوا دیا گیا۔ اس کے ایساں وغیرہ آئندہ محمد قلی قطب شاہ کی شادی کے بیان میں درج ہیں۔ یہ شادی بھی محمد قلی کے اعلیٰ تہذیب کا پہلا کارنامہ ہے کیونکہ امیر شاہ میر کی لڑکی اصل میں محمد قلی کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی اور جب بخت و اتفاق سے حسین قلی کی جگہ محمد قلی تخت نشین ہو گیا تو اس نے امیر شاہ میر کو اپنا طرفدار بنالینے کے لیے خود ہی اس کی لڑائی سے شادی کر لی۔

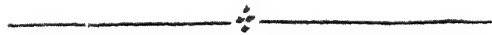
دکن کی محبت | ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے تعلقات کے تذکرے میں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سیاسی حالات اور مجبوریوں کو چھوڑ کر باقی تمام معاملات میں محمد قلی قطب شاہ ایک ٹھیکہ دکنی حکمران تھا۔ وہ اور اس کا باپ ابراہیم دونوں دکن میں

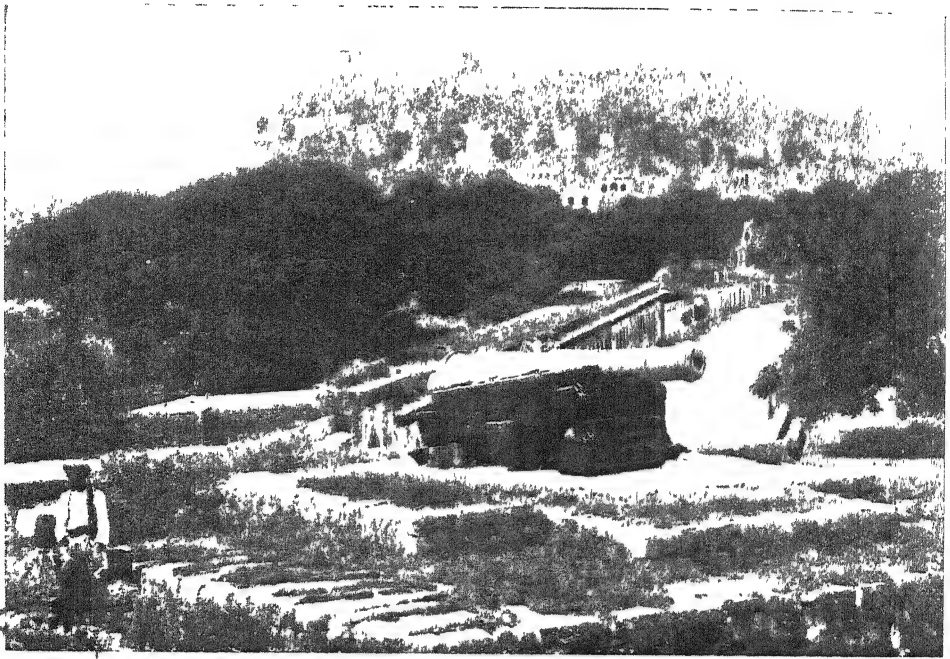
پیدا ہوئے تھے اور محمد قلی نے توپوری طرح دکنی لباس اور وضع قطع اختیار کر لی تھی اگر اس کے والد بچپا اور دادا کی تصویروں سے اس کی تصویر کا مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کا طلیہ اور لباس اس کے پیشروں سے کتنا مختلف تھا۔ وہ پہلا قطب شاہی حکمران تھا جس نے ڈاٹھی بندوائی تھی۔ وہ اہل دکن کی طرح کاندھے پر چادر اوڑھتا تھا اور ایرانی وضع کے کوٹوں، بنیچوں اور شملوں کا استعمال چھوڑ کر اپنے ملک کی آب و ہوا کے مطابق ہلکے پھلکے اور جہین کپڑوں کے لباس کی ترویج کی طرف مائل تھا۔

وہ دکن کو اپنا ملک اور وطن سمجھ کر اپنے کلام میں جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے۔ اگر ماہ نامے کی روایت صحیح ہے تو اس کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی تھی۔ اور ایسی صورت میں تو دکن اور تلنگانہ سے اس کو جتنی بھی محبت ہوتی کم تھی۔ اگرچہ اس کا تلنگنی کلام انبک دستیاب نہ ہوا لیکن اس کے اردو اشعار میں چند تلنگنی لفظ مثلاً دُررا (آقا) ایم رے ایم دیکھا ہے کیا موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تلنگنی بول چال سے واقف تھا۔ اس نے متعدد اشعار میں دکن کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔

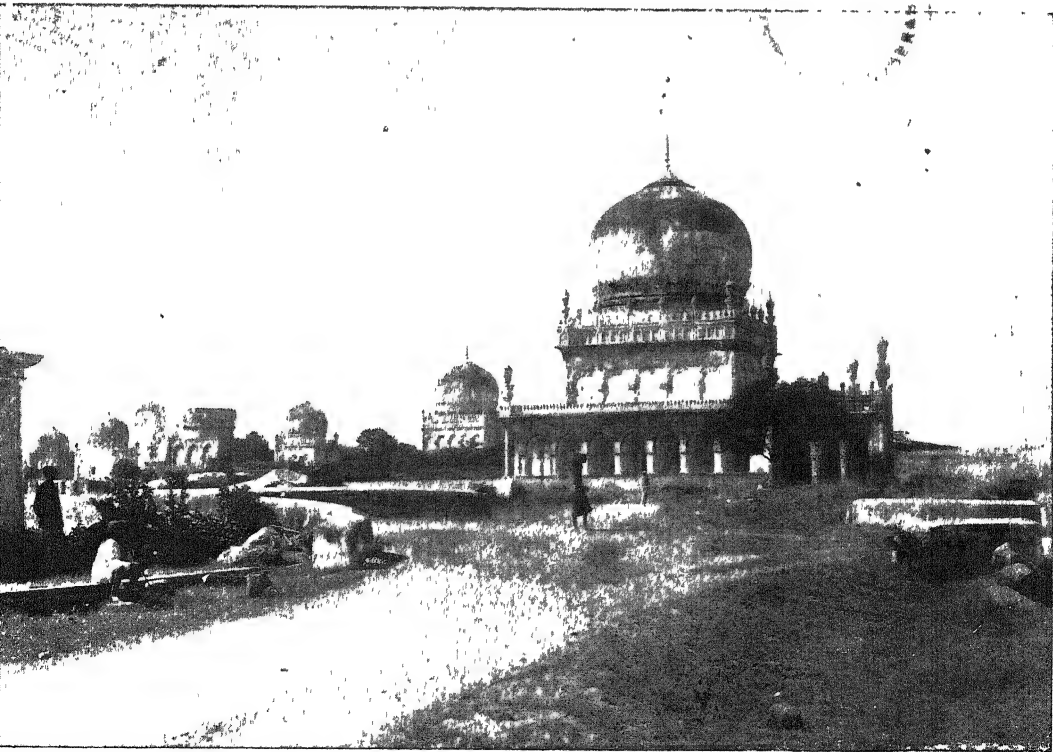
کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں بھیان پسما مکھولی سکی کوں دیکھت میں سُدھولیا دھن میں
بھونیک میاں تے اپن دیتا قطب کوں دکن سیوں نبی کانت چرن جب لک ہے تن میاں جیا
سوارہ اماں مدو ہے قطب کوں اسی تھے یوسا رادکن ہے متابع

بنی صدقہ ترکماں کوں میا تھے دیتے دکن کی شاہی بیعتن خاص
 اسی طرح کلیات محمد قلی کی تین نظمیں قندہ دکن (صفحہ ۳۲۱)۔ ایک تلنگنہ (صفحہ ۳۲۲)
 اور دکن کی پتلی (صفحہ ۳۲۳) ظاہر کرتی ہیں کہ اس کو اپنے وطن سے کتنی محبت تھی۔
 اسی طرح حیدرآباد کی آبادی اور تہواروں کے ذکر میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ کس طرح
 وہ اپنے ملک کو آباد اور خوشحال دیکھنا چاہتا تھا۔ اور اہل ملک کی ترقی اور فارغ البالی کے
 لیے وہ کیا کیا جتن کرتا تھا اس کا ایک شعر ہے یہ
 مرا شہر لوگاں سوں معمور کر رکھیا جوں توں دریا میں مینا صبح
 یعنی اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اسی طرح معمور کر دے جن طرح تو نے
 دریا میں مچھلیاں بھر دی ہیں۔





محمد قلی قطب شاہ کے وطن گولکنڈہ کا عام منظر



محمد قلی قطب شاہ کے وطن گولکنڈہ کا عام منظر

تہاں اولاد اور وفا



محمد قلی قطب شاہ کی سیارت اور تدبر کے بیان میں اس امر کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اس نے میر شاہ میر کی دختر سے جو شادی کی وہ اصل میں سیاسی اسباب کی بنا پر تھی۔ اس کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ پہلے شاہ میر کی اہمیت کا اندازہ لگایا جائے۔ اور چونکہ وہ محمد قلی قطب شاہ کا پہلا وزیر مختار یا میر حلہ بھی تھا اس لئے اس کی نسبت محمد قلی کی تاریخ میں تفصیل سے کچھ لکھنا مناسب نہ ہوگا۔

اس کا اصل نام میر شاہ تہقی تھا۔ اور اس کی نسبت اس کے ایک ہم عصر علی بن عزیز اللہ نے (جو احمد نگر کا مشہور مورخ تھا) لکھا ہے کہ:-
 ”از شاہیر فضلاء زماں و معارف ظرفائے دوراں بود“^۱

میر شاہ میر طبا طبیا
 محمد قلی کا خسر
 اور پہلا میر حلہ

ایک اور جگہ لکھا ہے :-

”از جملہ ندما و فضلاء دوراں بہ بلاغت بیان و طلاقت لسان امتیاز تمام داشت“^۲

۱۔ حدیقۃ السلاطین جلد اول صفحہ ۸۶ پر لکھا ہے :- ”زبدۃ آل ظلہ و ولیدین میر شاہ تہقی معروف بہ میر شاہ میر“
 ۲۔ بہان ماثر صفحہ ۴۵۱ ۳۔ بہان ماثر صفحہ ۴۶۶۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ اچھا مقرر، ندیم اور ظریف بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان ابراہیم نے اس کو اپنا میر جلا بنا کر اکثر ہمت سلطنت میں اس سے کام لیا تھا۔ عظم و فضل اور آداب مجلس کے علاوہ وہ بہادری اور سپہ سالاری میں بھی ممتاز تھا۔ اور ساتھ ہی وفادار ایسا تھا کہ نازک سے نازک موقعوں پر بھی ابراہیم قطب شاہ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ چنانچہ برہان ماثر میں اس کی وفاداری اور رفاقت کا ایک دلچسپ واقعہ درج ہے جس کو مورخ نے شاہ میر کی زبان سے سنا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک وقت جب ابراہیم کی فوج نظام شاہیوں سے شکست کھا کر بھاگ نکلی اور قطب شاہی خیمہ و خرگاہ پر اچھڑ کر والوں کا قبضہ ہو گیا تو ابراہیم قطب شاہ کو بھی مجبوراً راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اس وقت شاہ میر کے سوا اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا اور بادشاہ اپنے ملازموں اور دوستوں کی بیوفائی پر بہت ناسف کر رہا تھا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے شاہ میر سے کہا :-

”اے گروہ کہ باقاعدہ و شائق، انقض پیمان و نفاق، بدل ساختن یا شامت خلف ایمان
بر روزگار شاں عالم نخواہد شد“

شاہ میر نے دلیری سے جواب دیا :-

حالانچہ آں باقاعدہ شدہ - زود تر خود را ازین ورطہ بکنار یاید کشید - مبادا کہ بوجہ ات
آں گرفتار تویم“ (برہان ماثر صفحہ ۴۵۲)

لے چنانچہ شاہ میر کہتا ہے کہ ”در روز فرار قطب شاہ از پیادہ ظفر چپہ از جگہ مقربان و گاہ جزمن دیگرے با
قطب شاہ ہم عنان و ہمراہ نبود“ (برہان ماثر صفحہ ۴۵۲ -

شاہ میر کی سفارتیں

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جب نظام شاہ اودگیر میں قیام پذیر ہوا تو ابراہیم قطب شاہ نے میر شاہ میر بھی کو سفیر بنا کر اس کے یہاں روانہ کیا تاکہ آئندہ دونوں سلطنتوں میں صلح و اتفاق قائم ہو جائے۔ جب نظام شاہ کو شاہ میر کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے سرداروں مثلاً چنگیز خاں، خان زماں، جمشید خاں، خداوند خاں، اور بحری خاں وغیرہ کو ساتھ لے کر اپنے لشکر سے باہر آیا اور اس قطب شاہی سفیر سے ملاقات کی۔ آخر کار میر شاہ میر اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر واپس لوٹا۔

ایک اور دفعہ بھی شاہ میر کو نظام شاہ کی بارگاہ میں سفارت کی خدمت انجام دینی پڑی۔ چنانچہ برہان ماثر میں لکھا ہے کہ جب نظام شاہ بالا پور پہنچا تو ابراہیم قطب شاہ نے شاہ میر کو شاہانہ تحفوں کے ساتھ اس کے یہاں روانہ کیا اور کہا بھیجا اگر قطب شاہ کی تائید میں نظام شاہ قلعہ بیجا پور پر حملہ کرے گا تو ہسٹنزل میں پانچ ہزار ہون بطور غفر خرچ کے ادا کئے جائیں گے اور اسی طرح بیجا نگر کی طرف سے ساتھ لاکھ ہون نسل بہا کے طور پر دوائے جائیں گے۔

شاہ میر کی فتوحات

یہ تو سفارت کی خدمات کا ذکر تھا۔ شاہ میر کی یہادری اور سپہ سالاری کے سلسلے میں صرف اس واقعہ کا ذکر کافی ہے کہ جب ابراہیم قطب شاہ قلعہ گوند میر فتح کرنے کے لئے شاہ میر کو روانہ کیا تو اس نے حیدری اور حینی توپوں سے اس قلعہ پر آنا سخت محکم کیا کہ فسیل ٹوٹ گئی

اور یکے بعد اصراف ۹۰ میں قلعہ قطب شاہیوں کے قبضہ میں آ گیا۔ شاہ میر تقی میر راج داماد رام راج کو قید کر کے اپنے ساتھ سلطان ابراہیم قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں لے آیا اور عواطف خسروی سے سرفراز ہوا۔ اس کامیابی کے بعد سلطان ابراہیم نے شاہ میر کو نندگر کے محاصرہ کے لئے بھیجا۔ اس وقت اس کے ساتھ دس ہزار جوار سواروں کی فوج روانہ کی گئی تھی۔ اور اس فوج نے شاہ میر کی سرداری میں بڑی دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا چنانچہ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے :-

”دیران شکر قطب شاہی درآں روز داوروی و دلاوری دادہ داتان رستم داتان رانج
ساختند۔ و چند مرتبہ بجلے ہائے مروانہ تیر تفرقہ در صفوفِ پیاہ کینہ خواہ عادل شاہ انداختند
اسی طرح بجا پوری فوجیں شکست پر شکست کھانے لگیں تو اب انھوں نے اس امر کی کوشش کی کہ

نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں میں پھوٹ ڈال دی جائے۔ چنانچہ سید مرتضی امیر الامرائے نظام شاہی کو انھوں نے ہموار کر کے قطب شاہی فوج کو دھوکے سے سے تباہ کرنے کا معاہدہ کر لیا۔ لیکن شاہ میر بھی غافل نہیں تھا۔ اس کو اس خفیہ معاہدے کی اطلاع مل گئی۔ اس نے بھی جوابی کارروائی کی اور فوراً امرائے بجا پور سے مراسلت شروع کر دی اور بہت جلد سید مرتضی کی طرف سے ان کے دل میں شبہات پیدا کر دیئے۔ اس کے بعد وہ سید صاحب سید مرتضی کے خیمہ میں پہنچا اور خلوت میں لیجا کر اس حادثہ معاہدہ کا حال دریافت کیا۔ سید مرتضی کو مجبوراً سب باتیں کہنی پڑیں۔

اس وقت شاہ میر ہی کی فراست و تدبیر تھا جس نے سید مرتضیٰ کو بیجا پوریوں سے دوبارہ
تڑوا لیا۔ چنانچہ مورخ لکھتا ہے کہ :-

”چوں سید شاہ میر حسین تقریر و لطف کلام مشہور و معروف خاص و عام بود سوائے تدبیر و شجاعت
و اربعیات و لذیز خاطر نشان میر مرتضیٰ نمود و خامت و ندامت عاقبت آں را بدلائل
و براہین بسین و مبرہن ساخت تا سید مرتضیٰ از معاہدہ اعدا پشیمان گشتہ بہ تجدید عہد و پیمان
شاہ میر و قطب شاہ پرداخت شد“

غرض ادھر میدان جنگ میں شاہ میر ابراہیم قطب شاہ کی حکمت عملی پر کار بند ہو کر نظام شاہیوں
کو اپنے موافق رکھنے کی ترکیبیں کر رہا تھا کہ ادھر گوکنڈہ میں خود ابراہیم قطب شاہ نے میدان ہتھی کو خیر باد
کہا۔ اور اس کا دوسرا لڑکا محمد قلی تخت نشین کر دیا گیا۔ اگر ابراہیم کے انتقال کے وقت شاہ میر گوکنڈہ میں
موجود رہتا تو کیا تعجب کہ ابراہیم کا بڑا فرزند حسین قلی قطب شاہی تخت و تاج کا مالک ہوتا کیونکہ شاہ میر نے
اس کو ولی عہد سلطنت سمجھ کر اپنی لڑکی اس سے منسوب کر دی تھی۔

شاہ میر کی گوکنڈہ کو	بہر حال وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ نے تخت نشین ہوتے
واپسی اور محمد قلی سے	ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باپ کے پرانے رفیق کار وزیر مطلق، اور پھر سالار
ملاقات	میر شاہ میر کے یہاں ابراہیم قلی کے انتقال اور اپنی تخت نشینی کی اطلاع

روانہ کی۔ یہ دونوں خبریں اس بوڑھے مدبر اور میر جگہ کے لئے غیر متوقع تھیں۔ وہ بہت پریشان ہوا۔ چنانچہ علی بن عزیز اللہ طباطبائی جو اس کا دور تھو اور اس واقعہ کے چند روز بعد ہی اسی میدان جنگ میں شاہ میر سے اس کی دوستی ہوئی تھی اکھٹا ہے کہ۔

”بہر خبر در مقام ناندگام نزدیک قلعہ ندرگ بہ شاہ میر رسیدہ موجب از یاد مواد خوف و ہراسش گردید (ج۔ ۴ ص ۵۲۸)

لیکن شاہ میر بڑا عقلمند اور فرس تھا اس نے سید مرتضیٰ اور دیگر امراء نظام شاہی سے مواظقت و وفات کا عہد و پیمان لے کر یہ گھاگو لکنڈہ کا رخ کیا۔ اور اپنی روانگی سے قبل نظام شاہیوں کی طرف سے میرک معین بندواری اور خواجہ محمد سمنانی کو مراہم تخریت اور مبارکباد جلوس ادا کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ اس سفارت سے شاہ میر کا ایک مقصد یہ بھی ہو گا کہ یہ لوگ نئے بادشاہ کو میدان جنگ میں شاہ میر کی اعلیٰ خدمات سے آگاہ کریں۔ بہر حال ان کے پہنچ جانے کے بعد خود شاہ میر بھی گو لکنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ حوالی گو لکنڈہ میں پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے تمام خیل و سپاہ کے ساتھ باہر نکل کر اس کا استقبال کیا اور قریب پہنچنے کے بعد گھوڑے سے اتر کر سپاہ چلتا ہوا شاہ میر سے بغل گیر ہوا۔ اس کے بعد جب قلعہ گو لکنڈہ میں داخل ہوئے تو خلعت خاص عنایت کر کے حاکم امور سلطنت کا اس کو مختار یعنی میر جگہ بنا دیا اور ہر معاملے میں اس کی رائے و مشورہ پر عمل کرنے لگا۔

یہ سب اصل میں محمد قلی کی شاہانہ تدبیر و فراست تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شاہ میر فطر تاجین قلی کا طرفدار ہے۔ اور اگر اس وقت وہ ناراض ہو جائے تو اس کی بادشاہت میں خلل ڈال سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ میر نے رائے دی کہ محمد قلی کو بغیر نفس و نفس میں ان جنگ میں نکلنا چاہئے تو وہ بخوشی گولکنڈہ سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو گی کہ میدان جنگ میں گولکنڈہ کی بہت بڑی فوج مصروف پیکار تھی اور محمد قلی اپنی اس اہم فوج کی باگ خود اپنے ہی ہاتھ میں لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے باپ کی بھیجی ہوئی یہی فوج اس کی مخالفت اور حین قلی کی موافقت کے لیے بھی آمادہ کر لی جاسکتی تھی۔

محمد قلی کے محاصرہ ندرگ اور پھر گولکنڈہ کو واپسی کے حالات پہلے بیان کیے جا چکے ہیں اس سفر میں شاہ میر نے محمد قلی کو اپنا دوست بنانے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ اس کے مخالفین اور خاص کر امرت بجا پور نے بہت کوشش کی کہ محمد قلی قطب شاہ اس سے بدظن ہو جائے اور ندرگ کے محاصرے میں جو ناکامی اور ندامت ہوئی تھی اس کا باعث شاہ میر ہی کو قرار دیا جائے۔

شاہ میر کی دختر سے گولکنڈہ واپس ہونے کے بعد محمد قلی قطب شاہ نے شاہ میر کے ساتھ

شادی

اصل میں اس کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی ۹۹۱ھ میں بڑی دھوم دھام سے

شادی رچائی۔ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے :-

”قطب شاہ چوں بہت مقرر سلطنت خود دیدہ بر بند کامرانی تکیہ فرمودہ مخدرہ جملہ محضمت

ید شاہ میرا کہ نامزد برادر بر گرش بود خطبہ نموده طوع بادشاہانہ ترتیب داد۔ والہا

مست و حضور بروے آتش ناویگانہ کشاد“ ج۔ ۵۔ صفحہ ۵۳۵

”تا چہ قطب شاہی اور بعد کی تاریخوں میں اس شادی کے تفصیلی واقعات درج ہیں۔

جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جینیہ تک اس کے جن منائے گئے۔ اور دعوتیں ہوتی رہیں مگر چوں

۱۰ نیک ساعت دیکھ کر عقد نکاح کی تاریخ اور وقت مقرر کیا۔ جس کی بنا پر اصحاب علم و فضل

جمع ہوئے اور مجلس نکاح منعقد ہوئی۔ جن کے اختتام پر بادشاہ نے شادی کی مسرت میں بڑی

دیادلی کے ساتھ اعیان و ارکان اور جملہ خدم و خشم کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا اور مقربان

خاص کو شاہانہ خلعتیں اور مناصب ارجمند و کیران کے اعزاز میں اضافہ کیا۔

شاہ میر پرغیاب | لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس شادی کے بعد بھی محمد قلی کو شاہ میر کے حرکت

وسکنت پر اطمینان نہ ہوا۔ وہ اتنا ہوشیار اور فریس اور بااقتدار تھا کہ محمد قلی اس سے ہمیشہ چوکنا

رہتا۔ یوں بھی امیر شاہ میر کے بہت سے مخالف اور حاسد تھے جو برابر اس کی ٹوہ میں لگے ہوئے

تھے۔ اور بادشاہ کو اس سے بدظن کرتے رہتے تھے۔ آخر کار وہ اپنے مقصد میں اتنے کامیاب

ہو گئے کہ بقول صاحب برہان مآثر شاہ میر کی طرف سے ایک جلی خط امرائے عادل شاہ کچھ نام

لکھ کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں پیش کیا مورخ لکھتا ہے۔

”دریں اثنا جسے از حساد کہ بامیر شاہ میر در مقام عناد بودند فرصت یافتہ و تہیج دادہ
فتنہ و فساد سعی نمودند و مکتوب مزور از زبان شاہ میر الامر، پیاہ عادل شاہ
محتوی بر ترغیب و تحریص بچارہ و اظہار اتفاق غریباں با ایشان دریں منازعہ
ساختہ بنظر قطب شاہ درآوردند تیر تدبیر ارباب فساد و عناد بہد ف مراد
رسیدہ و بدین آں کتابت موجب تغیر مزاج قطب شاہ بر شاہ میر لکن نظم
آں دولت بود گردید۔ و بر سبیل اتعجال بگرفتہ آں سید عظیم المثال مثال دادہ

شبیوہ ثانی و تامل در ان قضیہ علمی در نیاورد“ (ج ۴ - صفحہ ۵۲۶)

افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخ میں اس جعلی خط کے واقعہ کی طرف کوئی اشارہ بھی
نہیں کیا گیا۔ چونکہ برہان مآثر کا مصنف میر شاہ میر کا بہت دوست تھا اس لیے اس کے بیان
پوری طرح بھروسہ کرنا مشکل ہے جب کہ اس امر کا امکان موجود ہے کہ شاہ میر نے محمد قلی کی
کسی بات سے ناراض ہو کر اس کے خلاف امرائے عادل شاہی سے ساز باز کرنی چاہی ہو۔
چونکہ وہ اس سے قبل دوسرے حالات میں اسی قسم کی سیاسی چالیں چل چکا تھا اس لیے
ممکن ہے کہ اب بھی کوئی ایسی ہی ترکیب کی ہو۔ ورنہ محمد قلی قطب شاہ اپنے خسر اور مقتدر
میر حاکم کو محض شک و شبہ پر گرفتار کر کے قید نہ کر دیتا۔ اور اگر شاہ میر واقعی بے قصور تھا تو

اس کی گرفتاری کا سبب خود محمد قلی قطب شاہ کی سیاست و تدبیر ہو گا۔ یعنی شاید وہ اپنے حریف سلطنت حسین قلی کے قدیم طرقدار کے کھٹکے سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ بہر حال اس اہم واقعہ کا ذمہ دار بادشاہ اور وزیر دونوں میں سے کوئی ایک ضرور تھلا۔ محض حاسدوں کی سازش کی وجہ سے محمد قلی ایسا قدم نہ اٹھاتا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ برہان مآثر کے بیان کے مطابق شاہ میر کی گرفتاری کی خبر سن کر قطب شاہی فوج بد دل ہو گئی اور عادل شاہیوں کے مقابلے میں امیر زبیل کو تنہا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ علی بن عزیز اللہ کے بیان سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شاہ میر کے زوال میں دکن کے دیرینہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑے کو بھی دخل تھا۔ چونکہ شاہ میر زیادہ تر اجنبیوں اور غریبوں (غیر ملکیوں) کی قدر و منزلت کرتا تھا اس لئے اہل ملک کا اس کے خلاف ہو جانا ضروری تھا۔ اور جب ان کی سیاست کی وجہ سے شاہ میر شکست کھا گیا تو قطب شاہی فوج میں جتنے غیر ملکی لوگ تھے وہ سب برواۃ خاطر ہو گئے کیونکہ شاہ میر کی حکمت عملی کی وجہ سے قطب شاہی فوجیں ایسے ہی لوگوں سے معمور تھیں چنانچہ مورخ کہتا ہے:۔۔۔

”چون خبر رفتن شاہ میر صافی ضمیمہ در شکر منتشر شد تزلزل در اساس صبر تھل غریباں کہ

روے رزمہ پیاہ قطب شاہ بودند راہ یافتہ پائے ثبات و قرار شاں از جائے برفت

..... چون اکثر دلیران پیاہ قطب شاہ غریب بودند و از گرفتار شدن میر شاہ میخبر

پریشان خاطر..... وردفع اعدا سی نہ نمودند (ج ۳ - ۵۳۶)

عجیب بات یہ ہے کہ قطب شاہی تاریخیں میر شاہ میر کے انجام سے متعلق خاموش ہیں البتہ تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے چند ماہ بعد شاہ میر کو معاف کر دیا لیکن ایسے شخص کا کوکلنڈہ میں رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ اس لئے نوجوان بادشاہ نے حکم دیا کہ ضروری مال و اسباب کے ساتھ کشتی میں سوار کر کے شاہ میر کو اصفہان روانہ کر دیا جائے جو اس کا وطن تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ شاہ میر سفر کی صعوبت برداشت نہ کر سکا اور کشتی ہی میں بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔ فرشتہ کے الفاظ ہیں :-

”بعد از چند ماہ از سرگناہ او گشتند حکم فرمود کے اور کشتی سوار کردہ با موال و اثبات ضروری باصفہان کہ وطن مانوش بود روانہ سازند و شاہ مرزا کشتی بیمار شد پیش آنا کہ بمنزل مراد رسد فوت شد“ فرشتہ مطبع نول کشور ۱۸۸۵ء جلد دوم صفحہ ۱۷۲ -

میر شاہ میر کی دختر کا جس سے محمد قلی قطب شاہ نے اس تزک و احتشام کے ساتھ شادی کی تھی اور جو اصل میں اس کی ملکہ تھی کوئی حال معلوم نہ ہو سکا۔ تاریخیں اس بارے میں اتنی ساکت ہیں کہ محمد قلی کی حیات میں اس ملکہ کا عدم وجود برابر معلوم ہوتا ہے۔ حکم کیجئے کہ یہ لڑکی بھی شاہ میر کے ساتھ ایران روانہ کر دی گئی ہو۔ کیونکہ محمد قلی تو عام روایت کے مطابق ایام شہزادگی ہی سے بھاگ تہی پر قریفہ تھا۔ اور اس کے والد ابراہیم قلی قطب شاہ نے

بڑی کوشش کی تھی کہ اس کا دل اس باکمال رفاصہ کی طرف سے پلٹ جائے اور ان حسین
دوشیزاؤں میں سے کسی پر نائل ہو جائے جو نوجوان شہزادہ کا دل پہلا لےنے کی خاطر اس کے
محل میں مختلف محالک سے بلوا کر جمع کر دی گئیں تھیں۔ لیکن محمد قلی تو بقول وحی اس خیال
پر اڑا ہوا تھا کہ

یک ٹھائیں پہلی مرزا دل دو چے پر نادرنا اس پیو کوں اپنا کرنا اس پانی جیو کوں کوئے
یعنی اے پہلی ایک ہی پر مرنا چاہیے اور دوسرے کو دل نہ دینا کسی طرح اسی
محبوب کو اپنا بنا لینا چاہیے خواہ اس میں اپنے پانی جی کو کھو دینا ہی کیوں نہ پڑے
یہ شعر اس غزل کا ہے جو شاعر نے اپنی مشہور ثنوی قطب مشتری میں محمد قلی کی زبان سے
بھاگ متی کے فراق میں کہلوائی تھی۔

غرض بھاگ متی کی موجودگی میں شاہ میر کی دختر کا عروج ہو گیا
اس لئے یا تو وہ باپ کے ساتھ ایران بھجوا دی گئی تھی یا اگر کو لکندہ
ہی میں رہی تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بہت گمنام زندگی بسر کی۔
کیونکہ اس کی شادی کے پانچ سات سال بعد جب محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد بسایا
تو اس کا نام اپنی اسی قدیم محبوبہ کے نام پر بھاگ متی رکھا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس رفاصہ
کے ساتھ اس کی محبت چند روزہ نہ تھی۔ بلکہ جب تک وہ زندہ رہی محمد قلی قطب شاہ اس کا

بھاگ متی یا
حیدر محل

دیوانہ رہا۔ چنانچہ شہر بھاگ نگر کی تعمیر کے چند سال بعد جب اس کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا۔
تو اس کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام پہلے حیدر نگر اور پھر شہر حیدر یا حیدر آباد سے بدل
دیا گیا۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دیوان میں یہ سب نام استعمال کئے ہیں مثلاً

رژن قطبا کے میں زبول نہیں کس شہر میں ہوں اس لے کر آؤں جو کچھ اہوں اس کا شہر حیدر میں
بریاں نظاں تھے اس پسند تارو کہ حیدر نگر ان انداں بھرا یا

دوسرے شعر میں صاف ظاہر کر دیا ہے کہ حیدر نگر اس کی خاطر امن و اطمینان سے
محمور کر دیا گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس محبوب کو نظر لگے اس لئے نظربد سے بچانے اس پر سے پسند آؤ
اسی طرح ایک اور شعر میں کہتا ہے کہ قطب شاہ نے تیری محبت میں جو شہر آباد کیا ہے
اسی میں وہ قیام پذیر بھی ہے کیونکہ اس کی نظر میں اس شہر سے بہتر اور پر لطف شہر کوئی اور نہیں ہے

نبی صدقے تجھ نیہ شہر میں ہے قطب نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ
محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد بھی بھاگ نگر عرصے تک اپنے قدیم مکان ہی میں
قیام پذیر رہی جو ایک چھوٹے سے گاؤں چلم میں واقع تھا۔ یہ گاؤں اس جگہ آباد تھا جہاں اب
چارمنار کہ مسجد، منگیپورہ اور ہمارا جشن پرشاد کی ڈیوڑھی واقع ہے اسی گاؤں سے ایک ہزار
سواروں کے جلوس کے ساتھ وہ محمد قلی کے دربار میں شریک ہونے کے لئے لوکلنڈہ جایا کرتی تھی۔
چنانچہ اس کے نزک و اختتام کا ذکر بعض تاریخوں میں نظر سے گزرتا ہے اور بہت سی روایتیں بانی

سننے میں آتی ہیں۔ لیکن افسوس کہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ البتہ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام میں اس محبوبہ کی طرف بعض جگہ اشارہ کیا ہے۔

بھاگ متی سے ملنے کے لئے خود محمد قلی بھی اس کے مکان کو جایا کرتا تھا اور اس آمد و رفت کے سلسلے میں بھی موضعِ حچلم کے اطراف و اکناف کا پُر فضا میدان اس کو اتنا بھایا کہ یہاں ایک عالیشان شہر کی تعمیر کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا، اور جب شہر اور محلاتِ شاہی بن گئے تو اس وقت غالباً بھاگ متی بھی ”دولت خانہ عالی“ میں منتقل ہو گئی جس کے ایک آدھ سال بعد ہی اس کے بطن سے شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی۔ اس وقت یا اس سے قبل ہی شاید جلوہ کے وقت بھاگ متی کو حیدر نسل کا خطاب دیا گیا ہوگا۔

ان دو شادیوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے کئی اور عینوں کے ساتھ شادیاں کیں اور ہر وقت دھوم دھام سے جلوہ ہندی اور دیگر رسوم مناکر لطف اندوز ہوا۔ ان سب کا تذکرہ محمد قلی کی معشوقاؤں اور اس کے رسم و رواج کے بیانات میں کر دیا گیا ہے۔

اولاد | محمد قلی قطب شاہ کو چھ بچے تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ کسی تاریخ میں اس کی

اولاد کی پیدائش یا موت کا تذکرہ نہیں ہے۔ حالانکہ دوسرے بادشاہوں مثلاً ابراہیم قلی قطب شاہ محمد قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کے ذکر میں مورخوں نے شہزادوں اور شہزادیوں کی ولادت کا تذکرہ

اور قطعاتِ تانچی وغیرہ دے کیے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کو پہلے تو اولاد ہوئی ہی نہیں اور اگر ہوئی بھی تو جلد انتقال کر گئی جس کی وجہ سے خوشی کے جشن منانے اور شاعروں کو مبارکباد پیش کرنے کا موقع نہ ملا۔ اس لئے خود محمد قلی قطب شاہ نے ایک موقع پر دعائی تھی کہ ہے

بار دے میرے جھاڑ کوں یارب بھول بھل ہوئے تا سہی گلزار
یہ شعر اس کے دیوان میں موجود ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا میرے درختِ زندگی کو با ثمر بناتا کہ اس کی وجہ سے ملک بارونقی ہو جائے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حیدر آباد کی تعمیر کے بعد اس کی اکلوتی شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی تھی لیکن مورخوں نے اس واقعہ کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہو گئی کہ وہ لڑکی تھی اور دوسرے یہ کہ وہ بھاگ تہی کے بطن سے پیدا ہوئی تھی جو اس وقت شاہی رفاصہ تھی اور ابھی حیدر محل کے خطاب سے سرفراز نہ ہوئی ہوگی۔

لیکن مورخوں کے اس سکوت کے باوجود خود محمد قلی قطب شاہ اپنے کلام میں اس امر کا ثبوت چھوڑ گیا ہے کہ اس کے یہاں کسی وقت ایک سے زیادہ بچے موجود تھے چنانچہ وہ کہتا ہے

راکھو تمھارے چھا تو مل دایم خوشیاں ہوں قطب کوں
قطب ہو فرزند قطب کے بندے تمھارے میں علیؑ

یعنی اے علی! قطب شاہ اور اس کے فرزند تمھارے بندے ہیں اس لئے ان کو اپنے سایہ میں خوش و خرم رکھئے۔

مکن ہے کہ محمد قلی نے اس شعر میں اپنی دختر حیات بخشی بیگم کے علاوہ اپنے برادر زادہ شہزادہ مرزا محمد سلطان فرزند مرزا محمد امین کو بھی اپنا ہی لڑکا سمجھ کر صیغہ جمع (یعنی قطب کے فرزند) استعمال کیا ہو۔ یا اس کا بھی امکان ہے کہ جس وقت محمد قلی نے یہ شعر لکھا تھا بخشی بیگم کے علاوہ اور بھی اس کے بچے زندہ ہوں۔

شہزادہ مرزا محمد امین حیدر آباد کی تعمیر کے بعد بروز چہار شنبہ ۲۳ رجب ۱۱۸۵ء میں پیدا ہوا تھا اور حیات بخشی بیگم اس سے تین سال پہلے ایک آدھ سال ہی کی چھوٹی ہو گئی۔ کیونکہ جب ۱۱۸۵ء میں ایران کا سفیر حیدر آباد آیا تو اس وقت اس کی عمر دس سال سے کم تھی جب ہی تو شاہ ایران نے اپنے فرزند کے ساتھ شادی کے لئے پیام بھیجا تھا۔ لیکن اس لڑکی کی قسمت میں توحید آباد کی ملکہ بنتا اور تین بادشاہوں (یعنی باب محمد قلی، شوہر سلطان محمد اور فرزند سلطان عبداللہ) کے زمانے میں حیدر آباد کی بیارت میں خیل ہونا لکھا تھا۔

حیات بخشی بیگم کی شادی
 غرض حیات بخشی بیگم کی شادی ہوئی تو اس کی عمر پندرہ سال زیادہ کی نہ تھی۔ کیونکہ وہ ۱۱۸۵ء کے بعد پیدا ہوئی تھی اور ۱۱۸۶ء

میں شہزادہ مرزا محمد سلطان کے ساتھ بیاہ دی گئی۔ اس بیاہ کے کچھ سیاسی اسباب بھی جن کا تذکرہ محمد قلی قطب شاہ کے تدبیر و سیاست اور غیر ایران کی آمد کے سلسلے میں کر دیا گیا ہے۔

محمد قلی کی زندگی میں خود اس کی شادی کے علاوہ اتنی بڑی تقریب اور کوئی ہنسی نہ گئی۔ اس لئے اس وقت اس نے دل کھول کر اپنی شاہانہ فیاضیوں اور شان و شکوہ کا مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر وہ جو بھی اہتمام کرتا کم تھا۔ کیونکہ پہلے تو یہ اس کی اکلوتی اولاد کی شادی تھی اور دوسرے اس کے چہیتے بھتیجے کے ساتھ ہو رہی تھی۔ تیسرے یہ کہ اس زمانے میں شاہ ایران کا ایلچی بھی حیدرآباد میں موجود اور اس تقریب میں مدعو تھا جس کو قطب شاہی شان دکھانا ضروری تھا۔ اور چوتھے یہ کہ شادی کے ساتھ ہی مرزا محمد سلطان کو ولیعہد سلطنت بنانا مقصود تھا۔

یہ تقریب ماہ ربیع الاول میں منائی گئی جس کے لئے پہلے ہی سے حکم دے دیا گیا تھا کہ تمام شہر حیدرآباد کی آئین بندی کی جائے اور محلات شاہی کو آرائش و پیرائش کر کے مغل نشاط و شادی کے قابل بنایا جائے۔ غرض پوری تیاریاں ہو جانے کے بعد ایک چہیتے تک شاہانہ جشن منائے گئے اور محمد قلی قطب شاہ اپنے بے انتہا انعام و اکرام سے خاص و عام دونوں کو شاد کام کیا۔ بخششوں اور نوازشوں کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ اس جشن میں امراء و اکابر اور شہر قائد سلجھداران کو تیس ہزار خلعت تقسیم کئے گئے تھے۔

۱۔ بعض تاریخوں میں تو لکھا ہے کہ نظام شاہ عادل شاہ اور عاود شاہ بھی اس تقریب میں شریک تھے محبوب الزم جلد دوم صفحہ ۴۸۔ ۲۔ تاریخ قطب شاہی ورق ۲۶۲ ج۔

۳۔ بعض تاریخوں میں چالیس ہزار خلعتوں کی تعداد بتائی گئی ہے۔ دربار آصف۔ گلزار دوم صفحہ ۱۹۵۔

جب شادی کی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو بھومیوں نے دن تیارچ اور نیک ساعت کا تعین کیا۔ اور علمائے معتز کلاچ پڑھایا۔ دلہا اور دلہن پر سے زر و جواہر ہٹا رکھے گئے۔ اس موقع پر شہر اٹنے مبارک باد کے قصیدے اور تاریخی قطعے بھی پیش کئے تھے جن میں میرک معین بہنواری کا قطعہ بہت مشہور ہوا جو گزشتہ صفحات میں محمد قلی کے تدبیر و بیارت اور میرک معین کی سفارت کے بیان میں درج کیا جا چکا ہے۔ مبارکبادیوں کے علاوہ امراء نے شہزادے کی خدمت میں ولیعهدی کی تذرین بھی پیش کیں۔

شادی کے بعد بیٹی اور داماد کے رہنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ نے ایک عظیم الشان محل کو پہلے ہی سے آراستہ و پیراستہ کر لیا تھا۔ چنانچہ جلوہ کے بعد اس شاہی برات کو اسی محل میں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اتارا گیا۔ افسوس ہے کہ مورخ نے اس محل کا نام نہیں لکھا۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ محل دولت خانہ عالی کی جانب جنوب اسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب ”محله ٹٹی کاشیر“ اور قدیم قطب شاہی مسجد واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد حیات بخشہ بیگم کے محل میں واقع تھی اور جہاں اب ایام عاشورہ میں ٹٹی کاشیر اور تعزیر بٹھایا جاتا ہے اسی جگہ اس محل کا عاشور خانہ تھا۔

حیات بخشہ بیگم اپنے شوہر کی وفات ۱۰۳۵ھ تک اسی محل میں قیام پذیر رہی۔ اس اثناء میں جب سلطان محمد نے موجودہ سرور نگر کی جانب مشرق ایک عظیم الشان قلعہ سلطان نگر بنانا شروع کیا تو اس ملک نے بھی اپنے لئے اس قلعہ سے آگے ایک محل مسجد اور شہر حیات نگر یا حیات آباد

بنایا تھا جواب تک موجود ہے۔ اسکے فرزند سلطان عبداللہ کے عہد میں حیات بخشی بیگم کا زیادہ تر قیام اسی حیات آباد میں رہتا تھا۔ چنانچہ وہیں اس نے عبداللہ قطب شاہ کی موت رانی کی تقریب بڑی شان و شوکت سے انجام دی تھی۔

عبداللہ قطب شاہ کے آخر عہد میں جب اورنگ زیب نے حیدرآباد پر حملہ کیا تو حیات بخشی بیگم قلعہ گولکنڈہ کے شاہی محلات میں سے اس خاص محل میں قیام پذیر رہی جو اس احاطہ ”محلات“ کے بالکل اندرونی حصہ میں واقع ہے اور جس کی چھتیں مسج گولکنڈہ کے بعد خزانوں کی نکاش میں اڑادی گئی تھیں۔ لیکن اس کی دیواروں کے اعلیٰ نقش و نگار اور خوبصورت طاقے اب بھی باقی ہیں۔

اورنگ زیب سے صلح کرانے میں حیات بخشی بیگم کا بہت بڑا حصہ ہے چنانچہ وہ خود اس سے ملنے کے لئے مغلیہ شکر میں گئی اور شہر اٹھ صلح کے طے کرنے میں مردانہ وار گفتگو کی۔ آخر کار ۱۶۸۲ء میں ۲۸ شعبان ۱۰۹۲ھ کے روز محمد قلی قطب شاہ کی اس واحد یادگار نے تقریباً پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسی کے ساتھ اس کے والد سلطان محمد قلی کی عظیم الشان سلطنت کا وقار اور شان و شوکت بھی دفن ہو گئی۔ محمد قلی کا اکلوتا نواسہ سلطان عبداللہ بھی اپنی ماں حیات بخشی بیگم کے انتقال کے صرف پانچ سال بعد ہی ۱۰۸۳ھ میں اس دنیا سے بغیر اولاد نرینہ چھوڑے کوچ کر گیا۔

حیات بخشی نیکم کے لطن سے غالباً وہی بچہ پیدا ہوا ایک عبداللہ قطب شاہ جو محمد قلی قطب
کی وفات کے تین برس بعد وراثت میں ۲۰ سال سلطنت میں عالم وجود میں آیا اور دوسری
خدیجہ سلطان شہر یا نو نیکم جو اپنے بھائی کے دو تین سال بعد پیدا ہوئی اور جبکی شادی ۲۲ سالہ
میں سلطان محمد عادل شاہ والی بیجا پور سے ہوئی۔ خدیجہ سلطان نے بھی اپنی ماں کی طرح
طویل عمر پائی۔ یہ بیجا پور میں اپنے فرزند علی عادل شاہ ثانی کے دور میں حاجی بڑے صاحب کے
نام سے مشہور و معروف تھی۔

محمد قلی قطب شاہ
کی علامت

محمد قلی قطب شاہ کی اولاد کے مختصر سے تذکرے کے ساتھ خود
محمد قلی قطب شاہ کا بیان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس عظیم الشان فرما
کو اپنے آبا و اجداد کے مقابلے میں بہت کم عمر ملی تھی۔ اگرچہ دوسری تمام باتوں میں قدرت نے
اس کے ساتھ بڑی فیاضی سے کام لیا۔ قلب و دماغ کی خفگی اعلیٰ قوتیں اس کو عطا کی گئیں
اس کے کسی پیشہ کو نصیب نہ ہوئیں مال و دولت، عیش و عشرت، معروج و اقبال، فتح و
کامرانی اور اسن و اطمینان جتنا اس کو حاصل ہوا کسی قطب شاہی حکمران کو نہ ملا۔ لیکن ایک ہی
شخص کو دنیا کے تمام کمالات اور قدرت کے جملہ عطیے نہیں بخش دیے جاسکتے۔ یہ قانون فطرت
کے خلاف ہے۔ اور محمد قلی کی ذات اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی عیش و عشرت کی زندگی
نے اس کی صحت پر برا اثر ڈالا اور اس کی زندگی و بے باکی نے اس کو اپنی صحت کی طرف سے

ہمیشہ لاپرواہ رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کثرت عشرت و شراب نوشی کی وجہ سے کمزور ہو گیا۔ اور کمزوری بیماریوں کی میزبان ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے آبا و اجداد کے مقابلے میں لاعلم اور نحیف نظر آتا ہے۔ اگرچہ تاریخیں اس کی بیماریوں کے تذکرے سے خالی ہیں لیکن اس نے اپنے کلام میں کئی جگہ اپنی علالت کا ذکر کیا ہے اور شفا کے کلی نصیب ہونے کیلئے دعائیں کی ہیں۔ کبھی وہ کہتا ہے کہ ”اے خدا اپنے نبی کے صدقے میں قطب شاہ پر لطف و کرم کر کے اس کے دل کو دور کر اور آرام اور شفا بخش“

ایک وقت وہ یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لیتا ہے کہ اے قطب شاہ تجھے کسی اور ذریعہ سے تو شفا ہوتی نظر نہیں آتی اس لئے تو بتی کے لنگر میں لنگر دار بن جا کیونکہ شاید اسی کے طفیل میں تجھے کو ایسی شفا حاصل ہو جائے جو دوسرے علاجوں کے ذریعے سے حاصل کی ہوئی ہزاروں اور لاکھوں شفاؤں کے برابر ہو۔

ایک اور موقع پر وہ حضرت علی کی مدح میں لکھتا ہے کہ اے امیر المومنین تمہارے اوصاف بیچارے شاعروں کی شاعری کے ذریعے سے کیا ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اور میں تو شاعر سے زیادہ تمہارا بند ہوں تم اپنے کرم سے میرا علاج کرو۔

محمد قلی کے دیوان میں جو غزل سب پہلے درج ہے اس میں بھی اس نے اپنی اسی صحت سے حرمی کا بڑی حسرت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ غزل حمد باری تعالیٰ میں لکھی گئی ہے اور اس کے ایک شعر سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنی صحت سے ایک گونہ بایوی ہو چکی تھی اور ہر طرح کی کامکاریوں اور خوشیوں کے باوجود
 علالت کی وجہ سے وہ اپنی قسمت کو حقیر سمجھنے لگا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے
 اپن بخت حقیر نے مجھے کدیں دل میں نہ کر غم تجھے داروئے صحت ہوں شفا جام دیوے گا
 یعنی اے محمد قلی تو اپنی اس بد قسمتی کی وجہ سے اپنے دل کو غمزدہ نہ ہونے دے کیونکہ خدا میں
 بڑی قدرت ہے وہ ضرور داروئے صحت بھر کر تجھ کو شفا کا پیالہ پلائے گا۔

اس کے دوسرے شعر یہ ہیں
 صدقے بنی کے قطب کوں اپ لطف میا تھے دکھ دروہی دور کر ہو رکھ شفا بخشش
 بنی سنگریں سنگردار ہو کر رہ معافی کہ سنگرداری میں نیچ کوں ہزاراں لک ٹٹھا
 شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں کلین میں بند عاجز ہوں تم دارو کرو درماں ستی
 بیماری کے اسی احساس کی بنا پر وہ باریا اپنی درازی عمر کی دعا کیا کرتا تھا اس کا کلیتہ
 اس قسم کی دعاؤں سے بھر اڑا ہے۔ اس نے اپنی متعدد نظموں کے آخری شعر صحت و عمر ہی کی دعا
 کے لئے وقف کر دیے ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر صرف چند شعر درج کئے جاتے ہیں
 سدا توں راج کر قطب اندک اساج کقطبا نبی کا کاج کر قطب کہ تیج بخشا نہارے ہیں
 نبی کی دعا تیجے قیامت تہلاک تم گنا دو نبی کے سومو لود لاکھاں
 صدقے بنی کے قطبا جم جم خوشی انسدوں لک سال اچھ کہ اس تیجے ہے عیش شمع روشن

صدقہ نبی کے مورچہ درتنا اچھے گلن
 بیت سون قطب کرو سولاکھ سال عید
 نبی صدقہ قطب لک برس جی توں
 کہ تیج تھے پاوے نت جو دان بکرید
 سدا جگ میں جیو شہ کر کل حوراں کیاں سجدہ
 ملک آئین کہہ کہہ رب دعا سوں ہت اچا ہیں
 قطب شہ کوں میا کر دیا سون بختن دا ایم
 حیات ہو بخت و دولت سوں نصر غنہ جلا تیں
 بسا سوتوں دے میر اسن یا سمیع
 ابادان کر ملک میسر اسو توں
 محمد قطب شہ ہو اس پری کوں
 صدقہ نبی اعلیٰ محل میں قطب شہ جم اچھو
 جب لک اچھے اسمان پر چند سور زمہ بکشتی
 ان منتفق اشعار کے علاوہ ایک کل نظم درازی عمر کے لئے دعا کے طور پر لکھی گئی ہے

جس کا پہلا شعر یہ ہے ۔

سبحان کے ہومان سوں جیو تمہیں راجہ سدا
 جم جم جیو بیت بہت سوں آنند خوشیاں گاجی
وفات آخر وہ روز آہی گیا جس کو دور سے دور تر رکھنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ

دعائیں مانگا کرتا تھا۔ کثرت شراب نوشی کی وجہ سے اس کے جسم کو گھن سا لگ گیا تھا۔ آخر کا
 ماہ رمضان ۱۰۲۰ھ میں وہ بیمار پڑا۔ اور دھائی ہفتہ تک بخار کا سلسلہ جاری رہا۔ روز بروز
 اس میں شدت ہوتی گئی۔ بادشاہ کی علالت اور نزاکت مزاج کا حال سن کر اس کے حیر سلسلہ

۱۔ محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۹۹ -

۲۔ از سمو مہر دت تن بر بستر ناتوانی نہاد "تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱

مرزا محمد امین نے میدان جنگ کا خیال ترک کر کے حیدر آباد کا رخ کیا۔ لیکن محمد قلی تو دنیا ہی کو ترک کر رہا تھا۔ آخری دو روز میں اس کے مرض نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ حد درجہ ضعف ہو گیا اور پھر وہ سنبھل نہ سکا۔ غرض ہفتہ کی صبح میں تباہیخ، از بقعدہ ۱۲۰۲ء اس کی آنکھیں سمٹنے کے لئے بند ہو گئیں اور وہ فطریہ ۴۷ سال کی عمر میں دنیا اور اس کی عشرتوں اور کامرانیوں کو اپنا سوگوار چھوڑ گیا۔ تمام ملک اس جواں مرگ بادشاہ کا ماتم کرنے لگا کہ

دریغ آں شہنشاہ ہندوستان حجم تاج بخش و مالک ستاں
دریغ آں کہ دیگر نہ بیند سپہر نظیرش در آئینہ ماہ و مہر ^{۲۶۰}
قطعات تاریخی | ماثردکن میں اس کی وفات کی حب ذیل تاریخ لکھی ہے۔

محمد رفت چوں از دار فانی وصال آں شد دیں سال فیاض
ز قطب فضل و فضل عام بستم مگر بارہ ز عالی جاہ فیاض
قدیم تاریخوں میں یہ نقطہ تاریخ درج ہے اور اس میں محمد قلی کے متخلص معافی کی بھی رعایت رکھی گئی ہے۔

ماہ تمام ملک بزیر نقاب شد آب حیات خلق دینغا سراب شد
سروے ز بلوننان معافی فرو شکست برج ز آسمان مکارم خراب شد

۱۔ تدمر ص ۷۰ روز مرض آنچنان قوی گشت کہ مزاج مبارک بضعف کلی گرایید "حقیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰

۲۔ ماثردکن صفحہ ۹۱ ۳۔ تاریخ ظفر و صفحہ ۲۱ و محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۹ -

علی ابن طیفور نے محمد قلی کی تاریخ وفات اس طرح نکالی تھی۔

سال تاریخ فوت ابو جستم گفت رضواں کہ بادشاہ بہشت

عمر انتقال کے وقت محمد قلی قطب شاہ کی عمر صرف تینتالیس سال

دو ہینے کی تھی۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ اکثر تاریخوں میں اس کی عمر اچاس سال بتائی گئی ہے۔ وہ ۱۴ رمضان ۹۳۷ کو پیدا ہوا اور شہرہ ذی قعدہ ۱۰۲۷ کو وفات پائی۔

۱۴ رمضان ۹۳۷ کو قمری ہینوں کے حساب سے اس نے تینتالیس سال ختم کئے تھے اور

اڑتالیسویں میں قدم رکھا تھا کہ بیمار پڑ گیا۔ شمسی ہینوں یعنی عیسوی یا فصلی سال کے لحاظ سے

تو محمد قلی کی عمر وفات کے وقت اور بھی کم قرار پاتی ہے۔ اسی طرح زمانہ حکومت بھی اکثر تاریخوں

میں غلط ہے یعنی تینتیس سال آٹھ ماہ اور اس کی قبر کے کتبے پر کتیل سال لکھا گیا ہے۔

حالانکہ محمد قلی نے صرف تینتیس سال چھ ہینے اور ۲۶ دن حکومت کی۔

۱۔ حقائق اسلاطین ورق ۱۱۴ ب

۲۔ تاریخ قطب شاہی (۲) حدیقتہ العالم صفحہ ۲۶۰۔ (۳) تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱۔ (۴) گلزار صفحہ ۲۹

(۵) تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ صفحہ ۳۲۲۔ (۶) ماثر دکن صفحہ ۹۱۔

۳۔ کہا جاتا ہے کہ محمد قلی کو شاہی سپاہی اور تاج پہنا کر دفن کیا گیا تھا جس کی بنا پر دفینوں اور خزانوں کے

بعض شایقین نے آتہ خانے میں اس کی قبر کھولنے کی کوشش کی تھیں لیکن تعویذ کے نیچے ایسے بڑے بڑے پتھر ٹھکے گئے

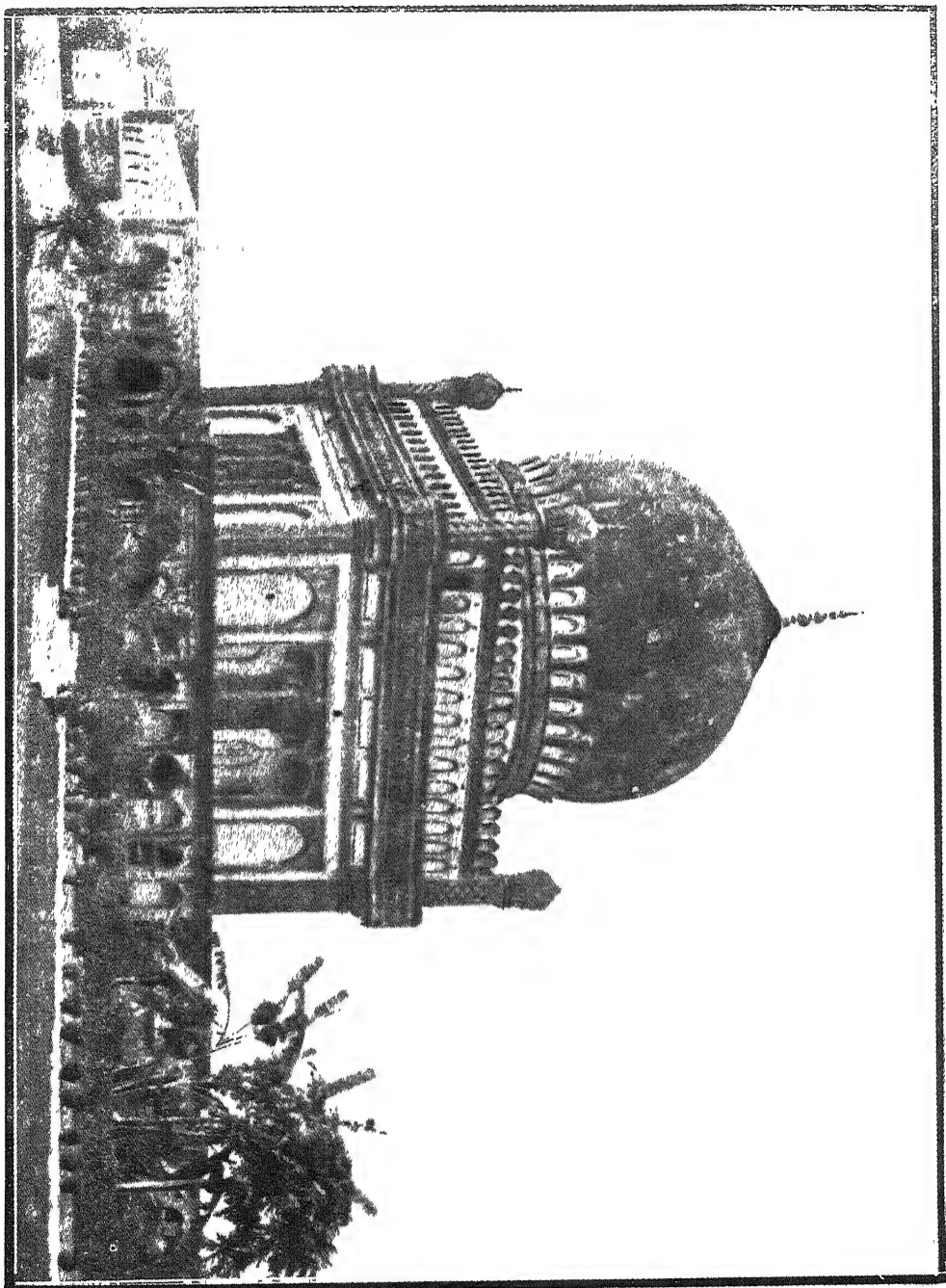
ہیں جن کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا مشکل ہے۔

محمد قلی کا گنبد

محمد قلی نے شہر حیدرآباد کی سب سے بڑی عمارتوں کے علاوہ اپنے لئے ایک عالیشان گنبد بھی اپنے آباؤ اجداد کے گنبدوں کے قریب بنوایا تھا۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ جس طرح وہ اپنے خاندان میں سب سے بڑھ کر عظیم المرتبت حکمران تھا اسی طرح اس کا گنبد بھی متفاہین و تملین قطب شاہیہ میں سب سے زیادہ عظیم الشان ہے۔ یہ گنبد جس چبوترے پر واقع ہے وہ زمین سے ۱۳ فٹ ۶ انچ بلند ہے۔ اور اس کا ہر ضلع ۲۰ فٹ طویل ہے۔ اس چبوترے کے اوپر اور ایک چبوترہ ہے جس کا ہر ضلع ۲۶ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس اوپر کے چبوترے کے درمیان منبرہ بنایا گیا ہے جس کے بیرونی حصے کا ہر ضلع ۱۷ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس کے تنوون کی بلندی ۲۲ فٹ ہے۔ مائٹروکن میں صفحہ ۹۱ پر اس کی پوری تفصیل درج ہے۔ گنبد میں داخل ہونے کے لئے جنوب و مشرق دونوں طرف دو دروازے ہیں۔ بادشاہ کی اصلی قبر نیچے تہہ خانے میں ہے جہاں تک پہنچنے کے لئے اوپر اور نیچے دونوں طرف سے راستے ہیں۔ دوسرے قطب شاہی بادشاہوں کے تہہ خانے بند ہیں۔ گنبد میں اوپر جو تعویذ سنگ سیاہ کا مصطفیٰ بنا ہوا ہے اس پر کلمہ آیت الکرسی اور درود شریف کے علاوہ حسب ذیل عبارت کندہ ہے :-

”علیہم جنت مکانی عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ بن ابراہیم قطب شاہ

لما را اللہ برہانہما۔



تاریخ روز شنبہ ہفتدہم ماہ ذوالقعدۃ الحرام ۱۰۲۲ھ عشرین و الف ہجری ہجرت
ق و اصل شد۔

سن شریفش پیل و نہد سال و مدت سلطنتش سی و یک سال و حمدۃ اللہ تعالیٰ
رحمۃ کاملتہ

یہ کتبہ محمد قلی کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے لکھوایا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ اس میں
محمد قلی قطب شاہ کی عمر اور مدت سلطنت دونوں تاریخی نقطہ نظر سے غلط ہیں کیونکہ ابراہیم قطب شاہ
نے ۲۱ ربیع الثانی ۹۸۸ھ میں انتقال کیا اور محمد قلی تخت نشین ہوا۔ اس طرح، ذی قعدہ ۱۰۲۲ھ
تک تینیس سال چھ مہینے چھیلے دن ہوتے ہیں۔

محمد قلی کا گنبد اس قدر بلند ہے کہ دور دور سے نظر آتا ہے۔ اس کا چوترا نہایت
وسیع اور پر فضلہ ہے۔ اور دوسرے گنبدوں کی طرح چاروں طرف سے مقبروں اور درختوں سے
گھرا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ مشرق کی طرف تو اس سے ملحق کئی فرلانگ تک سطح میدان واقع ہے
جس کی وجہ سے یہ چوترا ایک عام تفریح گاہ بن گیا ہے۔ اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ
سیر و تفریح کرنے والوں کی ٹولیاں وہاں نہ جمع ہوتی ہوں واقعہ یہ ہے کہ محمد قلی کے گنبد پر
مقبروں جیسی اُو اسی یا بھیا تک پن نظر ہی نہیں آتا۔

کہا جاتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے قلعہ کو لکھنڈہ پر حملہ کیا تو اس گنبد پر بھی توپیں

چڑھا دی تھیں کیونکہ کافی بند اور وسیع ہونے کی وجہ سے یہ ایک اچھے مورچہ کا کام دے سکتا تھا۔ اس گنبد کی توپوں کے گولے جب قلعہ میں پہنچنے لگے تو اہل قلعہ نے بھی ان کا جواب دیا مگر جب محمد قلی کے آخری نام لیوا ابوالحسن تانا شاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے گنبد کو نشانہ بنانے سے منع کر دیا اور کہا کہ ہم جن کی سلطنت کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے گنبد کو کیونکر مسمار کر سکتے ہیں۔ یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو اتنا ضرور ہے کہ گنبد محمد قلی کے اس پہلو پر جو قلعہ گوکنڈہ کے مقابل ہے شکست و سخت کے چند نشانات اب تک پائے جاتے ہیں۔

جب تک قطب شاہی سلطنت باقی رہی محمد قلی کا عرس دھوم دھام سے ہوتا رہا۔ اسکی قبر کے اطراف روزانہ متعدد حفاظ تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے۔ قبر پر اطلسی چادر اور پھول چڑھائے جاتے تھے۔ زریفت کا شاہی شامیانہ طلائی ڈنڈوں پر تانا جاتا تھا۔ روشنی کا ایک عالیشان جھاڑ درمیان میں اور اس کے اطراف کئی چراغ دن رات روشن رہتے۔ بادشاہ کی کتابیں رطلوں پر رکھی رہتیں جن میں سے اکثر قرآن اور تفسیر اور دیگر مذہبی موضوعوں سے متعلق تھیں۔ گنبد میں چاروں طرف قیمتی قالینوں کا فرش ہوتا۔ اور اوپر کلین زریں ہلال لگا ہوا تھا جو بادشاہ کے گنبد کی علامت تھی۔

گوکنڈہ کے شاہی مقبروں کے تفصیلی حالات مشہور فریسی سیاح میو تھیونو نے اپنے سفر نامے میں لکھے ہیں۔ یہ سیاح محمد قلی کی وفات کے پچیس سال بعد حیدر آباد آیا تھا۔ اس سفر نامہ کا ترجمہ سلسلہ آصفیہ کی جلد دوم کے طور پر شمس العلماء علی بیگ لکھنؤ کی نگرانی میں کیا گیا اور ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا تھا۔

اگرچہ یہ رونق اور ہتھام اب باقی نہیں رہا لیکن گولکنڈہ کے اطراف و کثاف کے گھاؤں کے اکثر لوگ زیادہ تر عورتیں ہر سال خاص خاص دنوں میں محمد قلی قطب شاہ کے مقبرے کی زیارت کو جوق و جوق آتیں۔ اور ملیدہ اور جلیلیاں اپنے ساتھ لاکر یہاں فاتحہ دلاتے اور تقسیم کرتے ہیں۔ اس طرح لنگانہ کے اس مشہور سہر و بھاگ متی کے سچے عاشق اور دکن کے بین قوتی مدن کے بانی کی یاد اب تک لنگانہ کے غریبوں کے دل میں باقی ہے۔

محمد قلی کی نیکیاں | دنیا کا یہ عجیب و غریب دستور ہے کہ کسی کی وفات کے تذکرے کے ساتھ ہی

اس کی خوبیاں یاد آ جاتی ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ کے بیان کے خاتمے پر بھی تمام مورخوں نے اس کی نیکیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور چونکہ ان میں سے بعض کا ذکر ہمارے گزشتہ عزومات کے تحت نہ آ سکا تھا اس لیے ہم بھی یہاں قدیم مورخوں کی تعلید پر مجبور ہیں۔

محمد قلی کی سب سے اہم نیکی اس کی فیاضی اور داد و بخشش تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں سب زیادہ رقم عمارتوں کی تعمیر میں صرف کی۔ چنانچہ ناظر الملک میر ابو طالب جو اس کے دربار کا فاضل انجینئر تھا محمد قلی قطب شاہ کی عمارتوں کے اخراجات سنہ لاکھ ہون بتانا ہے جو عہد حاضر کے تقریباً پانچ کروڑ روپیوں کے برابر ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کی ان تعمیراتی دیکھیوں کی وجہ سے رعایا کا وہ طبقہ کتنا خوش حال نہ ہو گیا ہو گا جو مزدور پیشہ تھا۔

ہر سال محرم میں محمد قلی قطب شاہ لنگر ائمہ اثنا عشر کے سلیے میں ساٹھ ہزار ہون چرخ کرتا تھا۔

یہ کثیر رقم مجاوروں اور خادموں کے وظائف اور ایام عاشورہ کے یوان میں صرف ہوتی تھی۔ ہزار باغریب اور مفلس لوگ محرم میں خوشحال ہو جاتے اور سال بھر کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو بھول جاتے تھے۔ اس طرح اس نے اپنے دور حکومت میں صرف محرم کے لنگر میں ایک کروڑ چونتیس لاکھ چالیس ہزار روپے صرف کئے۔ مذکورہ رقم کے علاوہ ایام عاشورہ کے ختم پر مستحقوں اور مسکینوں میں زر عاشوری کے نام سے ہر سال بارہ ہزار ہونیم کر دیے جاتے تھے۔ گویا محمد قلی نے زر عاشوری کے طور پر چھبیس لاکھ اٹھائیس ہزار روپے غریبوں اور مستحقوں کو عنایت کیے۔

تعمیر و محرم کے اخراجات کے علاوہ ہر سال ایک لاکھ ہون عید میلاد النبی کے جشن میں بارہ روز کے اندر صرف ہوتے تھے۔ اس عید کے اہتمام اور شان و شوکت کا بیان گزر چکا ہے۔ محمد قلی نے اپنے عہد حکومت میں عید میلاد النبی کے انعامات، طعام اور خوشبو وغیرہ کے سلسلے میں مبلغ دو کروڑ چوبیس لاکھ روپے خرچ کئے۔ اور اس کے علاوہ اتنی ہی رقم خیرات اور صدقے کے طور پر مسکینوں اور مستحقوں کو عنایت کی جاتی تھی۔

اس طرح گیارہ کروڑ روپے کا حساب نو تاریخوں میں صاف طور پر درج ہے۔ اس رقم کے علاوہ محمد قلی نے موقع بموقع جو انعامات عطا کئے یا خیرات دی اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا یہ معلوم ہے کہ وہ مقامات مقدسہ مثلاً مکہ، مدینہ، نجف، کربلا، مشہد اور دیگر شہروں کے غریبوں اور مجاوروں کے لئے التزائم کے ساتھ ہر سال کپڑے اور نقد روپیہ روانہ کیا کرتا تھا۔

خود شہر حیدرآباد میں کوئی حاکم نہ رہا تھا جو محمد قلی کی بارگاہ میں ہنریت اور بے نیل و مرام واپس ہوتا۔ رعایا میں جس کسی کے یہاں شادی اور ختنہ کی تقریب منائی جاتی اگر وہ بادشاہ کو اس کی اطلاع کراتا تو فوراً انعام و اکرام سے سرفراز ہوتا۔ بیرون مملکت سے جو لوگ حیدرآباد آتے ان کو وطن واپس جانے کے لئے کافی رقمیں دی جاتیں اور حسب حیثیت خلعت سے سرفراز کیا جاتا۔

محمد قلی کے عہد میں محصول اجناس کے طور پر دو لاکھ ہون یعنی چودہ لاکھ روپے سالانہ وصول ہوا کرتا تھا اور برہمن اس رقم کی وصولی میں رعایا کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتے تھے اس لئے تخت نشینی کے بعد چند ہی سال کے اندر محمد قلی نے یہ محصول معاف کر دیا اور رعایا برہمنوں کے ظلم و ستم سے محفوظ ہو گئی۔ اس طرح محمد قلی کی دریا دلی اور رعایا پروری نے حکومت کو تقریباً چار کروڑ روپے کی آمدنی سے محروم کر دیا۔

ایک اور خصوصیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ محمد قلی نے اپنی تمام زندگی میں کسی کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ اور اگر کبھی کوئی ایسا مقدمہ پیش بھی ہوا تو اس کو دارالقضا کے سپرد کر دیا تاکہ احکام شرع کے موافق وہاں سے تصفیہ کر دیا جائے۔

محمد قلی کے دسترخوان کی بھی بڑی شہرت تھی اور کہا جاتا ہے کہ ہر وقت ایک ہزار
 اس کے دسترخوان پر موجود ہوتے اور کسی کو روک ٹوک نہ تھی چنانچہ اکثر مسافر
 اور بیاج اس شاہی دسترخوان سے فیض یاب ہوتے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے قلب و دماغ کی غیر معمولی
 خوبیوں کی وجہ سے تاریخ عالم میں اپنے لئے ایک خاص جگہ پیدا کر لی ہے۔



کلیاتِ اردو



مجر قلی قطب شاہ اپنے بعد جو عظیم الشان یادگاریں چھوڑ گیا ان میں سب سے زیادہ اہم اور پائیدار اس کا اردو کلام ہے۔ اس کی بنائی ہوئی پتھر چولے اور اینٹ کی اکثر عمارتیں صفحہ ہستی سے نابود ہو گئیں۔ صرف حیدرآباد کا چارمینار، جلو خانہ عالی کی چار کمائیں، بادشاہی عاشر خانہ دارالشفاء اور مجر قلی کا گنبد دستبردِ وایام سے بچ گئے۔ لیکن نہ معلوم ان کی عمر بھی اب کتنی رہ گئی ہے اس کا صرف ایک ہی کارنامہ ایسا ہے جو تہی دنیا تک یادگار رہے گا اور ہر جگہ کے اہل علم اس سے متنفید ہو سکیں گے اور وہ اس کا کلیات ہے۔

یہ گنجینہ ادب بھی عرصہ تک علم و فضل کے خاص خاص خزانوں ہی میں محفوظ رہا لیکن یہ ایسی چیز نہ تھی کہ ہمیشہ چھپی رہتی۔ اردو ادب کی متوالی آنکھیں ہر وقت اس کی تلاش میں رہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس کو یہ متاع بیش بہا ہاتھ لگی اس نے اس کو ایسا عزیز رکھا کہ دوسروں کی پرچھائیاں بھی پڑنے نہ دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کلیات عوام کی نظروں سے اتنا اوجھل ہو گیا کہ ہر شخص اس کے متعلق عجیب عجیب قیاس آرائی کرنے لگا۔ کسی نے اس کو

برج بھاشا زبان کا کلام قرار دیا اور کوئی اس کو محمد قلی کے سوا کسی اور شاعر معانی کا کلام سمجھتا رہا حالانکہ وہ ٹھیکٹ اردو کلام ہے اور خود محمد قلی قطب شاہ کا نتیجہ قلم۔ کیونکہ قطب کے علاوہ محمد قلی کے کئی اور تخلص بھی تھے جن میں معانی سب سے زیادہ اس نے استعمال کیا ہے۔

محمد قلی کا اردو کلام اس کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی ہمیشہ مقبول رہا۔ لوگوں کو اس کی نظمیں زبانی یاد تھیں اور اب بھی دیہاتی عورتیں مختلف تقریبوں میں اس کے اشعار گاتی ہیں اس کے علاوہ اس کے کلیات کی کئی نقلیں بھی کی گئی تھیں جو بعد کو ہندوستان کے کلیات کے نسخے | مختلف حصوں میں مندرجہ گوئیں چنانچہ اس وقت تک کلیات

محمد قلی کے آٹھ نسخوں کا پتہ چل سکا ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہان اودہ لکھنؤ

۲۔ " " ٹیپو سلطان میور

۳۔ " " ایشیاٹک سوسائٹی بنگال

۴۔ " " آصفیہ حیدر آباد

۵۔ " " نواب سالار جنگ بہادر حیدر آباد

۶۔ " " " " " "

۷۔ ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق

۸۔ نسخہ کتب خانہ آقا حیدر حسن صاحب

ان میں سے مؤخر الذکر چار نسخے مصنف کے زیر استعمال رہے ہیں۔ ان آٹھوں نسخوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہان اودہ

اس کتب خانہ کی فہرست اسپرنگر نے مرتب کی تھی جو ۱۸۵۴ء میں شائع ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان اودہ کو جو نسخہ دستیاب ہوا تھا وہ جملہ تیس سو آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ جس میں فی صفحہ ۴۴ سطریں تھیں۔ اور جس کی ترتیب حسب ذیل تھی۔

۱۔ ثنویاں ۳۳۶ صفحات۔ فی صفحہ ۴۴ بیتیں۔ جملہ چار ہزار چھ سو چوبیس بیتیں۔
آغاز صفت کوں دکھوں اس یکتاے بجان کا کہ ناطق اپنے جن ہے قرآن کا خود جو

۲۔ قصیدے۔ ترجیع بند اور مرثیے۔ ۱۰۰ صفحات

آغاز جی جو بسم اللہ کر مطلع کیا ہے ذات اس یکتا

۳۔ غزلیں ۸۶۰ صفحات

۴۔ رباعیاں ۱۲ صفحات

آغاز جی دلائل خدا کن کہ خدا کام دوے گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلیات نامکمل تھا۔ کیونکہ

۲۔ اس میں زیادہ سے زیادہ ۸۳۱۲ شعر ہوں گے بشرطیکہ فی سطر ایک شعر درج ہو۔
 حالانکہ سلطان محمد قلی قطب شاہ مرتب کلیات محمد قلی نے بیچاس ہزار شعر جمع کئے تھے۔
 ب۔ کتب خانہ آصفیہ میں جو دیوان موجود تھا وہ اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل تھا۔

۳۔ نسخہ کتب خانہ ٹیپو سلطان

اس کتب خانہ کی فہرست اسٹوارٹ نے مرتب کی تھی۔ یہ نسخہ ذوال ٹیپو سلطان کے بعد
 ایسٹ انڈیا آفس کو منتقل کر دیا گیا۔ اس کے متعلق گارساں و تاسی نے اپنی سناریخ زبان وادب
 ہندوستانی و ہندوی "جلد اول صفحہ ۳۹۸ مطبوعہ ۱۸۷۷ء" میں لکھا ہے کہ یہ ایک ضخیم
 خوبصورت جلد ہے جو سلطان محمد قطب شاہ کے لیے ۱۰۲۲ء میں لکھی گئی ہے اس کی ترتیب حریفانہ
 ۳۳۶ صفحات تثنویوں کے (۱۲ ابیات فی صفحہ)

۱۰۰ صفحات قصیدوں، ترجیع بندوں، اور مرثیوں کے

۸۶۰ صفحات غزلوں کے

۱۲ صفحات رباعیوں کے

معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان کا نسخہ اور شاہان اودہ کا نسخہ دونوں بالکل ایک دوسرے

فی نقل تھے۔ اور یہ ممکن ہے کہ خود سلطان محمد نے ۱۰۲۲ء تک جو کچھ کلام جمع کیا تھا اس کے کئی
 نسخے نقل کرائے تھے تاکہ اپنے چچا کا کلام تلف نہ ہونے پائے۔ لیکن ان نسخوں کی ترتیب کے بعد

وہ خاموش نہ رہا بلکہ اور کلام جمع کرتا رہا یہاں تک کہ ۱۰۲۵ء میں ایک مکمل کلیات جمع کر کے اپنے خطبہ کے ساتھ مرتب کر لیا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا نسخہ

اس نسخے کا ذکر اسپرنگر کے ٹکڑاگ مذکورہ بالا میں ملتا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کلیات کا نمبر ۲۱ ہے اور یہ نہایت عالیشان نسخہ ہے جو مصنف کے جانشین کے ۱۰۲۲ء میں لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی تفصیل نہیں لکھی۔

ممکن ہے کہ یہ نسخہ بھی تذکرہ بالاتین نسخوں کے مطابق ہو افسوس ہے کہ اس کے متعلق اور کوئی علم نہ ہو سکا۔

۴۔ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد

اس نسخہ پر مولوی عبدالحق صاحب نے ایک تفصیلی مضمون رسالہ اردو بابت ۱۹۲۲ء میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اٹھارہ صنفوں پر مشتمل تھا اور اس پر خود سلطان محمد قطب شاہ کے دستخط تھے۔ یہی نسخہ اس وقت مکمل ترین سمجھا جاسکتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ اب کتب خانہ آصفیہ میں موجود نہیں ہے۔ اس کے متعلق مولوی عبدالحق صاحب کی تحریر سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں :-

”یہ کلیات ایک نہایت قابل قدر اور نادر نسخہ ہے بڑی قسط اور اعلیٰ درجہ کے قدیم کاغذ پر

نسخہ بہت خوش خط لکھا ہوا ہے۔ کتاب بہت ضخیم ہے۔ تقریباً اٹھارہ سو صفحے ہوں گے۔ اسے محمد قلی قطب شاہ کے جانشین اور بقیع محمد قطب شاہ نے بڑے اہتمام اور خلوص سے ترتیب دیا ہے۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانہ کا ہے اور سرورق پر خود محمد قطب شاہ کے قلم کی لکھی ہوئی تحریر ہے۔ ورق کے سب پر جو عبارت لکھی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خاص کتب خانہ شاہی کا ہے ان دو عبارتوں کے درمیان محمد قطب شاہ کی ہر ہے۔ ہر کی تحریر پڑھنا ذرا مشکل ہے۔ کتابت کا نسخہ قطب شاہ نے اپنی تحریر میں ۱۲۵۰ھ بتایا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے حیدرآباد فتح کیا تو شاہی کتب خانے سے بعض کتابیں دوسرے مال غنیمت کے ساتھ دلی چلی گئیں اور وہاں کے شاہی کتب خانہ میں داخل ہو گئیں۔ اور جب دلی پر آفت آئی اور وہاں کا کتب خانہ برباد و غارت ہوا تو یہ کتاب پھرتے پھرتے کلکتہ پہنچی اور کلکتہ سے آخر پھر اپنے اصل تمام یعنی حیدرآباد پہنچ گئی۔ کلیتہً شروع میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے بھتیجے اور جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے ایک منظم چارہ لکھا۔ اس چارہ میں اول یہ بتایا ہے کہ ان نظموں کو کس ترتیب سے جمع کیا گیا ہے یعنی اول شہنشاہی تصدیق اسکے بعد ترجیع بند ترجیع بند کے بعد فارسی مرثیے اس کے بعد کوئی مرثیہ کوئی شہنشاہی بعد فارسی مرثیے فارسی غزلوں کے بعد کوئی غزلیں اور سب آخر میں رباعیات

۵۔ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

اس کتب خانے میں جو نسخے ہیں ان میں پہلا نہایت قدیم اور شاہی مصور و مٹلانسخہ ہے اور خود سلطان محمد قلی قطب شاہ کی زندگی میں غالباً اسی کے حکم سے لکھا یا گیا تھا۔ اس کے سر لوح پر لکھا ہے :-

دیوان اعلا حضرت سلیمان فی خلد اللہ ملکہ

اس کے علاوہ جگہ جگہ لکھا ہے :-

ولہ ایضاً مدظلہ العالی

اس لحاظ سے یہ نسخہ دوسرے تمام نسخوں سے زیادہ قدیم معتبر اور اہم ہے۔ لیکن یہ بھی مکمل نہیں ہے۔ چند رقیص اس میں شامل نہیں ہیں اور جلد بندی کے وقت اس کے صفحوں کو آگے پیچھے کر کے بغیر کسی ترتیب کے جلد بنادی گئی ہے۔ چونکہ صفحوں پر نمبروں کا اندراج نہ تھا اس لئے بے ترتیبی پیدا ہو گئی زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ سلسلہ کے بعض صفحات کا پتہ نہیں چلتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ درمیان سے تقریباً ہر ردیف کے چند ورق جلد بندی کے وقت چھوٹ گئے۔ اس دیوان میں سلطان محمد قلی نے اکثر جگہ معافی اور صرف چند جگہ قطب یا قطب شاہ وغیرہ تخلص استعمال کیا ہے۔ چونکہ معافی تخلص سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ شائد دوسرا شاعر ہو اس لئے یہاں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ معافی اور قطب ایک ہی شاعر کا تخلص تھا۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ابتدائی متخلص معانی تھا۔ بعد کو اس نے قطب یا قطب شاہ متخلص کو ترجیح دی۔ اس لئے اس زیر نظر دیوان کی ترتیب کے بعد جو دیوان مرتب ہوئے ان میں ہر جگہ معانی کو نکال کر قطب شاہ لکھ دیا گیا ہے۔ اس تبدیلی اور اس کی نوعیت کی بحث اس کتب خانہ کے دوسرے دیوان کے سلسلے میں پیش نظر ہوگی۔

معانی ایک بادشاہ ہی کا متخلص تھا اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اکثر جگہ اس متخلص کے ساتھ بادشاہت اور لوازم شاہی کا ذکر کرتا ہے مثلاً ذیل کے شعر ملاحظہ ہوں:-

۱۔ جم عیش سوں کر راج کل جگ میں معانی کیتا ہے ترے دشمنوں کا کام خدا تلخ
۲۔ بیو تہ باد باتو معانی عروس عیش قفل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر
۳۔ اے معانی تیرے رازاں تھے ہونے لگا کہ تلخ تو رکھ سراپا ہے اماں کا نشان
۴۔ ہزار شکر الہی کا کرتا ہوں ہر دم دماغ فتح کے بجتے معانی شاہ نشان
۵۔ کہیا تمھاری یو معانی کی دولت ہے کہئے کہ تم بھی سیوا برابر شہا کرو
۶۔ فلک قلاب سوں باندھیا ہے میٹری معانی تو دے شاہ یگانہ

معانی نے بعض جگہ اپنے نام محمد قلی کی طرف بھی اپنے مقطعوں میں اشارہ کر دیا ہے مثلاً ذیل کے مقطوعے ملاحظہ ہوں۔ (وضیح ہو کہ محمد قلی کے لفظی معنی غلام محمد کے ہوتے ہیں)

۱۔ تم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کی میں محمد نانوں تھے دو توں جہاں میا جگیا
سکیوں

۲۔ معانی تج کوں محمد غلامی ہے سنا ہی توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح
 ۳۔ معانی شکر خدا کرنے کر توں غم ہرگز بنی کے ناو تھے آتا نبھے خوشی کا سراغ
 ۴۔ یہ سرفرازی بس ہے دو جگہ منے معانی منجیس پر لکھا ہے اسم محمد اللہ
 ۵۔ نتیجہ تخلص ہے معانی معنی کے گنج نون ہیا تو محمد مہم تھے پایا دو عالم کا سریر
 معانی نے اپنے قصیدوں میں جہاں کافی وضاحت کی گنجائش ہوتی ہے، اپنی بادشاہی
 اپنے نام اور اپنے تخلص کو مختلف شعروں میں واضح کر دیا ہے۔ مثلاً عید قرباں کے قصیدے کے
 حسب ذیل تین شعر قابل ذکر ہیں :-

تج محمد ناووں تھے ہستا ہے تاج احمدی دو بزرگی دیکھ پک پڑتا ہے خا قاں عید کا
 بخت و دولت تخت چو پھر چوک جوڑ ہے ہے اس خوشی سے رات دن گرچے سوا یوں عید کا
 اس قصیدے پر معانی عید جم قربان ہے نین کیا ہے آج لگ یوں کوئی در افتاں عید کا
 اسی طرح ایک اور قصیدے کے حسب ذیل شعر بھی قابل مطالعہ ہیں جن میں پہلے
 قطب شہ کا تخلص استعمال کرتا ہے اور آخر یعنی مقطع میں معانی کا :-

نظر ہے مصطفیٰ ہو مر تفضی کا قطب شہ اوپر کہ دشمن کی پشانی پر لکھے حرفِ پشیمانی
 انوں کے دشمنوں اور پرازل سے لعن واجبے اگر ہوئے سمرقندی، بخارا ئی و ملتانی
 نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشیا ہے توں تج کوں معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خانقانی

اب چند ایسے شعر پیش کئے جاتے ہیں جن میں محمد قلی نے اپنے نام یا لفظ قطب کے ساتھ
لفظ معافی کی قریب ترین شکلیں استعمال کی ہیں مثلاً :-

اب کچھ گقطبِ معنی حال کیوں قبلہ کوں اس کام میں میخانہ کیتا
ہر یکس میں مت ہر یک دھات قطبِ معناست از روز الست
مج محمد زانوں ہے معنی سو بولیا رستی او خوشش یا ناؤ خوش ہے نام میر آفتاب
آخر میں ہم ایسے قطعے پیش کر دیتے ہیں جن میں معافی اور قطب دونوں تخلص ساتھ ساتھ
استعمال کئے گئے ہیں مثلاً :-

مے قطبِ معافی کہ نہ اقطبِ خطاب ہے کرشکر خدا پر کہ قرار ہے سوسنار
نملک سارے کل تارے اپن رغبت ہوں اس میں سدا قطبِ سعادت کا معافی تج دیہے اب
سب دہر نہ کہہ تو قطبِ معافی کہ عاشق ہوں ایسے حال نیز اطو رسوں فریاد کرتے ہے
اسماں کی دعا و دہے دعا کا کوٹ چو گرد ہے معافی قطبِ تجہ برد ہے علی کا حبِ حصار ہے
قطبِ زماں معافی بس کر بڑی کی کہانی شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی
معافی قطبِ شہ کس دہر نہ کہہ رفر نہاں پیو کا کہ ہے جوست مجلس کا سوچلا حور دست تاب
اس تمام بحث کے بعد اب کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ معافی محمد قلی قطب شاہ
ہی کا تخلص تھا اور یہ دیوان محمد قلی کا ابتدائی دیوان ہے۔

اس دیوان میں زیادہ تر غزلیں اور مختصر قصیدے درج ہیں جو غزلوں کی شکل میں ردیف وارد درج ہیں۔ تنویریاں ترجیع بند مرثیے اس میں شامل نہیں۔ یہ ہمسائیہ دیوان ہے۔ کلیات نہیں ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ کلیات بادشاہ کی زندگی میں مرتب ہی نہ ہوئے۔ چونکہ یہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا قدیم ترین دیوان ہے اور خود مصنف کی زندگی میں لکھا گیا ہے اس لئے ہم نے اس کو کلیات کے مقدمے میں یا خود کلیات میں سمجھ کر مقدم یا حرف قی سے ظاہر کیا ہے اس میں ۲۴۹ غزلیں، قصیدے اور قطعے درج ہیں اور جملہ تعداد اشعار ۱۸۱۸ ہے۔ یہ دیوان مطلقاً مذہب اور تصور ہونے کی وجہ سے کبھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس دیوان کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کی ردیف و تفصیل اصل ترتیب کے ساتھ مع قافیہ و ردیف یہاں درج کرتے ہیں۔ (نوٹ صرف پہلے شعر یا مطلع کے قافیہ اور ردیفیں درج ہیں)

۳۶۱ غزلیں وغیرہ - ۳۳۶ اشعار	پایا - بجایا	آ سے نا - یا سے نا
شباب تاب تھا - آفتاب تھا	آیا - پایا	پایا - چھایا
کام دیوے گا - جام دیوے گا	کسناں غم نہ کھا - گلستان غم نہ کھا	پیارا - ادھارا
پیارا - ہمارا	جاہی کرن سکنا - شاہی کرن سکنا	ٹھارا - سنارا

گلیا - گلیا	چال کیوں؟ - مے خانہ کیتا	جواب - حجاب
وپایا - پایا	جام لییا - مدام لییا	بن میں عجب - گلشن میں عجب
موتین بیلا - روتین بیلا	صبا - بلا	آب - شراب
دوا - شفا	کرتوں؟ - سہایا (نام قصہ الاول)	مستجاب - ثواب
دفا - جفا	یار جانی کا - راز نہانی کا	نقاب - باب
کنارا - ہمارا	سناہ تھا - آفتاب تھا	شراب - کیاب
خدا دیتا - نوا دیتا	جگت سارا - شرفدارا	شراب آلوداب - شاب آلوداب
بیلا - دالا	یکبارا - ٹھارا	ح
سیوا - نیوا	عالم کا - آدم کا	(۱۶ غزلیں وغیرہ ۱۳۵ اشعار)
سلطان عید کا - سامان عید کا	افسانہ کیتا - دیوانہ کیتا	دولت - دولت
عید کا - امید کا	ب	کام دیت - جام دیت
آیا - سنایا	۱۰ غزلیں وغیرہ - ۱۱۷۸ اشعار	کجن مست پری مت - گلشن مست پری مت
جاں عید کا - گلستان عید کا	کیا ہے اب - ساقیا ہے اب	مست - پرست
بن عید کا - دھن عید کا	اے طالب - ولاے طالب	لیا یا لبنت - آیا لبنت
خوشی کا - علی کا	زور و ستاب - ہور و ستاب	بہشت - کشت

پرست - دست

مست - بدست

ہات - بھلات

صحبت - قدرت

شکایت - حکایت

رات - بات

کھلیا بست - چھڑکیا بست

بات - کھلات

ث

(۸ غزلیں وغیرہ - ۵۶ اشعار)

یتخانہ ہے باعث - میخانہ ہے باعث

کیا حوادث - ہیا حوادث

اچھو وارث - سنو وارث

حارث - وارث

مغیاث - لمغیاث

دام بحث - کلام بحث

کھولو حدیث - بولو حدیث

کام عبث - دام عبث

ج

(۹ غزلیں وغیرہ - ۶۷ اشعار)

تابوچ - نابوچ

آج - حاج

آج - تاج

جاناں کا اقیباچ - رضواں کا اقیباچ

آج - کاج

خیال تج - خال تج

بالاں کج - ہلاں کج

دکھورنج - نکورنج

رنج - گنج

بج

(۲ غزلیں - ۵ اشعار)

کچ - رچ

ناچ - پاچ

ح

(۸ غزلیں وغیرہ - ۵۵ اشعار)

مباح - نجاح

سوا صبح - دعا صبح

صبح - قیبح

بات صریح - مات صریح

صبوح - نصوح

دعائے قدح - برائے قدح

سمن مجروح - تن مجروح

جیاروح - دواروح

خ

(۵ غزلیں وغیرہ - ۳۶ اشعار)

روے فرخ - موے فرخ	فریاد - افتاد	سنگاراں کر - دھاراں کر
شاخ - سنگلاخ	پدید - عید	پیکر - گھر
ڈانگٹاخ - ہمنگٹاخ	ورد - بیورد	بار - زار
دہن تلخ - سخن تلخ	ر	باہر - ذاکر
نواخ - حیا تلخ	۲۳ غزلیں وغیرہ - ۸۴ اشعار	غذیر - صغیر
د	منور کر - در کر	نوبہار - اختیار
(۱۱ غزلیں - ۹۱ اشعار)	غذیر - کبیر	نظر - قمر
انند - بلند	یار - دار	خانہ کر - بہانہ کر
کلہ قند - بتدبند	یار - دلدار	پیک آبا بھار - جیک آبا بھار
لال عید - وصال عید	پرور - سرور	ڈر - گھر
آبا بھوں نواچند - لگا یا بھوں نواچند	پرکار - یکبار	نور - سپور
سنا یا عید بکرید - آبا عید بکرید	منور - بھر	آرام پر - جام پر
فریاد - آزاد	امیر - کبیر	پور کر - دور کر
بنیاد - فریاد	نظر - خبر	ز
فریاد - داد	اپکمر - زرکمر	(۴۴ غزلیں وغیرہ - ۷۲ اشعار)

جانی ہنوز - پہچانی ہنوز

خیز - گلریز

درباز - نماز

جاوواں ہم عید و ہم نوروز - عیاں ہم

عید و ہم نوروز

س

۲ غزلیں - ۱۶ اشعار

پاس - الیاس

کہنا ہوس - سننا ہوس

ش

۱ غزل - ۱۹ اشعار

سکرس - ترکش

ص

۱ غزل - ۷ شعر

خاص - اخلاص

غ

۱ غزل - ۹ شعر

داغ - باغ

۴

۶ غزلیں وغیرہ - ۱۵ شعر

بھگکا دو تم - مگکا دو تم

نام - کام

کام - جام

کرم - علم

نام - صیام

دام - نام

ن

۲ غزلیں وغیرہ - ۱۲ شعر

دورتوں - فقہورتوں

آب سوں - شاب سوں

بتاں - دتاں

غنجور کوں - انور کوں

جاں کو کرتے ہیں - زماں کو کرتے ہیں

ہندو شاں کوں - ناداں کوں

شکر ستاں ہوں - راساں ہوں

رون روں - گروں

بے دیں - آپیں

ارغواں - جواں

چمن - یون

رتن - جتن

کماں - دتاں

ہٹالاں ہوں - جاناں ہوں

نین - سمن

خارا چھیں - سرشار چھیں

نوراں تیں - حوراں تیں

لیا یا بنت بکریدلو - بھیا یا بنت بکریدلو

محبوب دکھو - خوب دکھو

خوشیاں ستیں - نوراں ستیں

بو - مو

یعوان ہوں - پرمان ہوں

کو - تو

خوشیاں سبھی اس عید میں

مناؤ - پلاؤ

نخاٹیاں سبھی اس عید میں

خوشیاں کرو - ہماں کرو

پلائی منج کوں - سہائی منج کوں

کجاؤ - بجاؤ

ناداں ہوں - تاناں ہوں

گاؤ - بجاؤ

گادیں - بجادیں

لا

عشرت کیتے میں - صحبت کیتے میں

۱۰ غزلین وغیرہ - ۷۷ اشعار

اوجھاروں - ناداروں

چروہ - ہروہ

اپنے میں - چنے میں

ناہ - گاہ

و

۹ غزلین وغیرہ - ۶۷ اشعار

آگاہ - گراہ

پیری عجائب ہوں - تیری عجائب ہوں

دلخواہ - سحرگاہ

نوجواں کرو - جاں کرو

آشیاں - خانہ

نگاہ - درگاہ

آیا برس گانٹھ - لیا یا برس گانٹھ

آیا برس گانٹھ - پایا برس گانٹھ

آیا برس گانٹھ - سہا یا برس گانٹھ

ی

۱۰ غزلین وغیرہ - ۴۴ اشعار

نکلے - کھلے

بہاری ہے - ساری ہے

کنہاں تھے - بتاں تھے

راتی - ہمانی

مینا مانی - شہانی

ہلکتی کھڑی - ہلکتی کھڑی

بھرائی - پھرائی

آئی - پلائی

کھلائی - بھلائی

ٹے - کھلے	بھایا دے - سہایا دے	جام بیٹے - مدام بیٹے
ٹے - لے	کنکھری - گھسری	ناشا د کرتے ہے - بیدا کرتے ہے
گاتی ہے - سہاتی ہے	ساری - سنگاری	سنگاون جونا چھ - انگاون جونا چھ
کھڑی - زرزری	باندے - باندے	یار خوش ندیے - جہا خوش ندیے
آنیاسر تھے - جھوکیا سر تھے	مومنناں کا عید - دونتاں کا عید	نیکادے - نیکادے
غین پتلی - یون پتلی	آدے - دکھاوے	گلاالی - لالی
گری تھے - کری تھے	بیایا ہے - آیا ہے	جھلٹے - کھلٹے
پری - استری	ہمارے - تمہارے	دوری ہے - صبوری ہے
بھیری - گوری	تمہاری - واری	علم کپڑے - حشم کپڑے
قطب شہسوں ل رہی ہے کنلی	آتی ہے رے - بھاتی ہے رے	تیری - دیری
بھید ہے - خورشید ہے	دکھاتی - جگاتی	بدنے - پدنے
پلاقی ہے - دکھاتی ہے	بناتی ہے - لکھاتی ہے	نگاری لگی دے - نگاری لگی دے
ساجے - باجے	بھاوے - جاوے	خاقانی مجھے - سلطان مجھے
کھول ساجے - مدن کے باجے	ثوانی - نہانی	مدعا ہے - روا ہے
دپائے - پلائے	بہائے جاے - جائے جاے	قمر ہے - ثمر ہے

کھلاتے ۔ پلاتے	دور کرساقتی ۔ پر نور کرساقتی	سات ہے ۔ دھات ہے
نور تھے ۔ پور تھے	دھن کے ۔ من کے	بہانے جائے ۔ جانے جائے

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدیم ترین دیوان میں حروف ذ ۔ ض ۔ ط

ظ ۔ ع ۔ ف ۔ ق ۔ ک ۔ گ اور ل کی ردیفوں میں غزلیں موجود نہیں ہیں ۔ یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ ان ردیفوں میں بادشاہ نے اس وقت تک غزلیں لکھی تھیں یا نہیں۔ لیکن درج تھیں اور بعد کو جلد سازی کے وقت تلف ہو گئیں ۔

کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر کا دوسرا نسخہ

نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کا دوسرا نسخہ بھی شاہی ہے اور بادشاہ کی وفات کے بعد مرتب ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ نے ۱۰۲۲ھ میں جو نسخے مرتب کرائے (اور جو ٹیپو سلطان کے اور دیگر کتب خانوں میں موجود تھے) ان کے ساتھ کا ہو ۔ یہ ناقص الاول ہے اس لئے متنویاں طویل قصیدے اور ترجیع بند اس میں شامل نہیں ہیں البتہ رباعیات مکمل حالت میں موجود ہیں ۔ ہمارے مرتب کردہ کلیات میں جن جن نظموں کے آخر میں ج لکھا ہے وہ اسی دیوان سے اخذ ہیں اور جو غزلیں قدیم دیوان میں نہ مل سکیں وہ اسی سے حاصل ہوئی ہیں ۔ چونکہ اس میں قدیم دیوان کے مرتب ہونے کے بعد کا کلام بھی درج ہے اور مصنف کے جانشین نے اس کو مرتب کیا ہے اس لئے

ہم نے اس کو مقدمہ میں یا کلیات میں نسخہ جدید یا حرف ج سے یاد کیا ہے۔

نسخہ قدیم اور نسخہ جدید کا نمایاں فرق یہ ہے کہ پہلے میں شاعر کا تخلص اکثر معانی درج ہے اور دوسرے میں اکثر قطب شاہ۔ اس وجہ سے ابتدا میں یہ خیال ہوا کہ شاید پہلا سلطان محمد قلی کا کلام ہے اور دوسرا سلطان محمد قطب شاہ کا لیکن بعد میں تحقیق سے پتہ چلا کہ دونوں کلام ایک ہی صنف کے ہیں کیونکہ نہ صرف متعدد نظمیں اور غزلیں دونوں میں مشترک ملیں بلکہ جن مقطعوں میں پہلے دیوان میں معانی درج ہے انہی میں دوسرے دیوان میں قطب شاہ لکھا گیا ہے مثلاً صرف چند مقطعوں کے مصرعے نمونے کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔

جدید دیوان

قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست
پیا کا حسن قطب شہ ہے جگ میں جیوں اقدار
اے قطب شہ توں چھپا کر کا ہے پتیا ہے شہر
قطب شہ تراز رگری کوئی نہ بوجھیں
شکر ایزد کر قطب شہ رات دن آندھوں
قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم

قدیم دیوان

معانی سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
معانی شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست
پیا کا حسن معانی ہے جگ میں جیوں اقدار
اے معانی توں چھپا کر کا ہے پتیا ہے شہر
معانی تراز رگری کوئی نہ بوجھیں
شکر ایزد کر معانی رات دن آندھوں
معانی ریا ترک کر عیش سوں اچھ

علوم ہوتا ہے کہ خود سلطان محمد قلی نے آخر کو معافی کی جگہ قطب شاہ تخلص کو ترجیح دی تھی اس لئے پہلا دیوان مرتب ہونے کے بعد جو کچھ لکھا وہ اسی تخلص سے لکھا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد سلطان حمیر نے اس کا کلام مرتب کرتے وقت ہر جگہ سے معافی نکال کر قطب شاہ ڈال دیا ہو۔

یہاں یہ امر بھی واضح ہو جانا چاہئے کہ سلطان حمیر قلی بعض وقت دونوں تخلص استعمال کرتا تھا جس کی مثالیں گزشتہ نسخے کے تذکرے میں لکھی جا چکی ہیں ایسے اشعار جن میں دونوں تخلص استعمال کیے گئے ہیں اس نسخہ میں بعینہ موجود ہیں۔

معافی تخلص کے علاوہ سلطان محمد قلی ایک اور تخلص ترکمان بھی لکھا کرتا تھا اور سلطان محمد قطب شاہ نے ترتیب کلیات کے وقت جہاں لفظ معافی کو قطب شاہ سے بدل دیا ترکمان کے تخلص کو بھی متروک کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ قدیم دیوان میں ایک شعر ہے۔

جانتے دار و سیکماں درو کا نیہ دوا ہو سے ترکماں ان کے دست

یہ شعر اس دیوان میں بھی موجود ہے لیکن اس میں لفظ ترکمان موجود نہیں ہے بلکہ مصرعہ ثانی

کویں بدل دیا گیا ہے ع نیہ دوا ہو سے نہ ہرگز ان کے دست

دیوان کے ان دونوں نسخوں کے مشترک کلام میں اگرچہ زیادہ اختلاف نہیں ہے تاہم بعض جگہ کافی فرق پیدا ہو گیا ہے۔ ذیل میں ایک غزل درج کی جاتی ہے جس کے اختلاف بطور نمونہ کام دیکھتے ہیں۔

ہم نے کلیات کی ترتیب کے وقت ان اختلافات کو احتیاط کے ساتھ حاشیوں پر یا الفاظ کے نیچے
بی ظاہر کر دیا ہے۔ اس لیے یہاں صرف یہ ایک منزل کافی ہے :-

جدید دیوان

بعینہ

جن نام و پختہ نابو مجھے وو کاں و کیان کا
جے نابو مجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام

بعینہ

و نقش کا نگار کریں میرے دل مدام

بعینہ

جو دیکھ اس پہ بھیجا ہوں توں آپنا سلام

دوڑا یا ہے عقل جتنا اتنا دوڑا یا

بعینہ

اے پند کو قطب شہ کوں کیا پند کہتے ہیں

بعینہ

اس سلسلے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ نبدیلی خود سلطان محمد قلی نے بعد کو اپنے کلام میں

پیدل کی یا اس کے بعد اس کے جانشین اور مرتب دیوان سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے چچا کے کلام

پر نظر ثانی کی۔ چند مثالیں ایسی ہیں جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شاہ سلطان محمد نے بعض

بدل دئے ہوں۔ چونکہ وہ چچا کے مقابلے میں زیادہ پابند مذہب اور متقی تھا اور عیش و عشرت

قدیم دیوان

تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منج کوں نام

احرام اس کا باندھوں گا ہو پکڑوں گا میام

جن نام و پختہ نابو مجھے دو گن و گپ ان کا

کن نابو مجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام

ایسا پلا شراب کہ سب دل تھے جائے دھوئے

و نقش کا رقوم کریں میرے دل مدام

انگارہ خاک یاد کیا تج تو جیو دیا

جب تھے دیکھا ہوں تو تھے کیا ہوں تجھے سلام

(اس کے بعد دو شعر بعینہ دونوں نسخوں میں درج ہیں)

دوڑا یا ہے عقل جتنا اتنا دوڑا یا

دوڑاے نا تو بھی دیوے دشنام میرا کام

اے پند گو مسافتی کو کیا پند کہتے ہیں

اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام

پند گو مسافتی کو کیا پند کہتے ہیں

کی طرف مائل نہ تھا اس لئے ممکن ہے ذیل کے مصرعہ میں عیش کو خوشی سے بدل دیا ہے۔
 جع معافی ریازت کر عیشوں اچہ کا نسخہ جدید جع قطب شہ ریازت کر خوش اچھیں جم
 بعض اشعار میں بندیلی کی وجہ سے شعر میں کسی نہ کسی طرح کی خوبی پیدا ہو گئی ہے اس قسم کی
 چند مثالیں درج ذیل ہیں :-

قدیم دیوان

(۱) عاشقوں کے شعر تھے جگ گساٹھے

میری آہ کا آگ چوں ہے آفتاب

(یعنی عاشقوں کے شعر سے چمک اٹھے

کیونکہ میری آہ کی آگ آفتاب کی طرح ہے)

(۲) نظر نہج یہ ہے کیا تماشا کا حاجت

نہیں بنر خط آگے چنپا کا حاجت

(۳) طیبیاں کریں منج کوں بالیوں وارو

کہ بالی ہیں موہن ہے بالاکا حاجت

(۴) ہمن مدعا مدعی نہ بو جھے کچ

نکو بخت کرنیں ہے اعدا کا حاجت

جدید دیوان

عاشقوں کے شعر جگ میں جگ جگے

ان اسساں روشنی ہے آفتاب

(یعنی عاشقوں کے شعر دنیا میں تماشہ

رہتے ہیں اور ان کی آہوں سے آفتاب کو روشنی ملتی ہے)

نظر نہج یہ ہے کیا تماشا کا حاجت

نہیں بنر خط آگے خضر کا حاجت

طیبیاں کریں تس کوں بالیوں وارو

کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالاکا حاجت

ہمن مدعا مدعی نہ بو جھے کچ

نکو بخت کرنیں ہے غوغا کا حاجت

یہ کہا جا چکا ہے کہ ابتدا میں خیال تھا کہ یہ دیوان محمد قطب شاہ کا ہو گا نہ کہ محمد قلی

اور اسی خیال سے نمائش یوم ولی میں اس کو سلطان محمد کے دیوان کے نام سے پیش کیا گیا اور

مطبوعہ فہرست مخطوطات نمائش ولی میں بھی وہ اسی نام سے درج ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔

K NOT TO BE ISSUED

مندرجہ بالا دلائل کے علاوہ ایک اور دلیل بھی ہے جس کی وجہ سے یہ دیوان محمد قلی ہی کا ثابت ہوتا ہے۔

قلی کے معنی غلام کے ہیں۔ اور محمد قلی سے مراد غلام محمد۔ چنانچہ سلطان محمد قلی نے اپنی اس غلامی پر ہر جگہ فخر کیا ہے۔ اور اپنے اشعار میں صاف صاف محمد قلی لکھنے کی جگہ ”غلام محمد“ یا محمد کا غلام لکھا ہے۔ اگر یہ دیوان سلطان محمد قطب شاہ کا ہوتا تو وہ اس لفظ غلام پر اتنا زور نہ دیتا کیونکہ اس کا نام محمد سلطان مرزا تھا اور لقب سلطان محمد قطب شاہ۔ اس طرح سے اس کے نام یا لقب کو قلی یا غلام کے لفظ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ خاندان قطب شاہیہ کا پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنے نام کے آگے قلی کا استعمال نہیں کیا حالانکہ اس کے حملہ پیش روؤں نے اس کا التزام کیا تھا۔ مثلاً محمد قلی، ابراہیم قلی، سبحان قلی، جمشید قلی اور سلطان قلی سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے لقب کے ساتھ لفظ قلی اس لئے استعمال نہیں کیا ہو گا کہ

- ۱۔ اس کے باپ کا نام محمد امین ابن ابراہیم قلی قطب شاہ تھا نہ کہ امین قلی
- ۲۔ وہ تخت نشینی کے بعد بھی اپنے پیش روؤں کی طرح اپنے نام محمد یا سلطان کے آگے قلی کا لفظ نہیں بڑھا سکتا تھا کیونکہ خود اس کے پیش رو کا نام محمد قلی تھا اور سلطان قلی بانی سلطنت کا نام تھا۔ اور ممکن ہے کہ اتباس سے بچنے اور اپنی انفرادیت قائم رکھنے کے لئے اس نے ان دونوں سے علاحدہ لقب اختیار کیا ہو۔ باوجودیکہ اس کی والدہ ہندو تھیں اس لئے خود کو اپنے پیش روؤں سے مجیزہ کرنے اور اپنے سے ایک نیا سلسلہ شروع کرنے کی خاطر اس نے خود کو بغیر لفظ قلی کے

الترام کے مشہور کیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد دونوں بادشاہوں (عبدالغنی قطب شاہ اور ابوالحسن قطب شاہ) نے بھی قلی کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

غرض یہ دیوان محمد قلی ہی کا ہے کیونکہ اس میں جگہ جگہ لفظ قلی کی مناسبت سے محمد کی غلامی پر زور دیا گیا ہے نیز ایک شعر میں شاعر نے اپنا پورا نام بھی لکھ دیا ہے یعنی

سدا ہے داس محمد قلی محمد کا
عسلی کی ہرستی سکھ اند پائے آج

۷۔ سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق

کلیات محمد قلی پر کام کرنے کے شناس نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں کلیات محمد قلی کے چند اوراق داخل ہوئے جو پہلے دو دیوانوں سے بالکل مختلف تقطیع کے کسی قدیم مٹلاوند ہب نسخے کے منتشر اوراق معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے چند نئی غزلیں اور مرثیے دستیاب ہوئے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کے دیوان کی کئی نقلیں کی گئیں تھیں جو اب تک موجود ہیں۔

۸۔ کتب خانہ آغا حیدر حسن صاحب۔

یہ نسخہ حال کا نقل کیا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر ہی کے پہلے دیوان کی نقل ہے۔ میں آقا صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنا نسخہ عرصے تک میرے استعمال کے لئے وقف کر دیا تھا۔

کلیا محمد قلی قطب شاہ

پہلا حصہ

نظمیں

نظموں کی تفصیل ست

(۲۲۰ نظمیں اور ۱۶۳۹ اشعار)

(۱) حمد (۵ نظمیں - ۱۳۵ اشعار)

- ۱۔ چند سورتیرے نور تھے نس دن کوں نورانی کیا ج - ۵ - ۳
 ۲۔ بنداہوں گنہ گار خدا میرا گنہ بخش ج - ۷ - ۴
 ۳۔ کیا موجود اپنے جو دتھے منج جان غور کوں ق - ۹ - ۴
 ۴۔ ہنیں جگ کا سایا یا حفیظ ج - ۷ - ۵
 ۵۔ مناجات میرا تو سن یا سمیع ج - ۷ - ۶

(۲) نعت (۵ نظمیں - ۴۳ اشعار)

- ۶۔ تجھ کو اجت کے جوت تھے عالم دہنچھا رہا ج - ۹ - ۹
 ۷۔ اسم محمد تھے اے ہنگ میں سو خاقانی مجھے ق - ۷ - ۱۰
 ۸۔ چاند سورج روشنی پایا ہمارے نور تھے ق - ۱۳ - ۱۱

نوٹ - ج سے مراد دیوان جدید اور ق سے مراد دیوان قدیم ہے۔

۹۔ دیابندہ کوں حق بنی کا خطاب ج - ۷ - ۱۳

۱۰۔ خدائنج مہرسوں آپی بنی صدقے کیا رافع ج - ۷ - ۱۳

(۳) منقبت (۶ نظمیں - ۴۰ اشعار)

۱۱۔ کہتے ولیاں شاہ جس سوشہ ہمارے میں علی ج - ۷ - ۱۷

۱۲۔ آدھار دے آدھار اب تیج بن نہیں کوئی یا علی ج - ۷ - ۱۸

۱۳۔ دو جگ کوں جیو دینے سکے حضرت علی سلطانوں ج - ۵ - ۱۹

۱۴۔ جیو میلے سرو قد کھینچا تمارا یا امیر ق - ۷ - ۲۰

۱۵۔ دنیا و دین کا حق سنگار یا علی توں ج - ۷ - ۲۲

۱۶۔ ہے میراں کا شہنشاہ دو جہاں میں یا اللہ ق - ۷ - ۲۳

(۴) ملح حضرت بی بی فاطمہ (۲ نظمیں - ۱۴ اشعار)

۱۷۔ ازل تھے بی بی فاطمہ بھاگ سا جے ج - ۷ - ۲۷

۱۸۔ گرو گھر بند بگھرے گھر کرتے اندینہ بانی ج - ۷ - ۲۸

(۵) شاعر کا مذہب (۲ نظمیں - ۱۰ اشعار)

۱۹۔ دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاذ ج - ۵ - ۳۱

۲۰۔ محمد دین قائم ہے ہندو بھاراں بھگا و تم ج - ۵ - ۳۲

(۶) عید میلاد نبیؐ ۹۱ نظمیں ۵۴ اشعار

- ۲۱۔ فرشتے سرگ ساتواں گھر تیراں سے آکر آئے۔ ج - ۵ - ۳۵
 ۲۲۔ درود لک اس نبی پر تو نہیں کہتے یہ سب بے ش - ۶ - ۳۶
 ۲۳۔ خلائق اس دنا خاطر کیا پیدا جلت سارا۔ ق - ۷ - ۳۸
 ۲۴۔ حضرت نبی مولود بھی سر تھے نوی لیا یا اند۔ ج - ۷ - ۳۸
 ۲۵۔ نبی مولود خوشیاں تیرے ہونی دل کی بہار بخش۔ ج - ۱۰ - ۳۹
 ۲۶۔ گناے نبی کے جو مولود انداں۔ ج - ۱۲ - ۴۱

(۷) عید بعثت نبیؐ ۹۵ نظمیں - ۳۷ اشعار

- ۲۷۔ خوشیاں کرو موالیاں بعثت رسول آیا۔ ج - ۷ - ۴۵
 ۲۸۔ آیا ہے وقت سر تھے مبعوث مصطفیٰ کا۔ ج - ۷ - ۴۵
 ۲۹۔ مصطفیٰ مبعوث خوشیاں کے عید کا ہے ویس آج۔ ج - ۹ - ۴۶
 ۳۰۔ نبی مبعوث بھی آکر کیا ہے سب جہاں روشن۔ ج - ۷ - ۴۸
 ۳۱۔ کہے خوش خبر خوشی سوں انہی کھول ادھر خوشی کے۔ ج - ۷ - ۴۹

(۸) شب معراج (ایک نظم - ۵ شعر)

- ۲۱۔ شاہ مرواں و محمد ہیں ہمارے مرتاج۔ ج - ۱۵ - ۵۲

(۹) عید سوری (۵ نظمیں - ۳۵ اشعار)

- ۳۳۔ سب ہی عیداں میں اتم عید سواے عید سوری ہے۔ ج - ۷ - ۵۵
 ۳۴۔ عید سوری سرس سوروں سنگار آیاں سکیاں بھی۔ ج - ۵ - ۵۶
 ۳۵۔ بنی کی عید سوری آمندر مچ سور سوراں کے۔ ج - ۹ - ۵۷
 ۳۶۔ عید سوری اند لیا ہے۔ ج - ۷ - ۵۹
 ۳۷۔ خوشیاں سوں آج جاں تاں سب جہاں معمورہ ہے۔ ج - ۷ - ۵۹

(۱۰) عید مولود علی (۹ نظمیں - ۶۶ اشعار)

- ۳۸۔ مومنوں خوشیاں کرو ہے آج دن مولود کا۔ ج - ۷ - ۶۳
 ۳۹۔ حضرت علی مولود تھے سب مومنوں کا عید ہے۔ ج - ۶ - ۶۵
 ۴۰۔ موابیاں شیعیاں خوش ہو یہ دن سرجن ہے حیدر کا۔ ج - ۶ - ۶۵
 ۴۱۔ سیتی اماں مولود آیا۔ ج - ۷ - ۶۶
 ۴۲۔ دیا صبح صادق متن روے فرخ۔ ق - ۹ - ۶۷
 ۴۳۔ مولود علی آوے فلک پر تھے ملک سوں۔ ج - ۷ - ۶۸
 ۴۴۔ مرتضیٰ مولود آیا ہے بہت نوراں سیتی۔ ق - ۹ - ۶۸
 ۴۵۔ عرش حق کا لگیا جھلکن ادک مولود حیدر تھے۔ ج - ۷ - ۶۹

۴۶۔ تولود خوشیاں آئیاں مولود کی خوشیاں کرو۔ ق۔ ۷ - ۷۱

(۱۱) عید غدیر (۸ نظمیں - ۶۲ شعر)

۴۷۔ موالیان سب کرو خوشیاں کہ آیدن خلافت کا۔ ج۔ ۷ - ۷۵

۴۸۔ شیعیاں کا عید پھر کر آئیاں ختم غدیر۔ ق۔ ۷ - ۷۶

۴۹۔ عید آئیاں اندسوں یاراں مبارکی کا۔ ج۔ ۷ - ۷۷

۵۰۔ سب کر دل کر مبارکبادی عید غدیر۔ ق۔ ۱۳ - ۷۷

۵۱۔ خلافت دے بنی کہے یوں کہ منج بعد از سوخید رہے۔ ج۔ ۷ - ۸۰

۵۲۔ ختم غدیر دن تھے دو جگ ہوا نورانی۔ ج۔ ۷ - ۸۱

۵۳۔ سب جگ کرے اند کہ عید غدیر ہے۔ ج۔ ۷ - ۸۲

۵۴۔ خوشیاں سوں آج کے دن مل ملک چوندر تھے سارے بھی۔ ج۔ ۷ - ۸۳

(۱۲) شبِ برات (۱۰ نظمیں - ۷۷ اشعار)

۵۵۔ خدا کے کرم سیتے شبرات آیا۔ ج۔ ۷ - ۸۷

۵۶۔ جو شبرات ات جھلک سوں جگ میں آیا۔ ج۔ ۷ - ۸۷

۵۷۔ سکھن رات شبرات آبرائیاں لیائی ساریاں کی۔ ج۔ ۹ - ۸۸

۵۸۔ سہاگن رات شبرات آسج گھرائے بھی سرتے۔ ج۔ ۷ - ۹۰

۵۹۔ مبارک کا خبر شہرت لے کر آیا سر تھے۔ ق۔ ۷ - ۹۱

۶۰۔ کہہ طور نور اجالا شیرات اب دپکے۔ ق۔ ۷ - ۹۳

۶۱۔ شب برات خوشی شادی سوں کیا روشن۔ ق۔ ۶ - ۹۳

۶۲۔ شب رات آکیا ہے سب جگ کے تائیں روشن۔ ج۔ ۷ - ۹۴

۶۳۔ مکھ جوت سوں چند رکھیاں شہرات کوں جھمکائے ہیں۔ ج۔ ۷ - ۹۵

۶۴۔ عشق شہرات سر تھے دھن کر رہے۔ ج۔ ۱۳ - ۹۷

(۱۳) ہلال عید و عید رمضان (۱۱ نظمیں - ۸۹ اشعار)

۶۵۔ جگ کہتے آج کھن پر یکے ہلال ساتی۔ ج۔ ۱۱ - ۱۰۱

۶۶۔ چند امین عیدی بشارت دکھایا۔ ج۔ ۶ - ۱۰۲

۶۷۔ آیا ہے عید کا چند پھر چرخ بام ساتی۔ ج۔ ۹ - ۱۰۲

۶۸۔ نھنا بالانا ناز کر آیا جیوں نوا چند۔ ق۔ ۷ - ۱۰۳

۶۹۔ نس عید جلوہ گر ہو گئے دن سیام ساتی۔ ج۔ ۵ - ۱۰۴

۷۰۔ ابرو کا تم ریچھ سو عیدی کا ثمر ہے۔ ق۔ ۱۰ - ۱۰۵

۷۱۔ انبر سمدور میں منی نوا چند کا شایا عید۔ ج۔ ۸ - ۱۰۶

۷۲۔ خورشید مکھ اُپر سے ابرو ہلال عید۔ ج۔ ۱۱ - ۱۰۷

۷۳۔ ساقی ہو عید آیا دیکھ خیال موہنیاں کے۔ ج - ۸ - ۱۰۹

۷۴۔ عید سیوی لیا بیٹیا خوشیاں آنند۔ ج - ۷ - ۱۱۰

۷۵۔ روزیاں کا عید آیا ہے ہو چاؤ ہو رہو مان سوں ق - ۷ - ۱۱۱

(۱۴) بقر عید (۹ نظمیں - ۶۸ اشعار)

۷۶۔ خمیر بکرید خوشیاں تیں میرے تائیں لیا یا ہے۔ ق - ۷ - ۱۱۵

۷۷۔ خوشی خبراں سنایا عید بکرید۔ ق - ۷ - ۱۱۶

۷۸۔ ہویدا بھی ہو اجوں جان بکرید۔ ج - ۷ - ۱۱۷

۷۹۔ آتم بکرید آیا جگ ہو خوش اپنے من میا نے۔ ج - ۹ - ۱۱۸

۸۰۔ شہا بکرید ہے سالم دُرِ یجن تج پہ قرباں ہے۔ ج - ۱۱ - ۱۱۹

۸۱۔ دن آج کی بکرید کا سب جگ میں ربحان ہے۔ ج - ۶ - ۱۲۱

۸۲۔ سنگار کر خفا چنے سو تورا نوراں بھرے۔ ج - ۷ - ۱۲۳

۸۳۔ بکرید عید آیا ملوات بر محمد۔ ج - ۷ - ۱۲۴

۸۴۔ عشرت کے پھولاں کا یون لیا یا بنت بکرید سوں۔ ق - ۷ - ۱۲۵

(۱۵) نور روز (۳ نظمیں - ۲۱ اشعار)

۸۵۔ نورانی نور روز نوراں سوں آیا۔ ج - ۷ - ۱۲۹

۸۶۔ نو نوروز نورنگ جوں کلیاں کلیاں کھلایا ہے۔ ج۔ ۱۲۹ - ۰

۸۷۔ سیرتھے نوروز بشارت لے خوشیاں (۱۶) گنگا گنگا۔ ج۔ ۱۳۱ - ۰

(۱۶) بسنت (۷۲ نظیں - ۵۲ اشعار)

۸۸۔ بسنت کھیلیں عشق کی آپسار۔ ج۔ ۱۳۵ - ۶

۸۹۔ پیارے بسنت کا ہوا آئیا۔ ج۔ ۱۳۶ - ۳

۹۰۔ کہ کوئل پریم ناد اپنا سنایا۔ ج۔ ۱۳۶ - ۷

۹۱۔ بسنت آیا سکی جوں لال کالا۔ ج۔ ۱۳۶ - ۷

۹۲۔ پیاری کے مکھ میاں لے کھیلیا بسنت۔ ج۔ ۱۳۷ - ۷

۹۳۔ اوننگاں سوں بسنت آیا نورانی۔ ج۔ ۱۳۸ - ۷

۹۴۔ شاہ کے مندر سعادت کا خبر لیا یا بسنت۔ ق۔ ج۔ ۱۳۹ - ۱۱

(۱۷) دوسری عیدیں (۴ نظیں - ۲۸ اشعار)

۹۵۔ پوریوں کی عید۔ ورشنی ہو آئی ہے پوریاں کی عید۔ ج۔ ۱۴۳ - ۷

۹۶۔ اتبار عید۔ قربان ہونے شہہ پر آئی ہے اتبار عید۔ ج۔ ۱۴۴ - ۷

۹۷۔ سکھ بلاں کی عید۔ سدا ہوے شہہ بزم میں تہہ اند۔ ج۔ ۱۴۵ - ۷

۹۸۔ عید۔ عید اں کیاں میں خوشیاں سب ہی اس عیدیں۔ ق۔ ۱۴۶ - ۷

(۱۸) سالگرہ (۱۰ نظمیں - ۸۶ اشعار)

- ۹۹۔ خدا کی نظر تھے برس گانٹھ آیا۔ ج - ۷ - ۱۴۹
- ۱۰۰۔ خدا کی دہائی تھے برس گانٹھ آیا۔ ق - ۷ - ۱۵۰
- ۱۰۱۔ خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا۔ ق - ۷ - ۱۵۰
- ۱۰۲۔ بنی نانوں تھے پچھ برس گانٹھ آیا۔ ق - ج - ۱۲ - ۱۵۱
- ۱۰۳۔ جیب حق تھے برس گانٹھ دیں آج۔ ج - ۱۴ - ۱۵۳
- ۱۰۴۔ گھڑی امرت سے ساعت سلکھن دیکھ اختر سوں۔ ج - ۷ - ۱۵۴
- ۱۰۵۔ ملایک عرش پر شہ کیاں برس گانٹھاں گناتے ہیں۔ ج - ۷ - ۱۵۵
- ۱۰۶۔ خدا ہور مصطفیٰ کی دشت سوں آیا برس گانٹھ۔ ق - ۷ - ۱۵۷
- ۱۰۷۔ خدا کی رضا سیتی آیا برس گانٹھ۔ ق - ۶ - ۱۵۷
- ۱۰۸۔ بنی کی غلامی تھے آیا برس گانٹھ۔ ق - ۶ - ۱۵۸

(۱۹) جلوہ اور دیگر رسوم (۸ نظمیں - ۵۲ اشعار)

- ۱۰۹۔ پریم پیاری کا جلوہ گاؤ سارے۔ ق - ۶ - ۱۶۱
- ۱۱۰۔ بنے ہو ربنی کوں پلاو و سدا۔ ج - ۷ - ۱۶۱
- ۱۱۱۔ میں تیرے کاج جلوے راگ پایا۔ ج - ۵ - ۱۶۲

۱۱۲۔ پیاری کا جلوہ بہن بن میں گائے۔ ج۔ ۷۔ ۱۶۳

۱۱۱۔ نین چائی سب کہ بہن من دیجھاوے۔ (مثنوی) ج۔ ۶۔ ۱۶۶

۱۱۲۔ بجا گئی بجا گال کا جلوہ گاؤ تم۔ ج۔ ۷۔ ۱۶۳

۱۱۵۔ ہندی۔ اسرت لہری گھڑی میں خوشیاں بٹایا ج۔ ۷۔ ۱۶۶

۱۱۶۔ کٹھ مال۔ نبردھیٹ شوخی سوں آکر کھڑی جیب۔ ج۔ ۷۔ ۱۶۸

(۲۰) لوازمات شاہی (۶ نظمیں - ۱۵۲ اشعار)

۱۱۷۔ کسوت زریں۔ کسوت مکمل زر زری شجاع نکالیں۔ ج۔ ۱۱۔ ۱۷۱

۱۱۸۔ شاہی ہاتھی۔ خدا کا ہست بہنا ہو رہتا۔ ج۔ ۷۔ ۱۷۳

۱۱۹۔ تقسیم اوقات۔ پہلی گھڑی سانتی کے مدد میں سستی ہمارے۔ ج۔ ۹۔ ۱۷۴

۱۲۰۔ راگ۔ گٹ راگں پیاری آپ راگے راگ گاتی ہے۔ ج۔ ۷۔ ۱۷۶

۱۲۱۔ راج ترانہ۔ سجان کے بھومان سوں جیو تھیں زاسدا۔ ج۔ ۷۔ ۱۷۸

۱۲۲۔ ترانہ عیش۔ دکھ درد گیا عیش کے دن آئے کرو کام۔ ج۔ ۱۱۔ ۱۸۰

(۲۲) کھیل (۳ نظمیں - ۱۸ اشعار)

۱۲۳۔ چوگان۔ سائیں کھیلے نیہ سوں چوگان خوش۔ ج۔ ۷۔ ۱۸۵

۱۲۴۔ چوکرٹی پھو۔ سکی تال دے منج ٹنکتی کھڑی۔ ق۔ ۷۔ ۱۸۶

۱۲۵۔ کھڑی۔ اپن دل کے انداں کی کریں جگ سرواں کھڑی ج۔ ۴۔ ۱۸۷

(۲۲) برسات اور سرما (۱۶ نظمیں - ۱۱۴ اشعار)

۱۲۶۔ روت آیا کلیاں کا ہواراج۔ ج۔ ۷۔ ۱۹۱

۱۲۷۔ مرگ سلطانی تارا جگ میں آیا پھر کہ آج۔ ق + ج۔ ۹۔ ۱۹۱

۱۲۸۔ پلا ساقی مے ہو ر خوشی ستی ناچ۔ ق۔ ۷۔ ۱۹۲

۱۲۹۔ سہیلی بنی نیلی رت میں شوانی۔ ق۔ ۷۔ ۱۹۳

۱۳۰۔ انداں بیتے بھی آیا مرگ سال۔ ج۔ ۷۔ ۱۹۴

۱۳۱۔ مرگ سال آئیا پھرتے مرگ ننگاراں کر۔ ق۔ ۷۔ ۱۹۵

۱۳۲۔ سہیلیاں مرگ سال آیا ہوا سوں۔ ج۔ ۷۔ ۱۹۶

۱۳۳۔ مرگ آئیا مرگنیاں اب مرگ کو مناؤ۔ ق۔ ۷۔ ۱۹۷

۱۳۴۔ گرجا دیکھ مرگ چونہ ہر تھے فوجاں کر ملیاں بالیاں۔ ج۔ ۷۔ ۱۹۸

۱۳۵۔ گرجا ہے میگھہ سر تھے تازہ ہوا ہے بستاں۔ ق۔ ۹۔ ۱۹۹

۱۳۶۔ گرجا مرگ خوشیاں سوں ننگارو آؤ سکیاں۔ ج۔ ۷۔ ۲۰۱

۱۳۷۔ مرگ چہینے کوں ملا لے ملکاں مل گئناں میں۔ ج۔ ۱۱۔ ۲۰۲

۱۳۸۔ سالوں بسال مرگاں آند سوں کجاؤ۔ ق۔ ۵۔ ۲۰۴

- ۱۳۹۔ مرگ رحمت کا گرج انبر پے عنبر رنگ ابجالاں کے ^{الاف} زانقوں۔ ج۔ ۳ - ۲۰۵
 ۱۴۰۔ مولود نبی اور بارش۔ بنی مولودیں آیا مرگ سال۔ ج۔ ۷ - ۲۰۷
 ۱۴۱۔ تھنڈ کالا۔ ہو آئی ہے لے کے بھی تھنڈ کالا۔ ج۔ ۷ - ۲۰۸

(۲۳) محلات شاہی (۶ نظمیں ۵۸ اشعار)

- ۱۴۲۔ خدا داد محل۔ خدا داد محل کوں محمد سنوارے۔ ج۔ ۱۴ - ۲۱۱
 ۱۴۳۔ سجن محل۔ ساجی سجن محل میں ساج کر چھنداں سوں آئی۔ ق۔ ۷ - ۳۱۳
 ۱۴۴۔ اعلیٰ محل۔ اعلیٰ محل اعلیٰ سے اعلیٰ خوشیاں ہتہ گھڑی۔ ق۔ ۷ - ۲۱۵
 ۱۴۵۔ حیدر محل۔ حیدر محل میں دايم حیدر کا جلوہ گاؤ۔ ق۔ ۷ - ۲۱۷
 ۱۴۶۔ محل کوہ طور۔ کہہ طور پر سدا ہے سجان کا اجالا۔ ج۔ ۱۴ - ۲۱۹
 ۱۴۷۔ قطب مندر۔ سلکھن سعد ساعت سوں سرج چنداں تر خوشیاں۔ ج۔ ۹ - ۲۲۱

(۲۴) بارہ پیاریاں (۳۸ نظمیں - ۲۶۱ اشعار)

- ۱۴۸۔ نھنی نھنی سر تھے آپ کو سنواری عجائب۔ ج۔ ۵ - ۲۲۵
 ۱۴۹۔ ۵ نظمیں } پریم موتی چوایا ہوں سکیاں گند و خوشیاں ستیں۔ ق۔ ۶ - ۲۲۵
 ۱۵۰۔ ہنتی ہے کھلتی دلتی پیالا پلاقی منج کوں۔ ق۔ ۷ - ۲۲۷
 ۱۵۱۔ نازک نھنی بالی محبت میں سونا جائے ہنوز۔ ق۔ ۵ - ۲۲۸

- ۱۵۲۔ دوڑ کر لاج سوں انچل وونھی شکی چین۔ ق - ۱۱ - ۲۲۹
- ۱۵۳۔ سانولی | میری سانولی من کی پیاری دیسے۔ ج - ۷ - ۲۳۲
- ۱۵۴۔ ۳ نظمیں | پیسا سانولا من ہمارا بھلایا۔ ج - ۷ - ۲۳۳
- ۱۵۵۔ نہنھی سانولی پر کیا ہوں نظر۔ ق - ۷ - ۲۳۳
- ۱۵۶۔ کنولی | لے کھڑی کنولی پیاری اپنے بت میا نے پیالا۔ ق - ۷ - ۲۳۵
- ۱۵۷۔ ۴ نظمیں | تجہ قد دیکھ سرواں ہا کے کبے ہیں بن میں۔ ج - ۶ - ۲۳۶
- ۱۵۸۔ تازگی تھے تازہ چپل آئی میرے برستے۔ ق - ۵ - ۲۳۸
- ۱۵۹۔ پیاری | سکیاں جا منالیا و پیاری کوں آج۔ ج - ۷ - ۲۳۹
- ۱۶۰۔ ۵ نظمیں | پیاری نکر توں سجن سوں منم۔ ج - ۷ - ۲۴۰
- ۱۶۱۔ خوشی دولت گھڑی بابجے پلاؤ ہلجو نادان سوں۔ ق - ۷ - ۲۴۰
- ۱۶۲۔ پیاری توں بول مارے تج بول میں پتیارا۔ ج - ۷ - ۲۴۲
- ۱۶۳۔ پیاری تیرے بچھڑے تھے رین منج تیند آوے نا۔ ج - ۷ - ۲۴۳
- ۱۶۴۔ گوری | سہاتا ہے مکھ حن گوری کا شاب۔ ج - ۷ - ۲۴۵
- ۱۶۵۔ ۳ نظمیں | عشق کی پتی ہے گوری رنگیلی۔ ج - ۵ - ۲۴۶
- ۱۶۶۔ عشق کی پتی تو میرے دل کھڑی۔ ق - ۷ - ۲۴۶

- ۱۶۷۔ چھیلی چھیلی سوں لگیا ہے من ہمارا۔ ج۔ ۷ - ۲۴۷
- ۱۶۸۔ لالا لالا من تو بالاسکی من مولالا۔ ج۔ ۷ - ۲۴۸
- ۱۶۹۔ نظمیں { عشق میں مست متوالی ہوں لالا۔ ج۔ ۷ - ۲۴۸
- ۱۷۰۔ پیالہ لیو میرے اچھے لالا۔ ج۔ ۷ - ۲۴۹
- ۱۷۱۔ تیں میرے مندر سو آج آؤ لالا۔ ج۔ ۷ - ۲۵۰
- ۱۷۲۔ لالین { چتر ماتی کے ہت تھے لیو پیالا۔ ج۔ ۴ - ۲۵۱
- ۱۷۳۔ نظمیں { نین پھاندے میں دل رہی ہے ہمارا۔ ج۔ ۷ - ۲۵۱
- ۱۷۴۔ میرا لالین ہے پیل میں ہوں مجنوں۔ ج۔ ۷ - ۲۵۲
- ۱۷۵۔ موہن { اہو مائی مدن موہن پیارا۔ ج۔ ۶ - ۲۵۳
- ۱۷۶۔ نظمیں { پرت تازی لگی ہے منج سکی موہن پیاری ہو۔ ج۔ ۷ - ۲۵۵
- ۱۷۷۔ ہن بائیں ہیں حلقہ کان میں ہاؤے سو اس دھن کے۔ ق۔ ۹ - ۲۵۶
- ۱۷۸۔ حیدر محل { حیدر محل میاتے نابات گھول ساہج۔ ق۔ ۷ - ۲۵۷
- ۱۷۹۔ نظمیں { بھواں ابرو میں ماوے برد بانڈے۔ ق۔ ۷ - ۲۵۸
- ۱۸۰۔ حیدر محل میاتے جلوے عشق کے گاویں۔ ق۔ ۴ - ۲۵۸
- ۱۸۱۔ محبوب۔ دل چمن میں اوپری ناز سوں دستی محبوب۔ ج۔ ۵ - ۲۶۰

- ۱۸۲- (دو نظمیں) جگت حسن میں ہے ترا حسن محبوب - ج - ۵ - ۲۶۰
 ۱۸۳- مشتری - نین پتی ہم سوں کرے ایک بات - ق - ۷ - ۲۶۲
 ۱۸۴- (۲ نظمیں) دعا معشوق کا کر کام تج بامدعا ہے - ق - ۷ - ۲۶۳

(۲۵) دوسری پیاریاں (۱۰ نظمیں - ۷۴ اشعار)

- ۱۸۵- بلقیس زمانی - عشق بادشاہی سو ہے تج آج - ج - ۹ - ۲۶۷
 ۱۸۶- حاتم - ناری سبہ تجہ اتالے چالا - ج - ۷ - ۲۶۸
 ۱۸۷- بہنی ہندو - اس بہنی ہندو کا کس دھڑکروں شکا - ق - ج - ۱۱ - ۲۶۹
 ۱۸۸- ہندو چھوری - رنگیلی سائیں تھے توں رنگ بھری - ج - ۷ - ۲۷۱
 ۱۸۹- پدمنی - تج ناک موتی مکھ اپر دیتا ہے آب سوں - ق - ۷ - ۲۷۲
 ۱۹۰- سندر - سندر مکھو تج لعل لب میں دن جوں تیرا کہیں - ج - ۷ - ۲۷۵
 ۱۹۱- سجن - سجن باہاں پکڑو دیو وادھارا - ج - ۷ - ۲۷۶
 ۱۹۲- رنگیلی - مری ٹھہ بولنی میٹھائی سوں پیلا پلائی ہے - ق - ۷ - ۲۷۷
 ۱۹۳- نور کی مورت - کھل آنکھ میں سوماہی کے مراتب ^{کھل} نول علم - ق - ۷ - ۲۷۹
 ۱۹۴- کسین - لاج کے خوئے بند پرات کا کہنے جواب - ج - ۵ - ۲۸۱

(۲۶) ناز (۹ نظمیں ۶۶ اشعار)

- ۱۹۵۔ نازنین۔ دھن دید پر ناوید رکھ سورج نہیں تہا کھڑا۔ ج۔ ۷۔ ۲۸۵
- ۱۹۶۔ اسرار شباب۔ سورج تارے دپائی ہے سند خند پاشی۔ ج۔ ۷۔ ۲۸۶
- ۱۹۷۔ انداز شباب۔ یون سیتی بہت را کھی ہے اپ کمر۔ ق۔ ۹۔ ۲۸۸
- ۱۹۸۔ چنچل نیر۔ دونین تج ابر تلیں ہیں نار میرے خوابیں۔ ج۔ ۵۔ ۲۸۹
- ۱۹۹۔ ماہ ابرو۔ تج ابرو اک کچند تھے دستا خیل چند عید کا۔ ق۔ ۹۔ ۲۹۰
- ۲۰۰۔ کعبہ رخ۔ سکی کا کھ مکہ ہو کیس کسوت جوں بنائیں۔ ق۔ ج۔ ۶۔ ۲۹۲
- ۲۰۱۔ سرو خوش قد۔ سرو خوش قد دیکھیا سب سر کو بن عجب۔ ج۔ ۹۔ ۲۹۳
- ۲۰۲۔ چاندنی اور بچن۔ بچن مکھ کا اجالا چند تھے آلا۔ غ۔ ۷۔ ۲۹۵
- ۲۰۳۔ چاندنی اور پیا۔ چلے چندنی میں جب لٹک پیو ہمارا۔ ج۔ ۷۔ ۲۹۶

(۲۷) نیاز (۶ نظمیں ۴۸ اشعار)

- ۲۰۴۔ علم عاشقی۔ جس پیو کوں ڈھونڈتی تھی نا بج جہاں جہاں۔ ج۔ ۷۔ ۲۹۹
- ۲۰۵۔ رسم عاشقی۔ نین تجا نہ پتلیاں کوں اچھو تاکر تا ہوں بیوا۔ ق۔ ۷۔ ۳۰۰

- ۳۰۶۔ کتاب عشق۔ کج آئینہ کے رنگ میں بھید ہے۔ ق۔ ۷ - ۳۰۲
- ۳۰۷۔ نقشہ وصال۔ اے ناز میرے بین کوں دے اپنا دیدار عیش۔ ج۔ ۱۳ - ۳۰۳
- ۳۰۸۔ عیش وصال۔ سدا منج عید سورجی ہے کہ میں دھن وصل پایا۔ ج۔ ۷ - ۳۰۵
- ۳۰۹۔ بعد وصال۔ رین بے شہ سوں مل جاگی ہو چنیت کا ہے پیار کا۔ ج۔ ۷ - ۳۰۷

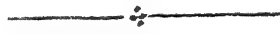
(۲۸) افسانہ محبت (۷ نظمیں ۵۱ اشعار)

- ۳۱۰۔ پریم کی کہانی۔ سنو لوگ میری پریم کی کہانی۔ ج۔ ۷ - ۳۱۱
- ۳۱۱۔ پریم کے چھتر بند۔ پرست جل میں جنے رہے ہو نہ جانے۔ ج۔ ۷ - ۳۱۲
- ۳۱۲۔ رقیب۔ اے دوستی ترا سی توں ہے سر بسر غلیظ۔ ج۔ ۷ - ۳۱۳
- ۳۱۳۔ رشک رقابت۔ دیکھو سہیلیاں یہ دوستی جاپا کوں کے ناتی۔ ج۔ ۸ - ۳۱۴
- ۳۱۴۔ بڈھی کی کہانی۔ پریاں کے باغ میاں دیکھا سندھ گلال۔ ق۔ ۹ - ۳۱۵
- ۳۱۵۔ عشق و عقل۔ پریم اپنا چتر جگ پر سو چھایا۔ ج۔ ۷ - ۳۱۷
- ۳۱۶۔ دنیاے فانی۔ سو عالموں سب کہ دنیا ہے فانی۔ ج۔ ۶ - ۳۱۸

(۲۹) متفرق (۴ نظمیں - ۲۳ اشعار)

- ۳۱۷۔ قتنہ دکھن۔ ہلکے جیواں کوں کی آپ چوٹی کیرے تاپا۔ ج۔ ۵ - ۳۲۲

- ۲۱۸۔ ایک تلنگن سے۔ پیاری جوتی میں پنتیج پیسہ۔ ج۔ ۵۔ ۳۲۳
- ۲۱۹۔ دکن کی پتلی۔ سدا بنج مست کرتی ہے نیرسیتیں نین پتلی۔ ق۔ ۷۔ ۳۲۳
- ۲۲۰۔ موہن اور حیدرنگر۔ سو حضرت کے گوشاں پر اپسر رکھایا۔ ج۔ ۶۔ ۳۲۴



حک

چندر سو تیرے نور تھے، بس دن کوں نورانی کیا
 چاند سوچ سے رات
 تیری صفت کن کر سکے، توں آپي مبرا ہے جیا
 کون تو آپي مجھ
 سچ نام منج آرام ہے، منج جیو سوچ نام ہے
 تیرا (مجھ) میرا (مجھ) میرا روح تیرا
 سب جگ کوں تجھ کوں کام ہے، تج نام چپ مالا ہوا
 دنیا ہے تیرا
 تج یا دیں جگ موہیا، ہے جگ اُپر تیرا میا
 تیری دنیا فریفتہ ہے محبت
 جو جگ منگے سو توں دیا، توں ہی جگت کا ہے دیا
 دنیا مانگے تو
 جتنا ہوں تیری آس تھے، آیا ہے رحم آکاس تھے
 ہے
 جے کج منگوں تج پاس تھے، سوہے سو منج کوں توں دیا
 جو کچھ مانگوں تجھ سے
 بہو تک میا سیتے اپن، دیتا قطب کوں سب دکھن
 تو
 بہت ہی محبت سے خودی
 سیوں نبی کانت چرن، جب لگ ہے تن میانے جیا
 سر پر ہمیشہ قدم تک جسم میں روح

(۲)

تج لطف کیرا فیض خدا منج کوں سد بخش
 اپنے تیرے کا
 اپنے حم کے نوراں میں مرے دل کوں جلا بخش
 اپنے
 اپ مہر کے آداب میں منج فیض خدا بخش
 اپنے سے
 منج منین کے درین کوں اس کھ تھے صف بخش
 میری آنکھ آنکھ کو اپنے چہرے
 بھی شکر کرن منج کوں تو تو فیتق نو بخش
 پھر کرنے کے لئے تھے
 منج بخش کے سوج کوں دن دن توں ضایت
 روز بروز تو
 دکھ درد بھی دور کر ہو رسک شفا بخش
 میرے
 اور تمام (ج)

بند ہوں گنہ گار خدا میرا گنہ بخش
 تج لطف تھے موجود ہو اجیو سستی میں
 تیرے سے روح سے
 دھریا ہے دو جگ پر توں مباحام و لکین
 دھرا عالم محبت
 منج جیو کے پھل بن کوں کر شوق سوز ناز
 میرے دل پہ لکین کو اپنے سے
 یک جیب میں کرتا ہوں تجے شکر ہزاراں
 ایک زبان سے تیرے
 منج نجات کے مارے کوں سدا رکھ توں جھلکتا
 تو
 صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف مباحھے
 اپنے نجات سے

(۳)

دیا ہے جوت اپنے نور تھے موطیع نور کوں
 روشنی سے میری
 دیا حق روشنی سب جو ہراں میں میرے جوہر کوں

کیا موجود اپنے جود تھے منج جان غمخ کوں
 میری سے
 نہ دکھلاؤں کسی جوہر فرشتاں کوں مر جوہر

خضر ہو چہ سہ حیوان ہمیں رہ نہ سائیں کا
 اور ہم اور عشق
 اچھوں.... اچھوں میں پائیر الطف منج رہ
 رنوں
 کیا تج نہ کہ بار منجے چونہ صوب حیراں
 تیرے عشق کی ہوائ منجے چاروں طرف
 کھلیا سب پھلاں میں آج سترے ایک پھل تارا
 کھلا پھولوں پھر سے پھول
 گیا سب پھول کا نوبت سواں میں پھول نوبت سے

۲۰ صرافاں بیٹھے ہیں صرافاں سواں نہ کہ دو کا
 عشق
 معافی کے سو میلے کپڑے نا دیکھو کہ عاشق ہے

(۴)

تہیں جگ کا سامیا یا حفیظ
 تو ہی دنیا
 جو کوئی ہیں داندے ان کوں سدا
 کو
 ترے دوست کے باٹ کی گرد تھے
 راہ سے

سو مکھ تھے روشنی پایا خبر کر شاہ خاور کوں
 رخ سے
 لکھیا تج ناؤں منج تر پر ہزاراں شکر داور کوں
 کھلا تیرا نام میر
 ہمیں سجدہ کر میں ایم ہمارے من کے مڑ کوں
 ہم
 طرہ اس پھول کا گند کر کھیں اب یہ افسر کوں
 گوندہ
 سدا رکھ آپ.... یار توں اس سر مصنوع کوں
 ہوئے ہیں حال کے نیکیہ سو دھن تج حسن کے کر کوں
 نیکیہ حسین تیرے سونے
 سو کپڑے کاڑ کر دیکھو کہ کپڑا ہے تمں در کوں
 نکال کپڑا تہا (ق)

تہیں جگ کوں سر جا یا حفیظ
 تو ہی دنیا کو پیدا کیا
 تہیں کرنے ہمارا دیا یا حفیظ
 تو ہی دلا کرم
 دے منج میں کوں تو تیا یا حفیظ
 میری آنکھ کو سرنہ

جلا منج کوں با حیا یا حفیظ
منجھے

ترے لطف کا مومیا یا حفیظ

کھیا مان میرا کھیا یا حفیظ
کہا کہا

لیا دھر میا ہر میا یا حفیظ
لا محبت (ج)

جد ہاں لگ اے جو منج تن منے
جب تک ہے روح میر جسم میں

بہو تیک در و مند ہوں منج کھلا
بہت ہی منجھے

جکج حال تھا سو کھیا ہوں تجھے
جکج

بجی علی قطب بندے پیہم
ہمیشہ

(۵)

منجے خوش توں کھرات دن یا سمیع
منجھے تو

برا کر برا منج سوں جن یا سمیع
مجھ سے

مے دشمنناں کوں اگن یا سمیع
کو آگ

بسا سوتوں دے میرا سن یا سمیع

انگوٹی پہ جوں ہے نگین یا سمیع
انگوٹھی جھٹ

رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع
رکھا جھٹ تو

او سے سار بہت دے غنیمت یا سمیع
ہاتھ باگ (ج)

مناجات میرا تو سن یا سمیع

بھلا کر بھلا منج سوں جو ہوئے گا
مجھ سے

مے دوستاں کوں نیت دے جنت
تو ہمیشہ

آبادان کر ملک میرا سوتوں

سکل تخت پر میرا یوں تخت کر
سبکے اسطے

مرادوں لوگاں سوں معمور کر
لوگوں سے

مرادات کا جم ترنگ مار قطب
مرادوں ہمیشہ گھڑا کی طے

نَعْتُ

تج کھ اُجرت کے جو ب تھے عالم دنیچار ہوا
 تیرے رخ سے جوت روشنی سے روشن
 یک لک اسی پیغمبر اُپ بجے جگت میں لوے
 ایک لاکھ پیدا ہوئے دنیا میں لیکن
 انہر ترنگ زیں چند نوا چا یک رنگ تیں بھلی
 آسمان گھوڑا چاند نیا اسکی بجلی
 توں ڈر کھلا ہے زملا پا کھڑے تہمکنے

تج دین تھے اسلام لے مومن جگت سا را ہوا
 تیرے سے عالم
 تج پر نبوت ہے ختم سب تھو توں ہی پایا ہوا
 تجھ سے
 سو بجر کرن پرچم دے غاشا بدکار ہوا
 بادل
 موہی فتراک جوں توں سوں پھراں ہا را ہوا

۴۰ دھرتی سرنگیں فرش کی چوند صرمد جو حوں
 زمین چاروں طرف سند رشل
 جنت کئے تر جگ جس سو یک جن تج باغ کا
 کہتے ہیں عالم تیرے
 بہو نیک نبی کے چاؤں کوں کتنی کنڈری بھاؤں
 بہت ہوا سے کرتی سے
 بااں گہریاں نہ ملیاں اریا جو تیرے ناؤں

چھپر پلنگ سات آسماں پنکھا سو تج بار ہوا
 تیرا ہوا
 کُرسی عرش تج گھر انگن ہو ر لا مکاں ٹھا را ہوا
 تیرا صحن اور مقام
 سو تس کندوری لون میں سمدر رب کھا را ہوا
 اس نمک تیں سمندر
 سو جائے کر آسمان پر ہر یک چن تارا ہوا

سی پاک و صاف چھا و کیا نام
 صدقے نبی جم راج کر قطب زماں آنندوں
 ان چین سے
 قدرت تھے کہکش آئے کر دنیاں کے سوار ہوا
 کپڑے کہشاں اگر دشمنوں کیلئے

(۴)

اسمِ حمل تھے اے، جگ میں سو خاقانی مجھے
 سے بنے دنیا
 بندہ نبی کا جسم رہے، سُہتی پُسلطانی مجھے
 ہمیشہ ہے زیبِ دیتی
 شاہاں غرور می ٹھاؤں تھے، کرتے ہیں اپنی دھاؤں تھے
 جگہ سے
 مستی مری تاجِ ناؤں تھے، کبیتی ہیں دیوانی مجھے
 تیرے نام سے کرتی
 سب جگ جھلے ہیں گیان میں، میں نا بھلوں لاہان میں
 عالم بھول گئے عقل
 لکھئے ازل بھومان میں، ہے رازِ پنهانی مجھے
 اس ناؤں کی بڑین جھلک، جُج سرِ بلندی تا فلک
 نام
 آ کہیں سدا سارے ملک، تو یوسفِ ثانی مجھے
 اگلے تیب
 کیا ڈر مجھے فرعون کا، ہو رِ سامری افنون کا
 اور
 موسیٰ عصا زیتون کا، ہے تیغِ ربّانی مجھے

باراجو ہے شیطان میں، سچرے قطب کا میں

۵۰

امید کے گلدان میں، بار اہے رحمانی مجھے

شاہاں منے بھومان تھے، کرتا بڑائی حیاں تھے
میں بہت سے سے

انیریا علی کے دان تھے، تشریف شاہانی مجھے
ماں ہوا غایت سے خلوت (ق)

(۳)

آب کو ترکوں شرف تھڈی کے پانی پور تھے
آب ذوق سے

کیا رضا ہے منج کوں آون یا نہ آؤں دور تھے
مجھ کو

کیوں کمر باندھے بچار دل تمہارے گھوڑے
گھوڑا

نیرینہ کا منج پلا تیرے اوھر سداور تھے
آب عشق مجھے ہونٹ کے سمندر سے

اس دماغ باورے کوں باس دمسر تھے
دیوانے

نامراداں کوں مراد جام دے اُس جوڑ تھے
سے

چاند سوچ روشنی پایا تمہارے نور تھے
تہا سے

دل پریم جینے تھے دیتا گل صبا کو وصل
محبت کی یاد سے

نتج بن کی شاب تھے کہہ طور جل سرمہ ہوا
تیری آنکھ سے کوہ

کھنکھلی دیکھیا بیداری یا کہنے منے
سنگ کی دیکھا سونے میں

کن طے کا باس اب باد صبا بہت بھیج منج
کان کے خوشبو کے ہاتھ میرا

جم مرادوں جام ساتی بھرا جھونٹ بزم
ہیشہ ہیشہ

دل دریا میں غم کی موجاں آتی ہیں فوج فوج
کے رکھے گام دعا کا پھول دل گلزار میں

عاشقاں تنج باٹ میں بسمل ہو ہیں بیشمار
تیری راہ

اے صبا توں قول لیا تب تو یگانہ لکوں قرأ
دور ہوں فرنگ و فرنگ تیرے وصل تھے

توں سلیمان ثانی ہجج برج فیوزی و فتح
اے معانی رات دن نام مچل و وکر

توں سلیمان ثانی ہجج برج فیوزی و فتح
اے معانی رات دن نام مچل و وکر

توں سلیمان ثانی ہجج برج فیوزی و فتح
اے معانی رات دن نام مچل و وکر

توں سلیمان ثانی ہجج برج فیوزی و فتح
اے معانی رات دن نام مچل و وکر

توں سلیمان ثانی ہجج برج فیوزی و فتح
اے معانی رات دن نام مچل و وکر

توں سلیمان ثانی ہجج برج فیوزی و فتح
اے معانی رات دن نام مچل و وکر

توں سلیمان ثانی ہجج برج فیوزی و فتح
اے معانی رات دن نام مچل و وکر

توں سلیمان ثانی ہجج برج فیوزی و فتح
اے معانی رات دن نام مچل و وکر

عشق کے تنحنے اوپر کیا ڈر ہی طوفان دور تھے
ناز جیتے سوں مکرلوں ڈوگاتی دور تھے

عشق کے تنحنے اوپر کیا ڈر ہی طوفان دور تھے
ناز جیتے سوں مکرلوں ڈوگاتی دور تھے

عشق کے تنحنے اوپر کیا ڈر ہی طوفان دور تھے
ناز جیتے سوں مکرلوں ڈوگاتی دور تھے

عشق کے تنحنے اوپر کیا ڈر ہی طوفان دور تھے
ناز جیتے سوں مکرلوں ڈوگاتی دور تھے

عشق کے تنحنے اوپر کیا ڈر ہی طوفان دور تھے
ناز جیتے سوں مکرلوں ڈوگاتی دور تھے

عشق کے تنحنے اوپر کیا ڈر ہی طوفان دور تھے
ناز جیتے سوں مکرلوں ڈوگاتی دور تھے

عشق کے تنحنے اوپر کیا ڈر ہی طوفان دور تھے
ناز جیتے سوں مکرلوں ڈوگاتی دور تھے

عشق کے تنحنے اوپر کیا ڈر ہی طوفان دور تھے
ناز جیتے سوں مکرلوں ڈوگاتی دور تھے

عشق کے تنحنے اوپر کیا ڈر ہی طوفان دور تھے
ناز جیتے سوں مکرلوں ڈوگاتی دور تھے

عشق کے تنحنے اوپر کیا ڈر ہی طوفان دور تھے
ناز جیتے سوں مکرلوں ڈوگاتی دور تھے

عشق کے تنحنے اوپر کیا ڈر ہی طوفان دور تھے
ناز جیتے سوں مکرلوں ڈوگاتی دور تھے

عشق کے تنحنے اوپر کیا ڈر ہی طوفان دور تھے
ناز جیتے سوں مکرلوں ڈوگاتی دور تھے

عشق کے تنحنے اوپر کیا ڈر ہی طوفان دور تھے
ناز جیتے سوں مکرلوں ڈوگاتی دور تھے

(۴)

حکم دے دیا نور جوں ماہتاب
توں رٹھنی من دندیا کون تاب

حکم دے دیا نور جوں ماہتاب
توں رٹھنی من دندیا کون تاب

حکم دے دیا نور جوں ماہتاب
توں رٹھنی من دندیا کون تاب

حکم دے دیا نور جوں ماہتاب
توں رٹھنی من دندیا کون تاب

دیا بندہ کون حق نبی کا خطاب
نبی نانولے کر کسی تھے نہ ڈر

دیا بندہ کون حق نبی کا خطاب
نبی نانولے کر کسی تھے نہ ڈر

دیا بندہ کون حق نبی کا خطاب
نبی نانولے کر کسی تھے نہ ڈر

دیا بندہ کون حق نبی کا خطاب
نبی نانولے کر کسی تھے نہ ڈر

نہ بھاگے منجے پیون ہو رکج
 پندائے مجھے پیانکے پیر اور کچھ
 میں تیری ہوں چیری منجے آپ اب
 صبحی مانے یہ بات کوں شیخ و شاب
 پھرے پیہم میاں میں ووشہوا
 نبی صدقے ہے ترکماں اس امام
 بہیلیاں بھی چو میں اس کارکاب
 ہوا و جگت تب سوال جواب
 (ج) عالم

(۵)

خدا منج ہر سول آپنی نبی صدقے کیا رافع
 منجے سے خود ہی کے
 منجے تخت سلیمان جوں وہی آپنی ویا رافع
 منجے کا طح خود ہی
 یقین کر دل میں مانیا ہوں خدا جکوں اپنی تیا
 مانا خود
 و و ہرگز زیر ہو سے تا کیا جس کوں خدا رافع
 کے
 جو کوئی دل میں محبت دھر کر رہیا ہے ایمان کا
 سوا اس کا بہت پڑ کر آپ کرتے مصطفیٰ رافع
 ہاتھ خود

جو کوئی اُن کی محبت سوں غلام اُن کے کوایا ہر

کہلایا

مدد اس مصطفیٰ ہے ہو رہے گا و صد رافع

وہ

(دب ۹)

مددگار

نبی کا ایک محبت تھا سو بس کرباٹ پڑتا تھا

بزاں کر آ پی کیتے ہیں (دب ۹) اس کوں ہمارا رافع

بعد از ان خود ہی کرتے

کیتیک لوگاں سو ہتے تھے ان کی یک محبت پر

ان

کیتے ایک

کیتیک دل کوں حضوراں کے سوثرہ دولت ہوا رافع

کیتے ایک

محب اُن کے جو کوئی ہیں اُن کوں کچھ دینے اے اقطیا

اوسے ہم دین و دنیا میں کیا ہے مرتضیٰ رافع

(ج)



مَنْقِبَاتُ

کہتے دلیاں میں شاہ جس موٹہ ہمارے ہیں علیؑ

ولیوں جنگو

پیارے نبی کے جیو کے سوا و پیارے ہیں علیؑ

سورج ولایت کھن کے ہو صاحب ہو دنیا دین کے

آسمان اور

جگ کے سنگار ہو عرش کے اپ گوشتوارے ہیں علیؑ

آرائش اور خود

شیر خدا تم ہیں لکر برحق تمنسا مان کر

کہکھ سبھ کر تمکو

سارے ملک تمنا آپر جواں سوں وارے ہیں علیؑ

تم پر دل سے

کرنے تمن مولود کی مہسانی سب رضوانیاں

سب لامکاں کیرے مکاں سر تھے سنوارے ہیں علیؑ

تمہارے

جب تھے ہوا جگ میں تمارا نور پر کٹ چو رخت

کے رے پھرتے

تب تھے سپت کھن جوت پکر جھلکن ہارے ہیں علیؑ

سے سات آسمان روشنی جھلکنے والے

دیسے من اُن کا جوں لگن دیسے سورج جگتا ہوں
 بچکے دل ^{بسطح آسان چکے} سے
 جے کوئی تمارا روپ جو من میں چتارے ہیں علی
 تمہارا ^{دل} منشی کر لے
 راکھو تمہاری چھانو تل و ایم خوشیاں ہوں قطب کوں
 رکھو تمہاری ^{کھتے} سے
 قطب ہوو فرزند قطب کے بندے تمہارے ہیں علی
 اور ^{تمہارے}

(ج)

(۲)

آدھا دے آدھا راب، تیج بن نہیں کوئی یا علی
 سہارا
 منجگوں سنبھالہ راب، تیج بن نہیں کوئی یا علی
 مجھ کوں ^{سنبھالنے والا} تیرے بغیر
 سب جگ کہ اسطفاں توں، نو انیراں کا بھان توں
 عالم ^{آسانوں} سورج تو
 میرا سو پستیمو ان توں، تیج بن نہیں کوئی یا علی
 پشتیان ^{تو} تیرے بغیر
 سورج ہے درین ترا، انبر صمن انگن ترا
 سورج ^{آسمان}
 گھر لا مکان مکن ترا، تیج بن نہیں کوئی یا علی
 تیرے بغیر

نس دن جیووں تچ وھیگر، ثناں میں منج سلطان کر
 رات زندہ رہو تیرا ^{مجھے}
 مشکل مرا آسان کر، تچ بن نہیں کوئی یا علی
 کھا نہ تیرا دل رگ منے، ^{تیرے بغیر} جلتے خوار ج اگ منے
 منج کوں سودو نو جگ منے، تچ بن نہیں کوئی یا علی
 میرے لئے ^{دک} عالم میں
 اپ پیار تھے اب جم مجھے، غم تھے سو کر بے غم مجھے
 اپنے سے ^{بہتر} مجھے سے
 توں ہیں مددہر دم مجھے، تچ بن نہیں کوئی یا علی
 تو ہی ^{نہ}
 بند اقطب شد داس میں، بخشش منگوں تچ پاس میں
 غلام
 پکڑیا ہوں تیری آس میں، تچ بن نہیں کوئی یا علی
 کپڑا ^{تیرے بغیر}

(۳)

دو جگ کون جیو دینے کے حضرت علی سلطان توں
 عالم کو زندگی دے سکتا ہے
 یک بات برے ذوالفقار، یک بات برے دان توں
 ہاتھ ^{کرم}

کہکش و نڈے سورج علم، آسمان اُس کی چھانو سم
 کہکشان ^{ڈنڈا} چودہ بہون تیج حکم تن جم کر رکا پر دھان توں
 کے برابر

جیوبات سمجن ہار توں اوتار توں
 دل کی سمجھنے والا

یک ٹھار نہ ہر ٹھار توں تر لوک کا ایمان توں
 جگہ جگہ تینوں عالم

توں سائیں گونست مرا بر لیا سبھی چپتیا مرا
 خواہش لا

سُن سیو کا کنھت مرا سُبحان تھے سُبحان توں

حضرت نبی دُستی کرے، دل قطب ننت تیج سون مھر
 کہانی نظر ہمیشہ تج پر رکھتا ہے

نِس دن ترا سیوا کرے، حق گیان کا سوکھان توں

رات کی عقل کان (ج)

(۴)

جیو میا نے سرو قد کھینچا تمارا یا امیر
 دل میں تہا

بات میرے پس پر رکھ کر رکھ کر وہ میں گنیمیر
 ہاتھ سر گہرا

تم ہمیں میں قول کیاں باتاں ہو یاں تھیاں ^{ہم} ^{کی} ^{ہوئی تھیں} راسب
 رات کیاں باتاں صبا میں ہیں تمیں روشن ضمیر ^{صبح نہیں}
 بیکس و ناکس ہوں میں کس سے کروں پیرت کی بات ^{تم}
 میرے روں روں خط کوں پڑتا ہے تمارا دل ^{محبت} ^{پڑتا ہوتا ہوتا} دیر
 میں چراکانیں بندا بندہ ہوں تیرے نہہ کا ^{عشق}
 طالبان میں تم کرو منج کوں حکومت کا وزیر
 چو کہ کیا دیکھے کہ بائے لعل ادھر پروا دانت دنگ ^{بچھے} ^{ڈالے ہونٹ}
 نکلے ہیں یک کھان تھے یا قوت و سلیم بے نظیر ^{کان سے}
 سچ دیا کرتا رجب میں گوہراں کا کھان سب ^{بچھے خان}
 تو ہوئے ہیں سب شہاں رُوز میں کے تو اسیر
 سچ تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا ^{تیرے}
 تو حمل میم تھے پایا دوعالم کا سریر ^{سے بھرا ہوا} ^{اٹنے کے آئے}

(۵)

دنیا و دین کا حق سنگار یا علیؑ توں
 آراش تو

سب اولیا کے من کا ارادہ یا علیؑ توں
 تو

سورج توں توانیر کا دیوا سودین گھر کا
 تو آساؤں چرائ (کے)

پیارا سو پیغمبر کا سچ یا علیؑ توں

سب جگہیں نا تو تیرا ہے سب پیچھا تو تیرا
 عالم نام

ہر ٹھکانو ٹھکانو تیرا اوتار یا علیؑ توں

ظلمات بشر جمارے قربان نہج پیارے
 بچھ

سب مدعا ہمارے برآ یا علیؑ توں

آدم ہمارا تو کھن کا جیون توں ترہون کا
 ہمارا اسان زندگی تو تینوں عالم

جہم پیارو والمن کا لہنہار یا علیؑ توں
 رنجشہ لینے والا

۱۱۰

برحق ولی توں رب کا صاحب سچا ہے سب کا
 معراج کی سوشب کا جھکا یا علیٰ توں
 قضا گنایا ہے مولود آج تیرا
 گوایا
 عشرت اند دے اُنّت آیا علیٰ توں
 ہمیشہ اوپر

(ج)

(۶)

ہے امیراں کا شہنشاہ دو جہاں میں یا الہ
 ہو قبیلہ میں نہ جانوں منج کوں ہے میرا نہ
 ”مرا“
 میرے دل میں بات نہیں کہج بات تیج بن اے پیا
 نہیں کچھ تیرے بغیر
 منج اوپر سٹ مہر سوں اپ روشنی کا ناک نگاہ
 مجھ پر ڈال سے اپنی ذرا
 میں غلام حیدر کٹر دکر سب جانتے
 بادشاہاں کر غزوری سود کھیں گے ہوں گے کاہ
 غزور سے

دشمن ارمنج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر

(اگر؟) جھ

مرضی کے کھرگ تھے گھر بار اُس ہو کا تباہ

(کا)

ستوار

دھو گناہاں اپنے مصحف کے تلاوت سستی تو

نخ خلاصی تیں کرے حضرت دعائے صبح گاہ

(کا)

کے لئے

چتر تنگ مخروطی کا جولان دے میدان میں

چتر ہر گھوڑا

دیکھو ٹک چو پھر کہ بیٹھے ہیں تہا نے ادخوا

ذرا پاروں طرف

گر کریں گے عدل یک ساعت میں بر حکم شرع

بے حساب ازانی ہو دے گا تمیں کوں بخت بجاہ

سب معافی کے گناہاں بخش اپنے لطف سوں

تیرے دربن دعا کا در نہیں اے بادشاہ

کے بغیر

(ق)

مدح حضرت بی بی فاطمہؑ

(۱)

ازل تھے بی بی فاطمہ بھاگتا ہے ۱۲۰ کہ جلوے دماے عرش میا نے بنا ہے
سے (دکے) میں بیجے

سہاگاں کا گل سر ازل تھے بندے ہیں کہ داؤنی کا پھندا او باہاں پر سا ہے
سے باندھے ان بازوؤں پر

بی بی فاطمہ تائیں اسمان منجے کہ ناداں لگن کے تو لکھ سال کا ہے
کے لئے آواز لاکھ

اُجائے عرش چوکی بی بی کے تائیں کہ حضرت بی بی ہیں بیبیاں میں تاج ہے
اُٹھائے بیبیوں کے ستریاں

بی بی ناؤں پر سب ہی قربان ہیں جگت کے شہاں میں توں کراہ رہے
کے نام عالم بادشاہوں آئے راجے

بی بی فاطمہ عرش کے تاج ہیں اُن نور تھے جو جنت کی لائے
اُن کے سے شرمائے

قطب شہ نبی داس نن پن تھے ہے
کا غلام بچپن سے

تو اوانوں کے دھاک تھے دندے بھاجے
اس نام رعب سے دشمن بھانجے

(۲)

گر دکھ بند سب گھرے گھر کرتے اندر میرا بی
فاطمہ بی بی دیئے تشریف جم جم تنہا بی
بخت آتوں کے ہیں بڑے احمد شکر کر
چاک ناہوئے تیوں اس بند کرے ہند ثانی
قدرتی پھول لاں کا سہرا باندے میں تیج اور
دیکھ الیاں تہا جوڑے میں ہیں اکھیل بوئی
چاند سورج کے حامل قرص ہستہ ہیں نورانی ۱۲۰
عاشق لعل عاشقی سوں سب کو غم و دکھاو
ساتراں نوناؤ کے غم نے دکھاویں گھنگریں
طوائف

بادشاہاں کرتے ہیں اپ بڑے جگ میں بڑائی

منج محل ناونوں تھے ہے تاج و دولت خسروانی
مجھے کے نام سے

شاعر کا مذہب

دو جگ منے منج کوں اے کرتار معاذ
میں مجھے ہے خالق

بند اہوں اسی کا وہی ہر خطار معاذ
جگ

امت ہوں محمد کا کروں شکر خدا

تو ہے منجے جسم احمد مختار معاذ
اسنے مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُن پیار تھے میں
قلعہ ان کے سے

منج کوں ہے سدا حیدر ماکلار معاذ
ہیرے پلے

یختن کا منجے داس کیا پیار تھے حق
مجھے غلام سے

یختن ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاذ
سے ہیرے لے

اللہ محمد علی ہو بارہ امام
اور

یوسب آہیں قطب کے سو آپار معاذ
یہ ہیں اوپر

(۲)

محمد دین قائم ہے ہندو بھاراں بھگاؤ تم
 سیاہی کفر کی بھانوا جالاجل مگاؤ و تم
 اجالے دین میں فوجاں جو آویں داسٹ کر غم کی
 ۱۴۰ توحید صاکی کناریاں سوں ہیماں کا چراؤ تم
 پیئے جے ساقی کوثر کے بہت تھے جام کوثر کا
 سدا حضرت کیسے برابر مال شاہاں میں گواؤ تم
 کھلے ہیں بخت دروازے بنی کے داس پن تھے منج
 مجاں دوستاں سارے ٹیل نصرت بجاؤ تم
 محمد کی غلامی مج ہے سب دیں ارزانی
 گھرے گھر پاتراں نٹوے ^{دن} ^{بچھے} انداں سوں نچاؤ تم
 خوشی سے ^{ظوائف}



فرشتے سرگ شات کوں تاریاں سوں سنوانے ہیں
 جنت ساؤں تاروں سے سنوانے
 شہ دنیا و دیں کے تئیں عرش کرسی بنگارے ہیں
 لے
 مگر مولود ہے شہ کا عرش اوپر طبل کا بجے
 شاید
 مراد اں پاؤں سارے جگت ہاں پیاسے ہیں
 پالنے کے لئے ہاتھ پھیلائے
 خوشیاں تھے جگ سمانے میں سوا اپنے پیر میں میانے
 نہیں
 ترہ جگ اپنا تین من شہنشاہ پر سارے ہیں
 تین
 محمد قطب شہ غازی کرے مولود بھوجند سوں
 بہت سے
 تو اس کی عمر و دولت میں دعا صف ہو ٹھاکر ہیں
 کے لئے
 ملک ہو رجن نسب کرتے دعا شہ کا صدق سیتے
 اور
 دنیا ہو ر دین میں ایسا سوشہ نہیں کر چکے ہیں
 اور
 نہیں ہے

صدق کاری آپ اچا یا نا نو و وجک میں

بلند کیا نام
طہق نوران کے لے حوراں سوشہ پر تھے نثارے ہیں

نبی صدقے گنایا ہے ترکماں آج میسنو انی

۱۵۰
میزبان
علی صدقے سے و وجک میں بلند اس کے تارے ہیں
(ج)

(۲)

دردہ لاک اس نبی پر جو بزنجن رب کے پیارے ہیں

دردہ لاک
جو فیروزی ہاڑیاں نو جہن کے تیں سنگارے ہیں
(نورمان) جن کا خاطر

آن دن مولود آئے خوش خبر قدسی یو پائے خوش

ان کے
پھرا مولود گناے خوش جنت آ لوسوار سے ہیں
گوئے آٹھوں

فلک سرائی نخل کے ملک دریاں سوتا وال لے

شفق کی گوٹ لالہ سے منڈپ نوری ہیں

چند غواص ہو آیا، لگن سمندر بھسترو صایا
چاند آسمان سمندر میں

نبی پر وارنے لیا یا، ڈھلک موتیاں سوتا رہے ہیں
لا

سُرج افشان گر ہو کر، نبی مند ہر دواراں پر
کے مکان کے دروازوں

زرافشانی کی یکسر سو جگ میں جھٹکائے ہیں
سو بج

جنت حوراں ہو یاں یک دل، نبی مند ہر جوندہ صرل
کیا ہاں چاروں طرف جمع ہو کر

تنگند بالاں سوں اپنے کھل کہ جھاڑا لگن نکا رہے ہیں
ہوئیں خوشبودار بالوں سے کھول کر جھاڑ کر صحن کوں سوا رہے ہیں

ہرے جھاڑاں جو ہارے ہو پتیاں پاچے طبق لے بھر

سو بھر شبنم جو اہر سو نبی کے دار ٹھارے ہیں
دروازہ پر رکھے

جگت سب جگمگایا بھی خوشیاں کا غل چایا بھی

عالم آج لا دین پایا بھی، تو پھانکے کفر اندھا رہے ہیں
اٹھایا پھر

سداتوں راج کر قطبا، اند کا ساج کر قطبا

نبی کا کلج کر قطبا کہ تج بخشا نہا رہے ہیں
تقریب تجھے نشانے والے

(۳)

۱۰۔ خلائق اس دنیا خاطر کیا پیدا جگت سارا
دن کی
اسی مولود کی خاطر کل کا فرقت کیا
سب کرنا
تولد کی خبر سن کر طبل باجے عرش اوپر
صفت و کنی امت ہم زمیں کی کہیں جگ
ان کی
دیا میراں دو عالم کا اپن ہمت میں جگت
اپنے ہاتھ
گنہ گاراں چھڑاؤں ہار کا مولود اس دن ہے
محمد قطب تج متک لکھے ہیں اس پیغمبر
تیری پیشانی پر غلام

یقیناً تو کل دن میں ہیں ان ہی شرفدار
سب
ازل دن تھے نبی کا نور کیا عرش پر بھارا
کرنا
حلے نوری بہشتیاں تیں بنائے خوش حورا
کو پہننے چاروں طرف
فلک بھیں کے دو پار ہوئیں تو بھی ہر جود شورا
زمین ہوں
کیا راز نہاں ظاہر ہو اسل معمار
فقیر و شاہ سب ملکر کرو دکھ عرض کیا راز
تو شاہان کے تاریاں تیں من نور سے سحر مارا
تمہارا سوج کے تہ

(۴)

حضرت نبی مولود بھی سر تھے نوی الیا یا اند
پھر از سر نوئی الیا
گھر گھر بدھا و کاجی بھو ساج سون دن آج کے
بہت سجاد سے
تو اس مبارک دین تھے ترلوک سب پایا اند
دن سے عالم
سب جگ اُپر بادل ہو کر چوند میر تھے چھایا اند
عالم پر چاروں طرف سے میش

(ق)

خوش ہونوشی منہتی ہے عیش متوالا ہوا

جیسے آنند منگتے تھے اُس تھے آ لاک لاک
جھاڑاں چن کے آج مت جھوٹا سو جھٹے ہو

منقصود کے غنچے مرے مولود تھے پھل پھل ہو

قسمت کر نہارا اپن جس دیں تھے قسمت کیا

بنائے والا خود ہی دن سے (۵) دن سے حصہ میں تیرے (ج)

عشرت گلیات پاچنے آلاب جب گایا اند

کرتار اپنے پیارتے ہمنان کون دکھلایا اند
خان سے ہم کو خوشی

لالے کے پیالے بھر کر دیا و پیلا یا اند

امید کی برانت کا جھڑپو جھولایا اند

اُس میں تھے اے قطب تقسیم تجہ آیا اند

حصہ میں تیرے (ج)

نبی مولود خوشیاں تھے ہوئی دل کی بہاراں خوش

عشق خوشیاں و شادی تھے ہوئے ہیں وزگاراں خوش

مبارک منج اچھو اے عید ہو مولود پیغمبر

ملے ہیں قطب سول بارہ اماماں ہوزنگاراں خوش

کریں عید اں خوشیاں عشرت ولے اس عید کسم ناویں

علیٰ مستی کے جولاں تھے ہوئے ہیں شہواراں خوش

کے مقابلہ آدین

عشق کی سرفرازی اُس کے کیسویں تھے پہنچا ہے

تو اُس کے ہاتھ تھے اُچھے محبت کے نگاراں خوش

تجے چاند کہوں یا کیا کہوں تج کوں

ہمیں دل تخت پر بیٹھا ہے نت نت روزگاراں خوش

جو کوئی تج یاد عشقاں سول رکھے سر سجدہ یک چہت سول

اُسے دونوں جگت میاں لے سرائے افتخاراں خوش

عشق کی آرسی او پر غباراں کد نکو یا رب

اوسی کی آرزو تھے دام میں ہیں گلزاراں خوش

عشق مولود میں پیالے یود شرطاں سول بھر بھر کر

پلا منج یاد کی مستی نہیں ہے منج خساراں خوش

سے ہیں خوب عید ہو خوب یار ہو خوب پیرت منج

ہمیں میاں لے ان میاں لے پرت کی ہے لہاراں خوش

ہم میں ان میں محبت لہراں

خدا کا چھانوں ہے منج پر تو منج ہے فسرزدانی
نبی صدقے قطب ^{سایہ} اگلے رکھیں سرکاراں خوش
کے آگے

(ج)

(۶)

ہم سایوں محمد قطب شہ ترکماں

نگارے سوبازا قصر اں محلاں

مرصع میں ڈب سر تھے پگ نورنیاراں
ڈوب سے پاسک

پرم مدنی لک چھند سول شاہ پریاں
نخت کی شہزاد لاکھ سے

سوچک دیسی کج دیکھ ہوویں جگ کے جیراں
دل پستان دیکھ کر

سوئیں کچھ ہنسلیاں کے دیکھ چھند بندیاں
عشہ و ناز

دیکھت چتر سرمائی شہ کا جوں آسماں
دیکھ کر شل

ہرے لال برداں کے ہر یک ملو کاں

گناے نبی کے جو مولودانہداں
گوائے خوشی سے

سنو اکے جگت سب جنت جوں چرت سول
جنت کی طرح سے

سنگار آویں حوراں من ہر طرف تھے
درکے حوروں کی طرح سے

منڈیل ہوا کے سوبازے تھے آویں
شامیاز کئی نیچے سے

سو دھن جوہناں رست کینچن کران جوں
نازنین کے درگڑہ کی طرح

سوہنس کو یلاں جو کر یں تحفہ اپنے
دل

تخت پر جوشہ بیس رائے جگت سب
۱۹۰

دھریں سب ذکی وقت پیش کوں نہرہیں
زمین پر

جب آتش لہو کاں سوں مجلس بھرا دیں
بادشاہوں سے

بدخشی لعل حوض خالے میں صبر

عجب نہیں جوئے نازوسن کر ڈھلے کھم
کا نام

دیکھیں شہ بزم کی تماشا رواں ہو
دیکھئے کیلئے

دیکھت شمع کی عشرت دعا کر کوں تب
دیکھکر

نبی کے دیا تھے قیامت تلک تم
کہوین
کرم سے

کھڑے ہوئیں دُورست چارہت ہندو راجاں
دروں طرف ہاتھ

اُجرت جوت جوں جام و شیشے بھی رختاں

لے پیالے او پی پیالے مے پیتے مستان
بہت

ملک لک لک افلاک تھے آویں شاداں
لاکھ لاکھ

گمورات دن قطب شہ نت انداں
برگرد

گنا و ونی کے سوز مولود لاکھ سال
گواؤ
لاکھوں

(ج)

عیدِ نبوی

(۱)

خوشیاں کرو موالیاں مبعوث رسول آیا

اول برات روزی روزید ہے، فیروز
عید

شاہاں میں رتبہ عالی قطب شہسہ مولیٰ ۲۰۰

اُس شاہ کی سودراں نیا دین کوں رُجھا

اللہ رضاوں جگ میں سو ہیں لواندا

مبشو کی خوشیاں تھے حوراں کئے جو خوشیاں
قیس

صدقہ نبی ترکمان حم راج کرتوں عیشاں

ہمیشہ پیش کرتے

(۲)

آیا ہے وقت سر تھے مبعوث مصطفیٰ کا
پھر سے

چھایا ہے حق کی حرمت چھانوں دو جہاں میں

تھائی کی

بہو دھا آند سوراں عیشاں سنگات لیا یا

بہت طرح سے خوشی کا آفتاب
اس بعد عید قربان جس تھوڑو جگ کھایامبعوث رسول اعلیٰ چھند بندوں کنایا
عالم سے

خوانِ خلیلی احساں اپ عہد میں کھایا

غم کائنات کس کوئی جیتا دھونڈیا نہ پایا
اچھے جیتنا دھونڈنا

جنت کی خوشبو یاں تھے دو جگ مگ مگایا

شاہ علی نبی تھے منگ تاج شہسہ لایا
مگ مگایا دھونڈنا

سے مانگ کر تجھے شاہی

پایا ہے نورادک بھی عالم کل خدا کا
زیادہ

بھایا ہے دو جہاں کوں چھانو حق عطا کا

افرا کہ توں ہے خاتمِ سالم سوانبیا کا

تب پگ لگے نوا نبر اس شمس الضحیٰ کا
جلد

من جیو سدا ہے بے غم شاہ ہو رگد اکا
آسمان قدم

ہوے سور چند کے سر بر تار مار ہر اک سما کا
دل روح اور

دایم نظر رکھ اُس پر اپنا اوک دیا کا
سوج چاند

زیادہ کرم
(ج)

لیا ہے روحی جبریل حق کے حبیب کوں تب

پسینہ بری تخت پر بیٹھے ہیں جنت بہر
کے پاس

عالم ہوا ہے خرم فردوس باغ کی سم
برابر

انبر ہوا منور درین نمن ہوا دھڑ
آئینہ کے مانند آسمان

قطبا بند ہے تیرا دو بگ میں یا محمد
بندہ

(۳)

مصطفیٰ اصبعِ خدایاں کے عید کا ہے ویس آج

صدقے حضرت شیعہ کرتے ہیں گھرے گھریش کج
دن

حق رضا سیتی خبر لے آئی ہے جبریل

سب نبیاں کے میانے دیئے ہیں تمیں آج راج
آیا

عرش پایا ہے تمن پہنچ گوہراں تھے روشنی
در بیان

نیں فرشتیاں کوں رضا صلوات بھیجیں تمنے باج
کو اجازت کہ

تمہارے علاوہ

پیاروں حضرت کہے بیٹھو انجی کر جسبریل

تب کہے خدمتِ تمّن کرنے تھے پاؤں گارواج“

مسجدوں کوں باند کُرت خانہ کے سب بُت مٹا
کو بنا کر توڑ کر

مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کے بانگ تھے پایا دیں رواج
اور ازال سے

جبریل لے آئے سواپ دوتاں کو کہے خبر
اپنے کہے

جے فتبولے نور پائے، نافتبولال مکھ سو رواج
جو

دن ازل تھے مرتضیٰ کو کہتے ہیں نائبِ تمّن
روزِ ازل سے کہتے تھے

ذوالفقار اب کافراں کو مار کر لیو خسراج

ناسکے جسبریل کچ کہنے تمہارے وصف کوں
تہاے کو

بندہ خدمت میں چو کیا کرب بندیاں میں کڑیا لاج
چو کیا دھول گیا، بندہ لیا، شہر بند ہوا

دو جہاں میں حق حبیب اپنا میں میں مانیا
قطب نہ ممکن کو دیوہست کمر شاہاں میں تاج

(۴)

نبی مبعوث بھی آکر کیا ہے سب جہاں روشن
 ہو اس دن کے نور ^{پھر} اں تھے مکا ہوا ^ل مکاں روشن
 عجب دن ہو گھڑی ہے اے نہیں کوئی دن اس ^{اور} سم
 کہ اس دن تھے لگن پر سور مکھ ہے ہر زماں روشن ^{کے برابر}
 ہو اے آشکارا دین و ایماں آج کے دن تھے ^{کا وہ آسمان سوچ کا چہرہ}
 کیا ہے فیض اس دن کا کل امت کجاں روشن
 نبی کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش ہو کر ^ب سی
 ان نور اں تھے ہیں چند سورتاے آسمان روشن ^{اور}
 ہمالے ہیں نبی سرتاج سارے انبیا کے تو ^{ان کے} ^{چاند سوچ}
 نین اس نور تھے کیتے ہیں سب پیغمبراں روشن
 آنھیں ^{سے کرتے}

نبی مبعوث جو کوئی کیسا ہے یک چیت ہر یک دل سول
 کرتا دمناتا، کیسوں اور سے
 سو اُس کے دل اوپر ہوتا ہے طہ کا بیاں روشن
 نبی صدقہ کیا ہے قطب مبعوث کا غزل رنگیں
 کہ اُس کی تازگی ہو ر روشنی تھے ہے جہاں روشن
 اور سے

(ج)

(۵)

کہے خوش خبر خوشی سوں انخی کھول ادھر خوشی کے
 ہونٹ سے
 کہ ہے مبعوث آج دن کرنے کے دو اچھر خوشی کے
 حرف
 سب ہیں انبیاں میں تم سرا ہے تاج سرور کی کر
 سب جا تمہاری تعریف کئے
 خوشی سب آملایک تانے سر چھتر خوشی کے
 کے ساتھ
 جو خبر خوشی کی پر گٹ ہوئی جب تھے دو جگت تو
 سے
 ملک اچھریاں بشر دل بے دل نگر خوشی کے
 ظاہر
 پر یاں

کریں توتق اتند دو جگ خوشی عیش ^{عیش} عشرتیاں سول
 نبیؐ کے محبت نگرین ^{عالم} بند کر سو گھر خوشی کے
 بلی جائے کر دیکھائیں ^{بنا کر} عشرتیں بلاد صوویں کے
 چھند بند سول بھید اپنبے کرسات ^{آسمان} انبر خوشی کے
 جب یہ خوشی کنا یا حضرت رسولؐ کی میں ^{کرایا}
 پھرتیاں سوداں سکیاں جو لہے لک قمر خوشی کے ^{پھرتی ہیں}
 بھوشوق سیتی آکر ^{بہت} رٹ دشت تن یک اوپر ^{ڈال}
 روشن کئے خوشی سول قطب نصر خوشی کے ^{نظر}

شمع برنج

شاہِ مرداں و محمداں ہیں ہمارے سرتاج

خدا با آں جیب اپنے سوں کیا شبِ معراج

چاند ہو رُسورُسن نور تھے پیدا ہوئے
اور سوچ ^{انکے} سے

دین ہو رُدنیا ان اسلام تھے پایا رواج
اور ^{انکے} سے

قدرتِ حق دیکھو اُن میں دسبھی خجھونگت
(۹)

خدا اُن دونوں کوں دیتا ہر دو عالم کالاج

یک کرامت انوکا نہیں کسی پیغمبر میں
ان نہیں

سب نبیاں میاں نے ہمارے ہی ہی تھے سراج
نبیوں میں ^{زیرِ پے}

سدا بارہ اماماں میرے نگر دارا ہیں

ہو ابوں اُن کی غلامی تھے قطبِ راج و راج
ہیں

سے غائب شاہ (ح)

عید پوری

سب ہی عیدال میں اُتم عید سوائے عید پوری ہے

بڑبڑ

نبی صحت جو پائے عید میں او عید پوری ہے

۲۴۰

ملا یک دور فرماتے حوراں غلماں منگل گاتے

خوشی کیستہ ہیں ساتواں سما جب تے جو نوری ہے

سے

ساتوں

اے دن کا بھید اُن بوجھ کا جن کا دل اے دن

دہ

اس

کہ اس دن کی خوشی ہو ریش میں لذت حضوری ہے

اور

نبی ہو مرتضیٰ کے نور تھے پایا چند اچھکین

روشنی

سے

اور

تو اُس کوں ب تار یا میں کلا چودہ سن پوری ہے

بہت آند ہو عشرت خوشیاں لوک دھک کیا

غلق عالم کی

بہت چین اور

ابیں اس عید کے جوتی منے جھلکار پوری ہے

جھلک میں

ہیلیاں سب اپس سنگار کر ہو رہا ہستیاں پو
 دیا آپریں اور زیبتی اٹھ

بہوت سرخاں ملے یک ٹھار آن کارنگ نوری ہے

عجل مصطفیٰ صدقے محمد قطب شاہ سا جن

کہ گھر میں نت ہنسی کی ہوجنتیاں کا سوری ہے

(۲)

(۳)

عید سوری سر سوروں سنگار آیاں سکیاں بھی

سنتوس ادک اس عید تھے پھر پایاں سکیاں بھی

جو بن پوریاں سینے کے طبق سنے میں بھر

موتیاں جالیاں سر روشا سوں ہانپ لیا یا سکیاں بھی

موتیوں کا جانی کے سر پر تیش ڈھانپ کر لائی ہیں پھر

رت جوانی میں آپ کی کہ مدن پیالے مستان ہو

چمک چھند سوں جگ جو کوں الجھایاں سکیاں بھی

عالم کے دل کو

موتیاں نورین ہاروں چل ساک کلی کھال

۲۵۰

اپ روپ چند سور تھے جھلکایاں سکیاں بھی
اپنے چاند سورج سے

صدقہ نبی کے قطب کے چھٹاں کے بچن سن

لک دھات سوں ہر تل میں سو پائی آیاں سکیاں بھی
لاکھ طرح سے لکھ

(۳)

نبی کی عید سوری آمندرج سور سوراں کے

مکان میرے آفتاب آفتاباں
دیکھائے عیش کے کھن پر سماں سورج تھے نوراں کے

بھڑن چھندوں سوں دن نیلوں ہیر کنگا لائیں
آسمان سے رات

سموکر سور بہرہ چند نہ حملے من سروراں کے
عشق چاند

سوطاسک سور کا لیکر چلیاں چند رکھیاں لٹکت
سویا چلے نہ آفتاب نازیر

زمین پر دیکھ حیراں ہو مکن جیو ملے جوراں کے

محمد مصطفیٰ بیٹھے شفا پانچ تین سو خوش

صفا کے تخت پر لیا یا میں خلعت حضوراں کے

سلا ماں سات لکھ لیا یا خضر ^{لیا} مینے مہل تیں

دنیا میں ^{لایا} روستا ^{رہو} سلامت کر ذکر لایا شکوراں کے

مہل کی جیتا نیکی کے خوشیاں مہل جب

فلک سن دھرت پڑاے آماے کاتے سوراں کے ^{تعلیٰ قطب شاہ}

طنبور کے مشتری جوزا کے ^{زین} دندے سنبلوں کوں لا

توز ہرہ جنگ لے ناچیں سو مہن مہن پر طنبوروں کے

ننگ ہور مطہنی پوریاں تلیا چند سور کے چھند سوں

انندوں آشفق شعلے تلے دے کھن تنوراں کے ^{تلا}

مہل صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری ^{اسان} سن

سکیاں متاں ہویاں یوں جوں شہراں پی غیوراں کے

(۴)

عید سوری انتد لیا یا ہے	جگت اب نورسوں پیا یا ہے
نیہہ پون سیتی عیش کی کلیاں ^{لایا}	دل کے چمنناں منے کھلا یا ہے ^{پنایا}
مدرت کا سکیاں رنگیلیاں کوں ^{ہوائے عشق ہے}	عید ساقی ہو کر پلا یا ہے ^{میں}
شہ کی مجلس میں مطہنی ہو فلک ^{شراب عشق}	رنگ رنگ سیتی خواں چلا یا ہے
نیر پیو نے پیالے بھر بھر کر	شیعیاں کوں خضر پلا یا ہے
زہرو اس عید کی امنگاں کوں ^{پانی پیئے کے لئے}	شہ کے گن آسماں پہ کا یا ہے
حق نبی صدقہ قطب کوں مدا	عید تھے عیش ادا کا لایا ہے ^{زیادہ}

(۵)

خوشیاں سوں آج جاں تاں ب جہاں مورتا ہے
 سے جہاں تہاں ^{نظر آتا}
 نبی کی عید سوری کی کلامیں نور و ستارے

گھرے گھر آج دن کا جاں پہ کا جاں ہوتے ہیں خوش

کہ یوں سب دناں میاں نے اڑ کے منور دتا ہے
میں زیادہ نظر آتا ہے

ہزاراں شکر ہے جو آج دن بچتے تھے صدقے تھے

ہر ایک مومن کے من کے میاں نے سورتا سورتا ہے
دل میں سوچ

انبر سفرے میں قدسی چور چند سور کیاں پوریاں
آسمان

رچے نعمت تھے قدرت کے سو چوندر نور دتا ہے
چاروں طرف

شرق تھے غرب تک راں ملک رضوان نوری سب
ے

صفاں کرل کے بیٹھے سوا اجالا دُور دتا ہے

جدھر دیکھے تدھر ساتواں نبرہور سا تو دھرتی
ساتوں آسمان اور ساتوں اقلیمیں

سبھی کا آج دل بھر پور جوں سمندر دتا ہے
سمندر

نئی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ بخت کے

سب کل شاہاں کا سو ستر تاج ہو مشہور دتا ہے

مومنان خوشیاں کرو ہے آج دن مولود کا
 مصطفیٰ ہو مرتضیٰ آلِ ن میں کیتے ہیں ^{خطبو}
 اور
 جب دوا بر رحمت آلِ جب پر تو فیض
 عالم
 جب نبوت کا علم پیدا ہوا تب بت جھڑ
 آید جا
 فارس کے آگن بجھا جب میگہ رحمت بریا
 آگ میگہ بریا
 چاروہ معصوم کے ہیں اس جتے تھے نبی ^{۲۸۰}
 غلام
 جب نبی صدقے ہوا ہے اس قنبر کا قطب
 غلام
 مرتضیٰ بارہ اماں عید ہے محبوب کا
 جن کرے یہ عید ہے دو طالع مسعود کا
 جو
 شیعیان کے تہیں اتھا وہ دن مگر بہود کا
 لئے تھا
 طاق کسری تب نشاں لیتا عدم منقود کا
 سرگ بن کیتا جگت کے تہیں آگن فرو و کا
 جنت کا بن کرنا عالم کو آگ
 پیشوا حضرت نبی کا تھا سون داؤد کا
 ۲۸۰
 دو جگت میں ہیں ترکمان عاقبت محمود کا
 نو عالم
 (ج)

(۲)

حضرت علی مولود تھے سب مومنان کا عید ہے
 یاراں خوشیاں گھر گھر کر وائے دونناں کا عید ہے

حضرت علی مولود کن علماں منگیں بھیکاں سبھی
 علماں مانگے
 سب علم میں فضل اس نو فاضلاں کا عید ہے

سارے نبیاں مولود پر ہے عزت اس مولود کوں

شیعہ منگیں اس فیض کوں تو شیعیان کا عید ہے

حضرت تولد تھے شرف پایا ہے کعبہ جگ منے
 میں
 سجد کرو دل میں سوں لے طاہراں کا عید ہے
 اور سرے یہ

منکر جو کوئی ہوتا ہے اس عید کے مولود تھے
 ہے

جنت میں نہیں ہے ٹھاووں اس اکابران کا عید ہے
 نہیں جگ

نوروز ہور سوچ شرف پاویں حل کے برج میں

اور
 گائین ہیں زہرہ مشتری کی صالحاں کا عید ہے

صدقہ مولود کے نین میں جس دیا ہے منج خدا
 حضرت مجاہد ہیں سدا قطب زماں کا عید ہے

(۳)

موالیاں شیعیاں خوش ہو یہ دن سحرِ نئے ہے حیدر کا

پیدائش

کہ وہ حیات کیا جس کو خدا وراثتِ ہمیشہ کا

علیؑ مولود دن جھلکا رجب میں جب ہوا پر گٹ

کے کا

۲۹۰ تو اس جھلکا رتھے چھپیا جھلک خورشیدِ خاور کا

سے چھپ گیا

علیؑ جس دن تھے سر جے میں ہو اس دن تھے طراپا

سے پیدا ہوئے

ہوا گلشنِ ادک تازہ سراسرِ سرخِ اخضر کا

زیادہ

چھڑا و نہار دوجک کے ایس سچ متفق میرے

ہیں

چھڑالے دالے

ان کا درد جس دل میں سو کیا ڈراس کوں محشر کا

ان

علیؑ جس رات گئے معراج لکر مصطفیٰؐ آستے

کے ساتھ

تو ان پیک تل کیا روح الامیں فرشتے آپ شہیر کا

اپنے

ان کے زیر قدم

نبی ہو رآل کے صدقے علی کا دس ہے قطبیا
اور

تو جگ میں پایا زینا سو جم خاقاں سکندر کا
پایا موتی

(ج)

(۴)

سیتی اماں مولود آیا
دو جگ کے من کوں اے مولود بھایا

بدھاوے پر بدھاوے لائے خوشیاں
دل کو شمع سوں مجلس سہایا
سنوارے پھل نہالاں رنگ رنگاں
سورج چند چاند کی شمع سے کو زیب دیا
مگر ویکٹھ بن پھول بار آیا
جنت پھول رنگا رنگ

صدر مندر رنگارے جڑت سیتے
سو نرمل گوشت سراں سوں گلجگایا
سہیلیاں سب رنگاریاں سات ہو نو
صاف

بجھا آئین بندی سوں سنواریا ۳۰
سنواریا

نبی کا دس ہے یک چت سوں قطبیا

(ج)

(۵)

خوشی کے درود ان بھیجے سوئے فرخ	و میا صبح صادق تمن روئے فرخ
دے جوں نوا چندا بروئے فرخ	تو لد ہوئے آج کے دن امام
پکے پتے نقل نئے چاند کے	میں اپنے جھوڑ کر یا اس دین کا مار
پناتے اچھوں ہو کوں ہندوئے فرخ	اپنا چھوڑ کر پکڑا راتہ
اب تک مجھ	کھولے غبیرس بال جب کرنے لنگھی
کہ صلوات بھیجو او گیسوئے فرخ	ہو اسحر باطل سبھی سحر اس کا
فسوں بڑتے ہیں نین جاوئے فرخ	نہ آوے اتر ہم کوں تجھے بھی ماتی
پڑھتے آئیں	تیری سے
چڑی مست ہم سر میں او بولے فرخ	ہم میل باندھے تمن میل سبتی
چڑھی ہمارے دودھ	ہم تمھارے
اسی تمھے ہم میل ے سوئے فرخ	نہیں لیتے میں مشک تا نا کوئی
اسی لیے ہمارا میلان	
کہ آتا ہے اس اس موئے فرخ	

رقیبیاں بڑائی تمن تم اچھونت

تمھاری تھیں ناک ہے ہمیشہ

۳۱۰

دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

(ق)

(۶)

مولود علی آوے فلک پر تھے ملکوں

پیلا لایا ہے چند پھولان شاہی ہزار کے

لے نالوں علی کا کرے مولود قطب ^{چاند}

جم جے توں قطب کی تیجے شاہ مدد ^{نام}

نیچ دھاک کا پرواہ ہے یودرجن انکھیاں ^{تیرے رعب}

مشرق تھے جو مغرب لکوں سلطانی ہوشہ کی

قطبا کی خوشش کا کریں سم کتنے سن کر ^{برابر تکتے}

تو آگہ نورانی کرے جگ اپنے جھلکوں

پھرتے ہیں ملک بات لے طبقات کے فلکوں ^{عالم کو}

خشاں دانداں کرے یک لاک دو لاک ^{خوشی بیش لاکھ دو لاکھ}

لک ملک سکے لینے اشارت کے ملکوں ^{لاکھ}

جو بھیڑی کوں جم را کھنے نکاری فلکوں ^{راکھ}

کہتا ہے سنگن سپچ جو سن جو سہے پلکوں ^{سپچ}

کاں ہو سکے سم دھنگری سٹار او ملکوں ^{کہاں مقابل (ج)}

(۷)

مرضی مولود آیا ہے بہت نوراں ستنی

کعبہ میں ہوئے تولد مرضی شیر خدا ^{کے تاتے}

جبریل نے وار نے طبقات لیا حور ستنی ^{شار کرنے لائے کے تاتے}

کوئی نبی ناپایا اے حرمت اتے چاواں ستنی ^{اتے}

مصطفیٰ آ علیؑ کوں دیکھنے کہے فاطمہ ۳۲۰ پیچہ گستاخی سوں ٹٹتے ہیں بہت ناؤں سیتی
 تب کہ حضرت کریمؐ منج سو ایسے کم کہ گز کر گئے تو کریں گے کفر کے شاہاں سیتی
 دین قوت پایا ان کے تولد نہ خفے گٹ نکرتیں مجھ سے کبھی
 ان کے نور آنے ہی میں مینا نے روشنی منج کوں کیا ڈر ہے کہو کفار کے کام سیتی
 کافراں کا غم مری بجا گنا اس عہد میں شے کے بندیاں میں سپاہیوں ہر موفرا سیتی
 شاعران بیچارے تیرا وصف کہنے کا کہیں میرا فی مل کنا و دوستاں خوشاں سیتی
 قطب ہے تیج غلاماں میں غلام تیریں دیو میرا ہست پکر و جلو اکل شاہاں سیتی
 تیرے کہاں

(۸)

عش حق کا لگیا جھلکن ادک مولود حیدر تھے
 لگا جھلکنے زیادہ

گلن ہو ردھرت پائے ہیں بھلکات سو چندر تھے
 آسمان اور زمین زیادہ سورج چاند سے

جگت جنت تھے خوش آیا ہے نہایت آج قدرت سوں
 دنیا سے

لگیا ہے نور کا پر سن برسنے ساتوں انبر تھے
 آسمان سے

ملک ساؤ فلک تھے آج آئے طواف کرنے میں

جو حق کا نور اتر آیا ہے کعبے میں عرش پر تھے

تجلی موتیاں کے سوداں اس دن تھے یوں پائے

۳۲۰

کہ پاوے صبح صادق روشنی جوں سور نور تھے

سب کھلیاں سوں باطن تھے علی بن مصطفیٰ سوں حق

کیا ظاہر جو دو جگ تائیں نیٹ ان دو نور ہر تھے

علی بن کن بٹی کا جانشین ہے جو علی کوں حق

نہی کا جانشین کر پیار سوں بھیجا پس گھر تھے

ہزاراں حمت ہے تیج پر جو حیدر کا دھرا یا دامن

قطب شد دو جگ میں سروری ہے تیج و سرور تھے

(ج)

تھے اس

(۹)

مولود خوشیاں آئیاں مولود کی خوشیاں کرو
آئی ہیں

خوشیاں کے ناداں باجئے اس کوں منجے ہماں کرو
آواز بجئے میرے پاس

چوند ہیر گرجے سب خوشیاں ہو رہاں ہے ہمار کا
چاروں طرف اور
زنگاں میں رنگ باکر کینے زنگاں ستی ناداں کرو

جھکے گلانی گال میں اوہ نوپلا چھپند کا

منجے دل کے تیں اس دل پر سب مل کے قہباں کرو
بیرے

اس نور کے اوتار کو میں رات دن سیوا کروں

نبی و علیؑ دولت ستی دم دم سمجی ایماں کرو

نانگی نمازاں ناداب سب نار کو ہسرا ئی

اوناد بھریا کن منے دشمن اپر بھاراں کرو
وہ آواز کان میں

اب مال منڈل عیش سوئے مولود کا اگر جب آو تم

ساتو سراں کے نادموں داؤد کا احساں کرو
ساتوں

صد قہ تہی کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم

حیدر کی برکت تھے سدا سب جا پر فرماں کرو
۳۴۰

(ق)



عَلَيْهِ

موالیاں سب کرو خوشیاں کہ آیا دن خلافت کا

خلافت دے رسول آپ بیباں کیتے شرافت کا
آپ ہی کرتے

سنوارے سب ملا ایک اونٹ زیناں میں منیر انبر
کی بیڑھی سے اسان

ویسے ہیں داد پیغمبر منبر پر چڑھ کر فصاحت کا
چڑھ کر

کہے من گنت مولا تفسی کوں شاہ دو جگ کے

بیباں کیتے فصاحت سات رتیاں بلاغت کا
کے ساتھ رتبہ کرتے

کنائے ہیں ملک منگل عرش پر کا جتے منڈل
کرائے یا گوائے

غدیر ختم ہے یہ دن، مگر شاہ ولایت کا

جہاں لگ ہے جگت رب عید کرتے ہنسی دیں
میں

کیا افضل سو شہ تب سب میں دے فیض عنایت کا

نبی کوں حق کہیا یا علیؑ نادے علیؑ سوں کر
کہا

علیؑ منظرِ امولک تن میری سو قدرت کا
چہا

نبی صدقے علیؑ کا منتقبتِ قطبِ زماں کہیا
کہا

کہ ہے دنیا و دیں میں اے نشانِ منجکوں سعادت کا
میرے لئے (ج)

(۳)

دو جہاں سب و شنی پایا ہواں عید کبیر

مرضی ہیں رپڑ جگ میں جوں عجمانِ منظر
شن

سچ تمہیں داما دینمیں بس میں غلامِ الخیر

مرتضیٰ فراں سو پھر کر آئیہا ہر منیر
تم ہی

دو جہاں کی حکمتاں میں ہے تم ہی روشن ضمیر

منج بندے بیجاہ کوں باندھو کم ہو شکر
تم ہی

بیعیاں کا عید پھر کر آئیہا ختمِ غدیر

ایہ قرآن نازل جوں ہوا حق کے تئیں
جس طرح

ابلیہا ہور او لیا میں حق کیا تمنا بڑا ۳۵

مصطفیٰ کے امر پر سر بُھیں بھر آیا چنڈا
اور تم کو

دین دنیا و دنی میں حضرت تھے قائم آباد
زین پر دھڑ

کل عالم سب تم خد مت کو باندھے ہیں کم
تہاے

از ازل تھے ہے غلام مصطفیٰ قطبِ زباں

منج غلام کمترین کن دست پیکر ویا میر
(ق)

(۳)

عید آریا اندھوں یاراں مبارکی کا

خوشیاں سن دوستان کن غمِ خوار جی کا

پھل بھاگ سب پھلے ہیں دیکھو کچھ چلے
پھول پھولے دشمن

کلیاں اندھ کھلے ہیں ہر رت یوں سکی کا

شاویاں سکل کلاؤ خوشبوی کدم کلاؤ
سب

چودہ سیر عود جلاؤ دھند کا رب مکی کا
چاروں طرف

پیالا ادھر چکا نا ساجن وقت پلانا
ہونٹ

لالن کوں سیج لیانا ہر وقت خوشی کی کا
ٹا

ٹیل سو تچ پشانی ات بھاگ کی نشانی
تیرا

کن موتی ہے نورانی زہرا و شتری کا

بالی تو چھند بھری ہے یا حور یاری ہے

بھورپ سندی ہر دھرتی ہے سن نیکا
انچا

صدقہ نبی ملاوے تل تل قطب ر جھاو

ات چھند بندی ہما و مٹا یا مل سن بھی کا
بہت

(۴)

سب کرو مل کر مبارکبادی عید غدیر

اس خوشی انگے سبھی خوشیاں دس دایم صغیر
انگے نظر آئیں

مومنوں کو شادی ہو خوشیاں کا آتا ہے خبر
تو خوشی کے بحر کوں پھر آسیا..... کبیر

میزبانی عید کا جگ میں گنا و عیشِ سوں
مطرِ باں لا کر گواؤ راگ ہو رلا و عبیر
اور

بھائی پن کے صیغے پڑتے مومنوں اس عید میں
تو لکھے سُننے کے پانی سوں عطار و خوش دیر

ساری عید اداں کا خوشی سنپور ہے اس عید تھے
تو اسی عید اداں میں دستا ہے بڑائی بے نظیر
نظر آتا

مومنوں اس عید تھے پائے ہیں جنت کا پون
جن شرف اس عید کا پایا سوا وہ ہے جگ میں بیر

باجتے اس عید کے جلالِ سرگ سا تو منے
چاند سورج تو ہوئے ہیں دو جگت میاں نے منیر

تس دن ابن کوئی دن ناہیں دعا منگنے کتنی
 ان دنوں کے بغیر
 مرتضیٰ میں مصطفیٰ ہیں عید میں دیتے سریر
 کو

مدح کہتے مرتضیٰ کے تائیں پیغمبرؐ میں
 کرتے لئے خود
 تو ہوا حضرت کی برکت دین ایماں جگ میں پھر

۳۷۷

رکھ منجے حضرت کے صدقے یا الہیٰ میں
 مجھے
 ہو رکھو ایماں درست دو جگ میں ہو منج نصیر
 اور

مدح کہتا کون کہ آپ کی مدح کوں پایاں نہیں
 کہوں
 گردانو کی نعل کا سر ما کر میں شاہ و وزیر
 ان

کردعا توں بھیج صلواتاں حمل پر سدا

اس صلوات تھے ہو گاتھے فتح کبیر

ہے محمد قطب شہ بارہ اماں کا سلام

میں جو عاجز داس تیرا یا علی منج دستگیر

(ق)

(۵)

خلافت دے نبی کہے یوں کہ منج بجاز سو حیدر ہے

سکل مومن مسلماناں کوں دو جگ میں سور ہر ہے

خلافت حق تھے آیا آج مہراں یوں علیؑ کے تھے

سوسات آسمان عرش کرسی کہ نوکھن کا جو منبر ہے
آسمان

علیؑ سے کفر بھجن تھے تو تھا بنیادین کا پایا
سے اٹھتے تھا

علیؑ سودین رکھنا راہِ عمل دین کا گھر ہے

ولیاں سب ایک چت ہو کر رہے سب معتقد ہو کر
دل

کہے سب سے اُوپر ولایت کا سو چھپتا ہے

ہوا پر گٹ جہاں سے تھے دنیا ہو ردین قدرت سوا
ظاہر جب سے اور سے

سکل اپچت میں توں فضل نہ کوئی تیرے برابر ہے
سب

عطار دلیچ لکھیا ہے سو کیش کلک سو تیری

سو آسماں کے ورق اوپر بدل رکھیاں موسطرے
۳۸۰
بادل کی لکیروں سے

نبی صدقہ قطب نے علی کا پکڑیا ہے دامن

کہ او منج کوں چھڑاں او نہار ہو رب ٹھار رہا ہے
(ج)
وہ مجھے اور جگہ

(۶)

خیم غدیر دن تھے دو جگہ ہوا نورانی

سب دیں تھے بڑا ہے بودیں کا مرتب

حق تھے نبی علی کوں اپ جانشین کئے آج

بیٹھے علی تخت پر دن آج حق حکم تھے

ایسا بڑا مرتب تب عرش کوں دیا حق

جو کوئی کریگا اس دن دامن عیش عشر

عالم کل ہوا ہے جوں بہشت جاودانی

پنچا ہے آج کے دن تھے عیش کا مرانی

تب مومناں خوشیاں کوں کسوت کئے شہانی

پائے ہیں شعیباں سب اس ن تجوز نگانی

لکھیا علی کے پگ تل جب عرش اپ پشانی

دو جگہ میں عیش آئندہ ہے کرنے کا اس

حق کی نظر تھے قطبا تیرا بڑا ہے ترسا

صدقہ نبی علیؑ ہے تیج باعثِ ہوربانی

(ج)

تیرا

(۷)

عید اں منے یو عید بڑا ات گھنیر ہے

دو جگ اپرا میرو حضرت امیرؑ

تیج دھاک تھے زمین سو یک ٹھاڑ تھیر ہے

نزلوگ لوگ اُس کے سو گھر کا فقیر ہے

کھکش نیز لے ہات چنڈا چنڈا

سب خجیاں کوں آج دلاں میانے تیرے

سب جگ کرے آند کہ عید غدیر ہے

روشن ہوا ہے دین دنیا آج کی دینا

تیج سیو..... سال سدا دھیان ہوں پھر

سلطان دین ہو رو دنیا کا علیؑ سچا

تلوا ہوا ہے سور بدل کا پکڑ سپر

سب شعیان آج خوشیاں پر خوشیاں ایں

صدقہ نبی کے دو نو جہاں میانے علیؑ

قطبا بندے کینے کا توں دستگیر ہے

(ج)

تو

(۸)

خوشیاں سوں آج کے دن مل ملک چونکہ ہر تھے سارے بھی
 چاروں طرف سے پھر
 کرن عید غدیرات چپاؤ محلاں مل سنگاے بھی
 کرنے پھر
 مقرب فرشتے چاروں بی کن تھے علی کے تئیں
 کے پاس سے
 لے آئے دبدبے سیستہ ولایت کے پھر اے بھی
 کرن رشت علی شاہ ولایت کا سوہرٹھارا
 جگہ
 کھڑے قطار کر رضواں است کر نہارے بھی
 جنت کے حور ہو رغلماں کر سب کسوتاں نوری
 اور
 علی کے چرن دیکھے کر علی کے دارٹھارے بھی
 دروازہ پر پڑے
 سیت گھن پھر نہاے سو دھڑے چونکہ میر تھے مہر نہیں
 قدم
 سات آسمان پھر نواے چاروں طرف سے سرین پر
 ہوئے مل سب علی پر تھے فدا چند سورتاے بھی
 سے چاند سوچ پھر

علی شیر خدا کا چھانو اچھو کر جم اُپر سر پر
 ملک منیمبر الہاں پیراں دعا کر بہت پیارے بھی
 نبی صدقے قطب عید غدیر آئندہ سوں کر نادیکھ
 سکل ہاتھ سورج مت تجھ کو قضا کر پکارے بھی
 ب پھر

(ج)



شَبِّ بَرَكْتُ

(۱)

خدا کے کرم سے شبرات آیا
شب برات سےبرتاں لیکر آیا ساریاں میں خوش ہو
لے کر سبامان میا ہے محمد قطب پر
محبت

خوشیاں عشرتِ نازوقِ دایم سونیت

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر

محمد قطب کے سارے دنیا کوں
کو

نبی صدق امت مر قُطب کوں

آب حیات کی شراب

خوشیاں کا اُجالا جگت میں دکھایا
دنیاخوشیاں عشرتِ نازوقِ دایم جگ جگایا
کے ساتھ دنیا جگ جگ کرنانبی ہو علی کے دیا سوں سہایا
اور کرم سے بھلا دیاشہا کے مندر ٹمٹمایاں بجایا
بارگاہ میںسوسائے جگت میں دُرا می پھیرایا
دُرائی و فصدوریسونا بود کر کر جگت تھے گنوا یا
سے گم کیا

سوسائے کو شر پیالے پلایا

(ج)

(۲)

تو سب جگ اس جھلک تھے جگ جگایا
سےشرف سب رات تے شبرات پایا
سےجو شبرات ات جھلک سوں جگ میں آیا
شب برات سےشرف شبرات تھے سب رات پائے
سے

رین روشن سُرَج بن دِن گنویا

رات سوج بغیر
کہ حصیں آپ مگر دین میں نہیں دکھایا
کبھی اپنا رخ رات نہیں

ہے ہمتِ اباں کی تہا اباں کا سما

انہر گلشن تھے روشن جھلک پایا
آسمان سے

تجلی یوں دیا حق قطبِ شہ کوں

(ج)

کہ نس کوں دِن تھے روشن کر دیا
رات سے زیادہ کر کے چمکایا

(۳)

شکلِ رات شب رات آبرائیاں لیا بی ساریاں کی
لانی ب مبارک

کھیا خوش عیش اندِ عشرت سوڑے کھا ہا ریاں کی
کھائے والوں

محلِ مستح کیتے ہیں اُحد جھگڑا علی سوں مل
کرتے کا کو باغ لے کر

تو تِن کے کھرگ اُچالیا تھے گئی جھگ فوج اند ہا ریاں کی
اُن تلوار کے سے بھاگ

دہن پیستے، نین شکر اودھ بند گھر کیے نازک

کہ جوں شخص نین باریک ہے ختمے مکھ پیہ ناریاں کی
 آئینہ ہونٹ دگر، مکھ کی

کحل نیناں سہیلیاں کے سو پدل پیام یاداں
 کحل

تھوڑی سی سیب و سنالیں کھجواڑ کیا میں چاریا
 ۲۲۰ دانت جس طرح

برن اسمانی پانیاں تس منے والاں سہیلیاں کے

تھسی گندن کی یوں دستی کہ جوں جھلی ہے تاپیاں کی
 جسم ہس ہس نظراتی خوش

سوج مشعل چندر جوتاں تاتے چونکہ کلریزاں
 شعل

دیسائی تنکوں مکھ پیشانی خویاں آکنواریاں کی
 چہرہ کاعرق

یو حاجب ہو رکھڑی بازی ملی چل جاک میں گریٹ
 اور ظاہر

جوا برو ہو جو بن مکٹ تھے پیچے گلعداریاں کی

پچھل پیالے جو میریاں کے مکھ لاپیاں میں لے سکیاں
 اور

کر کن بھجن اودھرے سوں خماراں سب خماریاں کی
 کنول بھجن ہیروں توڑے ہونٹ کی سے

جو سرتھے پگ لگوں موتیاں ہیں پُور جو ہر یا ناریا
سے پاؤں تک ^{کھلتی اور}

سبھیں تو ہے نبی صدقے قطب صاحب جہاریا کی

(ج)

(۴)

سُہماگن رات شبرات آسجن گھر آئے بھی سرتھے

چھرا ز سرنو
جھلک جوتاں کے ابرن تن چڑا جھلکائے بھی سرتھے

چند رسوج اُن دونوں بچاریاں کا وُھا دن لج

چاند
اوک جھلکار کے چند سور لا کھاں لیا ئے بھی سرتھے
زیادہ روشنی چاند سوچ لائے پھرا ز سرنو
عجب کیا ہے جو دھرتی آج مارے لاف آسماں پر

زین
کہ دھرتی کون پھیل آسماں کر جھلکائے بھی سرتھے

چھرا ز سرنو
سکیاں جی سکھ بدھا و اجو اُس ہوناں کہ نکلیاں تھیاں
خود کو اُکلتی تھیں

اُن کے من کے چنیتے تیو پنج تک دکھ لائے بھی سرتھے
اُن دل آرام

جگت سارا برس دن تھے جو تھا مشتاقِ درس کا
 سو درس دیکھلا میسر جگت ریجھائے بھی سرتھے ^{وید}
 سجن کے پھول سے تن کوں لٹاپٹ ہوا نندوں سوں ^{وگھلا}
 عروسانی سو باساں ہیں ادک مہکائے بھی سرتھے
 بنی صدقے قطب ہو کے سوں کر سنبھوگ بھاگوں ل
 قطب کی داس ہوں سچ کر اپں کہوئے بھی سرتھے
 غلام خود کو پھرا زسرو (ج)

(۵)

مبارک کا خبرِ شربت لیکر آئی سرتھے
 کہ مبیسرے بخت کا طالع سوچ جھمکایا سرتھے
 پورے

اُجالا عید کا لاجے سکی کھ روشنی آنکے
 اند کا نورِ منج پر چستر نمٹے چھائی سرتھے
 جھک کا طع پورے

دنیا آروس اند بالیاں ہوں عشرت مے پلائی ہو

ہنسلا شاہ کا الحاح ہوں زہرہ گائیاسر تھے
عدوں
نفہ

دکھائی عیشِ شبِ برات آکے اپنے سن جھلکاراں

جیون کا جوت جگ کے جیو میں اُچھائیاسر تھے
زندگی نور دنیا پیدا کیا

پیاریاں شاہ کیاں مل عید کا سنگار کیتاں ہیں
کرتی

اکیں تھے ایک کا سنگار تہ کوں بھائیاسر تھے
ایک سے زیادہ ایک کا

پیاری من منے کھلئی اند کے بھید چاواں مل
دل میں کھل گئی

کہ اپ جو بن چمن میں باں خوش مہر کائیاسر تھے
خوشبو بھائی پھرے

نبی صدقے قطب کوں جم اچھو لک بعبدار زانی
اپنے

کہ عیسیٰ کا دُعا سکھ پھول باساں لائیاسر تھے
کو ہمیشہ رہے لاکھ
کے کا خوشبو لایا پھرے

(۶)

کہہ طور نور اُجالا شبرات اب دپائے ^{۴۴} آپ حیات منج کوں اپ رت خضر پلائے
 شبرات اب برابر لیا یا خوشی براتاں ^{کے کا} منجے اپنے ہاتھ سے
 ہے سرفقد ہوائی پھل بازی ناگ چلڑی ^{لایا} مہتاب ٹیلہ لائے رنگ سور او صحر چڑائے
 نس کیس میانے کیوڑے دستے بن بہرے چو ^{رات جیسے بالوں میں} تالالاں پھٹاک ناداں آنند گلن گجائے
 چوٹی کا پھندا ہے طاوس کا ملا جیوں ^{نظر آئے بھنورے کی طرح} حاجب ہوائی ستیں اپنا دورانی پھیرائے
 کھوپڑی کے بھل لڑیاں ہر جیوں ٹوکرے ^{اس} منج شمع مجلس او پر شمع کوں ہوائے
 صدقمہ نبی قطب پیا یا بڑی پساری ^{میری} پیالہ پلا پیاریاں پیاروں ستیں پلائے
 کے

(۷)

شبِ برات خوشی شادیوں کیا روشن ^{دل چراغ} موالیاں کا ہوا جیو کا دیار روشن
 شبِ برات روزی کا برات پھر لایا ^{لایا} پیا کا کھ کا عرق دیکھ مے پیار روشن

شب برات دکھاوے برسوں یک نش جو
بھٹنواں ہلال تھن من ہے ہو جی روشن
چندر جو تارا اجالا پڑیا ہے لگناں میں ۴۵۔
چاند کی روشنی آسماں
نکی کے جھاڑتے جھڑتے ہیں دھوئیں کے پھول
نہیں ہوائی تھے ہوتا ہے سب ہوا روشن
سیاہ بچن کے بھلاں اگلے نہیں سدا روشن
پھولوں کے مقابل
دندیاں کے سینے پھوئیں تو ترخیں جوں بھانکا
اور مثل
خدا معانی کو فتح و ظفر دیار روشن
(ق)

(۸)

شب رات آکیا ہے سب جگ کے مائیں روشن
شبرات
جوں نور موسوی تھے روشن ہوا ہے امین
جھلکاؤ آب مکھ کا دکھلاک عشا شفاں کے
نیاں کے تیں کیا ہے اُس نور سیتے گلشن
آنکھوں کو
خوباں کے زلف سیتے نبت ہے اس رین کوں
رات کو
تو اُس کوں سوہتا ہے سب تن پہ نور ابھرن
اللہ زیب ویتا

اُس کے سوناب تھے ہے مہتاب کا اُجالا

اُس جوت تھے ہے روشن چندر جوتان درین

بھڑتے ہیں پھول گلریزاں کی سبھی سنسی تھے

تو چند سورج، تارے اُس تائیں کھولے دامن

ہلے چاند سورج

اس عید کے ہوس تھے دھڑکتے رہے ہوائی

سے زمین

نیہرہ کا ہوا پس میں تو دے ہوا کون تن من

مجت

صدقے نبی کے قطباً جم جم نشی اندسوں

لک سال اچھے کہ اُس تھے ہے عیش شمع روشن

(ج)

لاکھ لاکھ ہے (کک، کک، کک)

(۹)

نکھ جوت سوں چند رکھیاں شبرات کوں جھمکائے ہیں

۴۶۰

چندر سورج، تارے دیکھتے نہ جھلک کوں جھلکائے ہیں

رات کی

چاند

ہر ایک دھن ہر ایک کدھن، پین نوتن کے ابرہن
 ایک عورت ^{یہن} پی مددن جھک کا بدن، شہ پگ چمن کوں آئے ہیں ^{باس}
 کھٹھن ^{نٹ} شتاب کے رنگ آب کوں، اقباب جوں ات تاب سوں
 دکھلائے کر متباب کوں، بے تاب کر پگلائے ہیں
 سو دھن لٹاکے جب جھلک، دونو اک کے سو مہک ^{حین}
 مہکیا فلک پر تھے ملک، بے سد ہو ملک لک آئے ہیں ^{زلفوں}
 چھاتی اُپر چھاتی سند رُلٹ یا م بھر کچ کس بھتر ^{لاکھ لاکھ کی تعداد میں}
 جبانے مگر کالے ابر ^{زلف} ڈونگر پہ چڑنے آئے ہیں
 متباب دھن رخا رہے، گلریز گل کا بار ہے ^{عورت کا}
 دُوبھوں سو حاجب بار ہے، سیکس پہ یک چل آئے ہیں
 قطب زماں حکم رواں، تیل جاو داں ہے یو جہاں ^{یک}
 امن واماں سوں کر علی جو تھے حکم یوں لائے ہیں ^{جو (منا) اسطرح}

(۱۰)

عشقِ شبرات سر تھے دھن کری رے
 میں پھر سے عورت
 عجب اُس دھن کے کھپر ہے تجلی
 ہوایاں سوکے بنگڑیاں چکران جس
 خطِ سبز
 نینِ مستی کے گلریزاں سو بھر کر
 پھلی ناسک جھکنے تھے ہے شبرات
 ہمار کی سے
 لڑاں موتیاں کیا جتنے کیاں جھیداں
 تیرے پگ دیکھ دھرتی کھلبلی دھن
 قدم زمین لے حسین
 نشانی گال تج مشرق و مغرب
 تیرے
 ترا صورت عطا د کیا لکھے گا
 عشق کے نوبہار کی توں کلی ہے
 نینِ منتاب سیتے دن کری رے
 آنکھ کے سے
 ہلا لاں تن رتن روشن کری رے
 گھڑیاں بازیاں سواچ بن کری رے
 اپنا
 نلی طاوس چاک چو من کری رے
 دھرت کوں آج نہ جگھن کری رے
 زمین کو جو آج کی رات مثل آسمان
 تو جھیداں تھے جگت دین کری رے
 سے دنیا کو آئینہ
 گلن کوں پگ منے پیچن کری رے
 آسمان کو قدم میں
 بنداں خوے تار کی سر پر کری رے
 بوند پسینے کے
 تو قدرت سیتے تن ابرن کری رے
 سے جسم پر لباس
 پھلاں امریت کے جو بن کری رے
 میوہ آبِ حیات

خدا بن کس نہیں ڈرتی ہے کھینچو نی
کے بغیر کسی ہے (کوتلی)

جکچ کہنے کا تھا سو میں تو کہیا
جو کچھ

نبی صدقہ قطب شاہ کوں بھولا کر
دیوانہ بنا کر

تو سب ناریاں میں اپ جتن کری ہے

حسینوں اپنے لئے محفوظ کر لی (ج)



ملالِ عید

(۹)

عیدِ رمضان

جگ کہتے آج کھن پر دیکھے ہلال ساقی ^{عالم (مخلوق) آسمان}
 چمک جائیں دیکھ شفق رنگ شیم سوج قعہ
 نوری ورق پہ لکھا خمارِ سپنج ^{میرا تیرا}
 یک ماہ تھے مراد لالونیاں لگن کوں ^{آسمان}
 تم شمال ابر شفق رنگ کے اوڑا پغل تھے ^{آپنے آسمان}
 بھر بھر پیالے بھر بھر دواں پور کر کر
 گالان جو گل خاں کے لالاں کن کوں چہ نہر
 نابات شیر خرم اپنے شکر ادھر دھر ^{ہو نہیں رکھ کر}
 سن سن کیاں کہ سوراں چاند ^{سوج چاند}
 مے شرع میں منا ہے کر محبت نہ کے تہوں ^{منع کہے اسلئے}

۴۸۰

سونئیں ہلال میرے مہر کی مثال ساقی
 پڑیا ہے کھن پہ پر کر کر منج نہال ساقی ^{آسمان مجھے}
 انگور کی کنواری سوں دے صال ساقی
 دھنڈ نو چند پیالہ پایا ایتال ساقی ^{اب دھونڈہ نئے چاند کا}
 دیتا صبرے ثریا دیکھ ج اتال ساقی ^{مجھے اب}
 مے سوں ملا کہ دیتا لب کا زلال ساقی
 پھرتا لیکر گیل میں پیالہ گلال ساقی
 کیوں روزے رکھتے سکیاں کر کر تول ساقی
 جو پوچھتا ہے مے دے سٹ یو خیال ساقی ^{ہلال}
 دے بوسے لب نمک سوں گمے حلال ساقی

صدقہ نبی علی کے ہے ملت تھے قطبا ۴۹۰ تیس پر دیا تو ہے لب ہاں اب سنبھال ساقی
 اکے علاوہ شراب لب (ج)

(۲)

چند عین عیدی بشارت دکھایا
 چاند
 ادھر کی گھر کوں کُف تھا سو کُرا
 پرٹ شراب قفل
 چھپی تھی سو یک ماہ مد کی چھیلی
 ایک مہینہ تک شراب
 صراحی سر و سوسانی چھنداں سوں
 کردں سو یک چت سوں مد پیر کامیں
 دل سے پریشان
 محل نبی فیض تھے عید آکر
 =

بھنواں سستی ساقی اشارت دکھایا
 سو کئی کبلی کھل دل عمارت دکھایا
 کو بجی کھولکر
 مشاطا ہو عید انگارت دکھایا
 پیالے دن موج آرت دکھایا
 کہ میخانہ کا منج اجارت دکھایا
 مجھے اجارہ
 محمد قطب کوں صدارت دکھایا
 (ج)

(۳)

آیا ہے عید کا چند پھر چرخ بام ساقی
 چاند
 مد عیش تھے پیاتے ات روشنی دیا ہے
 =

لیا یا ہے آج کی نس خوشیاں پیام ساقی
 لایا
 بالا سو خم کیا ہے لے توں سلام ساقی

دن تیس کے ہلالی لیا سر بکام ساقی

پیسے ملن بلا آب آیا ہنگام ساقی

اپن منے لے ہیں بھر بھر دے جام ساقی

لے خر قے طاعتاں کے دے توں ام ساقی

مد پی ہوئے ہیں ماتے متاں تمام ساقی

مد جام دے ہمن سب بھر بھر مدام ساقی

اپ پیار ترضی تھے انیٹیا نام ساقی

سے حال ہوا انعام (ج)

بھر عیش کی پیائی دے منجکوں تو آلی

عشرت منجے دلا اب جوں خضر جم جلاب

متوال سب ملے ہیں جوں پھل چن کھلے ہیں

دل لبد زامداں کے صوفی و عابدان کے

پیالے پیٹے پلاتے بھر بھر احبال لیا تے

کھلے ہیں بھل چن سب رنگیں ہو ہیں تن

قوتیا کوں اخدا تھے صدقے موٹھے تھے

(۴)

چند اکھ پنچواں ریکھ لگایا جیوں نو چند

سبھی لوگ نچھا دیکھے سپایا جیوں نو چند

یہی روز کھلاو گادی سپایا جیوں نو چند

نخشا بالا نواز کرا آیا جیوں نو چند

نکھار کیہ اُپریم بدل یوں کھن چھائے

خدایا توں نکھا دیکھ چنداوشٹ دکھا ہوج

اچل چیر چھنا لالیں مکھ پہ چند روکھ بدل کون لے میں جھل مل ہو سہایا جیوں نو چند

ہوارات اندھاری میں پھل جوت جگت مانے ۱۰۔ کہیں لوگ دیکھو دیکھو او آ یا جیوں نو چند

انم لوگ چرن سیں لگاویں سکھت چند سو میں پاؤں پڑیا رکھ دھایا جیوں نو چند

معافی سو نکھار یکھ ہوا قبلہ منا تو کو اماں کی دعا میں میں پایا جیوں نو چند

(ق)

۵

نس عید بلوہ گر ہو گئے دن صیام قاتی نو چند سے ساغراں میں بھرے ملام ساقی

زہد ریا تھے بھو دن بدنام ہو رہا ہوں بیالے پلا پریم کے کرنیک نام ساقی

مستی تھے اپ صراحی کرتی تھی کشتی نت کرتی ہے جام کوں اب ہر دم سلام ساقی

تین آویں کی خماری توڑن کے تائیں غلو کم کم نہ کرتوں دم دم بھر چھو جام ساقی

صدقہ نبی قطب کوں ان پیریا ہے مہورا کو حائل ہوا

کوثر تھے ساغراں پیرا صدقے امام ساقی

(ج)

حائل ہوا

سے

(۶)

ابرو کا اٹم رکھ سو عیدی کا شر ہے
 عیدی کا سدا کر ادا کر نہ کہو کوئی
 سورج کا پیلا سجن ہست میں ہے بھر
 یا خضر قلیح ہے سجنارت کا پیلا
 عیدی کے دماے طبلاں تختہ جگت میں
 سچ خیال ہم دل میں بنے جب تھو حیا لو
 اب باز من ناؤں نیچھیں کی شر ہے
 عالم منے و دوک لقا مردک خر ہے
 او چند و کھت منج میں غلامی کا شر ہے
 چاند بیکتر جھگڑے پھر میں خسیر ہے
 کد بھی تو تہی ناہیں کون ستر اثر ہے
 یادست کی تاثیر یا عیسیٰ سا بشر ہے
 ججام منے پھو کی نظر تھے سرا بھر ہے
 پیچن گھنکر و ناو کے گرجن سوانہر ہے
 افش ہم دل کے نین جیو میں بصر ہے
 اب باز من ناؤں نیچھیں کی شر ہے
 عالم منے و دوک لقا مردک خر ہے

شوال کا چند آیا مبارک مونس قطب^ل
چاند
آئند کا سر پہیو کہ خوشیاں کی خبر ہے
شراب (ق-ج)

(۷)

انبر سدر میں بنی نوا چند کا ٹایا عبید
آسمان کے سمندر نئے چاند
سو عشرت ہو رانند نیاں پکڑے حد لیا عبید
اور میں نہ لایا

گلگن کا ہے محل بن تھام ہو رہن طاق بندے کر
اسمان بے ستون اور بے باندھ
نوا چند روجر کا طاق بندے سو بند ہا عبید
نیا چاند

سکل متاں دیکھت تہس کوں شکر کا سجدہ کرنا کر
سب دیکھ کر ا

نوا چند کا نوا محراب اسماں پر دکھایا عبید
۵۳۔ نئے چاند نیا

گلگن گج کا نوا چند وانت ہے تہس کج اُپر حر کر
آسمان ہاتھی نیا چاند اوپر چڑھ کر

خوشیاں کے فوج سوں شہ گھر منے مہمانی آیا عبید
میں کے ساتھ

جو خنخانہ کوں ہوندا تھا روزیاں کے قفل کرساقتی
بند کیا روزہ

نواچند کسی سوں خنخانے کوں سر تھے کھلایا عید
نئے چاند کی گونجی سے چھر سے
رجھانے شاہ کے من کوں انند ہویش کے راگا
دل اور

نواچند کا چنگ لے چنگ میں چھند لوبجایا عید
نئے چاند
جنت بن میں کھلین جوں محل کلیاں حمت کے شبنم تھے
کے باغ جسطرح پھول کی کلیاں

سکیاں گل لاگ ادھر کلیاں کوں مدد تیں کھلایا عید
گلے لگ کر ہونٹ کی کلیوں کو شراب سے
نبی صدقے قطب کے دشمنوں کوں کاٹنے گھسن جوں
گھاس کی طرح

نواچند کا بلی خنجر پکڑ کر مرست میں آیا عید
نئے چاند کا ہاتھ
(ج)

(۸)

اُس ابراہاں کوں سجد کیا مئے صالِ عید
ان
خوشید مکھ اُپر د سے ابرو ہلالِ عید
نچ نظر آئے
خرم خوشیاں سوں شہوے کی سیوا بھری مری
ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلالِ عید

نثر بت پلا او صر سیتے کھلیا گال عید
ہونٹ سے

خنٹری کی کتواں کروایا ہے لال عید

جون بھٹی چڑاؤ کہ پایا زلال عید

پھولاں پھولاں پنجابے اُتم نہال عید
کی بھٹی چڑاؤ

پکاں کے تیراں ستی پھنکایا بجال عید

تو حسن بھاریں سہے سوکے کا ڈھال عید

تیرے بہار زیب خط تر

نچ بار کے کندن تھے سولیا یا مال عید
تیرے سونے سے لایا

پیاریاں پریاں ماوے اُپرا و مال عید
وہ

تج خندہ کا شکر دے مجھے نثر خر میں

تو اپنے لیا یا شراب گھر تھے پون عید کا خبر

لایا بیخان سے ہوا

طرے کے لال تار یا تھے تو ما شراب لال

سے پینکٹا میں

دو یاں کے بیج پیرتا ہوں میں مونٹ باغ

رستم نہ کھینچ سکے تے بھون کمان کوں

مکھ پر مکھ چڑانے کر مکھ کا گت منے

ماچیں وچیں چارے چھنداں میں تھو ہارے

سنانے ازل تھے منج یہ لگن رنگ کا چھتر

سے مجھ آسانی

صد تے نبی کے سو چند رتا اچھے لگن

جیتک ہے آسان

پیت میت سوں قطب کرو لاکھ سال عید
لاکھ

(۹)

ساقی ہو عیدِ آیادیکھ خیال موہنیاں کے

مے لیا کر نے نیناں متوال موہنیاں کے

لایا آنجھیں متوال

شیر خرمائے قندِ بدماں پستے، جیواں ملا کر

صنعت سوں کیتا صانع لبِ لال موہنیاں کے
کے ساتھ کرتا

دھل کانوں تھے گلائی گا لاں پہ لال لالی

لینگے چھنداں میں موتیاں اتھ دھال موہنیاں کے

کیوں رشک میں آویں دیکھ عاشقانِ رقیباں

ہو جھلنے جو بناں پر کسٹھ مال موہنیاں کے
ہار

۵۵.

لکھ لکھ اک سرک سٹ دیکھائے فن میں تلِ

لاکھ زلفیں پیچ چکن ڈالکر

تو سٹے خیال پسکھی دیکھ خال موہنیاں کے

گر تھارہوں کہ پرند

سُلوہ سنگار کر سب جب لٹکتیاں موہنیاں

سن ناوریج آئے ^{ناز سے چلتی ہیں} خلخال موہنیاں کے

آواز

جگ میں چلیں لٹکتے ات چیا تو رانی سوں مو

کبکاں ہنساں گیسنداں ^{چاتری شوخی} سکھ چال موہنیاں کے

یکہ کر

صدقہ نبی کے قطبے لال لال پیالے

بھر پیولے پیالے کر لال موہنیاں کے

(ج)

پی

(۱۰)

اس انداں سوں کریں خواہاں اند

کرتے ہیں تس رنگ تھے متاں اند

عاشقاں کوں نقل اوادھراں اند

جب دُلہیں چھپ سوں کریں چمن ^{ہوٹ} اند

عید سیوی لیا نیا خوشیاں اند

رنگ بھریاں کسوت کیاں بہوزنگ ^{لایا} اند

دیتے ہیں ساتی عروساں چھند ^{بہت} کے

سرو نمنے باغ و بستاں میں سکیاں ^{کی طرح}

شاہ کے مکہ سور تھے پایاں ہیں سب ^{رخ آفتاب جیسے سے}
 چند تھے جوتائے تہوں ناریاں اند ^{چاند سے جھٹک}
 تاج ہوتا ہے سداے خوان عید ۵۶۰ ^{تیری عیدی تھے کریں شاہاں اند}
 نگہ زیب تیا ^{تھیں}

قطب شاہ داہم علی کا داس ہے

جم کریں ش عید تھے عید ایں اند ^{چند}

(ج)

(۱۱)

روزیاں کا عید آیا ہے بھوچاؤ ہو رہو مان سوں ^{روزوں}

ساقی پلا مد عیش کا اپ حسن کے پرمان سوں ^{بہت اور بہت}

منج مائیں مد کا شیریں ہو رُس میں خرا ہونٹ کا ^{اپنے}

نایات اپ بو سے کا دے اے شہ پری ات گیا سوں ^{میرے لئے}

مدخانہ عشرت کا کھلیا بہت اپون آند کا ^{اپنے}

خوش بھید ہے مل پیو ناں مد جیو کے جانان سوں ^{ہوا}

پینا ^{شراب}

سکیاں سنگاریاں ہیں اس پر عشق کے رنگاں ستیں
 اُس کے بڑے ہیں بھاگ جس کوں شہِ منگے دل جا سوں
 عید آگے کھجکاٹیا اب چونپ دل میں لائیا
 سنگار میں اُچھائییا، ناریاں ملیاں سو جان سوں
 گن عید کا گاتیاں سکیاں پیورپ کیا راتیاں سکیاں
 سائیں کے من بھاتیاں سکیاں ماتیاں میں پودھیا سوں
 صدقہ نبی کے قطب شہ کوں عید سکھ دن اون اچھے
 جب لگ چندا ہو رو رہے ہے عیش حج فرمان سوں
 چاند اور سورج میرے سے (ق)

بسم الله الرحمن الرحيم

(۱)

خبر بکرید خوشیاں سیتیں میرے نامیں لیا یہ
 خوشیوں کے ساتھ لئے لایا

خوشیاں اوپر تھے فُتر بانی ہونے بکرید لیا ہے

اے مجلس عید دیکھت عیش ہو خوشیاں سنیں دایم
 یہ کی دیکھ کر اور سے

انداں راگ کوں آلاپ کر ہو گن سنایا ہے
 بہت

گلا لی پھول منج مجلس تھے رنگ پا کر سہاڑے میں
 میری سے

کہ ساقی اپنی پیالے کو مد سے منج رجھایا ہے
 اپنی آنکھ کے سے شراب بکرید مجھے

سہیلیاں اپ سنواریاں ہیں پر کم کوٹ کے رنگاں ہو
 خود کو بار محبت سے

کہ بکرید آ کے سب جگ میں طبل عشرت بجایا ہے

سکلیاں منج متی کیاں مہیاں عشق کا کھیل منج سہتا
 میری کی ماتی مجھے زیب دیتا

جگت اے عشق کوں دیکھت اچن بھا ہو لہجایا ہے
 اس

منجے چونکہ صراندان ہو رختیاں کا گر جناب سے

نہجے چاروں طرف اور

تو مستی عید کا سرِ گِک پہ رکھ موئن منایا ہے
میرؔ دل کو قدم

نبی صدقے قطب کوں ہے جم عیدستانہ

زیرِ بزمِ بزم

کہ میرے میں اُپر دایم حیرتِ شاہی سہایا ہے
(ق)

(۲)

خوشی خیراں سنا یا عید بکرید	کہ قرباں ہونے آیا عید بکرید
کھٹکنا مرغ دل کے بوتلاتیں	طربِ مطرب کوں لیا یا عید بکرید
نگہ غزیاں کھینچا منج کو ساقی	اپن سُد گنوا یا عید بکرید
خدا یا کعبہ مقصود دکھلا	دلیل رہ دکھایا عید بکرید
نہ کر غصہ شکایت عشقِ نیتھیں	خرم دکھ میں بنیا یا عید بکرید
جکوئی ہے عشق میں ثابت قدم او	پر ت میں اُس جھایا عید بکرید
جو کوئی	عشق اے

معانی کے بچے تھے رگل

مہراک گل تھے سہا یا عید بکرید

(ق)

(۳)

ہوید ابھی ہوا جوں جان بکرید	کیا سب جگ کوں آبادان بکرید
چھٹے شہ کے دندیا تھے جگ میں سکوں	کیا ہے شاہ پر قربان بکرید
جنت میکی سوا الوں نعمتاں میں	کیا تازہ جگت کا جان بکرید
ہوا جھر پور جگ کا مین ہو مین	پچھایا ہر طرف پوخوان بکرید
خبر لیا یا کہ حق شہ کوں دلایا	حیات و نجات جاویدان بکرید
بھراے بزم ساقیاں مدد لیا	کہ ہے مستان کا مہمان بکرید

نبی صدقے قطب لک برس جی تو

کہ تج تھے پائے نت جیوان بکرید

(ج)

(۴)

اتم بکریہ آیا جگ ہوا خوش اپنے من میاے

دل میں

۵۹۰ گھرے گھر عید ہووے آج سارے ترخون میاے
ہر گھر میں تینوں عالم میں

سکل غلمان ہو ر حوراں ملک اس عید یوں خوش ہو

بھرائے آج دن مجلس خوشیاں کی سرگ بن میاے

جنت کے چمن میں

چندر بھر پھول تاریاں کی رنگیلی اوڑے چادر

چاند

لگایں سنے کنک غنبر لگا ڈولنے کوں کھن میاے

آسمان میں

کرن زرتار کی پرین سوچ پن دور دھلکا کر

شاعوں کی پیہن پیہن کر

ادک جھلکار سوں نکلیا جھلک نوری برن میاے

خوب منور ہو کر نکلا جسم میں

ہیلیاں آج یوں شہ کیاں رنگی کسوت میں ہیلیاں ہیں

کہیا رنگ رنگ کھلے ہیں پھول چنناں کے چمن میاے

میں

کے

اُلا لیا ہوں جو انی کے تِلّ شہ سوں رلیاں آنے
 نے بادشاہ کیا تو عیش کرنے کیلئے
 کوہِ مالک چھیند بند تِلّ تین کے یک سین میا نے
 ہر گز نہ لئے
 مدن کا مے پلا شہ کوں چمن کی چپا کنی دے دے
 بوسہ لذت دے دے کر
 اوک متوال کر شہ کوں کیاں خوش مے مدن میا نے
 پون عشرت سہا و ابو لطافت شاہ کا دیکھت
 دیکھ کر
 ملک حوراں چند سورج رہے کم ہوا پین میا نے
 ہوا
 بنی صدقے قطب شہ کوں دعا نچن کی ہے داہم
 چاند
 توت آند سوں کرتا ہے شاہی سب دکن میا نے
 ہمیشہ اطمینان سے
 میں (ج)

(۵)

شہا بکرید ہے سالمِ دیر یکن تج پہ قریاں ہے
 دھرت خوشدل لگن خوشحال بگ شاد خندان ہے
 زمین آسمان عالم

توں ابراہیم کا فرزند تھے تھے دوستاں سوں مل
تو ابراہیم قلی قطب شاہ تھے اور تھے کے ساتھ

جو اسمعیل کوں خفی پیار سوں دایم نگہ واں ہے
۴۰۰ سے

علی کا باگ توں تھج جھل جھلا ہورھا ہورڈر تھے
شیر تو تیری جلال یا عجب اور سے

گلن کے باک کوں تھج پر کیا میخ قرباں ہے
آسمان شیر (اسد) کو تھج پر سے

خدا تھج کوں دیا عیدی یونہی دستان سالم کوں
تھج سے

تو دن پردن قیامت لک ملک تیرا اباداں سے
روز بروز تک

جلوی تھج سات یک چت نہیں دشمن ہر حمل کا
جو کوئی تیرے ساتھ دل

جو دشمن ہے حمل کا سدا خوار ہور پر ثیاں سے
اور

تو موسیٰ تھج کھرگ موسیٰ عصا تھج کھ بید بیضا
تو تیرا تلوار کا تیرا چو

توں عبثی تھج ترنگ ہے سور ہور آسمان میدان سے
تو تیرا گھوڑا سوچ اور

ہے جم داودی الحال تھج بزم میں تھج بزم میں جم جم (۹)
تیرا (داود دے ۹)

انداں پرانداں پرانداں پرانداں ہے

و یا حق نچ حکم تل سب پری ہو رو دیو خوش و طیر
تیرے کئے تلے اور

سو جن ہو راس عنصر چار و سا چاتوں سلیمان ہے
سچا تو اور

ستیا تیر اکھر گ دشمن یہ پر تو تو رگت میں نے
ڈالے تلوار خون میں

ہو اد دشمن کاتن سب جو عتیق ہو رل مر جاں ہے
اور شل

و عا کرتے اُسے سب جگ جگوئی تیرا دعا گو ہے
جو کوئی

تنہا کرتے اُسے عالم جگوئی تیرا شن خواں ہے
جو کوئی

نبی صدقے خوشی گھر گھر اندی ٹھار ٹھار اے قطب
اطمینان جگہ جگہ

ترے گھر میں ہزاراں سال لک بکرید مہاں ہے
(ج) نمک

۶

دن آج کی بکرید کا سب جگت میں رجمان ہے

۶۱۰

گھر گھر خوشیاں عیشاں اند مہمان پر مہمان ہے

ریگاں بدل سیخاں سہیں تارے لکے لذت بھرے

کڑول چنڈا سوچ ^{بادل} اگن کا نور سو اسماں ہے ^{چاند} اگ

بادل سے سفرے کے اُپر جوڑے جنت کیاں نعمتیں

سو اس کندوری کوں کھیت ترلوک سب حیران ہے ^{دیکھنے یاد دلکھ}

یو عید قربانی اپنے قرباں ہوئی ہیلیاں اُپر

تو اس سبب اس عید کوں سب جگ میں اتا مان ہے ^{اتنا}

یا مہنیاں سنگار کر پھرتیاں لنگنتاں دھرت پر ^{پھرتی ہیں ملک کیاتھ زمین}

یا کھن اُپر تارے سہیں یا کھلیاں بستان ہے ^{آسمان} زیب دیں

کوئی گاتی کوئی آلائی کوئی ہنستی کوئی ناچستی

کوئی پیتی کوئی پیلاتی کوئی سُرخش کوئی متان ہے

صدقے نبی کے قطب کوں قائم اچھوٹا ہی اند

جب لگ دریا میں نیر و نور انبر اُپر چند بھان ہے ^{پانی اور آسمان} چاند سوچ ^{تیک}

(۷)

سنگار کر اضحیٰ چلے سو نور انواراں بھسے

پھل سور طو کن لگا تر جگ میں جھلکاراں بھرے

خوش عید عشرت شہ کے گھر لباے دیکھ ^{سج} ^{لائے} ^{بائت} ^{بائت} لیکر

لاگل گلے لامشک عسبر جو بہیر تہکاراں بھرے

مے لب توں لبدائے میں لے لوسے پھل بھانے میں لے

مدھیالے میخانے میں لے چو طرف میخواراں بھرے

چندر کھیاں پی جام اول تارے لیا ^{شراب} ^{نفا} ^{نفا} ل

مست ہو پھریں یوش اگل سواراں کل جو بھاراں بھرے

کے سامنے سورجوں جھٹکے

تو قطب گھن زرش ہو کر طبلے سورج رکھ چرخ پڑے

آسمان

کرناں سے تاراں کھینچ کر ساریاں میں زرتاراں بھرے

ساڑیوں

شاعروں

ہیوسات کیاں ہوائے ہیوسات قرباں ہوائے
 پیائے ساتھ خود ہی کے ساتھ خود

تسلیم کر اسمعیل اپنے تو حم گلے ہاراں بھرے
 خود

حضرت نبی صدقہ تھے بن یا قطب کیتا یوغل
 سے نکلتا

آنند سوسن لاعید گل کے پر گہریاراں بھرے
 (ج) (۹)

(۸)

آنند علم آچا یا صلوات بر محمد
 خوشی کا بلند کیا

دوہی مراد یا صلوات بر محمد

منج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمد

جبریل ورد لایا صلوات بر محمد

حیدر لایا صلوات بر محمد

دکھ آگ میں جھونایا صلوات بر محمد
 دکھ کی بھنایا

بکرید عید آ یا صلوات بر محمد

جیسے مراد میرادل میں جو تھی خدا تھے
 جو کچھ سے

بارہ امام پنج تن کا ہر جسم ہما ہو

میری خوشیاں کی بیلاں کھن منند ویر ڈوکر
 آسمان چڑھیں کرے

یک نصیان ایک چت سول ہو جو میرا

وندیاں کی ذات کوں ریت دھیر یو یو کرے
 دشمنوں ایک طرح سے

صدقے نبی کے قطب یا خاں محل میانے

۶۳۰

عشرت پکڑ بسا یا صلوات بر محمد

(ج)

(۹)

عشرت کے پھولاں کا یون لیا یا بنت بکرید سوں
سب نگ بھریاں کے من کے سین بھیا یا بنت بکرید سوں
دل کے لئے

اس باں کی مچھل کار سوں آیا بہار اس جاگے منے

آنند پھل جگ باغ او پر چھیا یا بنت بکرید سوں

کے پھول کے

سب بن ہر انبر من پھولاں تارے کھل ہے

تاروں کی طرح

اسان کی طرح

نہرہ سوں منگل ساز کر گیا یا بنت بکرید سوں

کھلتی کلیاں کے ہونٹ ملتے ہیں جو نازک بھید سوں

کرنے صفت شہ کھیل کا آیا یا بنت بکرید سوں

کے لئے کے

سند رکیاں پر رنگ شہ میلے تو آنکھ تل لوں دے
 آنکھ کا تل اسطرح نظر آتی ہے
 سوچ ستاریاں پر کرن بایا بنت بکریوں

عشرت بدل امرت چونی چھڑ کیا ہماری بزمیا
 کہ بادل آجیات کی پھوار چھڑ کا
 منج دل چین میں سکھ برگ لایا بنت بکریوں

یک ٹھار مل آئے بنت بکریہ حضرت دشت تھے
 جگہ کا نظر سے
 قطب زماں آنند سکھ پایا بنت بکریوں
 (قا)

نور فانی

(۱)

نورانی نوروز نوراں سوں آیا محل حسب حالان محضرتے مٹھایا
 جگ جگ جو جگ میں و جھل کا زخم جھم چمن جوگ چند من جگ بجایا
 م مد ہر مد مستی میا سوں منو ہر ملن من کی مجلس میں منہ منڈایا
 ک کدم کر سو تو گنم کلا کر کنٹی کو بیاں کا منا گن گوا یا
 ہ ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا ہوس سوں ہری بن ہزاراں ہلایا
 س سہیلیاں ہاتاں میں ہاتاں ہلایا سہیا صفت سارے شریا سہلایا
 ق قریب قریب قطب شاہ قدر قدر سوں قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا

(ج)

(۲)

نوا نوروز نورنگ جوں کلیاں کلیاں کھلایا ہے
 بند ناریاں کوں چل خیریاں کیل کنچو کیا ملایا ہے

نہرنگے پھل پر پائے نہم سوں دھولائے بھر گلہلی تس
نورنگے پھول

سبز رنگی نہالاں نورنگیاں ہست دے پلایا ہے
ہاتھ میں دیکر

دیسر جوں ناریاں تھیل تھلاں ناریاں کی نہر گس پر
نورنگے پھول

پریم دے پر ملاں دے تن کوں جیواں دے جلایا ہے
روح دیکر

ترقائے طراوت سوں گل گلال ناریاں کوں
ستے

بنداون تافتی ہریئے اُپر پھولاں پھلایا ہے

بھونر پھولاں کے پچھڑی میں کالاجوں کے کوئل ہو
نیل

ہری ڈالاں اُپر پھر پھر سندر پھل کر جلایا ہے

چلانے تھے بھونر کے بھرے سرون ہمن کر کہ

کلیاں کھ موڑیاں سوں پھر خدایکج بلایا ہے

کچیاں کوئلیاں کوئلیاں ناریاں کلیاں کوں نور آیا
کچیاں کوئلیاں کوئلیاں ناریاں کلیاں کوں نور آیا

مجل صدقے قطبیا کوں انداں سوں ملایا ہے

(۳)

سہرے نوروز بشارت لے خوشیاں سو یوں گھر آئے
پھر سے ^{اس طرح} کی
تو حمل برج میں اپنا سو شرف غم دکھاے

مواہداں کے اندھ پھول چمن من میں کھلے ہیں
میری ^{دل}
گھنڈروال بال پیالے منے مد بھر کے پلاوے
میں

سبز صورت سو بزر باغ میں سہنتی گھن انجل سوں
آسمان کے

کوکلاں ناد سوں چوندھر کھینچنی پیاری بچاؤے
کویلوں کی طرح ^{کھینچنی کبھی}

چنگ کرتا ہے پیالے و صراحی کوں سلاماں

روم تاراں ستیں مطرباے چنگ چنگ بجاؤے
خود

سروق ساقی جو نبیا دکرے ناچن کی

پیریاں حراں ستیں ملکر مری راگان ستیں گامے
نہانے

آئی منظر نگارن ہونگاری پری سائیں
 قدرت اس ہونٹ مٹھائی تو نبات اس کیاں کھلاوے ^{میری} کے لئے

نئی صدقہ قطب ایسی کرے نوروز رنگینی

آپ کو شریخ حضرت کے ہتھوں منج کوں پلاوے
 ہاتھوں سے مجھ



بِسْمِ

(۱)

بنت کھلیں غش کی آپسار
تمیں میں چاندین جون تارا
نچل کندن کئے تاراں انک جھونا ۴۶۰
بندی ہوں چھند بندوں کرنگارا
بنت کھلیں ہمیں ہو راجا یوں
کہ اسماں رنگ شفق پایا ہے سارا
شفق رنگ جھینے میں تارے گٹ جوں
سرج کرنا من زرتار تارا
پیاپک پر ملا کر لیا فی پیاری
بنت کھلی ہو رنگ رنگ نگارا
جون کے توفخا لے رنگ من بھر
سور و ماروم چر کیا لائے دھارا
بھکی چولی میں بھینٹن نشانی
عجب سورج میں ہے کیوں نہ کوٹھارا
بنت و نت جھد کو کندن گال اوپر
بھولا یا آگ کیسر کی ہسارا

بہار

نبی صدقے بنت کھلیا قطب شاہ

رنگیلا ہو رہیا ترک سارا

رہا عالم (ج)

(۲)

پیارے بنت کا ہوا آئیا
 سکیاں تن مشک زعفران لائی
 آنی
 (کرم خوردہ)

۶۰۰ کہ جیو اس تھے حیون کا رس پائی
 کہ چوند صر ہر یا رنگ ہوا چھائی
 چاروں طرف ہر کی
 (ج)

(۳)
 کہ کوئل پریم ناوا پنا سنایا
 (کرم خوردہ)

نرس مور آواز جگ کوں جھایا
 (ج)

گلالی رنگاں کے بڑ بہن سوں
 چھیلیا زنگیلیا کے قد پڑہایا
 بہت طریقہ سے
 رتن میگھ برسن عجائب دکھایا
 موتی کی بارش برسر

(ج)

(۴)

بنت آیا سکی جوں لال کالا
 کسم چولا

پسپہا گاؤ متا رہے میٹھے بنیاں
 مدھر رس دے اودھر پھل کا پیالا
 ہونٹ پھل جیسے

پیاری ہو رہیامیت میں مہبت کے
 اور ہاتھ ہاتھ
 کتنی کویل سرس ناداں نافر
 سرون میں نہڈیں گل چول مالا
 تنن تنن تنن تنن تنن تنن تنن تنن
 گرج بادل تھے داؤر گیت گاؤ
 کویل کو کے سو پھل بن کے خیالا
 سدا سیوا کر میں ایسی گائیں ۶۸۰
 وَلَدَر دَوْر کر کرنا نہ ہالا
 نبی صدقہ ہوا قطبا تر اجنت
 دندیاں سینے میں سستا دکھ بھالا
 نہال
 دشمنوں

(ج)

(۵)

پیاری کے مکھ میانے کھیلیا بنت
 بنت باس چین کے چٹری بند
 جواہر کے لہراں سول آیا بنت
 جین حوض میں تنن رنگ بھرے
 پھولاں حوض تھو چر کے چھڑکا بنت
 رنگانید میانک بندے گلری
 جواہر کے لہراں سول آیا بنت
 نئی بالی کوئی کدم میں بیجھے
 پرت پیالے بھر بھر پلایا بنت
 محبت کے

بنت کی خماری تین میں بھری ہٹو لے مین دل ڈلایا بنت

نئی صدقے میں ہوں مجھ غلام نوی رت سیتی رت ملایا بنت

(ق)

(۶)

او منگاں سوں بنت آیا نورانی کر باں کسوت سکیاں سب آروسانی

بنت کے پھل کھلے ہیں اپ رنگیلے ۶۰ ہوا حیران دیکھ اس تائیں مانی

گنتل کے جھوٹے سہتے ہیں او مکھ پر کہ جو پھل پر ڈلے جھونر اسو گیسانی

جڑت چرکیاں شہ پہ بنت جب پلاوے نہہہ مدتب شہ کی میانی

کوہک کو بن بنت کے راگ گائی کہ پائی ہے اس رت میں مسک شانی

ہوا آکر صفا پھل بن کوں توں دے کہ دکھ او نقش ہوئے حیران مانی

نئی صدقے قطب شہ تائیں جم جم کے لئے

سہاویں رنگ بھے حُناں سہانی

(ج)

(۷)

شاہ کے مندر سحوت کا خبر لیا یا بنت

نیں پتلیاں کے چین میں پھول پھل لیا یا بنت

سبز سائے فورتن کوٹ کئے ہیں رنگ رنگ

سرو مینا میں سوشبنم کا سراپا یا بنت

سائے پھول لاٹیں بنت کا پھول مہمانی کیا

گل پیالہ ہو کے خدمت تائیں چت لا یا بنت

جوت مانک سوں بنت کے گل کھلے عالم میں

پھل بنت تھے بفلک پر لال رنگ چھایا بنت

سورکار رخ میں بنت کا رنگ جھلکتا نور سوں

ہو چندر کے حوض میں چندن سوں مہکایا بنت

ترنیاں چڑکے ترنگ نکلیاں بنت کے ڈھنگوں

پھول ہر اک کھل کے اب باسان سیتیں گایا بنت

جھین جھینڑی ترنگٹ تاریاں کا کر آئے انگن

چپیر کٹائے کتیں انبرکماں لیا یا بنت

سہرے پھل ڈھال کر بھیج پر پلو کریوں سٹے

بجلی چڑکے ہاتھ لے تھاڈی تو ترنگ پایا بنت

چرکیاں کے نیر بند تھے سب فلک پکڑیا ہے ترنگ

اُس گہرا براں کے ترنگ تھے موتی برمایا بنت

موتیاں یا قوت گھر گھریوں دھک انباراں بھرے

ہر گداسکس کون خاقاں ششم کا دکھلایا بنت

۱۰۰

شکرا یزدکر معافی رات دن آنند سوں

۱۰۰ قطب شاہ

نیرے مندر میں خوشیاں آنند سوں آیا بنت

(ج-ق)

دُوسری عین
در دُوسری عین

پوریوں کی عید

شہ در س دیکھت ہوئی تھوڑیاں کی عید
کاوشن

وید پر ہے دید منظوریاں کی عید

نیت نویلیاں ناریاں نوریاں کی عید

شہ کی بھٹن سوں ہے ستوڑیاں کی عید

لعل اور پریا لیاں سونجھوڑیاں کی عید

تب تھے ہوئی جگ میں کنڈریا کی عید

درشنی ہو آئی ہے پوریاں کی عید
درشن لائے والی

شاہ در س ستنی گمتیاں کامیناں
کے درشن سے عیش کرتی ہیں

شاہ کے کھ سور سوں ہر دم حضور
رخ آفتاب سے

وصل کعبہ کر پھیریں سب آس پاس

ناریاں جگ پر چمن دے شہ کرو

لعل خواہاں بن ب جب آہاں جو پآ

مصطفیٰ مور مر تفسے کی دشت تھے

نظر سے اور

قطب تھے ناریاں گوریاں کی عید

استبارِ اوتوارِ عید



قربان ہوئے نہ اُپرائی ہے استبارِ عید
 گھر گھر خوشی ہو ریش کا سچرہ ہوا بھڑکاسوں
 امید کے سب ملک کا سلطان توں تو تھے
 مدشوق کے پیالے سیتے مستیاں کوستان کر
 قدیاں بھیل سان کے ہماں ہوش گھرائے ہیں
 بندے ہو کر بندگی سی پائی بڑائی جگ منے
 بندہ سے

عشرت کے پردے لیا رہے مہتر سوشے کو دارِ عید
 ہے آج جگ خوشحال موعی ہر سحر ٹھارِ عید
 مطربِ عشرت نیم خطہ داس مے ہو ریا عید
 دے نقلِ تمل ذوق کا یک دل سوں یو خمارِ عید
 جگ میں اجنبیا ہو ریا دتے سی یو اوتارِ عید
 پکڑے نسے دن شاہ کا یک چت سیتی دربارِ عید
 سے

صد تہِ نبی کے قطب کوں لہدا لے کر اپن کرے
 مانل کرے

۴۰

عشرت انند کے چھند سوں یو چھند بھری چون راعید
 آرام سے یہ

(ج)

سکھ بلاس کی عید

کہ دولت ہے اس شاہ کا بھول بند

رتن جوت جسکے کہ یا سو چند ^{بہت}

دکھاویں عجب دیسے اس چند بند ^{سوچ چاند}

پنچے ہیں اس سازتھے جو کے چند ^{نظر آئے}

جگت قص کر تائیں کچ گزند ^{دل}

نظر نالگے تیوں ٹواگ سپند ^{کچھ}

اس طرح ڈالو آگ میں

سدا ہو شبہ نرم میں نہہ اند

سنوارے گلن سے رنگیلے محل ^{عشق کا}

سجن کے جشن میں سوچ سے بھگت ^{جیسے}

بسھی ساز بجتے ہیں گن بھیدوں

گر جیتے ہیں اس دھن تھو ساتوں گلن ^{ہے}

نہیں نرم اس ساز کا ہوریں ^{آسان}

اس طرح

بنی صدقے قطبا کرے سکھ بلاس

کہ دایم اچھو عید کی تیوں اند

عید



سالاں کے غم بھانیاں سب ہی اس عید میں	عیدیں کیاں یہ خوشیاں سب ہی اس عید میں
سالاں سال بھاگ گئے	کی
نوراں کی ہیں کلیاں سب ہی اس عید میں	فتح و ظفر ہو ریش ہے اس دن منے
روشن ہوا ایماں سب ہی اس عید میں	ایسی خوشیاں پر لکھ گھر نیوا زماں
پائے شرف پر جاں سب ہی اس عید میں	چند اسوج لیتے جھلک اس دور میں
گوہر بھرے سپاں سب ہی اس عید میں	چاند
رقصاں کرو دو قاف سب ہی اس عید میں	جھاڑ سو کیاں کوں لگے پھل عید تھے
ذوق سے	سو کھئے ہوئے
	کی وجہ
	اس دیں میں کوئی غم نشاں پاتا نہیں
	دن

قطب زماں کے سب گناہاں بخش الہ

پکڑ یا علی داماں سب ہی اس عید میں

(ق)



(۱)

خدا کی نظر تھے برس گانٹھ آیا
کیرم کے کرم تھے برس گانٹھ آیا
ہجڑ کے میم تھے مد مانگ کر میں
علیٰ عین عادل علم کوں اچایا
الف آسماں آسماں گیر بند کر
حسن ہو حسین حسن جابت لایا
قمر قاف قبے اوپر جگ جگایا
گلاں گاف گل گوند سہر اسوار
تو ہی ہستی کا ہنس منج گل بنا کر
صدق صادق کا صبح صادق صفا
نبی کی دعا تھے برس گانٹھ آیا
تو شاہاں اُپر چمکس کر بنایا
مراقب تار ہریاں میں فصل (نچل)

(۲)

تو شاہاں اُپر چمکس کر بنایا
تو شاہاں اُپر چمکس کر بنایا
تو شاہاں اُپر چمکس کر بنایا
تو شاہاں اُپر چمکس کر بنایا

۱۔ سلطنت گوکنڈہ کا شاہی رنگ نیلگوں تھا۔

فلک دور منے سومنڈ پ اچا کر
مانند
کلس دے تے تھاناں اُرجند سوج
دکھائی دیتے سنوؤں پرت چاند
سوج چنداپے تال ہو کر بچیت
چاند
کے شتری رقص مجہ بزم نیت
کلیاں عشق کی مجہ ہیے میں کھلا کر
دل
مرگھتاں تازہ اُس تھے ہوا ہے ۵۰
دندے دشمنان کوں سو یک جا ملا کر
کو

خدا یا معافی کی امید برپا
لا
کہ جیوں سانت کے مہو تھے جگ اکھایا
مینہ سے دنیا
(ق)

(۳)

خدا کی رضا سو برس گانٹھ آیا
سے گرہ
ہیں شکر کرتوں برس گانٹھ پایا
تو گرہ ہزار

دعائے اماں تھے مجھ راج قائم
خدا زندگانی کا پاتنی پلایا
بٹی کا دعا ہے منڈپ میں اوپر
آب حیات
گل مصطفیٰ سیرا کندھا کر
اماں دعا سوں طنابا بندھایا
دعائے علی تھے سراجی چڑھا کر
مجھ اس گل کا سیرا حمال پنیایا
ہر یک دم کی جیب سوں شکر کرتوں
اپن سایہ سوں سایہ باں مجھ چھایا
معانی حملِ صیوۃ کرتوں
کہ تیرے بھاگ تارا شرف سوں پنیایا
غلام سے
(ق)

(۴)

نبی نانوں تھے پھر سرگامٹھ آیا
نعمے فتح خزاں شہاں کوں سونایا
نبی کی غلامی تھے ہر تاج تاج سر
نئی کی شہاں تاج پر تاج تیرا سونایا
چھو لائے منڈپ کا ڈکے کتھانبا
کہ ساتوں سہیلیاں منڈپ اچایا
گلابی پھول لائے بندے سر کوں سہرا
او پھول لائے جبرت قرص حمال پنیایا
باندھے

قطب تارہ دکھلاؤ قبلہ کی باٹ
 اے ہے بس شرف قبلہ چاک کو دکھایا
 قطب تارہ قطب فلک کا کلس ہے
 سبھی تاریاں میں نکلت ہو دیا یا
 چھتر کا کلس سور سی نوا چند
 سو اس کا جھلم نور جاگ کون جکایا
 کلس کا ہے جھکا دو جاگ کا سورا
 فلک آپ منڈ پئے حوراں نچایا
 سو بچ چاند تارے پھر کھول کھولا
 فلک مال مندل گرج کر بجایا
 خرچ زہر کے پھول ہو پان کا
 عطار د کے لکھنے میں ہرگز نہ آیا
 گلابی کلیاں کلیاں دل باغ میں
 کہ باقی پھولاں کی دتاں کو گنایا
 انار اگل تار منج بہت دلایا
 وہ گلزار میرا ہاتھ
 کہ جیوں چاک کاڑی کے منے پھرایا
 کیا دشمنوں کی نظر چاک چاک ہرا
 تمن آرزو تھے ہے دل باغ ہریا
 ہمدردی سے
 خدا یا قطب شب کوں رکھ اپ پناہ
 برس گانٹھج یاد ستیں گنایا
 (ق۔ ج)

(۵)

علی کے ہر تھے مجلس سو کچ کچائے آج

منڈ پٹ بھولاں کا محمد کے مہر چائے آج

ہسلیاں جھاڑ خضر نیر سو پلائے آج

علی کی لے کی حامل منجے پنائے آج

ہزار چھند بندوں سکیاں لپچائے آج

سہیل ساتی ہونج مد پلانے دھائے آج

چکھا ونے منجے آنند سات لپچائے آج

سو شہ سجان کوں جو چھند سو لپچائے آج

کہ زعفران شک رنگ بھرائے آج

کہ تلمے چاند سوچ بھر کے جوت پائے آج

حبیب حق تھے برس کا ٹھہرے آج

رحیم انبر کوں تاریاں سینے سنواریا سو

سو لکھناں سو لکھن گھڑیاں میں امرت بھر

جو سہرا ہم محل کا سر پڑامیر

سنے کے صد اور پھول گیند جو بن کے

صراحی سنبہ ہو رشتہ تری کا لے پیا لا

فلک طبق میں ملک نقل بھرتاریاں کا

سوالاں کال طبق میں سکیاں گل نہ بھر

گلن طبق میں سوچ چاند کے سو کا سنہ دھر

نچل نچل ہلکا جھلک جو جگ میں لپچائے

نچا تا رسکیاں منج کون جم بھجائے آج

سوزہرہ مشتری کے بہت پلا دلائے آج

علی کے مہستی مسک اند پائے آج

سومیز باقی برس کا ٹٹھ لکھ گنائے آج

(ج)

فلک بدل کے مندا کر ملکے سوز چنڈ تال

ندری رو داوی موتیاں کی آرتی پھر کر

سدا ہے داس محمد قلی محمدل کا

نبی کے صدقہ قطب مندا و علی کن تھو

کے پاس

(۶)

گھڑی امرت منے ماعت سلگھن دیکھ اختر سوں

مبارک میں

گنائے ہیں ملک شہ کا برس کا ٹٹھ آج مہنر سوں

محلاں میں ہر کیس جاو یا خوش زیب و زینت لیا

ہر ایک

چنار اہو عطار و آچتر ہر ایک بچتر سمندر سوں

تصور تار

کریں مل قص آجواں ہر ایک نزل چند سور اں

چاند سوچ

جھلکتے ہر طرف نور اں سوتن ابھرن کے جوہر سوں

سول آشتی زہر ابو لیکر چنگ نوچت رکا
نئے چاند

اُتر کھن تھے امنگ سول آجاویں لاگ کنٹھ سول

سے

اسمان سے

سو دیکھ حیران ہوا سب لگن کے سب رہن ہاے
آسمان رہنے والے

اپس سہ کھو کہ بچاے بخمارے من عنبر سول
آٹھ

ہمکتی ڈور پر مل بھرز میں اسمان سب یک سر
اپنا

دماغ ہو تر جگت کے تر عنبر ہو رشک عنبر سول
اور

تینوں عالم

علی اثنا عشر سول مل عا کر قطب شے تیج تیں
تیرے لئے

گرہ بائے بسا سو کا نبی کے اسم اچھر سول
کے حرف

ڈالے

(ج)

(۷)

ملایک عرش پر نشہ کیاں برس کا نٹھاں گنا تے ہیں
کسی

سماں ساتو محل میانے بدل فرشاں بچھاتے ہیں
ساتوں میں بادل کے

کرم کر پنجتن بارہ اماں چھار دہ معصوم

برس لکھ کی برس گانٹھ آج اپ چاواں ہو پاتے ہیں
اپنے

سدا جگ میں جیو و شکر سکل حوراں کیساں سجدہ
زندہ رہو سب

ملک آمین کہہ کہہ سب دعا سول ہمت اُچاتے ہیں
کے لئے ہاتھ اٹھاتے

مکت مصحف کئے تارے ہو رہے خواباں کے مکھ پر کی

برس گانٹھاں کی گانٹھاں ہو دو جگ میاں رہا تے ہیں
میں

سوچ چند آئے مہاں ہو کہ مہانی ہوتی شہ گھر

خوشیاں سوں ناچتیا بجلیاں بدل عشرت کے چھاتے ہیں
چاند بادل

ابھالاں میل کر آنے لگے چھنداں سوں چوندھرتھے
بادل مل ساتھ چارو طرف سے

کہ یا انبر کے سینے کوں ملائیک شک لاتے ہیں
اسان

قطب شہ کوں میا کر کر دیا سوں بخشن دیکھ
کے ساتھ بخت کرم ہے

جیات ہو رنجت دولت سوں خضر نمنے جلاتے ہیں
اور سے کاطع

(۸)

خدا ہو مصطفیٰ کی دُشٹوں آیا برس کاٹھ
 اور ^{نظر سے}
 بڑائی چوڑہ امان ناو میں منج بندو سیرا
 نام سے مجھے ^{باندھو ہوا}
 ہسیلیاں مل گلالی گل حاصل منج پناو
 گلے میں ^{پہناؤ}
 اوچائی پھول منڈپ پیار پیو پائیں نو یلیا
 اٹھائی
 بجائے دن ناں تم تم پلاتے کا قیہ چھڑو
 گاتے
 محنت آرتی یوں وار تے جیوں ٹھال
 جہاں لگ سو ہے کرتوں برس کاٹھ اناں سو
 جب تک سوچ

بسا سو برس کاٹھ انٹھاں کا خبر لیا یا برس کاٹھ
 لایا
 نبی دولت تھے عالم کوں ملجھایا برس کاٹھ
 حاصل قمر ص چندر... دکھایا برس کاٹھ
 دعا پھولاں کی خوشی جو سو یا برس کاٹھ
 خوشیوں پاتراں اچھل کوں نچایا برس کاٹھ
 سو موتی ڈھال دریا کاں جھکا یا برس کاٹھ
 شہا میا نے قمر قطب لیکھا برس کاٹھ
 (ق)

(۹)

خدا کی رضا سیتی آیا برس کاٹھ
 جو امرت گھڑی دکھ دما مے بجائے
 دیکھ کر

سعادت ستارہ دکھایا برس کاٹھ
 تو مہترستیں پاں دلایا برس کاٹھ

مگٹ موتی منجا بندی مانگھ سیتی
جگے جگے نیا تاں نبٹا یا برس گانٹھ
سورج میگھ انبرست کریاں کے جھیلے
چندر کے نہالاں سوچھا یا برس گانٹھ
اموئے نین میں رمل مول راکھے
او شیریں کی شیریں دلایا برس گانٹھ
نبی کا غلام ہے محمد قطب شاہ
خبر لاکھ سالوں لیا یا برس گانٹھ
(ق)

(۱۰)

نبی کی غلامی تھے آیا برس گانٹھ
سہاگن بکیاں میں سہا یا برس گانٹھ
جون کے طبل مل بجاو تو یا یا
سَد تال برؤنگ بجا یا برس گانٹھ
رنجھا پاتراں تاپتے برد بارہ
..... ماراں نیلا یا برس گانٹھ
نین چھند درپن میں دیکھنے نشاں
تو اب چھند پیا لا پلا یا برس گانٹھ
ہوں سوں نغنی لی ہے بہت میرا جی
گلن کے گھنے گھن گن یا برس گانٹھ
نبی داسن پن تھو ہے قطب شاہ
شہاں میلانے شکر کھایا برس گانٹھ
(ق)

جلوہ

(اور)

دیگر رسوم

پریم پیاری کا جلوہ کاوسا

سہاگان بھاگ ٹھل متک کھلے ہیں
سہاگ کے کچھول پشانی پر

رچا و تخت جلوے کا خوشی سو
کیا تھ

چرا و تیل اب سا تو سہاگان
ساتوں

پلا شربت دیو ہاتاں میں ہمے
ہاتھوں

مجر قطب ہو اس پری کو
اور

اُسے چند موروں پریاں شگالے

چاند سوچ سے
سہیلیاں آرنی تارے نواے

کہ چونکہ حور چوک موتیاں سونو اے
چاردن طرف موتیوں سے

مشاطہ ہمو کے زہر بہت نکالے
ہاتھوں کو

چند او و ساریاں موتیاں کناے
بندھاؤ

خدایار کھ جاں لک میں تارے
جب تک

(ق)

(۲)

سوعاشق و معشوق ملا ووسدا

پریم کے ہنڈوے جھلا ووسدا
نجات

مہا جل مون میں کھلا ووسدا

بنے ہو رہنی کوں پلا ووسدا
اور
(پکارو ۹)

نین میں دھڑس میں کھ دھیان کو
آنکھ

مری نین سستی سدا نیر میں
آنکھ

سویالی کی چوٹی گندی چاؤ سو ۸۳۔
 حین کمن کوڑھی کئی کیدا تھ
 ملی کونلی پیاری پیارے سیتی
 کمن کیا تھ
 مجازی پیالا سو کیا کام آئے
 نبی صدقہ قطب انویلیاں سونت
 منشا طعشق بہت کھلا ووسا
 کے ہاتھ تھ
 اپس میں اپنے سب ہلا ووسا
 اپنے آپ
 پریم مدھتھی پیلا ووسا
 بخت کی تھ
 وقت اپنا نس دن ہلا ووسا
 رات دن

(ج)

(۳)

میں تیرے کاج جلوے راگ پایا
 انند کے موتی مانک تخت سنگار
 تو کارن چونپے سہرا گن دیا
 گلے میں ہانس عشرت کا پنا یا
 رنگیلی عیسندی بہت ہو رہا نولا کر
 ہاتھ اور لگا کر
 سہیلیاں سنا تو گل کٹھ مال پایا
 گلے میں پائیں

کندن کلیاں کے بار خوش گن دیا
 پیالے عشق کے سب کوں پلا یا

نبی صدقہ قطب بہت نزدیاں
 بدھا وارات دن منگل گوا یا

(ج)

(۴)

پیاری کا جلوہ ہم من میں گائے عشق سیتی جیو پاتراں کوں نچائے
 جو بن جو کی او پریم چو میوہ دل کا ۸۴۰ او پد من کوں ٹیلا کر اچند لگائے
 طنبورا و کنگری میں اپ از کا کر دو تین بہت سوں پیاسیں کوں بلائے
 سُنے کے طبق میں جو بن پھول گیندا رقیب ہاتھ سے شرب
 سوئے سرو قد صراحی جو بن اس کا بیالا اُس او پر دو کجلے بھونر خوش سہاویں
 بھواں خم سوں مچ پانون پڑ کر کے سو انجل ابریں جھک بجلیا دیکھاویں
 قطبِ سخن کا علامی قبولیا نین متی سیتی پیلا پلائے
 قبولا آنکھ کی سے
 تو اس عشق انگوٹی میں چند سوریاے تو اس عشق انگوٹی میں چند سوریاے
 چاند اور سورج ڈالے (ج)

(۵)

..... ناقص الاول

رچے جب عشق نوری میں سار دل کا نین پھانسی سب کرو میں من بچھاوے
 دل آنکھ کی

رکھے جب کجس اپنے من میں
 تو سوکیاں کے پاؤں چھنداں میں بجاؤ
 جو آوے سورج نمنے سنگاروں
 تو ہر بال تھے راگ نہہ کا اوچاؤ
 جو اوڑے ہے جلوے کا چاد و صفاسوں
 سو دھن کے گلے ہانس سہرا (۹) سہاؤ
 لنگی کوں بہت ناز سینی پکڑ کر
 عشق شیریں خمر کوں چھند بند کھاؤ

نبی صدقے اوزاری قطباسوں میں

کہ جس کے سو بھاوا جگت من کوں بھاؤ

(ج) عالم کے دل

(۶)

بھاگنی بھاگاں کا حلو اکاؤ تم
 اس سہاگاں کے سبذ تجاؤ تم
 منجے پھولاں میرے دل میں بیٹھے
 عشق چو کی پر چپڑا پلاؤ تم
 نورتن منجے عشق کے چوکاں بھجے
 موتیاں لہراں کے تم بجاؤ تم
 جھیل منسی ہاں کلی آند ہے
 جلوے کا شربت پلا سہجاؤ تم

پھول

دن دنا گرے جو بن بادلِ من کلیات
کنگناں جھلکا رُنج سناؤ تم کنگن کی
رات کی بے خوابی میں پایا ترن نچے
خوشیاں پاتا کے طبع بھر لیاؤ تم پان
بھکر لاؤ

قطب شہ بھاگی فوے مندِ رچلو
خوش قسمت ہے

نھنی بابی تال سوں سخت و تم
کو کے ساتھ نچاؤ (ج)



مہندی

(۷)

امرت گھڑی گھڑی میں خوشیاں طبل بجائے

۸۶۰

قطب زماں کے تائیں بھوگن سیتی پلائے

کو بہت کے ساتھ

دیتے ہیں بارگہ او جس رنگ ہے سہما

اوہاں نانوں لے نبی کا سورج شمع لگائے

کی شمع

صدراں میں زرنگائے تارے جڑے کندہ اس

مُتے کے سرو جھاڑاں زیبائی سوں سہاوی

کے ساتھ

سوئے

زہرہ منن محافے روشن ہیں اس انگن میں

کی طع

یا سور کی ہیں کرناں جوتاں سوں سرو چائے

انھائے

سوج

سوزنگ رنگی ہندی پورنگ سوں کلا کر
 خوش رنگ بہت سے ملا کر
 کینتیک چاواں سیتی شہ پانوں کوں لگائے
 کتنے ایک کے ساتھ

سب پیارے ملکہ پیاروں میں جا میں شہ پیل مل
 سب سدریاں سوں لکھیاں رنگ رتن سوں نچائے

صدقہ بنی قطب شہ تائیں سہے اے خوشیاں
 کو زیب دیں یہ
 جو اس خوشی اندھ تھے سب جگ کے تیں رکھجائے
 سے کو

(ج)



کنٹھ مال

(مالا)

(۸)

نیر وھیٹ شوخی سوں آکر کھڑی جب سواو چیٹ نظر میری اس پر پڑتی تب

نویلی پیرت لاکے ہے پھیرتین منج سکی ملنے میں پیو کوں جاتی قرن اب

پیارے ہے نازک کلی جوں چنیے کی تو ریشم تھے آئے ہیں بالائے اس کے

دور خسار اس کے ہیں رنگیں گل لال او چلنے کوں دیکھ منس دریائی ہوئے سب

او مکھ پاک نزل ہے سورج کے نمنے چنیے کی کلی جوں سہے ناسکا چھب

نہن سائیں کے دیکھ گملاوے نرگس اوصہر ہیں رسیلے کہ نباتات کے چھب

نبی صدقے کنٹھ مال جب پین اتی

قطب کنٹھ لاکر چومیا اس کے دلب

(ج)

چوا

الشاہ ولی
وزیر

کِسوتِ زریں

کِسوتِ مکمل زرِ زریں شاہِ آج ہنگارے ہیں
لباسِ پُر تکلفِ زریں پہنکر بادشاہ نے آج آرائش کی ہے

گوہر سونِ مکھ نور کے چوند صیبر جھلکارے ہیں
چاروں طرف ہیں

خواباں جتے دنیا منے خدمت کریں شاہ کے کئے
پاس جتنے ہیں

یوسف صورتِ نازک نھنے چو بھر کھڑے رہے ہیں
کم عمر

کہکشاں دندے جوڑے تن سوچ کلس کنچن برن
لباس

زرتار کیاں ڈوریاں کرن ٹوٹے سو جوت تارے ہیں
شعاع کی ہیں

تارے دو فاصل سورتھے جھکے اُن کے نور تھے
سوج سے

دیکھ سب ملا یک دور تھے حیران بیچارے ہیں
ہے

بجلیاں کے ٹکڑے کر میں دھڑلے دھڑکے چھند بند
کن-کان (۹)

کولانت کھیلے سر بسر کیا شوخ مہ پارے ہیں

سجھ کے ویسے یوں میں سنگ جوں کا رُجیا ہوں گے (۴)
 خط مرمرہ نظر آئیں اس طرح آئینکے قریب
 (ہوں بھونگ)

چنگیان میں ڈورے لال رنگ شعلے سوں خجائے ہیں
چنگاریاں

نہند
باتھوں میں
چتوں میں

موتی تھریں باتاں منے جھل تھے سمندر کھا رہے ہیں
 ماٹوں میں رشک سے سمندر

توے کلاسی لاک کے ات روپے نت بھو بھاگ کے
تلا بازی کر کے بہت

پتلی کمر کے پاگ کئے جگ من بھولا تہارے امیں
دل بھلائے واری

سب مت کج کنجھیر جوں قد است وھرتے تیر جوں
(گج یا تو) گھرے

آہستگی میں نیرجوں، بیگی منے بارے ہیں
پانی کی طرح تیزی میں ہوا

ہوتا اند خوشحال سب نہ گاتے ناٹک سال سب

بجھتے طنبوئے تال سب منڈل کے دھمکائے امیں

چنچل خیر بد و نت فنی لک لک ملک حسن در سنی
 چنچل در سن کر نیو لے
 سو قسط شہ یو بھو گنی جگ جیو کے پیارے ہیں (ج)

شای ہاتھی

(۲)

خدا کا بہت بہت ہو رہا ہے ہاتھی اور	دندے دشمن کے سر پر اوڑھتا دشمن پاؤں
انکس اس میں پر قدرت تو اچند سے نیا چاند	کہ نہ بچا ہے میں دشمن نہت سنا پڑتا سو نہ ہمیشہ گرفتار ہوتا
فلک کے دور میں دکھا تہ تیغی	ستیا و نہت سوں درجن سے دشمن
اند و جھلکار سورج نا بجلی	کہوں اس کا لگن نمنے بچھڑتا (کہوں؟) آسمان مانند
ترے حملے کوں ڈونگڑا ب کیوں کیا قلعہ لائے	کہ اُس گرجن تھے بادل گرج و دھڑا سے
ہتی نکلے جو کوئی درجن جو آوے دشمن ہاتھی مقابل	سو ہمیت تھے دندے تن میں بدرتا سے دشمن کا لڑتا

نبی صدقے چڑے قطبا لکھ آساں

سواری کر
سو گنجر قطب شہ ہت جگ سنوڑتا

تقسیم اوقات

(۳)

پہلی گھڑی سانتی کے مہ موتیاں سیتی بھانے پری
نہانے

دوسری گھڑی عشق چادر اوڑے ہے او استری
وہ عورت (میں)

تسری گھڑی باندھے پریم کی گلہری اپ کنٹھ میں
اپنے گلے
چوتھی گھڑی چوکاں بچے پیلاقی منج مدھی دی
پلاقی مجھے

پانچویں گھڑی پانچوں رنگاں اگنا وکڑی نان ل

چھٹی گھڑی چھاتی اُپر باساں سُنکا قی عنبری

ساتویں گھڑی ساتو سکیاں ملکر بند او وچیر منج
مجھے
اٹھویں گھڑی چھنداں سبتیں اوڑے پون کا چادری
ے

گھڑیاں گھڑیاں ناگن کے میں گنتا ہوا بپہلا پہر
زشتہ کر کے

کنولی کے کیاں میں جھکے باس سوں پھل کیوڑی
بالوں پھول

دُمری پہر دو پہری پھل اپ کن منے بائی سکی
دوہری پھول اپنے کان میں لگائی
 اے مد منجے کیا کام آوے مد پلاو و کوثری
جئے

تسرا پہر اللہ عجل ہو علی کا ہے پہر
اور

تو شیاں کا پیالہ ناد بجاتا ہے غلام قنبری
تیسرا

چوتھے پہر اگر ملے قطبِ زماں سوں پد منی
ہے

صدقے نبی قطبِ زماں ہر اس زماں کا انوری

عشقاں کی آتش تھے کدھیں یک تل نہ بیچوں مغیباں
سے کبھی

کافر کے مکھ او پر بندیا ہوں چھند سیتیں عنصری
باندھا

۹۰۰

(ق-ج)

راگ

(۴)

مُگٹ راگن پیاری آپ راگے راگ گاتی ہے

مُکھارے راگ گاتی کُٹھ لہراں سوں سہاتی ہے

صبحا جی راگ گا کر منج صبا کے تخت بے لاو
بجھاؤ

دھنا سیری گا کے دھن منج کوں منگ پیلا پلائی ہے
عورت خوش رنگ

مرے سنگ مل بجاتی سنکے گاتی تنکھ بھرن

بہرے راگان گاتی استری توں منج کوں بجاتی ہے
اسنے مجھ کو

الاپے گانرا گنرا کماں بہوں کا چڑائی ہے

عشق کی آگ میں ابرو کماں کوشی سکا تی ہے

کہ گوری راگ جو کافے تو گوریاں کا ملک جینتا

سو سازنگ نینی سب رنگ میں رنگاں میں سہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھل ہار یا یا ہے سولہ ہارا
گلے میں پھول کا ہا ڈالا

جو کافے رام کیرے رام کر اوں تر جھاتی ہے

سبھی راگاں محقر قطب شہ کون جم سہائے تھے

نبی دولت شعر میسر اشکر منے جگاتی ہے
کے مانند

(ج)

راج ترانہ

(۵)

سبحان کے بھومانوں جیو و تمیں راجے سدا
 زندہ رہو اے راجہ

جم جم جیو و پیت میرٹوں آنند خوشیاں کا جے سدا

حضرت نبیؐ کا نانوں لے سب مجلس آرائی کرو
 نام

حضرت کے نانوں سوں (۹) مہمانی شہ ساجے سدا

منجانبہ اسماں ہوتا رہے جڑے اکون جڑت
 ہے اور

اسکے کلس سورج چندر دو جگ میں بیراجے سدا

۹۱۰

بارہ ایمان نانوں سوں اسکے طناباں باندہ خوش
 کن نام سے

اسکی شیریں میٹھائی تھے خمر و شکر لاجے سدا
 شہنائے

مل فاطمہ کے داس کوں سکیاں چسٹرا و تہیں تم

یا قوت موتیاں کے طبق اُس آرتی چھا جے سدا

ساتی پیلا لایم کا بھر بھر بلا عیساں کے تئیں

نٹوا ہونا چے مشتری ہت زمہ چنگ با جے سدا
ہاتھ زہرہ

حق کے کرم سوں جم جیو قطبا تمیں پت میت سولہ

صدقہ نبی دولت بخت جم راج کر راجے سدا

(ج)



نزانہ عیش

(۲)

دُکھ درد کیا عیش کے دن آئے کرو کام

رنگ لعل گلابی جو ہے اس مکھ تھے پیو جام

جلتا سوشے بزم طرب میں نکولیا وو

حے سوُر کے اُنکے ہوئے سب دیوے سو گمنام
سویح متقابل چراغ

عشاق کوں پیو یاد سوں حے پینار واہے

اُس مکھ کے عرق باج روا نہیں منجے آشام

عطار توں مجھ میں کیتا باریکا عنبر
تو کتنا ڈالیکا

منج جیو کے مجھ میں سدا باس ہے فرجام
یہ دل

شکر و ثنا کرتے کت نرج شکر کا

نرمول شکر کا لذتاں پایہ ہمن کام

پایا

۹۲۰

ملکہ آیت تفسیر میں ہلچے علماں سب
پھنس گئے عالماں

عشاق سوں ہلچے ہیں ترے لٹ کے سر دم
پھنسنے زلف جیسے

تج حسن خزینا سو مرد میں کیا ٹھاو

گنجور کھن ہار کہیا تب تھے منج ایام
کہا سے مجھے

تج بندگی تھے سب ہی بندیا میں سوڑا ہوا

کیا بوجھے منجے جگ میں کہ مشہور مرا نام

نا بوجھیں عشق نیتھ سوکاں پاوینگے اہانت
کہاں انتہا

ہے طوق گلے قاف کہ قلاب سو جیوں لام

مو بات سو جا دار و غہ سوں کیا کہینگے کوئی

میری

او بات کوں سب جانتے ہیں خاص میں توں عام

اور

وہ

دو دس میں جانے کہ کریں عیش معانی

وہ

دکھ بھان پیو وے کہ نہیں جگ کوں نہ انجام

(ج-ق)

نہ دار و غہ نہ قطب شاہ -



کھیل

چوگان

سائیں کھیلے نہیوں چوگان خوش
بیو تھے بن کر دے میدان خوش

بات چوگان سستی جو بن گیسند کر
کھیلو اپ سکیاں سو تم سلطان خوش

حسن نہیہ کا ترنگ چڑ کر بھراؤ
تج تھے پایا او ترنگ پرمان خوش

سینہ ناریاں کا ہے میدان اسکے مال
دو جو بن ہیں کھیلو تم چوگان خوش

ہر طرف رنکاں سستی کھیلے ہیں بھول
کھیلو چوگان اک ہے بستان خوش

چھند زوروں سینے جینتوں ملے
سو تباہ ہے تم..... خوش

اب نبی صدقے قطب شوق یوں

پیار یوں لیا یا ہے اپ چہان خوش

پھو کڑی پھو

(۲)

سکی تال دے منج ٹسکتی کھڑی	کہ ڈھان ڈھکنی کھل کر ٹسکتی کھڑی
جو ڈھان ڈھکنی کھل کھیل آئی وھن	نہ سیک پھو کڑی پھو کھیل مسکتی کھڑی
خوی کے بُنداں تھے بجھے زرزی پیر	جیوں ابراں میں بجانی جھمکتی کھڑی
سہیلیا کے گوند تھے چن گاس باندھے	اوشہ چرکیاں سیتیں بچکتی کھڑی
سکی کن گنوا ری بو جھی اس کا تال	او چھند بند وھکارن لٹسکتی کھڑی
سیتی حقہ بھر بھرنہ بو جھیں سو عشق	جو بو جھیں ایس اپ لچکتی کھڑی

محمد شہ ہے اس زمانہ کا شاعر

نبی صدقے اس نہیہ ٹھمکتی کھڑی

(ق)

انکی محبت میں

کھڑی

(۳)

..... ناقص الاول

۹۴۰

عجب کھڑی ہے دو جگ میں کہ اس کھڑی کی دولت تھے
 اپن دل کے انداں کے کریں جگ سرور اں کھڑی
 منڈپ دے عیش کی مجلس بھر عیشاں کی کرتے ہیں
 گہر کھا فاں میں ہو ر جوتی دُراں بیچ سمداں کھڑی
 جتنے جیواں ہیں عالم کے و تے جیو دان پاسر تھے
 اُننگاں سوں کریں اپنے دلاں کے تچ گھراں کھڑی
 ملائیک سب دعا کرتے صدق سوں بات اُجا تل تل
 سے ہاتھ مٹھا کر ہمیشہ
 حمل کی قطب شہ ہر براں کرتے براں کھڑی

برسات اور ماہ

اس عنوان کے تحت وہ نظمیں جمع کر دی گئی ہیں جنہیں برسات کی
بہاروں اس کے آغاز اور برسات کے موسم میں دربار اور محلا کی
مصرفیتوں کے مرقعے پیش کر نیکی علاوہ دوسرے موسموں کی
طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آخری نظم موسم سرما پر ہے

ہری ڈال سر پھولاں کے تاج

روت ناریاں سا جیں اکس تھے یک سا ج

پیا کھ دیکھت کنجلی کس کیسے آج

آنجل باوک میں سہے اُس لاج

اس زمانے کی پری پدمنی آئے آج

عشق کے چمنے چمن موراں کا ہے راج

قطب نہ عشق کرو دن دن راج

(ج)

روت آیا کلیاں کا ہوا راج

دست مہم
مینھوں بند کا لیو بہت پیالا

مینھ کے بوند ہاتھ میں
تن تھنڈت لڑت جو بن گرجت

تھنڈ سے لڑتا ہے گرجتا ہے
ناری مکھ جھمکے جیسے بجلی

کیس پھول دیسے تارے اسماں

بال نظر آئے جیسے
چوند ہر گرجت ہو مینھوں سرت

چاؤں طرف گرجتا ہے اور مینھ برشا ہے
حضرت مصطفیٰ کے صدقے آیا شرکالا

۹۵۰
بزرگال

(۲)

رکھ سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلے لعل تاج

دخت سب
تو مرج اس رنگ تھی مہرات جاو لاج لاج

سوچ سے شرم

مرگ سلطانی تارہ جگ میں آیا پھر کراچ

لال رنگ کھیلیا ہو مکھ پر لال کے لعل بخش

کھیل چہرہ

میرے اتم سر و کون کھتوں سدا پر پلو
تو کو
تیرے کھچر سروی فرمنور دیتا
تو کو
تج کھرگ تھے تیغ رتم بست ہر عالم منے
تیری تنوار سے
وو کھرگ جھلکا زبلی ہو کے جھٹکے کھن منے
وہ تنوار
بھنوں کمانا ناچرا اپنی جہاں کے گوشہ سول
کمان ابرو نہ چڑھا اپنی آنکھوں سے
آسمانی دور کا چوگاں لے چڑیے شہ ترنگ
اے معافی توں دعا تھے ہو رہا تھا نا امید
تو سے ہو چکا

بارِ رحماں! اب کو شہ سیتے دے اس کوں رواج
تو ہی ترکست کے شاہان دیو تیغ کوں خراج
تب ہی
رشتاں میں تج کوں گنتے ہیں شجاعت کا مہراج
تجھے
کر کر کر اپر کر کیا ہے سب ہی دشمن کوں رواج
کیونکہ تج شاہی شہی تل دسین دوجے دواج
تیری نظر نیچے نظر آئیں
دور چوگاں میں جو بلے گیند تیوں بلجے میں
پھنسنے جوں
تج دعا با مدعا ہے کر چھل
کی طرح

(ق۔ج) تیری

(۳)

پلا ساقی مے ہو خوشی سیتی ناچ
اور سے

تمن شوق کا نین تھے میہہ چوے
تہاے آنکھ سے مینہ بہے

اے باتاں میں جھوٹ تم دیکھو ساچ
سچی

نہ جھٹکے نہ قطب شہ

کھود اکھ جھاڑاں کوں میر اسلام	تمن آرزو دل ہوا شیشہ کلاچ
انگور کے	تہاری
خوشی شادی ستیتیں بہن بزم میں	صراحیاں اُپر ساتی پیالاں کوں راج
سے ہماری	کے اوپر
کھلیا مدعا پھول موباع میں	نکو آدو تن سنا منے مونجاچ
کھلا کا میر	غیر
جلاؤ سپند تانہ لاگے نظر	دو تن آگ میں تم پکاو وکلاچ
لگے	غیر کو
معانی علی دم تھے خوش ہی ہوا	کہو مطرباں کوں سجا وکلاچ
کے سے	سے (ق)

(۴)

بہیلی بنے نیلی رت میں ثوانی	لکھا چھائے انبر زگارنگ نہانی
سہسے میں پخل دھو نو جیوں لگن	مرگ میں مرگنیاں کی کسوٹ سہانی
سر پہ جیسے آما	بھواں کج سہیں یو جیوں سماں سانی
پیارے کے خوی بند مشاطا نگار	جس طرح
عشق کے بنے بن پوک نادکاؤں	۹۷۰ پیہا کے بولاں سوں پو پو فغانی
چمن نادوں تال دارو بجاو	جون کی کچھا وج بجائے سانی
سے	

گلابی پر گلاب پیا لے لھاری
نبی صدقے ایسے مرگال انت نت

نوبلی نوی کو پلپیاں تھے جوانی
علی کی دعا تھے چھتر آسمانی

(ق)

(۵)

انداں سیتے بھی آیا مرگ سال
کھارے آسمان کے میں شفق رنگ
فلک میں گڑ گڑا مات ہے ہمت
اُن کے دفع میں کچھ نہیں مجھے کام
کناں توں متوجہ دینے ملک کوں
ظفر شہ پائے کر سب درجناں پر

دندیاں پامال عزیزاں ہوئے خوشحال
دندیاں مارے گئے اچھلار گت لال
کہ شہ کے درجناں کوں کرنے پامال
کہ آپ سب چھپے اس سپت پاتال
دندیاں مارن کوں لا محو کرے تس بھال
خوشی سوں گا دے زہرہ مستح برال

نبی صدقے نکو کر غم توں قطب

علی ہو رآل دا یم تبرے کھوال

۹۸۰

(۷)

۱۰۱

(۶)

مرگ سال آئیا پھر تھے مرگ نبی سنگاراں کر
آپا پھر سے لے آہو چشم
جڑت مانک ہوٹیاں لعل موتیاں لیک دھاراں کر

بدل جوئے میں کیوئے مھنکرٹیاں جھمکاؤ بھلیا جیو
بادل
چھپا کھونپے میں مھل تارے بدل کے اندھکاراں کر
پھول بادل اندھیر

رسیلے کنٹھ سوں آلاپ اب کوئل کے کہکاشے
گلے سے
پیہمیے نادوسوں مد پیوننت کدنا خساراں کر
کی آواز سے شراب پی ہمیشہ کبھی نہ

ہریا شیشا، ہریا بیالہ، ہریا کسوت، ہریا جون
ہرا ہرا ہرا ہرا
ہریا جوانی ہریالی میں ندیاں موتیاں کے ماراں کر

پنچھل مکھ نیر پوراں میں مچھیا لوعین ترا پنچھل
پنچھلیاں آنکھوں کی
جون گج گر جنے اوپر ٹساں بادل کے بھاراں کر
ہاتھی زلفیں

ہوا اپنا دکھا کر چو نہپ سوں کر سا زلمہارا
رچھالے شاہ کوں پیاری بجا کر جیو کے تاراں کر

محمد قطب شاہ کے کنٹھ لگے نرسون لگے جھڑ جیوں
گھلے رات جھڑی جھڑجھڑ
دو جین ات بھوک گرمی تھے پیسے خوی بنداراں کر
سے پسینہ کے بوند

(ق)

(۷)

سہیلیاں مرگ سال آیا ہوا سوں
گر جن اس کا مستلے ادا سوں
مٹک ہو زعفران عنبر کلا کر
سکیاں تن کوں لگا و ہو صفا سوں
چو اچن دن اک پر مل سہا وے
سجی مجلس میں ہر رنگ بے بہا سوں
طبق پھل بان کی پیاریا بھراویں
سنواریں چولی اپتن پر صفا سوں
پیاب من کی پیاری سو می کیت
پلا وے نہہ کا پیلا و فاسوں
گو اوراگ برسات اس ہو میں
سکیاں پیو کوں منالیا و میا سوں
لاو محبت سے

گا برسات

نہی صدقے مرگ آیا، انداں ^{عیش} کرو قطب ماں اپنے پیاسوں
(۸) ^{(ج) کے ساتھ}

مرگ آئییا مرگنیاں اب مرگ کوں مناؤ
آیا ہے
مرگ ایسے پیالے میانے لعل تھے بھرلاؤ
ہونٹ سے میں

جھاڑاں کوں پھول ہو پھل سہتے بن جیوں جواہر
اور
صدراں زمرودی رنگ ہر اک محسں پچھاؤ
میں

دستیاں جھڑاں میہوں کیا موتیا لڑاں کئے نننے
نظر آتی ہیں جھڑیاں بارش کی موتوں کی لڑیوں کی طرح
اس موتیاں کا سہرا کند کر منجے بند او
گوند کر مجھے باندھو

رنگ پر بہونی کسوت کریاں ہیں پاتراں سب

آن کا س کے کناے بجلیاں کارت جگاؤ
رتجگا کر دے آکاس

بروزنگ نننے بادل بروزنگ ہو دکھایا
کے مانند

شہنائی داروان کا دوجگت کوں سناؤ

برسات کے پھلاں کا بھیدیا ہے باس روں روں

پھولوں انگریزاں

۱۰۰۰

دھب کا لے پھول باساں اب من تھے گنواؤ
دھوب کالے کے پھولوں کی خوشبو

اے قطب شاہ خبراں خوشی کی آیاں

آئی ہیں

ہم مستح میزبانی ات مرگ میں گنواؤ

(ق)

(۹)

گر جتاو کچھ مرگ چوندھر تھے فوجاں کہلیاں بالیاں
چاروں طرف سے فوج کی طرح جہے ہو کر لیس دوزخہ لوکیاں

مکمل ہو گلیاں جہم کالے بھی جیوں بچیاں بالیاں
مثل بچیلوں کے

بکھایاں پھوئی سوں چولے سب..... کے منہ والے سب

لگیاں کھانے کون جھولے سب نو لیا اچھیلیاں بالیاں
نئی شوخ

موتیاں مد کے پیالیاں سوں تین غزیاں کے چالیاں سوں
مست شراب پیالوں سے آنکھیں غزوں کے چالوں سے

جوانی کے اُلا لیاں سوں کریں مل مل ریاں بالیاں
ترنگوں سے کرتی میل مل کر عیش

کھسا جو بن کسن میں تھے، دن اُبلتا کہ تن میں تھے
چولی سے یا کہ شراب سے

گھلا تیاں میں میں میں تھے، چھبیلیاں پوتلیاں بالیاں
پتیاں سے

پین ابھرن جگ گیس چھن چھن گئے شرکے لگیں چھن چھن
پہن کر چمک دکھائیں ہر لمحہ

چلن میں ڈمگیں چھن چھن ہوئیاں بھی باولیاں بالیاں
رقا، ہوئی ہیں پھر دیوانی

بکس تھے ایک ہیں جوتی، دکھت بھولیں جگت کوتی
ایک سے زیادہ چمک اُلی بچکر

نخل ہویں ڈھال کے موتی، ڈھلین چٹیلیاں بالیاں

نبی صدقہ قطب ساراں میں مل رہی ہو راسا
ساتھ دن اور رات

لوں سکھ اپنے من بھلا، چھنداں سوں زلیاں بالیاں
سے پاک صاف

(ج)

(۱۰)

گر جاہے میگو ہر تھے تازہ ہوا ہے بُستاں
پھرتے

پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں
خوشبو

اے خوش خبر صبا توں لے جا جواں قدا کن
چمن کی آرزو میں بیٹھے ہیں ^{کے پاس} پریتاں

۱۰۱۰

وہ نونہال پھولاں ہے جاں خجے سو با وہ

نگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شہبتاں

لکھ نور پر دسے یوں مج خطِ عنبرِ بڑی او ^{اپنے}
جیوں سورا پر ہے بادلِ ریحان سوں گلستاں ^{نظر آئے مجھے}
جسطے ^{سوج پر}

جاہل سودیں گنواں کر، ہم دین پر سوہنستا

اپ دیں خبر نہ بوجے کرتا لوگاں سوں دستاں

دستور عشق کے تھے باہر توں پاک ^{اپنے} نرا کھیں
ڈر ہے اگر رکھیں گاتجھ دور خار رستاں ^{قدم نہ رکھے}

بے ہوش میرے دل کوں میٹھے او مہر جلائے

گلزار ہے عجب او دو لعل شکرستاں

مجھے عشق کے گدا کوں اور نگ شاہی دیتا

سب عاشقاں مجھ انگھے ہیں طفل جیوں بڑاں
میرے سامنے

روزی ہوا معافی تیرے عیش کا پیرا لا

بھریے ہیں ہر طرف توجہ شوق کے خمتاں
تب ہی

(ق)

(۱۱)

گر جیا مرگ خوشیاں سوں شکار و اُسکیاں
سے ہوا شکر

پڑتا ہے میگھ پھوی پھوی چولی بھگاؤسکیاں
قطرہ قطرہ

عطار باؤن میں پھولاں کے کھول طبلے

جہکار اُچاٹیا ہے پھر من میں دھاؤسکیاں
اٹھایا

جوں لال بھول ڈالیاں پرتیوں ٹنڈاں پر اپنے

بازو بنداں کے سر تھے پھندے پھلاؤسکیاں

پھرے

آسمان ہو زمیں سب یک رنگ ہو سہاتا

اور

ہے آج عیش کا دن ملہار گاؤں سکیاں

کر کسوت احمدی سب میرا نوک مکمل

سہ سے یا تک

سوچ شفق میں جیوں تیوں ہریک پاؤں سکیاں
چکو

یا قوت او صہر پیا لیاں میں پھر کے مے محبت

ہونٹ

شاہ نول محمد میں بھی پلاؤں سکیاں

نئے کو پھر

ٹوئیاں کوں نین تپلیاں کی بر پلا متی کر

مت

شہ کے مند ہر انگن میں نٹوں نچاؤں سکیاں

(ج)

مکان کے

(۱۲)

مرگ مہینے کوں ملا لے مکاں مل لگناں میں

لاگ

سمد موتیاں کے جو بر سائے سو بھرے انگناں میں

سمندر

دھرت بند پیر جو اہر چولی رنگ پاج کرانگ پر

یر ہوٹیاں لعلوں سول اترے ہیں میناں میں
کی کے ساتھ

کو کے چونہ صر تھے میوڑاں ہرین چو طفاں دیکھ
چادوں طرب سے موراں
نیکھی رنگارنگی نہیں کزن مست ہو چمنوں میں
نہنے

ہرے صحرا میں نہوے لالی گلا لاں نہوے بن میں

شبنمی تیل سول شمعوں جوں زمر و لگناں میں

موہنیاں تانے طراوت سو منگ رنگ کی آری
خوش رنگ جسم
بکھوئے بند چھند سول لکٹیاں جو بناں لہجوں بناں میں

امرت اوصاف سخیل سات ہے ظلمات سول بھٹن

۲۰۳۰

یا نچل دو بدلاں سیام ہے جو بن کے کھناں میں

(یاد بادل)

دیکھ عجب چھند و یونین مچ ہے میراں ہو کے یوں
جوا ہے کیوں لگناں آپریوں کنچک کسناں میں

کرنے نظر سے نہ دیکھ جائیں مسرت سے پہیلیاں

مہیاں مہیاں غنیمتوں کے عینِ تنہا میں
بارش

نہوئے مشکیں پھوڑاں و وجوہِ طین کر رہیں بھل میں
پھول

نزل آجھے ہیں تلاں و وسمناں سے وقتاں میں
اُن

سر تھکے لک جو مکمل ہو زربے منے سکیاں

سرے پائیک
من بہرِ ناچ لہریاں گھنگرو ہو رہیں پنچناں میں

اور
خوش نبی ہو علی کے صدقے غزل مرگ کی کہیا

سو قطبؒ نوروں جم ترے کہ جوں سوچ کرناں میں

(ج)

(۱۳)

سالاں بال مرگاں آندسوں کجاؤ

جو بن طبل خوشیاں سوں نت نت تمیں بجاؤ
سے ہمیشہ تم

نچ تن کے جلوے مہانے جلوے کے راگ سُنہتے
میں

رجنی کے ہر پتہ پیالے سب کے تہیں لجاؤ
ہاتھ کو

چُنری جو چُن کے باندھے اوچیر اس کو سُنہتا
۵۵

بتیس برن سازوں اب تن اُپر سجاؤ
۳۲

اپ کھوپ میں گندے ہی کیوڑے کے پھول چھوٹے
اپنے بالوں گوندھے

چھندوں پیالے بتیلی ناریاں کے تہیں لجاؤ
۷

صدقہ نبی کے عیاد جلو اتن سہباوے
زیب دے

قطبِ زمان کے تائیں تحفہ تمیں لجاؤ
تم کو ۲۰۴۰ (ق)

لئے تم لے جاؤ

(۱۴)

مرگِ رحمت کا گرج انبر پہ عنبر رنگ بھالاں کے

ملا بر سیا حیات ہو رخصت جوں دن جانے بھالاں کے

مجھے پر برسیں جوں باراں اپنی سم میگ کے دھاراں
 ملک لے بہت ہونیزاراں چلے نیلو میں ڈھالاں کے
 سُر ج شہ پریٹ سوں ^{ہاتھ} ٹھکیں سہیلیاں چاند جوں جھکیں
 سوکھن درپن میں پڑ جھکیں نہ جل عکساں رومالاں کے

..... ناقص الآخر (صفحات غائب ہیں)

(ج)



مولود بی اور بارش

(۱۵)

نئی مولود میں آیا مگر سال	دنیا میں میں خط پایا مگر سال
بدل کے منڈ پانچ منڈھرا جا کر	مندان بجلیاں گرجا یا مگر سال
باردوں طرف اٹھا کر	عجائب کچھ ہو چھا یا مگر سال
زمین تازی ہوتی ہو خوشیاں	اپے فرش ہو دھایا مگر سال
فرش ہرنی پوتیاں کے بچھانے	کر و کر عیش فرمایا مگر سال
جہاں بن خلق کوں یک دھیر تھنے	سنے پر جگ کے چھنکا یا مگر سال
ات آچھ میگ کا کلاب لیا کر	سینہ چھڑکایا

قطب مولود کرتا دیکھ انگ

نئی سہیلا آپے کا یا مگر سال

تھنڈ کالا

(۱۶)

ہوا آئی ہے لے کے بھی تھنڈ کالا
 رہن ناسکے من پیا باج دیکھے
 پیا بن شیا تا مَدَن بالے بالا
 رہ دیکے دل کو بغیر
 ہوئے تن کوں کھ بٹے پیو بالا
 اے سیتل ہوا منج گئے ناپیا بن
 منجے گزے
 مگر پیو کٹھ لاکرے منج نہالا
 سجن کٹھ شے باج او جالانہ بھاو
 بھلا یا ہے منج جو کوں او جالا
 کی شے کے بغیر
 کہ چند نامنجن من من سوز لالا
 جوات آوے چندنی کی منجکوں ستاو
 میرے دل کو وہ
 چاندنی منجے
 منجے بھاتے ہیں پیو ہت کٹھ مالا
 مرے من کا بھاتا ہے لالن سون ملنا
 خواہش
 نبی صدقے قطبا انداں سوں ملکر

(ج)

اپس سائیں سوں پیو جم دیپالا

مجلد ہفتم

خُدادا دَاحِلُ



خُدادا دَاحِلُ کوں محسوسِ سوا سے
کو محمد تقی قطب شاہ

بلندی محسوس کا ہے آسمان جیسا

۱۰۶۔ نہ اس جگہ میں دیکھے کوئی ایسے محل کوں

جوں اَلوہِ بُرُتِ نَمَیْنِ اَلوہِ جَہِجْہِ اُس
جس طرح آنکھوں کی طرح آنکھوں

جگت کوں جیسا اُن جُشْنِے کئے تاہیں

سُرجِ چاندِ پیا لیاں مئے امریت بھرو
سوچ میں آبِ حیات

اُن کھ مین لبِ عقیق مین جوں
اُن کے چہرے کی طرح

پون تھے ہیں نازک سپانی تھے پتلیاں
ہوا سے سے

تو اُس میں جَنّت کے نگاراں نگا سے
مستحق

سوچ چاند تا مئے سو اُس تھو سنگا سے
سے ذہنیت پائے

۱۰۷۔ مگر دھرت پر قدیاں لیا کے ٹھا سے
شاہد زمین لا کر رکھے

خضرِ چشمے بہتے ہیں تس میں سدا سے
رکھے جس

جوں عیسیٰ کے دم تس میں بہتے ہیں بارے
نقل اُس کے ہیں

بد خشی لعلِ سَم کئے رُخسا سے
کے مقابل

سو کھڑا سہیل ہو کئے تابشِ سُبّا سے
ڈالا

مگر اچھریاں پاتراں سورسا سے
سوچ جنت کی عوریں

فلک تھے جو زہرہ زمیں پر سو آ کر
 نچا کر زبیا چنگاں کے دھکائے
 دیکھا دیں آرت بہت بینوں تو کرے
 فلک کھول کھڑکیاں ملک ملک نظارے
 رنگ آسمانی چمکے بان چھبیلیاں بند کر
 سو بج کھ کر نہ جھلکے تن کے کنارے
 بھواں آسمانی کہاں مس غلوں اس
 دوڑن کے حواں کے سو بدھاں اتارے
 نبی صدقے بار ااماں کرم تھے
 کرو عیش جم بارہ پیاریاں پیارے
 خدا کی رضا ہو رحل نظر تھے
 علی پیاروں قطب کو ثریا ہے
 (ج)

سجین محل

(۲)

ساجنی سجن محل میں ساج کر چھنداں سو آئی

جان جانی ہو کے جاں کا پیالا سو منجکوں پلائی

سر میں چڑیا ہے اتر مرتھے کئے ہیں مجھ خبر بُد
بہڑھا پھرے مجھے

نہن تھاراں کا بھٹی ناز سوں سر تھے چڑائی
سے پھرے چڑھائی

کس میں میانے پھول تارے چاند سوچ گئے
بال

پھول کیساں تھے دو جا آسمان سچلا منج دکھائی

بال سے دوسرا سچا مجھے

بھنواں میانے روس باکر کنتی پیالا پر منج کوں
بہوں میں گرو ڈاکر مجھے

نہن ادھر کے نقل سیتی حج کھلائی ہے ملائی
سے مجھے

گال گالائی اوپر پڑا پھولاں کا گند دھری ہے
 گال برکان ازک ہے اُن کا ہوا ہوں میں کھلائی

نورتن ہاراں کے پھانسی کر گلیں میں بائی ہوا پ
 تنو ہزاراں بچلیاں انچل چپک میں پہنچائی

قطب توں اس سکی کا کیوں بیان کرنے سکے گا
 نبی صدقے گرد گر ہوسب سکیاں کوں مل نہائی

(ق)



اعلیٰ محل

(۳)

اعلا محل اعلا دسے اعلا خوشیاں مہتر گھڑی
نظر آئے

اعلا سکی اعلا دسے جو بن گھڑی دوواں بھری
نظر آئے

انگ جوت کے چند نور پر کنجک دسے بادل نہن
جسم کی جھلک چاند نظر آئے کھج

تارے نگٹ پھولان سہیں بانڈی ہے ساری زر زری
زیب دین بانڈی

جب سیں پر ڈھالے پلو چند ناچھتر تانی سکی
سر

اے ساز کرشمہ سوں ملی تب یوں دسے جیوں شہ پری
ایسی نظر آئے جیسے

تج بل کڑی کے لعل میں سب ملکیت کا مول ہے
تیرے

تیری ہنسی کے بھید تھے چھپا ہے سحر سامری
ے

تج مکھ کی لالی تھے دیے سوچ کی لالی بھاگ سوں
سے چلے

تاریخ بہود کی پیمانہ کس تاریخ ایسی استری
بہت دیکھا عورت

مانک ادھر کے چشمے تھے شربت بخت باجو کا
ہونٹ سے پیدا ہوتا زندگی

اس نیرتیں پیاسے اچھیں یا شہ اچھو یا شکری
پانی کے ہیں ہو

صدقہ نبی اعلیٰ محل میں قطب جم جم اچھو
ہمیشہ رہیں

جب لگا اچھیں اسمان پر چنڈ سور زہرہ مشتری
چاند سوچ رہیں

(ق)



محیرِ دل

(۴)

محیرِ دل میں دایم حیدر کا جلوہ گاؤ

عرشِ آسماں و حضرت پر نصرتِ طہلین بجاؤ
زیں کے

لیا سیم ساق ساقی منج بزم میں صراحی

پیا لے کی جوت میا نے سائیں ^{میری} صحران کھاؤ
کیں کی

سورج طبق سے گالاں میں نے نقلِ دھرم

پیاری پرت کے ہاراں پیاری کے گل میں باؤ
گلے ڈالو کی

نہ کے نہالاں میانے کنچک کے باد کہ دیو

زہرہ و مشتری سوں پا تر زنبھانچاؤ

ہنتر گھڑیاں سوں ہاویں سینے او پر کچوں

۲۰۹۰

نابات دو دیتی امرت گھڑیاں بھراؤ
شہادیں

پدینیاں جیتیاں تل شروپ پر بھلیاں ہیں

ان بات قول بیڑا دیکر سکیاں اچاؤ

صدقہ نبی قطب جلوے کے تخت بیٹھے

حوراں پریاں سلیباں تل آر تئی دکھاؤ

(ق)



محل کوہ طور

(۵)

کہہ طور پر سد اہے سجان کا اُجالا
 اس طور کا سوٹھارا مانندِ بہشت ہی
 تو خلقِ سرمرہ کرتی رحمان کا اُجالا
 اس نور تل چھپیا ہے اسمان کا اُجالا
 اس محل کو سو دیکھت ^{مقام} بجکت بیاس سب کا جاو
 جانو جھلکتا واں شہِ مردان کا اُجالا
 تو اس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا
 ہر منار پر شہ کنعان کا اُجالا
 جو جگ پہی و اں اس فرمان کا اُجالا
 دستا ہے تس پہ تو راں ایران کا اُجالا
 اس محل کے نورانی میدان کا اُجالا
 چاند سور نو پچار بیتاب وین ^{دیکھ کر} دیکھ کر
 چاند سورج وہ

ساتو سو ملک میانے مانند نہیں ہے اس کا
 ساتوں میں قدرت تھے سو چند سوں بنیاد اس محل کا
 اس محل کے گنگوڑے لائے ہیں عرش پیکوں
 سے سوچ چاند سے لگے کے قدم کو
 ساتو سو خرواں کی پیشیاں و یا خدا منج
 ساتوں ہر شہ نشین میں ہر دن ہر برج پر حکم سوں
 اُس اُنکے تار نمنے ہے بھان کا اُجالا
 آگے مانند سوچ سب کھان پر جھلکتا اُس کھان کا اُجالا
 جگ قبلہ ہو کے دتا اس ٹھان کا اُجالا
 نظر آ جگ جم جھلکے تس میں بیٹیاں جان کا اُجالا
 ہر شہ پری سوں مجلس جاں خان کا اُجالا

قطبیا نبی کے صدقے آئندہ کُراں محل میں

بستا ہے اس میں شبیرِ نیروان کا اُجالا

(ج)



قطب

(۶)

سکھیں سعد ساعت سوں سرج چند اختر ان خوشیاں

سے سوچ چاند

قطب مندر میں کینے مل دیکھ اہرت بہتر ان خوشیاں
کرتے

ملا یک نور در سن کے محلاں باند در پن کے

دیکھت تہاں فرس تن کے کیے نو انہراں خوشیاں
آسمان

سکیاں چند سار راتاں میں پیالے مد پی تاہاں میں

شراب کے

چاند کی طح

کریں صریاں میں تاہاں میں پیالے گوہراں خوشیاں

مراجاں سے ہاتھوں

نین جھلکار جا کھن پڑ دیکھت ہنستے سرگ بن پڑ

باغ جنت

سوتن کے نور تن تن پڑ کریں جوہراں خوشیاں

خوشیاں عیشاں انداز سب سرگنیاں سن یہ چھند اسب

رہیا ہو پستہ خنداں سب بھرا تر جگ گھراں خوشیاں

نکل کھن تھے گہر تل تل محل یا قوت مر جا مل

آسمان سے

کریں کھن سات ہو یکدل دُراں سمدراں خوشیاں

موتیوں سے سمندر

اسان

ہسیلیاں جب بچن بولیں پچھل نزل رتن رو لیں

پنکھی جیواں کے مغولیں دیکھت کھولیں پر خوشیاں

دیکھ کر

دلوں

سکیاں چن بندگیل دینیاں بجاتیاں امتیاں مینیاں

بین بجائی ہیں

اُمنگ سوں باج ارت دینیاں سبج ہویں جنتراں خوشیاں

سبج

نئی صدقے قطب جکی غزل صد ہو رد و دوس کی

اور دن

کھیا دے گرہ کن اس کی توں ہو میں کن مدر خوشیاں

کہا دے کر کان میں

رج



نہنی

نہنی سر تھے آپ کو سنواری عجائب
 مشاطہ پری ہونگاری عجائب
 نو بیلی کہ قدم سرو کہ نہو وے
 کہ ٹوکھنڈ منے ہی پیاری عجائب
 مدن بھول کی رنگ ساڑی بندی
 سہے اس کی موتیاں کناری عجائب
 تمن یاد کی سستی منج کوں چڑی ہے
 زینب بیٹے ہیں موتیوں کی
 تہن یاد کی سستی منج کوں چڑی ہے
 نین من میں کھلتی خماری عجائب
 نبی صدقہ قطبار سجھانے کے نہیں
 بجاتا ہے تانا و تارِ عجائب

(۲)

پر م موتی چوایا ہوں سکیاں گند و خوشیاں سینتیں
 کہ مکھ روپاں کے جھلکارے جھکتے ہیں نوراں سینتیں

عشق کا داؤ منج سوں کھیلنتی ہے او نصنی پیاری

مجھ سے

چندا کھ پر نوے چنداں دکھاتی ہے نواں ستیں
نئے

کہوں تج بھیس کے باساں کہ یا تج بھید کی کہنی
تیرے کہانی

کہ تج باساں کے مہر کاے ہکتے عشق جاں ستیں

تیری خوشبو

مہکتا باس تج تن یوں کہ مہکے سانت کا مہ جیوں

تیرے

پررم کی بات کرتا ہوں پررم کے عاشقاں ستیں

ترے نیناں کی جھکن میں سہاوے بھید کا حل کا

لگے ناچاک ڈو تن کا نین کے منتر اں ستیں

محمد بال پن تھے ہے چمچل کے غلاماں میں

محمد قلی بچپن سے

تو جیتا داؤ میں پنتھاں سوں ساک ستیاں ستیں

(ق)

(۳)

ہنستی ہے کھلتی ڈلتی پیلا پلاتی منج کوں
میریستی تیریستی جو کھن سہاتی منج کوں

نوی ہنسی نوے غمزے پیاری نوے دکھاتی

جلوے کے راگ گا کر چپس چپس پلاتی منج کوں

ہنس ہنس کے مکھ سوں ٹکڑے کے پھل بچھاتی

عشقوں پیلا لانا زوں بیو کر ڈلاتی منج کوں

بولے جو بول سکتی بولنے میں

یک یک پیلا لادے کر نس دن گماتی منج کوں

۲۱۳۰

چکا چکا کہ انجل لیتی ہے مور چھپ سوں

زلفاں کے پینگ میا نے نہہ سوں پنگاتی منج کوں
میں

مستی بوقتِ نحی اپ تن اُپر چڑائی
اے بوقتِ میں رُپے کا چنڈا دکھاتی منج کوں
یہ روپیہ چاند

خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد

شہنامے کی کہانیاں سر تھے ساقی منج کوں (ق)
پھر سے

(۴)

نازک نحی بالی محبت میں سو، نا جانے ہنوز

لوچن کھل جھکیں ولے بارے نہ پہچانے ہنوز

نہ پر مومن دھرتے نہیں، شیشے سہرا بھرتے نہیں
کاجل

پیالی میں مد کرتے نہیں، حج عرض نا مانے ہنوز
میں شراب

امید مچ تیرا ہے، تج قول کوں سیرا ہے

مستوق توں میرا ہے، جانے نہ دل لانے ہنوز

نہن پن کے کھیل مولان نہیں، امرا دھرتولان نہیں

کھ صاف تیں بولان نہیں، اپ ترخ ناجانے ہنوز

پنا

قطب زماں کوں جان توں نہ کہنے چن میں آتوں

وے عشق کیرے دان توں کیتا اسں تانے ہنوز

(ق)

سرتا

(۵)

دوڑ کر لاج سوں انجل وڈنہنی لٹکی چمن

اُس نہنی ڈال اوپر کیوں لگیا ہے سیویون

سو کا سوں کر میں جو غصہ و ناز کی بات

جب ہونٹاں تھے جھڑے پھوٹی جیونگے اسکوں مگن

۲۱۲۰

نیہہ نہالاں میں لگیا یک جھاڑ کوں خوش پھل تن

باغ کا ہے اوں رومانی خُدا رکھ اُس جن

او بہشتی باس ہوں کھیئے ہیں چل سب جاگئے

اس کی باساں کن نپا سے سب خطا ہو رہی تھن
کوئی نہ پا کے

جب کتاں کے بھید گندالے ہونٹ نٹ کاروں

او ہنکاراں ناؤ سن کر گر بڑاتے سب تین

عشق کے طبلان بچے داہم بہشتی عسدن میں

بھید اولے کر دکھاتے ہیں اُرت اپنے نین

تیرے مکھ تھے پائے ہیں سب برویاں روشنی

جو ہراں کیا کم تھے دستے ہیں تاج مکھ پر لچھن

چندنی میں جب چھند سول کے تو چندا جا چھپ

آرتی ہوئے تاج او پر آتے ہیں تارے لگن

میں نجانوں کیسے نوراں تھے ہوئی تو آفریں

سب پنکھی چھوڑے ہیں تیرے جوت تھے اپناؤن

منج اوپر کا ہے چڑاتی ہیں بھنواں کا تم کماں
غمرے کے ناوک سوں دیواپنے ہونٹاں کا چون

اے معانی ختم کر ہے تیرا گوہر ہو بہا
مصطفیٰ و مرتضیٰ منج کوں کمر باندے کسن

(ق)



سانولی

(ۛۛۛ)

مری سانولی من کی پیاری دیسے ۲۱۵۰ کہ رنگ روپ میں کوئی تار دیسے

سہے سب سہیلیاں میں بالی عجب ^{دل} ^{نظرے} سرو قد ناری اوتاری دیسے

سکیاں میں ڈولے نیہہ بازی میں جب اوکھ جوت تھے چند کی خوار دیسے

توں سب میں اُتم ناری تجھ سم نہیں ^{اُس کے سے چاند} کوئل تیری بولاں تھے ماری دیسے

تیری چال نکلی سبھی من کوں بھائے ^{تیرے مقابل} سکیاں میں قوں جوں مچل بھاری دیسے

بہوت رنگ سوں آپ رنگیاں سکیاں ^{پھول} ولے کاں ترے رنگ کی ناری دیسے

نئی صدقے قطبا پیاری سدا ^{کماں}

سہیلیاں میں زیب اتاری دیسے ^{تہاری}

(۲)

پیا سانولا من ہمارا بھلایا ، نراکت عجب سبز رنگ میں دکھایا
دل

تو اپ حسن سوچ سوں جگ کوں دپایا

کہ تاریاں ہیں اس جوت سیتی ہمایا
اپنے کے سے

رنگیلی دھڑی اس اُریوں سہاوا ۲۱۶۰ کہ اپ رنگ سوں جگ نگیلیا رجھایا
اکے ہونٹ کی اس طرح

چنچل سیتی رلیاں کیا آج سب بس
اپنے سے انند مطرباں سوں خوشی سوں گنوا یا

ہنسے اس کنول مکھ تھے جھڑتے میں موتی
تو اس شاب موتی سوں جگ جگ کایا

نبی صدقے قطبا سوں مل مہجن جب
پئے اپ خوشیاں سوں تو گل بانہ بایا
گلے میں ہاتھ ڈالا

(ج)

(۳)

نخنئی سانولی پر کیا ہوں نظر خبر سب گنوا کر ہوا بے خبر

نین چلبلائی سوں کتنی ہے ناہم ہوں مں بھیدیا ہی اس کا اثر

ہنساج کرے ناز و جھل پشیں دُشمن جوت منج کوں میں جوں قمر
 تر اقد سرو نکالے جب چھندوں دانت کی چمک نظر آئیں
 سودھن کسوتاں کر جو آئی انگن اڑے کھونپے کا تاج اُپر تب جہور
 موتی رنگ کا نیتینی پیئے تون تیرے اچھا لاو کسوت تھے پایا انبر
 معافی نراکت تر سب بھیا دے دے منج نظر تل ہر ہشتی سدر
 توں اُس کوں کھئے کاچکا دوشگر تھڑ آئے میری
 ۲۱۶۰

(ق)



کنولی

لے کھڑی کنولی پیاری اپنے ہمت میا نے پیالا
ہاتھ میں

لے پھکتی ہے مھکنی میں پون جیون ہرن والا
ہوا

عشق باساں کے سوچا نہ سے بال کھینچے آپ دھن
آپ؟

کیس میا نے پھل جڑی چوٹی منے دوتا و بالا
ہاں میں

کوئی لکھ پر ہوں چرائی ہے یوں نوراں تھی

عشق کے فر لکھے ہیں پوچھو تم اس ناواں کالا

عشق تباں تھے لگے ہے میرن میا نے قاری
ہے

نین لذت منج چکھا کر میے ترن میں کرا و جالا
ہنچے

کھنچتی کھنچاتی کھڑی ہے پیاری اپنی کھجنتیں

انچل اوچھل تھے نجاتی ہے نین پتلیاں کا چالا
آنکھ

نورتن روشن ہوئے ہیں اُس کے انگ کے رنگ ستی

چاند سوچ کے حامل بائے ہیں گلے کنٹھ مالا
جسم
ڈالے

ہے محمد قطب شہ بندہ علی کا کستیں

تو ازل تھے اور تھے ہیں منج سر پہ سمانی رومالا

(ق)

(۲)

تج قد دیکھ سرواں ہا کے کئے ہیں بن میں
(دک)

تج قد سہاوتا ہے جنت کرے چمن میں
تیرا

پلکاں نمد تنکے کر رکھیا ہوں میں تنکے میں
رکھا

جو پوتلی وہندی ٹکے آئے منج نین میں
میری آنکھ

بانی وہ

دولت ترے رنگیلے یا قوت کو دے رنگ

۲۱۸۰

لے بھیک رنگ عقیقاں رنگیں ہو میں میں

خلوت میں گمتے تھے جب ڈبتا ہے چاند کھن پر
گزارتے ڈبتا آسمان
چھپ جائے سورس میں نکلے جو شہ انگین میں
صبح رات

باریک تاج کر دیکھ باریک ہوا ہوں جو بال
دکری
ویسا نہیں ہے کوئی تار ایک پیر میں

کالیا گوریا سکیا کوں جگ میں جو تھیاں سو ستر
تھیں بھول گیا
کھنولی سکی کون دیکھت میں سد بھولیا کھن میں
کونہی دیکھ کر سدہ بھول گیا

(ج)

(۳)

اتم پیاری نظر بازی متجج سوں کھڑی ہی

نظر بازی کوں مج سوں نظر رکھ جب کھڑی ہی
مجھے تیرے ساتھ میرے ساتھ

کندن رنگِ پتلی کوئی ہو سرورِ پریوں نویلی

اور

سُکھنِ مندِری آلی لچھنِ دیدالِ پری ہے

گلابی نین میں تیری سمد پور موجِ مائے

سمندر پورا

سُرج سے گالِ پرونتِ نورتنِ نانکِ چڑی ہے

دانت

یہو رنگِ رنگِ بالے بال ہے تج میں چنچلِ اہتہ

بہت

سُہے تج راجِ ناریاں کا کہ توں کوئنتِ پری ہے

کرنگِ نینِ ہیملی توں میرے جو کی پیاری

محرمِ قطبِ سلطانِ ملِ ہل بہت چڑی ہے

(ج)

ہاتھ لگی

(۴)

بیل کوں لے سبزِ آنچلِ پھولِ جیقہ پر منے

نینِ ناری رنگِ دھاری مہناری سر منے

آس من کا عیشِ تن کا ذوقِ کن کا ہر منے

لاک چاڑی لوج پاڑی حج کوں آڑی در منے

بھید جانی نہ پچھانی تختِ رانی گھر منے

سنازگی تھے تازہ چنچلِ آئی مسیہ بر منے

کوئی پیاری پہلی باری ڈاوساری اوسول

نینہ دھن کا نارٹھن کا پاؤں چھنکایوں ہے

دو قی گاری دکھتے کاری ہوک گھاتی کرتی ہے

اے معانی تیری مانی سب میں سیانی نار ہے

(ق)

پیاری

سکیاں جاما لایا و پیاری کوں آج
 کہ سب چھند بھریاں کا ہے سین تاج
 کہ سو یوں کہ متدر کوں بھوڑی ب سونا
 سوارے ولے ناگے تاج باج
 بدن آستانا ہے گر گیان کوں
 کرو دادا ہیں آتمارا ہے راج
 عجائب ہے کسوت تمن حسن کی
 کہ اس تھے سہاتا ہے عشویاں کا سا ج
 توں خوباں کا ہے روپ میں پادشاہ
 تو لبائے ہیں سب تیرے میں نہہ خراج
 تمن کھ کا نور جب دیکھوں میں
 او یک تھن منجے سو برس کا ہے کاج
 نئی صدقے قطبا تھے مجلس سدا
 سہاتا ہے جوں جن سوں ملک لاج

(۲)

پیاری نکر توں سجن سوں منم ^{نکر کے ساتھ غور}
 یقیں جان جگت میں آبات ہے
 جوانی و جوین ہے سب پاؤنا
 میاہ پائیں کار کھ اپنے دل
 چھنداں سستی سنگار کرا می دھن ^{محبت اپنے}
 پنواتے ہیں سکیاں میں اپن کوں
 نبی صدقے قطبا ہے تج نہہ تھے ^{پلاتے}
 تیرے عشق سے
 جو جاگی جوانی تو پھر ہوگی خم ^{جائے گی}
 کہ گوہر پھٹے پر ہوتا مول کم
 کہ تجھ تھے ہوئے عیش سائیں کون جم
 کہ تج تھے ہوئے عیش سائیں کون جم (دکر)
 سہے کھ اپر خوی کہ جوں پھل پہ نم ^{تجھ سے}
 زیب دے پہ پو پینہ پھول سنم
 او چائے ہیں باں میں اپن علم
 سہے سب بتاں میں توں اُس صنم ^{اٹھائے}
 سہائے ^(ج)

(۳)

خوشی دولت گھڑی باجے پلاؤ پلجونا داں سول

عشق کی داؤنی لیاؤ بجاؤ عیش ناناں سول

(ناشہ)

لاؤ

تراز و عشق جو کھی ہے پیاری آنکہہ آنکہہ تیں

عشق کے ڈاویک یک کھلتی ہو ڈاؤ ڈاواں سوں

کہو الحمد شد میری پیاری ہے پیاری

عشق کا شرط لکھے ہیں شرط سوں تیرے ناواں سوں
نام

۲۲۱۰

عشق گوہر چٹرائی ہے اپس کی داو نی میانے
خود

اپس کی بانہ پر پھنڈنا بندی ہو بجا و بجاواں سوں
باندی بازو اپنے

عشق کی بااں میں منج کوں عشق کی کہنی سناؤ تم
مجھے کہانی

پری پر میا نے بلجیا ہے مرادل نہہ پریاں سوں
پھنسا

عشق ہو رعاشتی کا جلو اگا و عشق سوں سارے
اور

تہمتنا چننے گاتے بجاتے سب دنا لاں سوں

پلاتی مد بھرا پیا لامرے تیں مد بھری پیاری

محمد قطب ہت کنگن بندھی ہو لاکھ چاواں سوں
کے ہاتھ میں

(ق)

(۴)

پیاری تو بول مارے نیچ بول نہیں پستیارا
 دستا ہے پول تیرا ہر ایک جوں کنارا
 نظر آتا ہے

چوٹی تیری سوناگ ہے ہورز ہر اس میں کڑوا

او گھر کھیلاں میں دستی توں سا چلی سنپارا
 نظر آتی تو سچی

پھر پھر بھنور کے منے نیچ باس ہوں تولیوں

اس باس میں نہیں ہے زگس کا خمارا
 مانند تجھ

دیکھ دیکھ کر صندل کوں لانا مشک کی لانا

تو تن کی باس آتا سبلا جب اسنبارا

پینی ہے کاج کی کاج اچھری بندھی ہست میں
 پہنچی باندھی ہاتھ

کیا جانیں پاچ ہو رکاچ او ہندوی کنوارا

BOOK NO. 10 BE ISSUED

۲۲۲۰

تج بول میں نمک نہیں تیرے ادھر میں ہیں نہیں

تیرے کنک میں کس میں ہو رچوٹی ہے اندھارا

اور

ایسے رتن رن سوں دریا تھے قطب کاڑے

نکالے

دو جگ میں اس کون اُم ہے مرتضاً ادھارا

(ج)

(۵)

پیارے تیرے پھڑپھڑے تھے رن منج نینداؤں سے

پچھڑنے کی وجہ سے رات مجھے

توں قدت کی گھڑی تج بن گھڑی پیر مو بھاؤنا

مجھے نہیں ملتی

تیرے بغیر

رین دن کوچ جانے ناجو کوئی حیو عاشق ہے تیرا

رات دن کچھ

لگیا ہے یاد یوں تیرا کہ بھٹی کج یاد آوے نا

جی سے

پرت تیرے کوں لہماں بھی سکے نادار و دینے کوں

نکالے

جھٹ

صحت کیوں ہوئے عاشق تین جہ لب شربت پر کاؤنا

کے تئیں

سچی رات کا کلمات منج ستورات ہو دستا
واقعہ تیری نظر آتا

کنا کس سچ رہتا میں جو توں سچ اپ بلا وے نا
کہنا اپنے

تری اس آنچ تھے دل ہے جیسا ابوج کا کلا

کہ جوں نابات توں گھٹ ہی اس کوں پگلا وے نا

تری باتاں تری ہاتھاناں تری تیاں ابے ہو ہوا

دیتی چکے توں گالیاں وے یوسی دلا وے نا
بوسے؟

نئی صدقے عشق باتاں حیاتیں تیں دیا خانا

تجھے قدرت یتا ہے جو قطب کوں سمجھا وے نا
انہو

(ج)



گوری



سہماتا ہے مکھ حسن گوری کا شاب ^{چہرہ کا}
 او قد سرو نیں ہے کندن کل نہال ۲۲۳
 او مکھ چند یہ چند کیان میں لاجوں نقاب ^{اُسی چاند جیسے چہرہ پر چاند کا}
 جھمکتا ہے تو اُس تھے سورج کا تاب
 تو خوتا ہے جیون کالج مکھ تھے آب ^{پگھلتا زندگی تیرے سے}
 سو کرتے ہیں عشاق دل کوں کباب
 او مکھ پھول پر جوں کہ چند پر سحاب
 نہیں اُن میں اے بھید ہو راشتے ^{چاند}
 اور یہ تیزی

نبی صدقے قطبا سوں گوری ملی

تو گل بانہ دے اُسوں پیوے شراب ^{سے}
 گلے کے ساتھ

(۲)

عشق کی پستلی ہے گوری نگیلی
چتر ناریاں میں دستِ پی ہے چھبیلی
سہیں تج پدیاں کے روپِ نرماں
کہ ہے چند رکھیاں میں توں رسی
زب دیں تھے
بنے سولہ سنگاراں تیرا نگ تھو
کہ سب خواہاں میں توں دستِ گھیلی
برستائیں تیرے نور جلو
نہ دیکھی تجھی کوئی سندر سہیلی
جسم سے

نبی صدقہ قطب شہ سولِ پیاری

۲۲۲۰

(ج)

پراوا حسن کا کر کے میلی
لی

(۳)

عشق کی پستلی توں میر دل کھڑی
تجھ نہیہ کے پر لگے اے پری
سہے ناز نہیہ پستلی توں نہیہ کا
عشق سوئے میں منج اُپرچ نہری
عشق کوپ سول کھینچ باندی کمر
جو بن پیالالے بات میانے کھڑی
پریم کی بہیلیاں کرو ہم سوں بات
پریم باغ میں سہتی کوت پری
تینے تن ترے زناک بھرے پھول میں
توں سیورانی ہوناں منے ہو کھڑی
عشق صحبتاں میں پیال پلا
تری نہیہ بھٹی کی مستی چڑی
نبی صدقہ قطب اکو گوری ملی
للات اس کا ہے سوچ و مشتری

(ق)

۶ چھبیلی

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا کے ساتھ لگا
 کہ اُس بن نہیں من یک تل قرارا کے بغیر ہم کو
 صبور کی کو نہیں ہو ٹھاڈل میں جگہ
 الک پھانسی سوں نکھی جو پکڑنے ۲۲۵۔ دکھانی گال اوپر تل کا چارا
 بے من میں اس کے خیال نہ دن زلف پزندہ دل
 نین بہری چھوڑی ہوئے دور رات
 میا کرنا کرے مشوق اپنے ہو خط سیر کی
 مجت خود

نبی صدقہ قطب عاشق ہے تیرا

سدا مل اچہ نہو یک تل بی نیارا
 رہ بھی

۷

لالا

برہ تھے موج لالہ بلی بلی بالی بال

فراق سے میرا

منگے میرا خیا لاصراحی پیالا

ہانگے خیال

ہو لہے ابولا مراسیں بال

توں کر بھول مالا تو تن جاو جھالا

برہ راز کھولیا توں دیا پصالا

اپنا وصال

ہو امن اللہ ابیں آگے لالا

دل اللہ (گلا)؟

بلا لیا بھولا لیا نوارو ملا لالا

(ج) مل

بھولا

(۲)

توں اپ دھراں تھی منجھو دینا پیالا

اپنے ہونٹوں سے مجھ کوں

ہلیا من تو بالاسکی سن مولا لالا

میرا لال

..... بن بن ہوا لا موکر متوالا

مجھے

نرخٹا..... چولا منجے باج ڈھولا

اُدھر کاپیالا دے ہونٹاں ہولا

ہونٹ

مومن تو سونچھو لیا گیا من سو تو لیا

میرا دل تجھ سے

میں گاؤں یلا بلے من تلالا

نبی صدقے قطبا تو من سچ بلا

عشق میں مت متوالی ہوں لالا

سہرا کے سہریں اور سُس سہریں ہے	اُدھر رنگ میں حیات آپ لالا
بھٹی جو بن جوانی بھٹنی سوں	مودل میخانہ پیالا دبو گلا لالا
خمار می سن کا ہے منج دینا بوسا	چمن گالاں میں ہے ذرت چھل گلا لالا
یون ماتی پیالے میں کیتی	تیرے ڈھلنے تھے ہوئے میں متوالا
ترے وسال تھے ہوتی رات کالی	ترے سننے تھے ہوتا دیس اُجالا
نبی صدقے رہے تج عشق میانے	قطب سوں کیا پرت دیو کنڈھ مالا

(۳)

پیالا لیو میرے آپچھے لالا	کہ او پیالا ہی سوج بھی زوالا
نجاو و پھر کہ آو میرے مند	کہ لپڑیا ہے تمہارا منج خبیلا
سنگاتی ہیں تمیں میرے جُون کے	لگو چھانی کہ جاوے دل ملا لالا
ہوی ہوں میں تمہارے نہہ کی ماتی	کہ دیتا ہے ورنہ منج کوں اُلالا

سج تہ عشق کے دھوپا میں پیسا
ہوی ہوں منج بلا تہ لب ز لالا
منجے بھاتے ہین ہمت کنٹھ مالا
اور اتنی ہوں سکیاں ماوے و مالا
نہی صدقے قطب شہ کے سوا پر
اڑاتی (ج) رُمال

(۴)

تمیں میرے مندر سو آج آوالا
تم اوپر تھے واڑوں کی جو بن بالا
منجے وصل کا دیو پیرت پیالا
تمہارے سو باہاں منجے کنٹھ مالا
زرنیا سو میرا تمہارا میا ہے
برہ کی سو منج تن تھو جاو گی جھالا
تمیں میری چھاتی کوں چھاتی لگا
مرے جو بناں تھے سو پھل باں لہو
کسی بات نا پیو سوں مد پر م کا
نہی صدقے و ایم قطب شہ اند سول
کترس بھوک دن کے تن تن تلالا
توں میرا پے ہے پر م ساقی آلا
ان

(ج)

لالن

نقل اس کا ادھر پر ہے حوالا
ہونٹ

میں متوالی ہوں لالین متوالا

اڑاؤ منج پرت کا شاہ شمالا
مجھے

مگرتوں ہے سکی نادان بالا

(ج)

(ناقص الآخر)

چتر تاتی کے بہت تھے لیو پیالا
ہاتھ سے

مناؤں گی ادھر کا جھوٹا دیو منج
ہونٹ مجھے

شہ بھیجے میں تماری نیہہ چھرتے

بچن پرت کے کچھ نہیں تجھی ہر تو
کچھ بوجھتی

(۲)

او بند کھولے نا کھولے جیو کا پیارا

اس او پر ادک سو ہے اوزلف بارا

اُس انگے دسے چال منس کا بچارا
نظر آئے

نین پھاندیں دل رہیا ہے ہمارا
آنکھ کے پھندے

۲۲۹۰۔ ہنوی پو کے مکھ کا ہے جھلکار سارا

کلی پھول تھے بھی ہے نازک اولالین
 پھولے ہے اوچھب دیکھ کر تو ہی نارا
 لگے پھل اندال کے منج نہہر کہ کوں
 کہ جس رنگ تھے ہوتا چین کا سنگارا
 میرے عشق کے درخت سے

نبی صدقہ قطبا کوں تج نہہر منتھ بن

میرے عشق کی راہ کے بغیر

نہیں من کوں بھاتا ہے کج ہو رٹھارا
 (ج) کچھ اور مقام

(۳)

مرالالین ہے لیلیٰ میں مونس مجنوں
 کروں تل تل زیادہ نہہر پو پو
 اپس سر پر بندیا ہوں نہہر سہرا
 کہ میں عاشق ہوں تج پر ہو مضبور
 اپنے بازو کا عشق کا
 کہ بھیدیا ہے تمہارا عشق روروں
 تج پر اور طے سے
 اثر کر گیا تہارا بیسے بڑوں میں
 کہ جھکیا ہے مے وون میں لوں
 مجت سے
 نکر چالے پتر چھنداں کے محسوس
 میرے اثر کر گئی
 (خون ہوں؟) چالیں

دو تن ہمناس کرتی آریاں بانا
او مورکھ کی سوتاں کیا کہ بولوں

غیر رم سے ہے ٹیڑھی باتیں

نبی صدقے کروں اپ دل سوسا

قُطْب شے کا کہ ہے شاہاں میں موزوں

۲۳۰۰

(ج)



۹

مُوہَن

پر م سو کھینچتا آ پخل کٹارا	اہو مائی مدن موہن پیارا
سو دوں سپڑا لیا منجول پیارا	نگینا جو کندن کے میانے سپڑے
نہیں و ومانتا کہیا ہمارا	پیا کوں پاووں پر چنیا مناوں
کہاں میں نہاس کر کرنا پکارا	یکیلی دیکھ منج انجباتی ہیں
ولے دیو وادھر کا منج او مارا	تمہیں منج تو لجاتی سیج او پر
نہی صدقے کہی سلی میں قطبا	تم

کہ ہم تم پیہم میں مجنوں بچارا
تہارے عشق

(۲)

پرت تازی لگی ہے منج سکی موہن پیاری سول
نہج

بند بیاہوں دل اوچا تر چھند بھری کنونٹ ناری سول

امیداں کے انجھو موتی کے راساں باد دھکڑ دھک
ہنو

رین ساری صبا ک منج گئی ہیں بیقراری سول
نارین صبح تک میرا

کیاں کسوت کیاں ہریک پر کی اس چند رکھ کو

سہانی سبز ساری سول شفق انجل کناری سول

اجھون دستیاں میں تچ مکھ میں نشاں بیا میں انگ نک
اب تک نظر آتی تیرے چہرہ کے جسم کی قوت کی

اجھون کھلتی ہیں تیری نین نس کی خماری سول
رات اب تک

سجن کے نہ میں بن مست ہوئے نین کام حاصل تو

نہیں ہے عشق کوں گج آشنائی ہوشیاری سول
کو کچھ سے

عشق بغیر

پیالے کے قصے شوق سوں رنگ رنگ سینے

نہ کو صاحب کی دوری کی چن نہہ کی دکھاری سول
نہی صدقے ہوئے ہیں منج کوں لا باں کے اوپر لا باں
عشق

کبھی ہوں نہہ کا سودا قطب نہہ بھاری سول
عشق کے عشق گراں بہا سے

(ج)

(۳)

ہن بائیں میں حلقہ کان میں دے سوس دھن کے
سوج ہو چاند کوں کرتے پیالے کھ کے سم لوگا
پیا کوں دیکھنے مودل کھے ہے آب وز یوسوں
یکیلان بلجیا مول اس لفاں کے اے بندیں
اسی تھے گل کوں پھر تھے چبے کانٹے سون سون
برن تاج حسن کا جگ کوں دیا ہے روشنی دایم
کہ کرنا سک پیالے وصف کا تعریف حیراں ہیں
تجے سونے نین دیکھا برا یا منج کوں حاجت سب
چکے فرمائے ہم سر پر کہ حاجب ہیں تمی من کے
ونے میں ناکروں سم چاند ہو سوج کوں صاحب کے
کہ پھول پتھری من کھیرے نہ ہوئے نظر آں کے
بہوت ہیں تر سحر اس دوزین جادوے پرفن کے
جو خیر یاس سنگ کرنے کئے پھولاں سوب بن کے
کہ تائے آرقی کر میں تجے آتے ہیں سب بھن کے
گنوائے عاقلان سد بد سود دیکھت نین مومن کے
ہوایوں مدعا حاصل کہ گوہر نکلے معدن کے

نہیں ہے آجکل تجھے بیوسوں یاری ہن جیو کوں
جھگمکے جوت ازل تجھے ہے معافی دل کے درپن کے

(ق)

۱۰ حیدر محل

حیدر محل میاں نے نابات گھول سب

اُس سرو قد کے اوپر بلوہ ہے نورتن کا

سب عاشقان کے دلیں ہے عشق پھول جلو

عشق کا ٹیلا لائی اپنی پشامی اوپر

چادر عشق کا دوڑے جوں بر بہوٹی دیسے

ماوے سو برد بکر برداں سوں ناچے نزن ^{اوڑے شل} ^{نظر آئے}

صدقے نبی شکر کر تج کوں ملی اے پاتر

ۛ

دن دن اندھیتے طبلہ آمدن کے باجے

عشق کے پاتراں سب اُس کاس مکیجے لاجے

پتکیاں نین کیاں میر من میں اندھ سو کاجے

جو پھیر نورتن کے تاراں منزل سوجاے

تیرے عشق کے لاجاں مکیجے ہیں لالہ بجاے

ماوے رومال اڑتے ہیں راج کرتے راجے

حیدر غلامی سیتی تج سیس تاج سب

کی سے تیرے سر

(ق)

(۲)

بھواں ابرو میں ماٹے پرد باندے ۲۳۳. عشق کے راگ تاں میں بھید باندے
 ترے کس میں کنول ہو سور آوے کماں بھنواں میں کابل ساج ساندے
 چولی تنگ انگ میں نت نارنگ پنچے ^{اب} ^{اور} نین سوکاں سول معیت نت پھاندے
 سنے جالی منے من میں ہلجا..... عشق ناداں سول نت آند تھیں ^{آپٹھ کے خاطر سے میرا دل} سے
 توں گھور کر دیکھ رکھی ہے کن پہ طرا کئے کاندیاں پوچھوں نا بوجھے کاندے
 نبی صدقے ملی حیدر پیاری اے سیویاں ستیں چن سول چت باندے ^{ان سیووں سے}
 ترے اپنجل پہ ہے چندنی کا چھایا قطب ڈاواں سول براں کاس باندے
 (ق)

(۳)

حیدر محل میا تے جلو عشق کا گاوں

یزدانی تاننت چوندھر رنگاں ستیں بجاوں
 سے

اب بات میں بند می ہے جلوے کے ناکہ شکن
اپنے؟ باندھی

نیناں کی پتلیاں کوں پتلیاں نمِ نچاویں
پتلیوں کی طرح

عاشقاں محبتاں کا پیالا بھرے پیاری

..... ناقصُ الاسخر.....

(ق)



نوٹ۔ حیدر محل یا حیدر پیاری کا ذکر اس نظم میں بھی ہے جو محلات شاہی میں ”حیدر محل“ کے
عنوان سے شامل ہے۔

۱۱ محبوب

دل چین میں اوپری ناز سونہتی محبوب ۲۳۴۰ سر و سنگار کے بن میں کھڑی ہنستی محبوب
 پھل گلا لاں ایسے گلاں تھو ہوا ہلست
 پھول تیرے دربار کوں قبلہ کے منن بوجھ جے
 اے باریک کمر بال تھے اس بالی کا
 اے نویلی نہ بوجھے کوئی تیرے مذہب کوں
 بنی کے داس پنے تھے ہوا ہوا قطب زماں
 ۲۳۴۱ رنگیلا جام لے اب بہت منجے کستی محبوب
 سر بسر ہے اسے منج عشق کی ہستی محبوب
 اس اُپر زکمرات ناز سونہتی محبوب
 یہو مذہب منے مذہب تراستی محبوب
 اسی تھے تیغ ہے میرا سدا جستی محبوب
 اسی لئے

(۲)

جگت حسن میں ہے ترا حسن محبوب میں طالب ترا ہول ملاتوں ملطو

تمیں بات دل جان کی بوجھتیں ہیں سوکے کے قلم سبیتیں لکھ بھیجو کہنوتوب
 تر آجس یوسف سوں کرنا ہولاوا ^{خطا تر کے آسے} تری آرزو میں عاشق جوں یعقوب
 تر حسن کا ذکر موکل ہے تہی ^{میرے گلے کی تسبیح} مے دل کے گوشے منے توں ہر مرغ
 اُسی تھے شہاں میں ہوا امر بلندی ^{میں}
 نبی کے غلام اس سے قطب منوب
 ۳۳۵۰
 (ج)



۱۲ مُشتری

نن بن میں دعوے کے پھولاں کھلات	نن پستی ہم سوں کری ایک بات
عشق انت ادھر بیوہ تج کوں سہات	عشق کسوتاں تھے مجے مشتری
ادھر تبرے کوثر کا پیا لاپلاں	عشق توے جو بن کی ساراں کسے
ادھر چو منے تھے سولا جے نبات	ادھر پر ترے ہے پریم کا نشان
ترا کھڑا پریم کہانی سنات	اچت چاند ہستے ترے دور و دل
کہ آپس کے من میں نے منگوں منات	چتر ناریاں میں چتر بین تھے

نبی صدقے ماوے چتر قطب سین

کہ راہیاں منے قطب تارا جنتاں

(۲)

دعا معشوق کا کر کام تچ با عس ہے
اُسے جیسے تھے سب جگ پر ترا فرما رہا ہے

ترا ہستی اسی کا نا نو ہے تن میں حیا ہو

تو تچ مستی ازل تھے تا ابد لک با صفا ہے
تیری سے

اسی مستی کے تئیں توں جب رہیا ہو دیں دلیں
بہت دن

۳۳۶۰

ہزاراں شکر و سجدے کر کہ تچ سومر جہا ہے

ہم دل کے گنوارے میں سجن کا نور دستا

سوچ کر ناں کی ڈوریاں میں جھلکتا خوشنما ہے
گہوارے

سکل دندیاں کے طالع میڈیا ہے زحل تارا
سب

ہمارا مشتری طالع میں طالع کا بقا ہے

خدا یا قطب کے تارے کون دے توں سرفراز

خواجہ کے ستاریاں میں منگل کیسے اچھا ہے

نبیؐ لست گزین لنگردار ہو کر رہ معافی

کہ لنگرداری میں تاج کون ہزار لک شفا ہے
لاکھ

(ق)





بلقیس زمانی

حُسن ملک میں ناسمے نتج باج
نہ زیب دے تیرے سوا
دیکھ اُس مکھ تختی سوج کپڑا لاج

انچل سیں ہساتا نتج بیوتاج
تیرے مثل
اُن قول بیڑا دے کرو تم ساج

تیری چوٹی گند نے ہوئے مشاج
ان کو گوندہ بنے
اُدھر نقل سوں توں دے کر کال ساج

عشق تاراں سہل تم بجاو دکماج
ہونٹ
دوئن کوں توں نا دیکھ کر مکھ مانج

محبّت قطب کر خوشیاں سوں توں راج

عشق پادشاہی سو ہے نتج آج
نہ زیب دیتی جو نتج
تو مجھنے مٹھائی شیریں کونہ آئے
تیرے چومنے کی

سچی اس زمانے کی بلقیس توں

تو خدمت میں عراں کھڑیا بات جوٹ
کھڑی ہیں

کھنجن تیر کھنجن یہ کرتی بڑائی

جون پیالا دے ہست میں پیالا پلا

عرضداشت عاشق کوں مشوق پانچ

ہے سر پانوں لک توں کندگی بنی

نبی صدقہ پایا ہے جنت کی حور

حاتم

جھلکار سہی	ناری سہے تیجہ اتالے چالا
چھوٹے اکاں میں پھول والا	سنیولی اُپر بھونگ سٹیا چالم
ادھراں کے اُپر بے سولالا	رتن تھے ادک دیں ہونٹاں پر
سورج کوں پلا چھندوں پیالا	دیکھ چندنی میں چند کھی کوں
نہیں میں جو منہ سے پڑیا اوجالا	دن رات ہوا جو کھولے دھن کس
انگ ننگ سوں کہے پیا نہالا	ناریاں میں جو ناز بھاگ اچکل

نبت پیوے علی کے صدقے حاتم

۲۳۸۰

قطبا کے ادھر تھے پیالا

(ج)

سے

۳ بہمنی ہندو

نیں لکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکایت
 دیتے ہیں دام ان کو کون پوچھ کر تیرے عنایت
 میں ہر صواب پانی دیتا امن و لایت
 ناکو تو ال قاضی ناکس کا ہے حمایت
 دُوبن ہوئے ہیں اب تو تم ٹاکر و ہدایت
 اپنا ز روشنی باتا منجھوں ہو نرایت
 تجھ حن کے چھجھو کا کوئی نابو جھو ہدایت

ان بہمنی ہندو کا کس دھڑکروں شکایت
 بے دام اس کا خدمت کرتا ہوا اپنے دل ہوا
 اس اس اس اتھے ہوٹیاں سوکھے ہیں تیرے
 امید کی آہوں سے
 اُس شہر کی سوبیتاں کن نا دیکھیا نہ سنیا
 کوئی دیکھا سنا
 غمغئے کے سمند میں تیرا ترست نہ دے کر
 آہاں اُس لکا راہ خیال با ہڈیا
 توانت میں جیو کا دوری کہ میں اُٹھ نہ سکتا

یک جھن اگر نہ دیکھوں تج یاد کا شہلا
 تج باج گمنام کو شکر اے بغایت
 نیناں کے لعل تھے دل کی پٹریاں جوش میرا
 تیرے بیزگار نام تھے
 سٹ چھانوں عشق کا منج تول اپنی لولیت
 تم یاد تھے ہوا ہے مومور نمنے موتن ۲۳۹۰ اب ناکریں تو ہم پر ہر کب کریں عایت
 تمہاری سے
 کوئی ناسکے معافی آپ کی تیریاں کر
 پڑتا ہے اپنے دل میں دُن بعلی وایت

(ق-ج)



۴ ہندی چھوری

سُکڑ سُنڈر ہسلی گُن بھری ہے

وہندی چھوری بہو چھند شہ پری ہے

لڑکی بہت

وُتن میں توں سورنگی جوں پری ہے

اتنوں خوش رنگ

کہ توں بالوں میں سب غنبر بھری ہے

بالوں

اوشابی تھے سدا تچ سروری ہے

اُس کا وجہ ہے تھے

اوہاں گاؤن سوزہرہ مشتری ہے

دیاں؟

نئی صدقے یہ بجائے قطب کوں

توسکیاں میں تون جیسی شہ پری ہے

(ج)

رنگیلی سائیں تھے توں رنگ بھری ہے

کی وجہ سے

لٹکنا بجلی نمنے اُس سہاؤ

کی طرح اس کو زیب ہے

چندرکھ موہنیاں جب ناچتیاں ہیں

چاند جیسی صورت والی

سبھی حوراں نہ آئیں آج تچ سہم

آسکیں تیرے مقابل

اُبھیچتا ہے ترے کھ تھے جے شابی

سے جو جوانی پیدا ہوتا

لگن مندپ تاریاں سوں سنوائے

آسمان

اسلئے

پدمنی

(*)

تج ناک موتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں

یا خضر کے چشمے میں تر تباڑا پرتاب سوں

دو پڑ پڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھایا

۲۴۰۰
اُس جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے دابوں
میں

تج نین کی راوت چڑھائی بھنوں کما باروس کر

سب عاشقاں میں منجہ اُپر رکھے چا پتاب سوں

جب ناک میں مکر اسہاگن بین آئی جُسلوہ میں

ووقفل دے منجہ گیان پر سک کرے شرتاب سوں

مکوا جو لٹکانی پہونک بالاں میں پدمنی پدم کے
یک تل میں بلجائی منجے اس کمرے کے قلاب سوں
منجھے

قلا ب سٹ من میں کون کھنچی اک ڈوری سیتی

اپ عشق کے کھیداں دکھاتی ہے عجب لکھ با سوں
لاکھ طے

ہستن کھن ہو چینی بھل کر رہے دھن بھیدیں

وو پدمنی مل کر رہے اب قطبے نواب سوں

(ق)

۰۰



سندر

چندر مکھ تچ لعل لبیں دس جوں تیرا رہیں

چاند چہرہ تیرا

دانت مثل

کہو یہ چاند کاں کا ہے کس سماں تھے اتارے ہیں

سے

کہاں

اگر یہ چاند اس سماں کا کہیں جگ تو قبولوں کیوں

سماں کے چاند کے مکھ میں کون دیکھیا جوتا رہے ہیں

چہرہ

سبح چند سوں سندھ مکھ کوں دیئے تشبیہ شبِ شاعر

سوچ چاند سے زیادہ جین چہرہ کو

ولے پوچھیں جو منجکوں تو اُس انگے او بچا رہے ہیں

کے مقابل وہ

مجھ سے

کہے دیکھے کرشمہ کرو و سندرنا زنیں منج کوں

و

تو اُس نیناں کے جھلکارے جھلکتے جوں کٹارے ہیں

ان آنکھوں

سما آج کے اوپر ہدف سو سور کرنا وو

سوج
بھواں کے قوسوں تارے کے نینا تیرا ہے ہیں ۲۴۱۔

سوج ہو رچاند کے کرناں جھلکتے سو دس جیوں
نظر تیں مجھے مٹھ
سوج اور

کہ جوں منگتے سندھ کرن اوگدا ہو بہت پیارے ہیں
جیسے مانگتے ہیں سے .. ہو کر باتھ

ایسی سندر کوں پایا ہوں خدا کے رحم تھے قطبا

جو حوراں ہو ر ملک دیکھ کر ہوے حیران مارے ہیں

اور



نگیلی

مری مٹھ بولنی میٹھانی سوں پیالا پلاتی ہے

خماری رات کا اپنی نین میا نے دکھاتی ہے

۲۴۲۰

آنکھ میں

مری شیریں کنگھی کرتی، کنگن بختے ہیں ناواں سوں

آواز سے
رتن ٹیلا دھڑکنگ میں فے چھند سوں پیا پتی ہے

چمکاتی

ٹانگ

ٹیکا

نوی متوالی مد پیالا پلاتی نین نقتلاں سوں

نین خماری اپنے تن چڑھا دھن کن بناتی ہے

انچل جھلکار کی چونیاں چندر سوچ من جھمکیں
کی طرح

ڈھلک نارا لٹک چالاں منے چالاں پیا پتی ہے

مدن کا تٹھاں نوے جو بن نویلے تن اُپر سہستے

پون کے راگ رنگ کا کر منجے چھند سورجھاتی ہے

رتن کی پیاری مانک جھت پیالاجھر بھلاتی منج

رنگیلی برہوٹی برہوٹیاں میں سہماتی ہے

نبی صدقے حجر قطب سول مل اچ گڑی اتوں

چند ایسی سہیلیاں تیں سورج سا مکھ دکھاتی ہے

(ق)



نور کی مورت ^۹

کجھ انکھ میں سوماہی کے مراتب سوں علم پکڑے
چکر بالاں چند اکھ پر سو جیشیاں کا شتم پکڑے

تو فوجاں حسن کے پے جو بن گچ مست ہو چلے
کنڈ کنڈھ مال تچ گلے کمندیوں کوئی کم پکڑے

تراکھ جام چند رہے سوہیت درین سکند رہے
ولایت حسن بند رہے تو خوباں تچ سوہم پکڑے

مصورت تچ لکھے صورت نہ لکھ سک نور کی مورت

اپن میں آپ بہت جوڑت قلم سٹ کر شرم پکڑے

چلی لٹکت چمن کھن میں اٹھے غلغل تو پھل بن میں
جھڑیں پھل برگ انکن میں جھلون دیکھ و خرم کپڑے

عجب قدرت برن ہیں تج جگت خواباں ہیں تج

للات ان کا چرن ہیں تج دیکھت اپ دل میں غم کپڑے

تجھے دیکھ کر اپنے

معافی ختم کر اب توں سننے جے کوئی ہوے مجنوں

جو یک شہمہ سننے تج روں کہ میں ناجا ہم کپڑے
کبھی

(دق)



کسین

(۱۰)

لاج کے خوے بندِ اُپر رات کا کہنے جواب
شرم بند

کیوں چھپاؤ، بی نہ چھپ سے نیز نزل کا جواب
بھی کے صاف پانی

نکھ اچھر لکھ لکھ اوپر سحِ صحبت کا بیاں
ناخن سے جردن چہرہ کے

آرسی دیکھ ہو گاتب خاطر نشاں تچ باحباب

طرحِ صحبت باغ میں کستی ہے توں وضعی نوا
آئینہ کرتی

جانتی توں کچ بوجا ہوں تیرے سب چالے و شباب
نئی وضع سے سر ہے تو کچ سمجھ گیا چالیں

پیتی..... سوں مد تچ کس بنا ناؤں ہے
نام سے شراب تیرا کسین

حیف میری عاشقی تجھ حیف معشوقی کے باب
تیری

مُج محمد ناؤں ہے ممتی سو بولیا راستی
میر نام

آؤ خوش یا نہ آؤ خوش ہے نام میرا آفتاب

نَاكُزْ

نازنین

دھن دید پر نادید رکھ سوچ نہیں رہتا کھڑا
عورت کی

تارے چند رسن یو خبر سب بن میں رہے گڑ بڑا
چاند کر یہ رات

سو دھن کا مکھ جھکا و تانس میں سرج چھپ جاو
نازنین منج بھلکتا رات

دن میں چندا نہیں آو تا تارے تیں سب جھڑ پڑا
چاند آتا ٹوٹیں

۲۴۴۰

ہسلی کا کھونپا ہے بدک بند خے جھڑ جو تھول
بوند پسینہ کے

دیکھت چنچل نینان چلن بجلی تو جاوے کر کڑا

بچ نیر کوئی نا آئے کر کوئی آگ پھرن جائے کر
بچ پانی

باڑی سوپکاں لائے کر سوکا کرے آڑا اڑا
خطا ہو

دھن سس پر پھولا چڑے انبر پہ لکھنا ہے جڑے
اسان

حوراں ملک دیکھن کھڑے دستا تماشا بو بڑا
دیکھے نظر تاتا

ہا تاں میں لالی یوں بسے کیتے شکار و سب کسے
 کرتا شکار وہ ہر ایک کو
 خونی تشافی سچ دے عشاق لے چنگ سنپڑا
 ہاتھوں
 نظر آئے

صدقہ نبی کا داس توں میں دس اسکا اس ہو
 غلام
 قطبا علی کا داس ہوں کھڑا دل دل کڑا
 غلام
 شکر دکر

(ج)

(۲) اسرارِ شباب

(ۛ)

سوچتا ہے دیانی ہے سندر چندریشانی میں
 چمکائی حسین چاند حسین پیشانی
 مگر دستا ہے عکس اس کا گلن سمدور پانی میں
 آسمان سمندر
 نظر آتا

بویانندی ال ساطی لال پتلی چین کے چن کر

دھرت پر سورہوں دیکھیا شفق رنگا رغوانی میں
 زمین سوچ میں نے دیکھا

رچی اپنی پشانی پر وِ خونِ خون کرنے کوں
کہ سمجھے خوب کر عاشق نہیں چو کہ اس نشانی میں

ادھر کے رنگ لالی سوں کی بیوقوف کوں بالی
ہونٹ یا قوت

شکرِ نبات کوں پگلائی ہے شیریں زبانی میں

بیکانی چاک گچہ سنس کوں پھلائی بھول منسی میں

۲۴۵۰

کھائی چال ہاتھی کھلائی
جواناں کوں نہ خاطر لیسائی مغرور سوں جانی میں
جوانی لائی

ادھر امتِ پیاجانوں سو مکر اچھو پا جھلتا
ہونٹ

سدا کیوں ناجیوئے ہتہا ہے آبِ زندگانی میں

بچن ہو رہوں سوں جیولینے دینے جاتی ہو توں

گفتگو اور آواز سے دل لینا اور دینا

نبی صدقِ قطب ماہر ہے تیرے بھید جانی میں

(ج)

(۳) اندازِ شباب



یون سستی ہست را کھی ہے اپ کمر
 جوانی سے ہاتھ رکھی اپنی پر
 میں اُس فورسوں لبدیا ہو کیا عجب
 سوچ چند نمن جھمکے ووز کمر
 چاند کی طرح
 دو کجا رشتی پایا کس نین خبر
 لئے نہیں
 تو دوری ڈرائے منجے دور تھے
 تیرا فراق
 نہ ارد و منک سوسیں اُپر بائے اخیل
 آدھے جسم سے سر پر ڈال
 اچھوں دور کرنا اچھوں فرق نہیں
 کہتے لوگ جو کھو جس حسن سوں
 منجے اپنا کہہ نہیں کہتے آپنا
 منجھے کہہ کر کرتے
 مگر حیلے کی دار و نہ بھائے منجے
 ۲۲۹
 معافی کی باتاں تھے جھڑتا منک
 ہے
 کہونا کو بلجیا تیرے منتر
 میں نہیں گیا ہوں
 دو لعل نین تھے چڑھیا منج اثر
 اس سے چڑھا
 جے چاکھے کہے ہر منک سوں شر
 جو

(۳۴)

چنچل نین

(*)

دونین تیج ابرو تلمیں ہیں نار کیرے خواب میں
دونوں آنکھیں تیرے کے نیچے

داؤست شوخی سوں بہتے مسجد کیرے محراب میں
سے سوتے

تیج نین چنچل..... کان کردوزلف سوں

کھیلےں جو دھڑتھڑی کے کو تیج کھٹے کے مہتاب میں
تیرے

یہ کیا عجب پڑتا نظر جو دوپ پڑتی چاند پر

یا کلمہ نورانی جوت بھربے نین کیرے شباب میں
دھوپ
روشنی
آنکھ

ہیں لشکری نیناں ترمی سجور سلح کلا کرے
آنکھیں

کوئی ریس تس کی کیوں کرے سوزندل کرے ارباب میں
اُن

نینو گھلاتی مندری تب قطب شہ کوں بھاؤتی

مل سیج میں یہ بھاؤتی چوسا رتوں ہر بات میں

(ج)

چاروں طرف تو

ماہ ابرو

(۵)

(❖)

تج ابرواں کے چند تھے دستا نخل چند عید کا

تیرے چاند سے نظر آتا چاند

ساتی بھواں کا دور تج پیا لہ ہے منج امید کا

میری

تیرے

نس دن دعا تھے مونظر پر یا بلالی بھوا پر

پڑتی

سے میری

رات

اس روشنی کے سم نہ آوے روشنی خورشید کا

مقابل

تیرے ادھر پیا لے کا شہ شیرینی ہو تلخی دھڑے

ہونٹ

اور

اس کے برابر نا کہوں پیا لاکھیں ہمیشہ کا

کبھی

راکھوں نظر تج حسن پر لواتے بھیجوں شوق سوں

۲۴۷۰

تو میرے طالع..... کا

سب سروقداں میں کرے سو مروختیاں سوسماع

تو جیو کا جاں بھاگ دے دیتا قبا جاوید کا

کوئی آج لک سمجھے نہیں تہج حسن کے نکلتے کے تئیں

معنی نہ بوجھے عالماں ہرگز کدھیں تہج بھید کا
پہچانے کبھی تیرے

تہج مکھ مسی کا سکھ ہے عاشقاں کے دل منے
میں

نابج رقیباں جھوٹے کون دیکھیں کتب تقلید کا

بوجھ

نیرانزا کت حسن کا پڑھنے میں لکھنے میں نہ آئے

اونور ہے روشن بہوت نہیں ہر سکت یک دید کا
نہیں

تم یاد بن ہو ریادیں یک تل معانی کوں کدھیں

شاہانظر منج پر دھرو تشریف دیو و عید کا
اور نہیں لمحہ کبھی

(ق)

مجھ



کعبہ رخ

(۶)

(*)

سکی کا مکھ مکا، ہو ریس کسوت جون نئے ہیں
چہرہ مکہ اور بال کی طرح

دیسے یوں مانگ موتیاں کی کہ حاجی حج کو آئے ہیں
نظر آئے کرنے کیلئے

سہے تل حجر الاسود، ہو ر ذقن جو چاہ زمرم ہے
سجے اور

سوکارا دل جوں پانی سے بند موتی جو آئے ہیں
بود ٹپکائے

سکی کے زلف حلقے ہیں سوجوں کعبہ کے درمیانی
مثل

یوں ہر قطب کے داعی دعا کر کر بلائے ہیں

چنچیل کی نہیں تھے حج کو نشانیاں سخن کیاں دستیاں
کی نظر آتی ہیں

مگر قربان کر لئے جیو حاجیاں کے دن آئے ہیں

منا عرفات دھن جو بن ترے ہو عاشقاں حج کے

۲۴۸۰ اے عورت اور
کینے قربان کر کر جو نشانیاں لہوں کی لائے ہیں
دل لہو

ویسے یوں جا لے موتیاں کے پھل جو بن پتہ پھل کے
نظر آتے ہیں

کہ جوں ملتو دو تھانے کا پون سوں کس دوائے ہیں

(ق-ج)

سر خوش قد (۷)



سر خوش قد دیکھیا سب سرو کے بن میں عجب

اُس کے سرو کوئی نہیں سب باغ و گلشن میں عجب
(سریکا) طح

سرو سرواں مرا سرواں بچ ہے سوچ منمن

اوسوچ کرناں جھکتے مجھ میں کھن میں عجب
ہس سوچ کی کرنیں چکتی ہیں میری آنکھوں کے

باغ میں کرتے چمک چالے سکل سرواں ولے
چلیں سب
چل نہ سک تجو چال سم کاڑے گئے بن میں عجب

باغ میں سب سرواں ڈالیں حیران ہو

سبیں خم کربات کرتے یک کے یک کن میں عجب
کان

گل کھلے تارے من کنولے رنگیلے سرو کوں

کچھ
چند سُر ج اُس پھل لگے سب سرو کے بن میں عجب
چاند سوچ اکو

سب پھولاں کی باں میں ہر کار مجھ پھول گاہیں
خوشو میرے

لذت اُس جھلکار کا چُنبیا ہے مجھ من میں عجب
چُنبھا میرے دل

یارب اُس سرواں کوں نادکھا بادِ سوسوم

کیونکہ اُس کا نور دستا دل کے درپن میں عجب
نظر آتا

ترڑی دم دم میں اتاروں سُرِ رعنا کے اُپر
سب رقیب اسپند کر جالوں اگن فن میں عجب
جلاؤں آگ

جاں چھپا رکھوں معانی پاؤنی دوتن نشان
 جہاں بھی رکھوں پالیتی غیر
 طاق لوحین میں چھپا او نور لوحین میں عجب
 آنکھ

۲۲۹۰

(ج)

(۸) چاندنی اورین

(*)

ادھر تھے چوے جم امرت پیالا
 ہونٹ سے ٹپکے
 تو سب جگ پر سیا ہے اپ آجالا
 ڈالا اپنا
 دیا اس رنگ سائیں کھ گلا لا
 ہستیا جوں کہ نرمل چاند بالا
 جھٹھ
 سجن دیو اس صفائیں فرالا

سجن مکھ کا اوجا لا چند تھے آلا
 چاند سے اعلیٰ
 بیورن ہے کلا چند تھے اے شاکی
 چاند سے
 تارے نمنے جھکے کن کے موتی
 کی طرح کان
 دیسے جوں دو دچند اس میں
 نظر آئے
 جھلکتی ہے رین الماس نمنے
 رات مانند
 چندن کے اونٹ چندنی ہی زیبا
 نبی صدقہ قطبا کوں نبیاں سب

(ج)

چاندنی اوریا (۹)

(+)

چلے چترنی میں جب لٹک پیو ہمارا
اون عکس دیے چند رتھے اپارا
چاندنی ناز سے پیار
بے حس ہیا میں پرت ہم سخن کی
بن اسکی پرت سچ کہ نہیں اس پیارا
انکا عکس سے زیادہ
جنے سائیں کے عشق کا مدد پیا ہے ۲۵۰۰
نکر سے اسے ہو رستی اتارا
نکر کے اور
جو کوئی ماتی ہر سائیں کے حسن چھوٹے
او سے ہا میں نہہنت میں جگارا
مانے عشق کے سنگ
پیا نور بستا ہے مہج دل جھک میں
کہ جس نور تھے ہے سرج آشکارا
سوج
سکی پیو چنٹا لکیا ہے ہن کوں
سجن بن نکر سے لہر کو کوئی نوارا
کے

نئی صدقے قطبا کا من تج سولا گیا

تج سے لگا
کہ اپ جیو میں سیرا لکیتا ہے ٹھارا
اپنے دل کرتا

نیاز

علم عاشقی

جس پیو کوں ڈھونڈتی تھی ناچ جہاں جہاں

نہ پہچان کر

سو پائی تس اپس میں جیوں سوں تہاں تہاں

اکو اپنے دل سے ہر جگہ

سمجھی کہ کچ اُدھرتے مج..... (پی) کا تھا تھا

سمجھی کچھ ہونٹ سے مجھے

تو ایسے بے نشاں کوں دیکھ کے نشاں نشاں میں

دیکھ کر

مُج دل نین میں نور او سنہور کر کے خوش خوش

میر کی آنکھ وہ بھر پور

پھر پھر دیکھائے مکھ تو دیکھی عیاں عیاں میں

کئی برہ آچہرایا جو ہر وصال ہو سو

اب سنیر آئی ہوں اُس مُھنڈ و مُھنڈ کہا کہاں میں

ڈھونڈ کر

حاصل کر لی

معتوق پیو کی عاشق ہوئے کر کے جگت منج منج

پیا

او علم معتوقی کا کرتی بیاں بیاں میں

اُس

کیتی دیکھت پیاے تیری ہودا سدا سی

کبھی

کی صاحب اپنے سوں مل رونگی ایاں ایاں میں

۲۵۱۰

رہوں گی

حضرت نبی کے صدقے تج پیو ہے جو جاں جاں

تیرا پیا ہے جہاں جہاں (ہر جگہ)

کہہ توں جہاں جہاں او قطبا تہاں تہاں میں

(ج)

رسم عاشقی

(۲)

(❖)

نین بت خانہ پتلیاں کوں اچھوتا کرتا ہوں سوا

سندور ٹیلا پشانی را کھئے تل تل ریت اے نیوا

لگائے

مسماں ریت کافریت کیا ریت اے نہ جانوں

کہ جگ کے لوگ ریتاں چھوڑ پکڑے ریت تہج جیوا
تیری

دھری ہرکان میں مہرے پڑائی ہے ابوقی تن

کہ پتلیاں میاں نے دستی ہے سو پھلی پتلی جیوں دیوا
میں نظر آتی

اُننگ ندی کی کشتی میں سکھیاں چڑھ کھیلتیاں میں خوش

اچل اردہنک سٹ پکڑے اونا کا ہت سستی ریوا
چڑھ کر

پرت ہنترسوں آئی ہے سکھی اب دود جو بن پر
ہاتھ سے

نین اہل کھلا کھینتی صراحی نہ سرا بیوا
شراب

میرا امرت اچل اوجھل لذت منجکون کھائے

پساریا مات میں آساں او اس منجکون تک ریوا

نبی صدقے پرت باغاں میں عشرت کرتا ہوں کر سوں
آس سے

قطب شہ کوں کھلاتیاں میں سہیلیا رنگ بھرا میوا

کتابِ عشق

(۳)

کج ل آنکھ کے رنگ میں بھید ہے تو بھید بھید میں جوت خورشید ہے
 گہر پا کال میں تھے پنجبیا گہر ۲۵۲ عشق کا جینتا سوا مید ہے
 عشق حرکتاں میں سو حرکت لہے خوشی پھول چادر میں جمشید ہے
 خوشی سیتے بوسادے منج تخت پر گھرے گھر عشق میوے کا بھید ہے
 خوشی خوشبوی خوش ہے اسپند آتا عشق باس کے جلوہ میں بھید ہے
 خوشی خرمی میزبانی گنائے عشق کے نشاں پر مرادید ہے

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں

قطب شہ نبی صدقہ جاوید ہے

نقشہ وصال

(۴)

اے نار میرے نین کوں دے آپنا دیدار عیش
آنکھ کو

سروں بھی تپتے ہیں مے ان کوں بھی دے گفتار عیش

منج ناک دھن تچ ناک تھے دم باس کا دھرتا ہوں
کان
میرے تیرے سے

دم باس دیکر توں اُسے دا ایم دیئے آپار عیش
خوشبو تو بے حد

..... تچ درادھرتس میں نبات امریت بھر
تیرے موتی جیسے ہونٹ آبجیات

میرے ادھر برادھر ادھر منگتا ہوں میں آثار عیش
کے ہونٹ رکھ ہونٹ

تچ رخ سستی منج رخ ہے نہیں اس تھے رخ فرخ کہیں
تیرے سے میرا سے زیادہ

رخ ہوں ملا رخ کوں کہ ہے رخار کوں رخار عیش
سے

منج کنٹھ دھن تچ کنٹھ کی کنٹھ کوں بہت منگتا ہے

میرا گلا عورت تیرے گلے

۲۵۳۰

منج کنٹھ سوں ہم کنٹھ ہو دے سور کا جھلکار عیش
میرے گلے سے گلا سوج

باہاں میریاں مشتاق ہیں تچ بانہہ کے گلہار کے

تیرے بازو گلے کا بار

بازو

باہاں منے باناسکے تچ بانہہ کا گلہار عیش
بازووں میں نہ سما سکے تیرے بازو گلے کا بار

منج ہات منگتا ہے ادک تچ ہات سوں ملنے کے

بہت تیرے ہاتھ سے لے

میرا ہاتھ

منج ہات کوں اپ ہات سوں کرنے دے توں عیش
اپنے سے تو

بھینٹن کے ڈوب بستی دھن کچ کچ اپنا طول کر

سے

ہم دو نوچ سوں کچ لگا کچ کچ کریں ہر بار عیش
پتانوں سے چھاتی تھوڑا تھوڑا

چھاتی سوں چھاتی ایک کریں جیب ہو ریک میت ہو

تچ نکھستی نکھ منج کرنے میں ہے ٹھائے ٹھار عیش

تیرے ناخن ناخن میرے

میرے تھے رو بادلی جمنوا گنگا جوں مل اہیں

روں روں سو مچھلی ہوے کر کرتے ہیں تچ گنگا دھار عیش

تیری گنگا کی دھارا میں

وہ لکیر جو ناف سے نیچے کی طرف میڈھی جاتی ہے۔ اسکو سلی بھی کہتے ہیں۔

وؤنا بھی دو بھونے اہیں سنگرام کے دریا منے
وصل

دو من تراد و تیر تیر کرتے اہیں اس ٹھار عیش
جگہ

تج منج کر کے کٹ منے پیرت یکٹ پیٹریا بکٹ

اس کٹ منے کرتا ہے داہم بدن کا بھار عیش

تیرے مرے پاواں کی جوں ناگ ناگن مل رہے
میں

صدقے نبی کرتا قطب کرتا تھے آپا عیش

(ج)

خدا کی عنایت سے بیحد

(۵) عیش وصال

(ج)

سدا منج عید سوری ہے کہ میں دھن وصل پایا ہوں

عورت کا

دفا کے منتراں سیتی سو دھن کا من ریجھایا ہوں

سے نازنیں دل کہو چند سور کوں جا جو دیکھا ایک آج نہ نکلیں

کہ دھن مکھ نور تھے اپنی مجالس میں ویسپایا ہوں
عورت کے چہرہ کے نور سے

ہزاراں منتاں کرتا تو تک مہنس بولتی نہیں تھی

سو آج اُتری ہے باتاں میں کہ میں مدنی بلایا ہوں

شراب بھی

نثراب ہو عشق بازی باج منج تھے نارہمیا جاسے

کے بغیر مجھ سے نہ رہا

کہ یود و کام کرنا کر میں لے سو گت دکھایا ہوں

بہت قسم

سکی ہرگز نگو کہہ ہو کھیا میں بات تج کوں جو

تجھ سے

کہ دو تن بھٹ پرے گی وو اُسے میں آزمایا ہوں

غیر قیب پھٹ پڑے وہ

سمند دل میا نے غواص ہو کر غوطے مار برساتھی

دل کے سمند میں

(برسات میں)

بچن کے موتی..... دھند سکی تج متائیں لیا یا ہوں

ڈھونڈ کر تیرے لئے

سو دھن جاعیش کوں پوچھے کہ توں آیا ہے کس خاطر

ناز میں

کھیا، مہنس عیش ازل تھے میں قطبے خاطر آیا ہوں

سے

کہا

بعدِ وصال

(۶)

رینِ سب سے سوں مل جاگی سو چھب نیکا ہی پیار کی
رات

نین مانتے الک بکھرے اثرِ گھٹلتِ خماری کا
زلف

دیا جھولے پر م بار ڈولے پھیل ڈالی ہونا را
پھول

چھوٹے گل موتیاں ہارا.....

چلے لٹ پٹ لٹک بالی سو ہوشہ مدسوں متوالی

انچل سر چھوٹ گل لالی جھولے اس متواری کا

چنچل کا مکھ چھبیل ہے ادھر امت رسیلا ہے
ہونٹ آبجیات

اجت جھلکار ٹیلا ہے چکندرات ساری کا

دس کے داغ گالاں پر پھنور جوں کھل گالاں پر

دیسے کھل جھلک بالوں پر سو جگنات اندھاری کا
نظر آئے پھول

۲۵۵۰

سو لکھن چھیند بھری چنچل کھسائے میں چوڑا بچل
نشوہ

متی موئے مست جوں منگل سومر پی پیو کی پیاری کا
برکائے سر سے

نئی صدقہ قطب راجے طبل آندنت کا جے

سدا بچل گنید کٹھ سا جے سو جو بن دھن ہماری کا
راجہ رشاہ

(ج)



مَجْمُوعَةُ
فَنَاءِ

پریم کی کہانی

سنو لوگ میری پریم کی کہانی
 کہ پیلا ہے رنگ عاشقی کی نشانی
 تمہارا ^{اثر کر گیا} ^{میسے بال بال میں} عشق بھیدیا ہے منج بالے بالا
 کہ ہوئی ہوں تمن پریم میں ہوں یوانی
 بہت سعی سوں میں سولذت پہ کھچانی ^{تہائے عشق میں}
 عشق پیتھ میں اس کوں سا جا کہ مانی
 جیون پھل وہی پایا کر میں جانی ^{راہ}
 جسے نہہہ بوجھیا ہے سن اے ایانی ^{زندگی کا شہرہ پایا}
 اسی کا ہے دوجک میں جیونا اندو ^{جینا آرام سے}
 نبی صدقے قطبا جگت مول پایا ^{دنیا کی محبت}
 سواو عشق ہے اس تھے نین خوش کہانی
 سے نہیں خوشتر

پریم کے چھند بند

(۲)

پریت جل میں جنے رہے ہو رنجانے
 محبت کے پانی جو ہے اور ہے
 جنے جم نہیہ دھیاں میں رہیا
 جو ہیشہ عشق کے دھیان رہا
 حق اپ پریت کے تیں دو جگ بنایا
 اپنی

پریت میں اُن کرے بھوانے بھانے
 ۲۵۰ عشق کا جن بوجے ان نگٹ بھاؤ

ہمارے ہو رپیا کے درمیانے
 بہت ہمارا بھینیں بختے نکو آؤ

برہ کی رین جن کوئی بہانے
 اور نہیں پہچانتے نہ کرے سیوا پریم کارا ت دن وو

فرق رات
 نبی صد قے پیاری قطب اکھے

پریم کے چھند بند توں پچھانے

رقیب

(۳)

اے دو تن ترا سی توں ہے سر بر غلیظ
لے چیز تو غلیظ ہیں جگ منے ولے
بہتر جو بحر و بریں نہ لے نا نو کوئی ترا
تیرا چتر خدا نہ کرے جو چتر اے کوئی
شکر کوں اپنے مصروں شکر کر نہ کو کہ توں
دیکھے گا مکہ جو خواب میں تیرا بشت چھا

چڑھ کر کہ منج سوں ہر گھڑی با سنا کر غلیظ
ہو سے نہ کوئی جین کہیں تہ سے سر غلیظ
تج نا نو لینے تھے ہو دیگا بحر و بر غلیظ
تیرا چتر حیرت نے تھے ہو گا چیت غلیظ
تیرے ادھر غلیظ تھے ہو گی شکر غلیظ
لک کا نو خاص جاوے گا شیطا بد غلیظ

کس دھات تج کوں قطب ہے خوب سے لکر
اے دو تنی ترا سی توں ہے سر بر غلیظ

رَشکِ قَات

(۴)

دیکھو سہیلیاں یہ دوتی جا پیا کوں کُچ سنا تی ہے

میں شے کی پیاری ہوں کہ دیکھ نہ نک نقتان چُنا تی ہے
نہ نہ کر

مرا نیہہ شاہ سوں قایم دوتی کیستنا کو اکی توں

جھوٹی باتاں پیا سوں کر سب دند کی بساتی ہے
دشمنی

پنوا کی توں کیتا ا پسے لَلن سوں ملکہ لے دوتن

دودین کے پرت میں اپنے شرم توں کے گنوا تی ہے
کیوں

رہی ہوں جان بچ کر میں پے سب عشق کی بھی منج

پڑا کے کیا برہ نیہہ کا بچھو لیا کے لڑا تی ہے

سجن کے دِشٹ جن ناری پہی تہس کیا اڑا کی توں

مکر حویل چھوڑے توں پھر اُس کیا آزما تی ہے

ہنوعے بااں میں جس کے گن بھوہ شہ کوں بچھاوے کوں

ترکماں سوں اُن کیساں ہے جتنی کنکرز بچھاتی ہے

سو اُس سہیلی سیانی کوں سہاتا ہے سہاگ یہ سب

جکوئی خوشحال بوش کاہنس ہنس و قتاں گماتی ہے

کہی پیاری نبی صدقے مچھ قطب شہ کوں توں

ایسے او گن نبھاوے منج دوتن جو کن ڈراتی ہے

(ج)

بڈھی کی کہانی

(۵)

والیک پری کے کٹھن سب بن لیا تھا لالی

پریاں کے باغ میانے دیکھیا مندھر گلالی

اتوا زنا پر چنیل گل لال گال پل دل ۲۵۸۰ کھڑکی منے تھے اچل سر پر تھی سر تھے ڈالی
 ستارے چندا پر و کر رکھے سومانگ سر پر جگنی جڑی منورا وڑے جھنسا سو آلی ^{میں سے} ^{ڈھلکائی}
 پڑیا نظر کیا یک بلجیا سو جو بے شک چنگلی اٹھی جیوں چمک حسن ہمن ملا لی
 مج اُس لگیا ہلاو ادوتن سو دیکھ سہاوا اس گھڑیں لائے لاواں گتاں جا اچھا لی
 سُن عقل اُس بُری کی ساں آئی اُس گڑی کی سو جو مکھی کھڑی کی کھڑکی پہ جھانپ کھا لی
 بھنواں کوں گانھ با کرچ کوں نیٹ دپا کر ^{بوڑی} غصے تھے اس جدا کر دیتی ہزار گالی
 گھہ پر بھمی کی جھڑی کو شان کی ٹل کی جھڑی موچنپ کرنا ترڑی اوپا کنی ہے مالی

قطب زماں معافی بس کر بڈھی کی کہانی

شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی
 (ق) جلائی

عشق و عقل

(۶)

پریم آپنا چتر جگ پر سو چھایا جہاں اپنا پنی چھایا اپن دکھایا
 بہت پریم پریم بھول بن میں سگند باس مہکا پریم اپنے ہات ار گج کلایا
 سبھی عالماں آپ پرن جاتے ہیں ۲۵۹۰ نہیں کوئی پایا اے پریت کا مایا
 پریم کے سو پیہ مانے سوں مد پلا کر پیہا طاق ابرو سوں سجدہ کرایا
 عقل کے تخت پر پریم تخت بیٹھا عشق عقل کے ہات ایسے نوایا
 نہ عاشق کوں کٹتا ہی بن عشق کیل دو عقل سداجن پر ت سوں گمایا

پیہاے سوں گستاخی صدقے قطبا

پریم اس کوں سبجے جنہ یوں گمایا

(ج)

دُنیاۓ فانی

(۷)

سنو عاقلاں سب کہ دنیا ہے فانی
 جو کوئی بوجھیا اُس ہی صاحب قرانی
 دنیا رنگ سوں جن بہوت دل نہ بانے
 شہاں میں شہاں اُسے سلطانی
 وہی مرد ہے جے دنیا میاں نے دین کا
 کرے کام ساجے اوسے کامرانی
 دیو و جگ کوں بہو جن او بخشش کر جوہم
 کہ جھکے گا اُس نور تھے تم پشانی
 طمع کوں پیایا دیانی سوں دھو کر
 اس دل میں تھے ہونچن کن کہ دھیانی
 نبی ہو علی سوں قطب کی ہے پیر
 سدا تو ہیں پایا ہے تخت شہانی
 (ج)

مُتَفَرِّقَاتُ

فتنہ دھن

ہلچائے جیواں کوں سکی اپ چوٹی کیرے تاب میں
پھانے دون کو اپنی

پتیلی نم لڑکائے ہے دل اپنیں محراب میں
اپنی آنکھ کے

کہیا کہ مکھ دکھلا منجے چھاتی سون چھاتی لامنجے
کہا چہ منجے

کھسی اپن گھر آ منجے بے سُد ہوا اس جاب میں
کے جواب

سوچ بدن چھلکائے جب چھپ جائیں تارے لاج
(جیسا)

دیکھت سو اس کا جوت چھپ طاقت نہ رہے مہتاب میں
دیکھ کر

کیا چلیبی سو دھن ہر توں ہر فن منے چر فن ہے توں
نازنین میں

ہو رفتنہ دھن ہے توں سر زور ہر یک باب میں

صدقے نبی قطبا سوں مل کر تے رہیاں ہر ٹیکہ تل
 لبائے کرم جیو دل پگھلائے جون فدا میں
 میرا پگھلائے

(ج)

ایک تلنگن سے

(۲)

منجے جیو دیونا ہر پیہم میں نیم
 مجھے دل دینا محبت میں رہم
 کہ ایک تنہا حج منین تل کوہ ہونم
 میری آنکھیں باور
 بہوت جو یا ہوں نہیں پایا ہوں میں نیم
 نہیں
 پر م پیہم میں ہر عشا کا یہ نیم
 راہ عشق ہوں

بیاری جو دتی میں نیت تج پیہم
 تیری محبت
 کرب سوں میں نبو جی تھی پایا کو
 نہ پہچانی
 دھونڈیا ہوں میں نہیں پایا پرت
 ڈھونڈا
 پر م پیو کا ہمارا جیو سنجو
 پایا کی محبت کا

نبی صدقے قطب سے سانیوں

۲۶۱۰

بچن ہندی سوں مولے ایم مر بیہم
 ایم رے ایم (کیا رے کیا)

(ج)

دکن کی تہلی

(۳)

سدا منج مست کرتی ہرین سہتیں نین پتلی
کہ بالی غمنے کے پیالے پلاتی ہے یون تہلی
نین صبر کر کہتی کروں اب صبر میں کیتا
نین ہوتے ہیں روشن بکھیتی توں بے لگن تہلی
بھنوں کشتی منے میں لوں رہیا جو فوج کشتی میں
پر ت دریا منے پایا پری اسی رن تہلی
ترکھ لو کلبا یا ڈروں ناں میں ہی جن تھو
ہندو پاتر سپرتی نین بکھیتی جو ہرن تہلی
اگر منگتی رنجانے عاشقاں کے تیں گھڑی تل
نچل جھلکا دوساں چلے ڈک ڈک کون تہلی
نین کچھو میں تہلی فوی چالیاں سوں تر تی ہے
نین عاشق ہیں دھن کے بچن سننے کرن تہلی

نبی کے صدقے سہر تھے جینتیا نادان بالی کوں

انداں ملی قطب زماں سے تیں دکن تہلی

مُوہن اور حیدرنگر

(۴)

سو حضرت کے گوشاں پر اپ رکھایا
 اُن بہت تھے حق پیالہ کو ترپلایا
 مے میں موہن سیرا سو مٹا ہے
 اُن کے بات سے
 تخت ہو تخت کا قطب نجم اُویا
 فلک مارے منڈپ چایا ہو رنگ رنگ
 سہل سہل
 دہاے سو بول کے کھن کا چہ ہے
 پریاں ہو حوراں کو اُس تل غایا
 بریا نظاں تھے اُسکوں اسپند اُتار
 اور
 کلیجہ سو سن و شمنائ گڑ بڑایا
 کہ حیدرنگر اُن انداں بھرایا
 محمد قطب شہ بندہ ہے علی کا
 کو اُس نے آئندہ سے بھردیا

علی آپ صدقے دو جگہ میں بچایا

کلیا محمد قلی قطب شاہ

دوسرا حصہ

غزلیات

تفصیلی فہرست غزلیات

(جملہ غزلیں ۳۱۲ اور جملہ اشعار ۲۲۵۴)

نمبر شمار	ردیف	صفحہ	تعداد غزلیات	تعداد اشعار
۱	الف	۱	۳۱	۲۳۱
۲	ب	۳۰	۱۱	۸۱
۳	ت	۴۳	۱۲	۹۹
۴	ث	۵۶	۱۱	۷۷
۵	ج	۶۶	۱۰	۶۹
۶	ح	۷۵	۸	۵۵
۷	خ	۸۲	۴	۲۸
۸	د	۸۵	۱۰	۸۳
۹	ذ	۹۴	۱۲	۸۹
۱۰	ر	۱۰۷	۱۷	۱۴۱
۱۱	ز	۱۳۳	۲	۱۶
۱۲	س	۱۲۵	۶	۴۴
۱۳	ش	۱۳۰	۱۰	۷۱
۱۴	ص	۱۴۲	۵	۲۹

نمبر شمار	رویف	صفحہ	تعداد غزلیات	تعداد اشعار
۱۵	ظ	۱۲۶	۳	۲۱
۱۶	ع	۱۲۹	۱۲	۸۵
۱۷	غ	۱۵۹	۵	۳۰
۱۸	ل	۱۶۳	۲	۱۶
۱۹	م	۱۶۶	۹	۷۰
۲۰	ن	۱۷۲	۳۹	۱۷۶
۲۱	و	۲۱۳	۵	۴۱
۲۲	ہ	۲۱۸	۶	۵۰
۲۳	ی	۲۲۲	۸۱	۵۴۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رَدِیفِ اَلِف

(۱)

<p>دل امنگ خد اکن کہ خدا کام دویگا مانگ کے پاس دیوے گا خواج کی اکن قہر کے پانی سون جھاگا آنگ سے بجھایگا دو عالم کے دوائے کھلے ہیں عیش کے خاطر دروازے جے دل میں محبت علی و آل علی ناہ نہیں نکھا غم توں زمانے کا تر اکام خدا سوں جس اپن بخت حقیرے تھے کہیں دلمیں کر غم تو اپنے</p>	<p>تمن من کے مرادوں کے بھرے جام دویگا تمھارے دل مرادوں دیوے گا براہیم من مجکوں سکھ آ رام دویگا ابراہیم کے مانند تجھے جے کوئی نبی نام سوں دل رام دویگا جو اسے خون جگر داروئے ناکام دویگا ہر اک پستی منے تنجکوں بلند نام دویگا میں تجھے تجھے داروئے صحت سوں شفا جام دویگا سے رقیباں کے دکھوں سیتی قطب توں کر غم تو خدا سارے رقیباں کے گلے دام دویگا چھانسی</p>
--	--

(۲)

جس حال سوں کھیکا ہے او خوشی ہمارا

جے کوئی خبر سولیا دے مکھ پھول کا تمھارا

جو لادے تمھارے

مجھ میں پوجاری پوجا اوصان ہمارا

رنگائے مجھ کرے مت کوئی سجدہ اس دروازہ

ہے شرع احمدی تیج انصاف کر خدا را

او خیال کد نجا دے ہم سر تھے ملک بہارا

جب توں لکھیا قطب شہ ہر محراب دل

ہے شش جہت میں تیکوں جید کہ تو او مارا

سہارا

سب اختیار میرا تیج بات ہے پیارا

نینال انجھوں دھوئیں پک پک سونجھوں

۱۰۔ آنکھیں سو سو دھوئیں قدم اپنی پلوں سے جھاڑوں

بتخانہ میں تیرے کو بہت نین کیاں تیلیاں

اس تیلیاں کی صورت کئی خواب میں دیکھے

تیج عاشقاں میں تو تاجنگ و جدل سو دن

تیج خیال کی ہوس تھی ہی جیو ہم سوزند

جب توں لکھیا قطب شہ ہر محراب دل

ہے شش جہت میں تیکوں جید کہ تو او مارا

سہارا

(۳)

نوا یوں فوجوانی سوں سکل شاہی کرن سکتا

نیا سے پورا کر سکتا

نزاکت حسن و دولت، منگے جاہی کرن سکتا

ہنگا سکتا

کہ تو جلوہ فلک تھے ہے سوتا ماہی کرن سکتا

کن صورتِ تن سمر بھنہ ہماری کرن سکتا

کسی کی ^{تمھاری} اسی خط پر عی عاشق سو یک ^{مقابلہ} ہی کرن سکتا

الف ^{ہزار} پڑے ہسرت جو گال اگر خواہی کرن سکتا

دکھے عاشق شفا خان ^{فائدہ} تمن لاہی کرن سکتا

سکا وں علم ^{لکھانے} شیخان کو ^{مشکل} نچھل کا ہی کرن سکتا

دوری مارن ملن ^{دوری موت وصل زندگی} جہون مجھ آگاہی کرن سکتا

زمانے کے اندھارے تھے معانی توں نکر غم جگ

پیا لاہت پیا کے پیو توں جگ شاہی کرن سکتا

پیا کے ہاتھ سے پیکر دنیا کی بادشاہی کر سکتا ہے

(۴)

دیپا مشرق و مغرب میں جھلک دین کھاتا

تمن ^{تھکا} کچھ ^{آئینہ} منہ اکا نور ^{کرن} مچ بننا بھریا دیکھے

کھٹا ^{تہا ہے} سو جگ کتاباں تھے نوا ^{میری آنکھیں} خط سو لکھایا توں

کتے دن تھے پڑا کر ^{نیا} مچ کتا ^{تو} پڑھیا نو جھانک

تمن ^{کتے} خوش ^{مچھے} آہن ^{کنا} من ^{پڑا} نہ دی ^{تہیں} نیا ^{پوچھا} یا کھے ^{پارا} سو

تمن ^{تھارے} مکنب ^{بچے} میں نہ ہوا داں ^{فراق} برہن شاہ کرتے

دم ^{کتے} عسی ^{جلا} کتے ^{جلا} مردے جلا وں ہی ^{جلا} تیرا لے

دوانی نیشکر میں کئی کہیں نابات باسنہ
اے دیوانی کبھی نبات نہیں کھتے

سکی باتاں شکر کرتی ولے میٹھائی آسنہ
سکھی نہیں کھتی

نپو چھٹکت بھڑے بھارا تو اب ہا سکا سے نا
 باہر ^{فراق سہا نہیں}
 مشکل اتیا ج من ہمن دکھ کوئی سنا سے نا
 ڈرا ^{میکول میں ہم اپنا دکھ کسی کو سنا نہیں سکتے}
 اندھاری میں پاویں کہہ مجھ پر کلمہ مانے نا
 رن ہونا درونا

اندھیری آنکھیں
 سوج
 معانی اٹھاؤں توں جانے غوص ہو کر تن پانے
 جگ مرتبہ
 سو خالی سپیاں کیا دو جیاں تم تجاں آسے نا
 اختیار برابر

(۵)

جیون سایم نگ چنداں مل جگت چندا چھٹا
 چاند سے چاندنی

امید کے خانے منے گوہر کے دیوے لایا
 چراغ لایا

مانک اجالے سس میں منتر سب میں ہلجایا
 متاثر ہوا

اس کہہ لکھ مجھ دہم ہیں یکہ سچ میں گل باہیا
 جو نظر آئے

یا ہے بھنور لالے اپر نقش مج من کا کیا
 نگ میں ڈالیا

خبر ہوئی ہوی سورا یکا یک آئے مج ہمارا
 کہوں آپ بڑ جس کن لگن شعلہ پرے آس تن
 ایتنا فرق ^{کے پاس}
 مگر کھولے خدا کی کھڈ کھاوے اس سبج کا کہہ

سوج
 معانی اٹھاؤں توں جانے غوص ہو کر تن پانے
 جگ مرتبہ

سو خالی سپیاں کیا دو جیاں تم تجاں آسے نا
 اختیار برابر

کھ میں نقشہ رنگ تلا کا نور میں توں پائیا
 زلف بچو سے پایا

کھ کعبہ کے میانے منے مقصود مج پانے منے
 دریاں ہیں

گنٹل میں کیوڑے بھیں لوگاں کیس میں ہیں
 زلف

مجنوں میں نام ہوشی توں مج سوار ام میں
 رات دن

تج گاں پھل الے اپر لٹ ہے ہو گل لالے اپر
 مجھ سے

تیرے پھول اعلیٰ زلف

مُج خیاں میا توں سُج گیاں دیو اتوں دے
 کتنا کسوٹی پر کسے میں دھیان تَج سُون لائیا
 میرے میں تو میرے چرائ تو نظر آئے کتنا ہی تیرا ہی
 برہا معانی مل ہے اس کا دل آج دل ہے
 پھل ننگ قیباں مل ہے کیوں تو دُہن ہلکا ئیا
 پھول کے ساتھ بھی خیال

(۶)

ہے عشق ہر اک دھات ہر اک دل میں پیارا
 مُج عشق پیاری کا ہے جیو کا ادھارا
 پتلیاں نیناں کی سوکل جگ کو بھلائے
 مجھے سماں میں اُٹھے شور دیکھت زلف تمہارا
 تری ٹھڈی کے جل منے سو جیو کا جیون ہے
 اس چشمہ منے میں من جیو کیا ٹھارا
 زائد جو ترا کھد دیکھت جیو دئے ہیں
 اس تَج نیر ٹھڈی کی پھسی ہے عیسے کا بارا
 انکھ پاس کے سم پھول اپن پاس نولے
 تیرے آبِ دُہن کتا کر جھڑے برگ کتے باس میں ہارا
 کنہا ترسیں کس میں توں پھول گوندا
 کتا کر جھڑے برگ کتے باس میں ہارا
 بن سیرتیں ساری کلیاں سوک رہی ہیں
 ہلک آکے کرو گشت چمن جی اُٹھے سارا
 سوکھ ٹھاری

یک تل میں ہر یک پھول ہوا نور ستارا

آن تو سر نہانی سوں جھلکتا ہے پھر سرا

لکھے ہیں ازل تھے ہمت عشق قرارا

سے ہمارے لئے ہے تاج مرے میں منور جھمکارا

مُحج تاج میں نور الہی جھمکارا

سب مائی پھل نیر پلا جھور رہے تھے

پاک پانی (جھول) دیکھیا ہوں ترے من میں صنم حُرکا

دنیا عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا

مچھے دو تین سو حد کیوں کرے نت ہمنار

رب پایا ہوں اماں کی دعا تاج شہانی

اے قُطبِ معانی کہ ترا قُطبِ خطاب ہے

کر شکر خدا پر کہ تارا ہے سوستارا

(۷)

باسُ سنگت پھولا عرق کا میں بڑا ہون لگیا

سنگ عالمیں بیچارہ دکھ کر اسکی تک میں رہے تھک گیا

چکھنے جا کر میں اسستی رہا ہوں دھوک لگ گیا

ٹور سے

باغ دل میں شجہ محبت کا اجنبیا پھل لگیا

عجیب بھول گیا ۵۔ یہ علم ہو ریے کتب ہو کس تھے بوجھیا جانا

یہ آدمی سے سانولی قدر مڑ کوں لاگے ہیں اب بیٹھ نہات

کو لگے

بڑ بڑا دونیہ کنے وار ^{وہ عشق} جس جگ میں جگلیا

روشنی تج دیوے کون قدر اُجالے کا لگیا

موز بانی کا قلم تج وصف لکھ ناسک بھگیا ^{تیرے چراغ نو}

تم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کے ^{بیرے}

میں مہر ناونوں تھے دونوں جہاں میں جگیا

نام سے

(۸)

نشست کی قفل تھے پیالے میاں بندھو بڑ بڑ

توں اندھا بے منتھ میں نامنگ ^{میں} روشنی بغیر تھے

میں اُمی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں ^{زراہ نہ مانگ}

تم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کے ^{قراردیتے ہیں}

میں مہر ناونوں تھے دونوں جہاں میں جگیا

نام سے

میں آپ کام اُس آرسی میاں نے پایا ^{اپنا}

کہ آپ پیالہ سوں لالہ سب کےں جھجایا ^{آئینہ میں}

گدا گنج پا کر اپس کو پسوایا ^{اپنے}

سُنے بڑ بڑے پر آپس جیو چو بھجایا ^{پلایا}

ازل تھے گرہ یا کہ طبلاں سجایا ^{اپنا جی}

سے پائے

سکندر کے درین تراکھہ و پایا ^{آئینہ میں}

تری یاد سوں نکلے مودل تھو لالی

صراحی میں پہناں ہے مے گنج قاروں ^{میرے}

اپس خیال میاں نے دکھیا گنج زر کوں

نہ نیچو منجے مشک نافے کے منے ^{اپنے}

ماند

منجے

ہم تم میں اے باو شرط وفا تھا
وفا چھوڑ باتاں رقیباں سنایا

کہے ظلم کُتوال کاشہر میں ہے

معافی کوں ڈر کیا توں لطفال نپایا
نپایا ہوا

(۹)

اُس مکہ شراب و شہر مرا آفتاب تھا
انکا چہرہ

میں روتہ تھا سو یوں کہ نہ آو و خواب تھا
وہ

جیو اس میاں بصورت و معنی خراب تھا
دل

دیوانہ میں آگ برہ تھے کباب تھا
فراق سے

تب ہر طرف تھے کار قریب اضطراب تھا
سے

او نقد عمر مود و نفس و حجاب تھا
میرا

او شرم موکا اس رخ چند رجب تھا
بجھو کے چاند جیسے

کل موتو نور دیدہ بو شتاب تاب تھا
مجھے تیرا بعد دولت

مناویں اُس تماشہ مکہ سور نور دست
وہ (دیکھ)

مجلس تراہنر پر یخا نہ رسل
سورج تمام

اوز ہر ڈنک نینو جو پئے گانیں دہاک
انکے

میں تو میان ریختہ جیوں دانہ نک
انکے

موآہ و نالہ تب تھے دکھایا ملن گھڑی
میرا

او کی بنت جیا گانہ سکت دیکھن کوئی
انکے بغیر نہ دیکھ سکے

تسبیح زاهدان کرو نقل و مدہوا .. تسبیح گنہ سو کیا ہی یہ بات اس کتابتھا
 ساقی تو آہ گرم معانی کے تھیں نرج
 اس کیا ہی اختیار گناہ شراب تھا

(۱۰)

یوسف گم سو پھراگا اب بکھناں غم نکھا	گھر ترا امید کا ہوگا گلستان غم نکھا
ای ہمارے دکھ دکھیا سو خوب ہوگا حاجت	من کا چنتا ہوئیگا پھیرا کہ جاناں غم نکھا
اے دل عشق کا دیکھا تیرا	دل کا
برہے کہا دو دن تھا دور اپنے ہو گئے	دایم یک دھاتوں سے کا دیریاں غم نکھا
جم بہار عمر تج ہے پھر کہ آگاہ میں	چندر چھل کا کھلک رنگیں مرغ خوشحال غم نکھا
ہاں توں نا امید نا ہو کو نجانے سر غیب	آسان کے پھول کھلے
اوجھل میں شوق سوں اکعبہ خاطر رکھ قدم	کیا اچھیکا پرے اوجھل کھیل تپدیاں غم نکھا
اے دل موج سے	تو جھے ہے نوح کستی بان طوفاں غم نکھا

بات تیرا دور اگر ہے عشق پہنچے دکھ لائیگا
شاہِ رایا تو ہے رایا میں زریاں غم نکھا

حال میرا دیکھنا نادان ہو کر کوہِ رقیب .. سب بوجھیا سرِ خدا ہو شاہِ مِراں غم نکھا

قطب اس کنجِ فکر و خلوت دینی میں

تہا اچھے وردت دعا و درسِ قرآن غم نکھا
جب تک رہے تیرا دور

(۱۱)

دو تن کی بات پکڑے ہے کیر و ستیں سیا

پکڑے کمانِ آہنی ابر و ستیں سیا

سب جادو پکڑے ہیں کہ جادوئیں سیا

پکڑے ہیں سب باسکوں بوسیتیں سیا

جوڑے ہیں سر تھے یاری اوسند و ستیں سیا

رنگیں کئے ہیں بزمِ کوں دار و ستیں سیا

منجہ جیو کی آرزو کوں بچہ ستیں سیا

ہٹنے کوں عاشقان کوں نہیں با و آتہ ٹھاؤں

قربان جاؤ نا میٹھے باطل کے سحرِ بد

مشکی خطا کا بس بچا رہ دیکھا کاں

کیا کم پلاؤ نا منجہ ساقی بیالہ بھر

داؤد و راگ پنچ صراحی کے ناد تھے

طہ سے

ہر غم پہ کچھ خوشی ہے معافی توں غم نکھا

نقوید باندھے ہیں تھے بازو ستیں پیا ^{کے بعد}

(۱۲)

میرے دواں کوں مدد تیری شفا تھی ہے شفا

دردوں کو ^{دردوں کو} دشت تھی منج شوق کا مینہ پیر کہ ہوا سب ہوا

نظر سے میرے ^{نظر سے میرے} نین دل بحث آپس آپ میں کرتے ہیں بجا

غم کچھیں ^{آئندہ} عیش و خوشی کا ہے صفا ہو صفا ^{اپنے آپ}

یک نین کیا بوجھایا کیا کہیا توں ان میں بجا ^{اور}

غم نہ دیاں اُبلے تو کرنا ہے اسے صبر دوا ^{بعد غم}

تیرے ہونٹوں کے حلقے میں تھوڑا بھجکوں

۹. نین جھلکا تیری بجلی نین جب جھمکی ^{آئندہ}

پھول پھل کھیت ہمار کوں لگے ہر تھے

کیا غرض تجکوں اے جھانسون بلایا مانی ^{انہوں نے}

حسن تیرے کا کیں جاڑی نین آپ پر ^{تجھ کو ان بچوں سے}

عشق بازی جو منگے کرنے ہونا صبر اُسے ^{مانگے}

و غلط تیرے معافی بندھیا ہر دل یار ^{باندھا}

کر دابین نبی عیسیٰ تھے اس کی دعا ^{سے}

(۱۳)

یک تل نہیں ہوا کہ کرے سیر تھے بھی جفا
 جن ظلم کے تو اس کوں ہے درد بے دوا
 دیونہ دانا پانی یہ تم شمع ہے روا
 کرنا نہ کچ پکار کہ چپ ہے تو ہے شفا
 جم کوں تھا ای سیالہ نہیں اس تباہی ریا
 رہ باٹ میا نے ہو زکمر سبوں ماجرا

راہ میں اور

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں

بخشیا فصیح شعر معانی کے تئیں خردا

دیکھو کہ کیوں کئے اُنو ہمتا سبتیں وفا
 لکھے سو پایا ہوں نہیں کچ یا رکا گناہ
 مائے پنکھیاں مودل کا کبوتر تو تھتھ میں
 تم ظلم ہے تمہن کوں خوشی سودیل ہو
 ساقی دوتن کے رشک میں ناز پیالہ دے
 جاسوس بیدھی باٹ دکھانیہ پتھتھ میں

راہ عشق

(۱۴)

لبیدیا جیا پنکھی جیون سن جوت کوں ہمارا
 کھنچا دل پروانہ کی مانند
 مائل ہوا

جگ جوت عشق کا اولائی انچل کنار
 وہ

جو سی نگر توں پھر کر ہم خاطر استخارا
 جو تھی ہے نگر سے پھر سے ہمارے بارے میں
 چھپتا ہی نرس کوں جیوں چھپتا دین تارا
 سوج رات جوں دن کو
 نہ شہر میں ہے قاضی کو تو ان یہی چکارا
 طالع لکھے سوں انہی یا سکون نہیں ہے چارا
 نا بوجھیں توں بوجھیا سو کربات آشکارا

جب توں بلائی ہمناسیرت میں آینا کر
 تو ہم کو محبت اپنا بھگر
 تیج مکھ کی جھلک ہو رہیشانی کی تجسلی
 تیرے چہرہ اور
 اے دیدواں تعدی نا کر منجے نہیں ڈور
 اب آنکھیاں کوں کہتوں ٹک حرمت نظر کر
 ہاتھوں سے
 زہاد ہو رہ عالم ہو رہ مہرئی صراف
 اور اور

نیمہ بند آنچواں تھے جاتا پھرتی رٹخ گل
 عشق یوں نہ آسوں ہے پتھر
 حیران ہے معانی او دل میں نہیں ہے ٹھارا
 ہر کے قرار

(۱۵)

جے کو کہ ہستی ملی جام لیتیا ۱۱۔ سلطانہ جہم مدام لیتیا
 پانی کہ خضر حیات پایا
 جس سے کہ
 سر..... کام را کھو
 مد گھرتے..... جام لیتیا
 اے۔ صا۔ سوں نظام لیتیا
 یا

مویارکن تھے رام لیسیا

میرے اس دور کرنے کہ کام لیسیا
جس نے

اور مٹ چنچل تھے وام لیسیا
اس نظر

یوحن صبح و شام لیسیا
پر نقش

روپوں نمکی تمام لیسیا

باہر تو آدھرتے سا قیانا
تیرے ہونٹ سے نہیں ہے

لوچن تیرے شیوہائے مستی

ذکر مکھ و زلف تج، ہمَن دل
چہرہ تیرا ہمارا

موسینہ داغ درد و دکھوں
میرا دکھوں سے

اوجاہ ٹھڈی معانی کی جان
اے ذوق

تو حسن و وسو غلام لیسیا
تیرا (۱۶)

زلف کی جدول میں بلجائے دکھو باد صبا
پھنسا دیکھو

بلجائے باو ایسا بوجھو و وکیا ہے بلا
پھنسا چانو وہ

بن مٹھائی سوں بُدے زاہداں تج نہیہ میں
چشم شیریں سے کھینچے (مائل ہوئے) تیرے عشق

ہم مکھی کوں چاکھتا ہے او مٹھائی سب وا
وہ چمکتا

تیرے مکھ کے نور تھے ہوتا منور چاند اجبت
 نہ جیتا ہوا

دل کی تحقیقاں سوں دیکھو یو بی باتاں بے ریا

تیرے مکھ کے مصحف اوپر کھینچے سو کے کا زبر
 سرِ مکھ کا خط

جزم ہو رہیا ہے دل تشدید نا کر آپیا
 تشدید

سبز خط انکے کہتے ہیں بات لوگاں سبزی کا

کیا خبر ہے اُن کوں کیوں پیلا ہوا ہر سب گیا
 کے انکے انھیں کہ

کیس کھولے کر نے کنکھی رات ہی میناں کوں وو
 بال تو ہمارے لئے وہ

مانگ کاڑے جب کئی وو ویس ہمنان کوں صبا
 نکالے تو وہ دن ہمارے لئے صبح

تج کیت کوں اے شمع اپ روشنی تھے نہ کھینچ
 تجھے کتنا کہوں شمع اپنی سے

مارتے ہیں دم بدم گردن کہ توں مجھے بے حیا

تو بے کر ہنر انستی دکھلاتے اس کا نور سب
 نور جانا آف سیتی اس تھے سدا ہے بے نوا

رات ساری تیرے غم کھینچے صفاں ہنساں اُپر
مٹھے بچیاں تھے لکھیا میرے حلاصی کا رضا
ہم پر رہاں سے باتوں سے

اپ گناہاں سون میں کھاتے ہیں غوطے رات دن
اپنے سے ہم اپنی قدرت ہات سوں مُنچ کو بچا وواے خدا
کے سے مجھے

تیری انجیل باد تھے ہے عیسوی دم جلوہ گر
ہوا سے
ووانجیل مُنچ ہات میں ہے جیوں کے موسیٰ لکھوا
یہ سے

میں نہ جانوں کعبہ وبت خانہ و مینخانہ کوں

دیکھتا ہوں ہر کہاں دنا ہے سچ مکھ کا صفا
ہر اس جگہ جہاں نظر آتا ہے تیرا

بھاتے ہیں پردے اندھا کے معافی تیرے سب
انہی سے اچھے جاتے ہیں
شکر کر حاصل ہوا ہے مدعا توں اس دُعا
تیرا سے

(۱۷)

خبر لیا یا ہے ہڈ ہڈ میرے تئیں اس یار جانی کا
 لے آیا ^{پاس}
 خوشی کا وقت ہے ظاہر کروں رازِ نہانی کا

مرے جو آرسی میں خیال منج مکھ کا سودنا ہے
 دل کے آئینہ ^{تیرے} نظر آتا ہے
 کرے او خیال منج دل میں نشانی زرقشانی کا ^{میرے}

چتا ہو عشق کے جنگل میں بیٹھیا ہے دری لے کر
 چیتا بن کر

لیا ہے جھانپ سوں آہو منن دل منج ایانی کا
 چھپا ^{مانند}

خدا کا شکر ہے جس سلطنت تھے کام پایا ہوں

دُندے دشمن کے مکھ پر پوتا مئے ارغوانی کا
 سے متعقد ^{تیرا}
 مخالف ^{سامنے}

چھیلے مست ساتی کے پچھیں دوڑیں سو مخموں

پلا دوسری ہو اب تو ہوا ہے گل فشانی کا ^{پچھے}

دو تین افسوں کے بارے تھے ہم کوں کچھ نہیں پڑ ہے
 بھونک سے ہم کو کچھ
 ہمارے دیکو کو () ہے روشنی صاحب قرانی کا
 چراغ کو

لگے ہیں انجواں کے پھل ضعیف اس نخل کوں میرے
 آنسو
 ہر اک انجو ہے دُر دانہ منجے و خسروانی کا
 ہنسو

ہمیں ہیں عشق کے پنتھ میں دو نو عالم تھے بے پروا
 راہ
 لگیا ہے داغ منج دل پر سو اس ہندوستانی کا
 لگا

پڑے دنبال میں میرے سو اس نیناں کے دنبالے
 آنکھوں
 خدا یا عشق مشکل ہے بھرم رکھ توں معافی کا

۱۲۰

(۱۸)

اس مکھ شراب و شیش مرا آفتاب تھا
 اسکا چہرہ
 میں عیش میں تھا یوں کہ نہ آو خواب تھا
 ”

کل جج کوں نورین لبو ثاب تاب تھا
 سادیس پیو کے مکھ کے تماشا کے نور تھے
 سے
 صبح تک چہرہ

مجلس تراہنہا تاہی خواہاں کے حسن میں

اس میں سوکائیں پرت مچ کوں یو پیا
اتھ خطا مرہ سے نجات مجھ کو

مچ جیو انہی کے روپ سینی کامیاب تھا

میرا دل
دو جیاں کا دل ہماری برتھے کباب تھا
اغیار
فراق میں

(۱۹)

سیماں گن لجاوے کن خیر مہنجہ موریک بارا
کے پاس لے جائے کون چو نفعی کی بار
کبوتر دل کوں عرضہ بند کروں پرواز اس ٹھارا

عجب سحرے کہ سحر سامری اس تھے گیا ہے چھپ

اولب خندے کے افسوں پر سو وارو آپ لکھ بارا
اس
نثار کروں اپنے کو لاکھ بار

برہ کی تاب تھے مہنج کوں خدایا تو سلامت رکھ
فراق پیش سے مجھ

تمن را مید سوں بیٹھیا ہوں بھیجو لطف کا بارا
ہوا
تمھاری سے

نہن راوت لئے سوک کے نیزے ہاتھ غم سے سوں
آنکھ
خطا مرہ

سوکر تانیزہ بازی ناز سوں منجہ دل میں او پیارا
سے میرے

صفاں سب ستموں کے بھاگ گئے تیجِ خموی تھے
تیرے

شہاں تورات دن کرتے مدارِ جیوسوں سارا
تیرا

کڑیں طاقت گنوا کر عابداں میخانہ کوں سجدہ

کیا زنا میں تسبیح دیکھن روئے زیبارا
دیکھنے کے لئے

۱۵۰

تجھے سوں ہے معافی کوں جواں کراپ بویاں
قسم
کہ میں صد بار قرباں جاؤں اُس لعلِ شکر خارا

(۲۰)

خبر لیا دو کہ میرے تیں سو اُس بے رحم عالم کا
نجانوں میں کہ او بے رحم ہے سب جگ میں آدم کا

اگر وہ ملتفت ہوئے ہماری بات پر یک چہین

فواروں میں خزانہ اُس اُپر اس مل کے درہم کا
تیار کروں

گدا سچ عشق کا ہوں دے زکات عشق منج ماں
تیرے مجھے اے ساتیں
لہ ہے اعجاز منج من کوں کہ جیوں عیسیٰ مریم کا
میرے دل کو جیسے

فقیر و اتواں ہوں میں کہاں شاہاں کی مجلس منج
مگر اپنی خیال میں دیکھوں او صحبت آب زمزم کا
”

مراقبہ سوچ نیبہ او تھے لرزاں سو جیوں جینہ
اپنے
تیرے عشق ہوئے مثل
عصا دے ہاتھ میں میرے کہ جیوں موسیٰ محرم کا
جوں

تو ہے خورشیدِ خاور ذرہ میں جب ناگنے منج کوں
تو شمار کرے مجھے
گنویا ناگنوج بات ہے سب حکم خاتم کا
تیرے ہاتھ

پیارتج بند میں ہلجا ہوں کر آزاد منج بند تھے
تیرے گرفتار مجھے سے
معافی کوں غلاماں میں خطاب اب دے کرم کا

نس میں جگنا شمع پر کیا شمعے پرانے کا
 رات بھوت و مفسد دیکھے نہ پائے انتھ نہ افانے کا
 بنیت ڈھونڈہ مد عشق کے
 سنگ سنگیں باندے ہیں بنیاد اس میخانے کا
 نگہ نگ سے باندے

وصل کہہ یادوری یہ دونوں کا مینا ایک ہے
 سب ہی کچ کوں انت نہیں نانیم حر کو انتھیں
 کچھ مد نہیں جنہیں
 عاشقان کا دور ہوا آلودہ تیرے باد کے
 بادہ سے

قطب کے میخانے تھے مے پینا آساں کا نہیں

۱۶۰

بن محمد کون پیو مے سو اس پیمانے کا
 بغیر محمد قلی کے پنا گستا

(۲۳)

پیا باج یک تل جیا جائے نا
 کے بغیر ایک لحظہ نہ
 کھیا جائے اما کیا جائے نا
 کہا لیکن
 کہ حصیں اس سے مل بیسیا جائے نا
 کبھی بیٹھا نہ

پیا باج پیا لا پیا جائے نا
 کے بغیر
 کہنتھے پیا بن صبور ی کروں
 کہنتھے بغیر
 نہیں عشق جس وہ بڑا کوڑ ہے
 کو جاہل

قطب نہ دے مج دوانے کو پند
 مجھ کو دوانے کو
 دوانے کوں کچ پند دیا جائے نا
 کو کچھ نہ

(۲۴)

کل منج وزیر دل تھے قاصدِ ثنارت آیا

یا حضرتِ سلیمان کن تھے اشارت آیا

خوش نین نیر سیتی تن خاک کوں گلاو و
آتشوں کے پانی سے سم کی کوٹلاؤ
دل کے مند ہر کوں سر تھے وقتِ عمارت آیا
مکان کے لئے نئے سرے سے تعمیر

میرا سو عیب ڈھانکواے مے سوں بھیکے کپڑے

اوپاک دامن آپی ہمناس بچارت آیا

آپ ہی ہم کو بچانے

منج یا حسن تھے جے بولے ہیں باتاں بے حد

یک باب ہے سوان میں جو اس عبارت آیا

جاگا سو ہر کیس کا ہووے گا آج پر گٹ

اوچھند بھریا سو چند ابھین صدارت آیا

وہ عشوہ ساز چاند بیٹھنے صدریں

جم کے سوتخت اوپر جسے تاج سو پر چند ہے

۱۸۰

چمٹے کی دیکھو ہمت جو اس تجارت آیا
جنو سوچ پاندہ

اُس شوخ دید تھے یوں ایماں پس سنبھالیں

اوسا حرکماندار کرنے سوغارت آیا

قطبا توں داس شہ کا جم فیض اُس تھے مانگیں

سودا ہے تج پریم سب وقت تجارت آیا
غلام ہیشہ سے تجھے عشق کا

(۲۵)

سکیاں کوں پیابا تے نگیں سوجھاتا

دو تن جا کہے ہے مگر میری باتا

سجن کامیا نہیہ منج دن (دل بہ) نہاتا

اُسی تھے سدا برہ کوں میں سناتا

سے (اکی لے) فراق

سجن میری چنچل اے ہے پیہم ماتا

مہن کو پ کرتے ہیں اپنا زبستی

سناتے ہیں چھنداں ساجن ولیکن

مری چنت کرتے ہیں ساجن پرت سول

سنتے سدا سے فکر

دو تنِ گلنتی ہو رہتی جوں موم بتی گنوا تی ہے جلنے منے ساری رات
 رقیب اور بل کھاتی میں کہ اُس میں دو جا میرے من لئے سہا
 سدا مانگوں میں جیو ہو دل سوں پوکوں جان اور سے پیا تو یہ
 بنی صدقے قطبا سوں کہو بتی میری
 کہ تم حسن کا چھب مرا من رجھاتا
 تمہارے

(۲۶)

سنو میری ساتی پیا ہو روں راتا ۱۹۰
 ساتھی پہلی اور دل کے ساتھ شول رہتا
 ہوا بے سبب سائیں ہمناسوں کر پو
 یار ہم سے زاروں
 پیارِ محسوس یوں تل کہ جھل کھا دو تن
 اے پیا مجھ سے اٹھ جمل رقیب
 حکایتِ پریم کا نگو منج تھے پوچھو
 عشق نہ مجھ سے
 میں بھولی ہوں تیرے چھنداں سوں پیا
 فریب خوردہ عشوہ طراز سے
 نہیں امنِ خاطر منجے وصل میانے
 مجھے میں
 کہ پر سبج پر سائیں پر سنک گما تا
 غیر کے سبج پر پیا ریش و شرت سے کرتا
 پکڑ دو ووتی کا من ہمن من سناتا
 دوسری ہمارے دل کو ستاتا
 میں ہوں تیری ماتی تو ہے میرا ماتا
 شیدا شیدا
 پیا بات دے ہوں میں سب من کھاتا
 ہاتھ دے چکی ہوں دل کی پندیر چری
 کہ خاطر دکھا کر بھی پھر پھر مناتا
 کہ ہر دم منجے برہ سائیں ڈراتا
 مجھے فراق یار

بنی صدقے قطبا کی ماتی کتی ہے

قطب شاہ سُنْدُر گئی مَدِّ مَاتَا
اچھے گن والا عشق میں گن

(۲۷)

مرے سب ہی تن میں بس اُس کا چڑیا

مُتیں کرنے مارا اتارا پیسارا

نہیں اُس سلونی تھے پھر بس چڑیا
آنکھ سے زہر پرٹھا

تری نیہہ کا منج کو بچھو لڑیا

میں آئی ہوں تیج پاس اتارا کرن

جو دیکھی میں اُس روپ و تناسخ

(۲۸)

لگوں گی آج پیس کے چیرنا

موانگن میں توں پیانگ دھڑنا

کہ تمہیں من کے میرے ہیں چیرنا

نیہہ نگر میں توں سکیاں سوں پھرنا
عشق کے شہر کے ساتھ

کھوا بھڑکے آویں گے من بہرنا

سنو انری ہوں میں صَدْرِ سینا توں

کہ دیو و منج کوں اَنُتر تم لبتا

دوتے کا کور کپٹ دوتن کوں
غیر کے ساتھ

پھول بن میں تیرا نازک ہر دہن چپ رہنا آہ سکی نا کرنا
 نبی صدقے قطبا کے من میں

جوں سسی ناؤ سکی چپ رہنا
 چاند ماند کرنا

(۲۹)

سکی آپی توں سائیں سجاؤنا
 پیاری کا کرنا ہے من بھاؤنا
 مندر میرے سجاؤ کر لیاؤنا
 پیالہ بچن لے منگل گاؤنا

پیالہ بات میں ہے مرا اختیار
 منجے اپنا کیا ہے مومن بھاؤنا
 منجے غنچے کوں دیکھ یاد آؤنا
 منجے غنچے کوں دیکھ یاد آؤنا

النگار سوں سائیں مکاؤنا
 سنائے دوتن منجے سوں آؤنا
 جلانا دوتن کوں اگن رشک میں
 سنائے دوتن منجے سوں آؤنا

دور سے ہاں کرنا
 سنائے دوتن منجے سوں آؤنا
 جلانا دوتن کوں اگن رشک میں
 سنائے دوتن منجے سوں آؤنا

دور سے ہاں کرنا
 سنائے دوتن منجے سوں آؤنا
 جلانا دوتن کوں اگن رشک میں
 سنائے دوتن منجے سوں آؤنا

دور سے ہاں کرنا
 سنائے دوتن منجے سوں آؤنا
 جلانا دوتن کوں اگن رشک میں
 سنائے دوتن منجے سوں آؤنا

دور سے ہاں کرنا
 سنائے دوتن منجے سوں آؤنا
 جلانا دوتن کوں اگن رشک میں
 سنائے دوتن منجے سوں آؤنا

(۳۰)

نہ جانوں کب ملے گا بیو میرا

تو بھا گیا پرہ اپنا چھوڑ ڈیرا

کجھل یا ہی سوں لکھے ہے گھنیرا
کاجل سے لکھے گہرا

اگر یوں نہیں تو دوسری ہے کبیرا

اتنا لادو گن گنست بھر دھیرا

اتنا عقل گہری آہستہ آہستہ

محمد نانولے باندیا ہے میرا

کانام لیکر باندھا سہرا

کہ منج سے تراج ہے حضرت امیرا

میرے

پیا بچھڑا ہے منج کوں دکھ گھنیرا

جو سلطان وصل نہہ سوں ور لیاو
منج سے زیادہ عشق لاوے

پتیر خمار کر سوں کے قسم سوں

اپس سائیں سوں یک جت سوا کرنا

صبر سوں کام دہنہ جب کر تو اپنا

فخر قطب شہر راجا اپنے سر

نئی صدقے سدا کہتا ترنگماں

راجہ اپنے

(۳۱)

نوازیں اپ میا سیتھیں توں منج کوں ۲۳ کہ میں باندی ہوں تیج سوں محب را
اپنی سے منجھے باندھی تجھ سے محبت ماری

لے سکا = سر کا ڈھ جو آنکھ سے زلف تک کھینچا جائے۔

نکو ہو نکو ہو سہیلی کھیلی
تجے شہ کر میں گئے میا سوں نہالا
تجھے محبت سے

ردیف ب

(۳۲)

تج دل پیاد دل ایک ہو میا نے نہ آسے کوئی تب
تیرا کے سے درمیان آئے
یک چہت ہو مل پیو سوں جو سی نہ پوچھن ہوئے تب
دل پیاسے جوتشی

صنعت انو پر اس
خاطر خوشی خبراں سیتی خوش ہو خوشیاں کرتا ہریش

خ
خمر و خماری ہوئے خوشیاں کے خیال سو خوشبوئے

رنگوں رقیباں کے رسیلی راج سوں اجاں کرو
رنگ کے رین میں رنگ کرو رخ ہوئے رنگیلا خوشی تب

رات

پیو کی پرت کا پھول پیا، لو بہیم پانی پور کر
پیا محبت
پلکاں کے پینکا میں پکا وہ پیو کوں پھل ہوئے تب
پلوں کے بچے گاہ

پ

سائیں گم گھر کے سامنے سکیاں کی سڑاں کیوں سوں
 سہتا ہے سائیں سب سب سندر منا سونے
 سب

س

جو بن جوانی جوت پر چولا چڑائی خست سوں

چمک جسم نثار گردیا
 چنچل چنچل چیت میں جھوکارنے جھولنا جوتے
 دیکھ

ج

صدقے نبی صدقا قطب ہو صد سوں صاحبزاد

ص

صہبا صراحی صاف پی آتا صبا کا بوئے تب

(۳۳)

فرح بخش ساعت میں لینا شراب

اوکھ کے عرق تھے سو پینا شراب

پر ت مے بھریا دل کا لینا شراب

عشق کی مے سے بھر ہوئے
 کہ قانون تاناں میں لینا شراب

صباحی اوکھ دیکھ پینا شراب

ترے حسن تھے دان دے شاہ کوں

تری نین مستی ہو روں روں چڑی

عشق ساز کے تار مطرب بجاؤ

۲۴۰

سے خیرات

(روم) رول روں چڑی

ازل تھے نبی حب قطب بیوتا
 سے جب نبی پیتا
 ترے پیالے سوں ساتی دینا شراب

(۳۴)

جب سین دیکھو اتوں آتا میرے خواب
 تو خواب
 میں ہوں عاشق تیری جت نیناں سوں دیکھ
 دل آنکھیں
 شجہ امولک نور تھے روشن جگت
 تیرے بے بہا سے
 میرے رول رول تھے بدل غم دور ہیں
 رول سے غم کے بادل
 رات دن نہ سوں گماتا میرے خواب
 دینہ عشق میں گزارتا
 تیرے بن کوئی نہ بھاتا میرے خواب
 بغیر
 عشق جھلکاراں دیتا میرے خواب
 روشن کرتا
 چاند سوج توں دکھاتا میرے خواب
 تو

جہم اچھو صدقے نبی عشرت سوں قطب
 کے ساتھ
 نہم سوں نیناں دکھاتا میرے خواب
 رپے
 محبت کے ساتھ آنکھیں
 (۳۵)

خوشاستی تمہارا بی ہمن پر بل کیا ہے اب
 بھی ہم
 کہوں مے کا خاری تیج کدہ توں ساتیا ہے اب
 تیجے

سدا دیتا نہ اضطرب مقام دلپذیری کا

۲۵۰

ہمارے تم میاں نے آشنا باتاں کیا ہے اب
تمہارے درمیان

دم صبحے، مٹی لعلے او ہر بھرتوں پلا تل تل
ہونٹ بھر کر تو لفظ بہ لفظ
ضبا مرغاں کریں تہ تہ نواسوں نو کیا جواب
نئے سے

سیلماں دوجی انہکی صبا بار انخبر لیا یا

تر تائے ترن تار ان بجا کر دل چھیا جواب
پانا

جیا جیوں پھل گلے باندھے گئے تیوں تون بچن پاکر
تیرا
پون دل گل کھلاں ہمارا طرب کا مد پیا ہے اب
شراب

دوا دار و مراساتی کا پھر دیکھن مجھے بس ہے
دیکھنا

منگیا توں سو خوشیاں کرو دالیا کر دیا جواب

مرید پیر بیخانہ ہوا ہوں دیکھ اے زاہد
ہماری مے پرستی میں تمن تیری یا ہے اب
تمہاری تسبیح

نڈرا چیل چیل لوچن ہمن ساجن کے خوش ڈہریے
 زور شوخ شوخ آنکھ ہمارے
 اتھاو نل کے دشتی سوں سبج کاریا ہے اب
 نظر

فلک سارے سکل تارے اپن غربت لودن بین
 سب اپنی سے غلام
 سدا قطب سعادت کا معانی تیج دیا ہے اب
 تیرا چراغ

(۳۶)

اب مجھے داجی دے اُس لعل شراب آلوداب
 قرض
 یا ہدف تو کراو تیر بنین شاب آلوداب

ہنس ہنس شیریں زباؤں میں دیو منج گالیا جھنک

میری آساں کم نکر توں مہر تاب آلوداب
 میدی تو

دل چین بند قبا کھو لو گریبان چنپہ کا

فرح دیو اس بتیاں ثواب آلوداب
 چنپا

کب لگن اس وقت یوں پھل بیج عرق رکھے سدا
 او لجان خوی کینہ لیلیات نقاب آلوداب

اس اوصرائے معانی گڑ کے تیں منگت کھڑا
 منگتا سودے یا بگالیاں سوں جواب آلوداب
 (۳۷)

خوش رات تب سو تیرا مطلوب آئے طالب

مست اک مستی سیتی گالیاں دلائے طالب
 اگر سے

نند کا سرا میٹھائی بے حد اتھیا ہے ڈرتا
 اس دن کی مار کر تو جیفی جو کھائے طالب

اچھر کسی کے مکتب نا لیکھیایت پرست او
 دل گھر میں چیت کر کر صورت دکھائے طالب
 تصویر اتار کر

اس سات لہجا ہوں میں جنگی ہے عشق کا سو
 سب کنکرے صلا لاں جگ میں دیائے طالب
 پھنس گیا ہوں
 پتھر
 پتھر

جو طالبان کون دیکھوں سب آرزوئے یابیں

مطلوب میرا بارے پھر پھر بلائے طالب

کو تو نہیں کہیں تین پستلی و قن کو بالیب

کہو کہتے ہیں غیر
او ظلم کس وضاسوں کرس جگائے طالب
وضع سے رات کو

لکھ برن تھے ہزاراں کھنیا ہیں لکھ کتا باں

لکھ سے
منترسوں ناصحاں کے کانٹے چوبائے طالب
پچھلے سے

کہتے ہیں طالبان تیں ویرا اچائے تو رخ

اٹھائے
او لکھ کی بندگی تھے تک دل نار کھائے طالب
اس چہرے سے

لکھ پانی اے سجانے تک سٹ معانی اگ پر

ڈال
نہ پیا لامو پلا سو آئند پائے طالب
عشق کا مجھے

(۳۸)

سجن تچ مکھ عرق بُند بُند بہت و زور دستاں

تیرے چہرے کا یوں دہندہ نظر آتا

او مدجن کو پیئے سو عاستقی میں ہو ر دستاں

وہ شراب کوئی اور سی نظر آتا

کماں بھنواں کے ناندے ہیں سجن کیا بھید ہے دیکھو

دو تن کچھ کوندے ہے غنیت کشش بل و دستاں

ڈاں تھے بھوں اچا کر چک نہ دیکھو بہوں سا جن کے

ڈ سے بہوں اچھا کر چوک کر بھوں

کہ مکھ سمدر کی موجاں تھے ابلتا خور دستاں

سمدر سے

سکت تچ جیو دینے ہے ولے مارن قواعد تا

تجھے دل

تری خوبی پھل بازار میا نے سور دستاں

پاک میں سوچ نظر آتا

معانی قطب شہ کس دھڑک نہ رمز نہاں بیو کا

کسی طرح پیا

کہ ہے جسے مجلس کا سوچا اور دستاں

جو صدر سچا

(۳۹)

باغ کے پھولاں سراسر مست ہیں بن و یک آب

بات اب باساں سے کرتے ہو پیتے ہیں تراب
اور

اپ عرق بنداں تھے بھرتے ہیں پیالہ دم بدم
اپنے عرق کے بندوں سے

اوپ پیالہ کن پیوے ہے اس سد مستی کی واب
کون ہے میں دباؤ

تم بہشتی کرندا آتا ہے مے خانہ میں تھے

خوش طہور اے تمی پیو کہ ہے وقت شباب
تم ہی سے

اس سخن میٹھے تھے جھڑتا ہے نمک بھونازوں
اس کی میٹھی گفتگو سے بہت

اونمک ال تھے نمک یو کہ ہوگا سم کباب
اس سے

عرضہ کرنے پھول سب آئے ہیں تاج کن ہات کھو
ترے پال

نرخ ہمارا تا توڑو ہیں ہم تمن تھے نوریاب
تمہارے سے

تج میں دیکھیا ہوں سلیمان فرعجا ب حسن کا
سرفخم کھاتے ہیں تیرے پاؤں پر نے کوشاب

مے فروشاں لاج تھے باندھے ہیں میخانہ کے در
عیسوی دم موسوی فرشتے ہمارا کھول باب

بیہدہ کرتے پرتش چاند ہو ر نور شید کوں
میں کروں سجدہ تھے توں نور کا ہے آفتاب

کچھ عرق تھے بھر صراحی سا قیامج بزم میں
سما معانی پی کے گاوے ہو ر بجاوے نہہ رباب

(۴۰)

جب کھلے امید دروازے دعا ہی ستجاب
اب تو اپ تسبیح ہو ر ترآن تھے پایا ثواب

غم کی آہاں داٹیاں نہہ کا پانی چھنک
 عشق ^{چھڑکنے سے}
 داکھ کا ہنگام ہے ساقی پلائے جیوں گلاب

انگور

ہے تھڈی پانی ترا سر چشمہ آبِ حیات
 آبِ ذوق

حقہ ہے جیوں نوشدارو کا ادم تیرے خوشاب
 ہونٹ

مانند

آپ مکھ آئینے تھے مودل کا کریں سب زنگ دو

بھی کہیں زنگ اس کوں ناکیرے تمی دیو آبِ متنا
 پھر کبھی

نٹوے سدا کاں لیتے ہیں جیو یوں نت ناک

پا تراں غم نے کتیاں دکھلاوتیاں مومین خواب
 رنڈیاں

کرتی ہیں دکھلائی ہیں میری آنکھ میں

عاشقاں کوں نہیں ہر حاجت کچ سلسلہ بخود سول

۲۹۰

ہتیار جوڑنا

تم نین بھالے ہمن دل پر رہیں حاضر جواب

تمہاری آنکھ کے ہمارے

اب معافی شوق کے موتی جھڑیں تج نہہ پلو
 جوت اس موتیاں کہ یوں ویسے کہ جیوں سمد پر آب
 چمک

(۴۱)

اے بہشتی حورِ بچ کیا کم نقاب
بچے

اس سبب دیوانہ و حیراں ہوا

مستحقِ عشق کوں دیووزکات

باٹ مارے تیر پلکاں کی ہمن

باز سے
نہ تیرنگ چڑ کر کرے سب کوں شکار
عشق کے چڑ کر

عاشقاں جلتے ہیں پروانہ من
کٹے

دین و دنیا کھوئے ہیں تیر عشق میں

عشق کے پنتھ میں ہماری پند ہے
تیرے

دو نوجوبن ہیں ترے قصر بہشت
راہ

یارب اس علوی کوں رکھ علویاں منے

میں

دوئی جگ میں روشنی تو مکھ کے باب

تیرے چہرہ کی بنا پر
مت میں گے کس او پر تم آب تاب

نہ ڈالیں گے کسی پر
تاماچھے فردا قیامت تم ثواب

کس سیتھے ای شیوے سکھ کرتے کباب

سے یہ
میں پھروں پروانہ ہو دیو و خطاب

کرتے ہیں بے رحمی و منگتے جواب

بے خبر ہوں لطف سوں سب نہیہ ب
منگتے

غیر کے بااں نہ سن ہیں بے حساب

دو آدھر تیرے ہیں جیون کوثر پر آب

ہونٹ

آب نہیہ میں رہ پلا کوثر شراب

شراب عشق

حلقہ نہیہ کا ہے معافی کان میں
 راکھ اپنے حلقہ میں نا کر عتاب

(۴۲)

سوئے میں نہ کھیا کہ پیتا ہوں شراب	عاشقاں کا دل ہوا اس تھے کباب
حور کھولے روزہ شیخاں باس تھے	آبجاوے میرے میخانہ رباب
میرے بت کوں پوچتے سائے بتاں	سبھی رمالاں کہو اس کا جواب
شکر و شکر و شکر لا کھاں شکر ہے	میری مجلس کوں ملک نا دیکھیں خواب
ٹھارتے کے نیں بوجھو چند سور کوں	ہو رکے دھرتی مکھ اُپر بادل نقاب
ہڑاتے کیوں نہیں پہچانو چاند سورج کو	اور کیوں زین کے چہرہ پر کے
چاند سورج تاریاں کوں منج عذر کہو	ایک تل نا ٹھار کے لئے نقاب
آسماں کہنے کنہہ مشکل بہوت	گر کہیں گے تو کہیں گے بو ترا بے
تج نہن تل میرے دل تل تل بے	ایک تل انکھ تا او چا چوتا شراب
تیرا آنکھ کی	۳۱۰
لے ایک تل آنکھ کھول تا چودے شراب	

عاشقاں کے شعر تھے جگ جگ اُٹھے میری آہ کا آگ ہے جیوں آفتاب
 قطب شاہ بندہ گناہ گار اب ہے
 سب کرو یا راں دعا ہو کا ثواب

ردیف ت

(۲۳)

نہنی کے ناز مستی دیکھ کر سر تھے ہواست
 بہت نیکابرا کا مدعا کا کام منج دست
 نین غمزے سیتی پیاری گلے میں بلے زخیر
 بہت اچھا برائے گا میرے ہاتھ
 ترے کھ صفحہ کے خط تھے جتنے علمان بسیر
 نجانوں کس جنس ہو گا منجھے اس مانس تھوڑ
 آٹھ کے سے ڈالے
 کنگی کرنے کون کھولی کیں شیرینی بھوڑ
 چہرہ سے جتنے علم بھول گیا
 وفا کا باس نہیں اس شہر میں کیسا ہی زیست
 بال
 وفا منگتے ہمیں بے عقل شہر حن میں اب
 کی خواہش کرتے ہم

اُن اوساں روشنی ہے آفتاب
 آہوں سے

عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگ

وَر و تیرا ڈر آتا ہے کیلے دیکھ کر مَج
کروں جب یاد دکھ کی آہ میں غم جاوے
بانا سے

قطب شہ سب شہاں میں ہر شہنشاہی خد کا
شہنشاہوں
کھڑے ہیں رست انس و جاو و دربار کے بدست
ہیں

(۴۴)

یون کی شاخ کوں لاگے ہیں پل جوین کے
جوانی کو لگے
۳۲۰ صبا کا باور لجا عرض میری دست بدست
ہوا (جھونکا) نے جا
اوبال پن میں دیا جو بنا کا مل کا سخت
ہس کے بچپن نظر آیا جو بنوں کو نپل
نکو پلا منجے ساتی پیالہ بھر بھر کر
نہ
رواہے گرچہ بھی طاق ابرواں کوں نماز
دلیل پایا ہوں تو زلف سیتیں آب حیات
تیرا سے
ترے خیال کے مرغاں ہوئے ہیں جگت بھی
پرند
اچھے جو زندگی کا نیر تیری زلف میں رست
پانی ہے
تماری یاد کو بے خبری تھے مرغ دل بخت
تہاری کی سے میل

نکو کر و پنکھی تم بال و پر سوں مغدوری
 کہ بے پنکھاں سستی تم میں ہوا ہوسریت
 تمہاری یاد بغیر نہیں ہے بزم مورنگیں
 کہ میرے بھاگ لکھا ہوا ہے عیش و زلت
 تمہاری نہیں میری
 سدا تو مدح نبی و علی کی کہتا ہے
 قطب شمع عزرا تو لکھے ہیں دست بستہ
 ن مساف

(۴۵)

میرا ہے پیارا سو سراپیک جو دولت
 میں تو کہ کیا جانوں کون بخت سوں بولت
 اچل تو بکسارن گستا موتی سوتارا
 ناسیک ویا موتی ستر یا نم جھولت
 دو جوگ ٹلا موتی کٹل بکھرتے تارے
 کھنڈر کہہ جوں سورتار یا کون سولت
 ابھری ہے من رنگ خماری کی گلابی
 ساتی تو باریک ٹکاموپ مر اسٹ
 دو تن تو رکھے دشت نیٹ میر خیا لو
 بر ہے کی کتابوں سوں دلا لیکھ امولت
 غیر نظر

سب دن تو متاچہ معافی کہ نگر غم
برہے کی شکایت تو کسی دھیر نکھوت
فراق طے نہ کھول

(۴۶)

مُج تیرے لال لبے چین ہوں کام دیت
خوش دل ہو ہوگا تیرا اُبار کی کجام دیت
تو مانوں یاد دل تھی سچی یاد دل تھو دھو
وہ مانوں رو کر تے سود و جگ میں نام دیت
یک چین سوچ کون صبر تیرے کھ بٹا تو ناہ
کس دھڑکے کس دھڑکے کھوں لا مونہ رام دیت
ٹک ٹک کچھ اب تو حسن بکاؤں تو اسے بھا
مشکین کرنگ دل میں سدا رکھے کرب خیال
کوئی تو محرم کون رضا ناہیں چند سال
عاشق بیچارہ کیا کرے کونا پیام دیت

کیا تائیں توں غم کرتا معافی اند کر
قلقل پیالہ بھرندا با توف مدام دیت

(۴۶)

بدن مت بدل مت کج مت پری مت
 عشق کا دیوتا ^{لال} ناز و انداز
 چڑھی مت ہی مت ڈلی مت رہی مت
 کھڑی مت انجل مت ڈھلی مت اورھی مت
 پری مت پیون مت ^{شیراب} تیر مت ہی مت
 کھپا مت پھلاں مت کجل مت کھلی مت
 تلا مت طرا مت ^{پھول} دھری مت دھری مت
^{ٹیکا}

ہوئی مت پون مت لگن مت پری مت
^{ہوا} کھامت سدا مت سہن مت پری مت
 گزک مت نقل مت ^{سجی ہے} پچ مت پری مت
 ملی مت کھی مت ^{زبان} رسن مت پری مت
 لٹا مت نین مت ^{زلف} دیکھن مت پری مت
 شکر مت ^{آنکھ} چین مت ^{دیکھی ہے} تنن مت پری مت
^{چونا} ^{ہنسی}

چولی مت کھلی مت لکل مت بھنور مت
^{کول}
 قطب کری مت یون مت پری مت
^{جوانی}

(۴۸)

گہمت تیرا دیکھ کریں آج مت ۲۵. تیرے مکھ کے تئیں ہوا ہوا بت پرست
 چہرہ

مکھ عرق میں زورستی ہے عجب ^{چہرہ کے}
 میری مکھ زردی میں رنگ لعل بست ^{چہرہ کی}
 واگھ دانے انگلیاں کی بوٹ میں
 رنگ بوٹاں میں مئے عذاب ہست
 زاہدا کیا پسند کہے اے بے خبر ^{انگور کے}
 رب کی حکمت میں سو گنج حکمتست
 میرے اکھڑ میں لکھے سونا پھرے
 خوش لکھے ہیں عشق سلطان رست رست
 جانتے دار و حکیم ماں درد کا
 نبیہ دوا ہو سے نہ ہرگز ان کے دست ^{عشق کی ہر یکے}
 ہر یکس میں مستی ہر یک مصات ہے ^{ہر ایک}
 قطب معناست از روز الست ^{طلحے}

(۴۹)

ہتھاک مکھ کے گہر تھے سو نور پایا بہشت
 عدن چین میں تین ہر کا ہوا ہے کشت ^{کے تھلے}
 پیما کے حسن تھے سوج چھپا ہی مغرب میں
 گلے میں طوق سودھ چاند کے مرا یہ شرت ^{دیکھ}

رقم ہوا ہے مرے خیال میں سچا تو خیال
 نہ حک تھے جائے نہ آپ لال تھا و نہ شت
 تو مکھ کے باغ تھے مو آرزو کے پھول کھلے ۳۹۰
 لٹو اس نہال کوں بسلا تے باغبان نشست
 پھولاں باغ میں تاج و تے ہیں زشت
 نہ کر خیال ہی پی شراب مست ہوئے
 سے بیری سو باں سیر تھے اپ دل میں لالہ داغ دیا
 سے اپنے خودی

پیسا کاسن معانی ہے جگ میں جوں اوتا

سپند جالوں لگے مست او سے کسی کمی و شت
 جلاؤں تا نلگے اسکو نظر

(۵۰)

خال ہندو کا بھلا کر مجھ کیا عزت پرست
 سب خیال اپنے سٹ کرتا ہی میرا خیال و ست
 دو دھڑا خال تاج در بند ہے منج جیو کا
 کس نظر اس حال پر پڑیا کہ میں بند تھے نخت
 مادہ قابل دیکھ کر اس زمین کو کھان دیا
 میرا دل کی کھان تھے گوہر نہ پایا لعل ست
 مادہ کان کان

لے سو اس نہال کوں بلانے باغبان کا شرت لے قطب شہ سے جوں سے اسی امت سے کہ ہی ۔

دایم الایام پیالہ عشق کا جو اس کے دست

جدلاں اس لطف کے میرے دل اور نقش بست

آیت اس پر کار کا پرکاریوں میں خل

اجلا سیلا ہو رہیا بیچارہ نرگس سب بست

و وینداں دریا کے موتی ہو بکاتے دست

رے من قد میرے کون سید کریں توں اپنے

یہ رقیان دیکھ کر دکھ تھو گئے اپنی جو بہت

اے معالیٰ توں چھپا کر کا ہے پیتا ہوا شرب

کو تو لاں لکھ رہے بااں تریاں رست

نہیں بھنر خط آگے چنپا کا حاجت

جن چرے چار او دانے کا اچھے معر سب

عالمیں سب جگر کے تیج بھنر خط تھے خط لکھیں

علم کا عالم پڑھایا نہیہ کی آیت بھنے

کن کر باندھے نین لہو رنگ انگے سب تل

نین کے تیز آب تھو چوتے ہیں منج نیناں بھند

قد الف ساقی توں بہت لے جام وضع دال کا

بادشاہی مرتبہ پایا ہوں تم درگاہ تھے

اے معالیٰ توں چھپا کر کا ہے پیتا ہوا شرب

کو تو لاں لکھ رہے بااں تریاں رست

نہیں بھنر خط آگے چنپا کا حاجت

نظر تیج پہ ہے کیا تماشا کا حاجت

لے کا لے فون لے یہ قطب شہ لے نہیں بھنر خط انگے خضر کا حاجت

طبیعیات کریں منج کوٹ بالی ہوں اردو

ہمیں نیشکر مننے ^{میری} ہلچے ہیں بت میں
ہم کاٹھ بھنسنے قید
خجاری بنیں تھے کھلے پھول جویں
دل سے آنکھ سے

مراد دل ہے زربفت کا کارخانہ

تو کتیاں کتاباں کے جیوس لکھیا ہوں
تیری کہانیاں
انگوٹھی سلیمان کی تیج بات ^{دل} نہیں ہے
تیرے ہاتھ میں نہیں

مراد کُنڈن حسن کا کھانا ہے تو

ہم مدعا مدعی نا ^{کان} جو جھے کچ
ہمارا

معافی ترا زگری کوئی نہ جو جھیں

کہ اس علم میں نہیں ہر دانا کا حاجت
نہیں

کہ بآلی ہیں مہن ہے بالا کا حاجت

نہیں ہو رہمت اکوں جالا کا حاجت
اور ہم کو جال

نہیں ہو کو دونا و بالا کا حاجت
مجھ

نہیں منج کوں بازار والا کا حاجت
مجھے

معما ہے نین کھول کہنا کا حاجت
نہیں

سکندر کے درین اجالا کا حاجت

نہیں ہے سناری نقاضا کا حاجت
آئینہ

نکو بحث کرنی ہے اعدا کا حاجت
نہیں

معافی ترا زگری کوئی نہ جو جھیں

کہ اس علم میں نہیں ہر دانا کا حاجت
نہیں

(۵۲)

نہ جانوں کیا اُتم ہی رات پایا اُس کا میں صحبت
دعاے صبح میرا اب دکھایا ہے اپنی قدرت

انگل کا ناز کا جب چھانوں پاڑی منج پہ اوچھل
سبھی بھاگاں میں دتا ہے مرے بخت نہ کہ دولت

بہت دن تھے لگیا ہے پیاس تیرا اس کمنج کو
پلا دو نیراب ہونٹاں کا ہے او نیر منج جنت

نزاکت حسن تیرے کا نہ آوے جیب سوں کہنے
اے باتاں سن کہ سب پکڑے ہیں تیرے شوق سوں

تمارے مکھ کے چھاواں تھے ہمیں روشن ہو ہیں سب
اے چھاواں دیکھ کر دوزخ کوں پکڑیا تا ب ہو رشت

دیکھو تم عاقلاں کا عقل کہتے جسام کوں چھوڑو

۳۹۰

کہ رگ رگ بھیدیاے دیوانگی کا اُن کوں غلبت

جمید دیا ہے
اثر کر گیا ہے

منجھے پائے ہیں مٹن پن کھوتے اس چاہ زرخداں کا

بچپن بسر کرتے

کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تھے پایہ ہولت

سے پایا

یہ

ہمیں ہیں شیعہ کر کرتے خراج دشمنی سب ہوں

ہم سمجھ کر

علی ابن ابی طالب ان کوں مارو بہت ضربت

ہاتھ سے

معافی عاجز و بیچارہ ہو آیا مٹن در کوں

تہاے

کھو لو دروازے لطفال کے کرو پور نظر حرم

مجھ

(۵۳)

جن مٹن دین کا گنوائے بات

جو

یک چمک ناز کا دیکھیا ہوں ات

دیکھا

سو ہونٹاں کا بھسی برہ آگ پر آگ میرزا اوچائے سب جنات
چھاو اخیل بھیاں نین کی تیلیا ان نہ چمکا طلسم ہے یہ بہات
برہ کی آگ کھلا سمت درکوں بیٹھی ہیں آنکھ میں ہما ہوں کھلا و منج نبات
قد رعنّا و ہور لستکتا چال پایہ دو وضع تھے دو جگ لمعات
زلف سحر میں طالبان بلجے پایا باطل السحر میں ہے اس ابیات
نین دریا میں ابلے ہیں موتی کئے جادو بھنے عشق گدڑی بکا دے ہاتے ہات
حسن کے دعوے ہو کر کرتے اس دئے ہیں ازل تھے حسن برت
ادریوں

شعر تیرا معانی صد تے نبی

لکھ لیتے ہا ہات گاتے پلات
پلاتے

(۵۴)

سُج کئے میخانہ سُج لپے پیا لاہات ڈنگلی چالاں میں سب کس کوں بھلات
کی طرف میں سے ہر ایک کو بھول جاتے

چاند سورج جگ میں اس نورِ سہات
 کیوں کہوں میں بات میں اس کا بات
 کیا پکارے تج پکاراں ہوئے صحت
 پایا اس اُدھراں ستیں شاخ نبات
 عیش و خوشیاں کر سدا و نو سرات
 کیا کم آوے تج مشاطا کارِ حجات
 کیس کے پچاں میں پیچے ہے رات
 تیر مارے سو معافی پھر نہ آئے
 ہے عجب تیر مار کر لیتے پھرت
 پھر لینا

نفل جنگی کے تھے ہو اپیدا اے نور
 تھا ازل تھے اس میں ہو رہنما میں راز
 میری آہاں جوت تھے بوجھا دوا
 کیا کرے گانیت شکر کا توں مٹھانی
 واگھ کے خنواو نیچے تیرے باغ
 حسن تیرا لکھے ہیں قدرت قلم
 موگرا چنپا جتا خوشبو اچھے
 تیر مارے سو معافی پھر نہ آئے

لے کیوں کہوں ہے بات میرا اس کے بات لے قطب شاہ

ردیف ت

(۵۵)

مٹھائی اپ ادھر دلدار احداث	کرے سب شے اپنے اونا احداث
کیا ہے جگ میں سب گلزار احداث	اپنی وہ مشوق
کیئے عاشق کے تیں زنا ر احداث	اپنے چہرہ
ہمن پرلی (ے) کرے ہی پیار احداث	ترے دوزلف ہیں جے کفر رنگ کے
کہ ہے اس بات میں گلزار احداث	سلونی روپ و نسی جیو کی پیاری
کیا اپ پیار رسول سنار احداث	بچن اس کے کریں راویں کے سم کوں
نئی صدقے قطب شہ دل میں کیتا	خداوندی اُسے سہتی دو جگ کی
مجت حیدر کرار احداث	زیب دنیا

(۵۶)

اپنے سے پال تو جو توں مرد بھی پاوین بعث
سوکھے پھول تیری نظر سے
سبکے سو پھل تج دھرت تھی تانے ہو کر لیاوین بعث
لاوین

سب عشقاں تج عشق میں جوں پھول بن جائے جھیں
تیرے
موراں پیسے کو دیاں تج شوق تھے گاوین بعث
تیرے سے

۲۲۰

تج نین تھے نگ چین سب پائے ہیں آدم ہو ملک
تیری آنکھ سے سکھ اور
امرت بنی سستی سدا تج ہونٹ برساوین بعث
آب حیات سے تیرے

نابات ہو رابلج تھے دھرتی ہے میٹھانی بہت
نات اور بھرتی سے دنیا میں
تیرے بچن تھے پائے ہیں میٹھانی سب اوین بعث
سے

جھواں کماناں تیر پلکان ساںد کرے جو توں
کمان ابرو جوڑ تو
ہر تیرسوں تولاک جیو سوتن میں الجاوین بعث
سے لاکھ الجھ جاوین

جب تو کرے یک دشتِ اُپینِ دونوں جگتِ جی اٹھو
 تُو ^{نظر} تلِ کونِ دکلاوینِ بعث
 تیری آنکھ ^{دکھلاوین} صاف ^{شکل} صدقے نبی قطبِ زماں عیسیٰ من بولے یحییٰ
 چوندھر تھے جیون کے بدلِ عالم اُپر چھاوینِ بعث
 پاروں طرف سے زندگی بادل اکے اوپر
 (۵۷)

سکی چھند کوں ترا ہے ناز باعث ^{غرض کو}
 پیا مٹھ بول تھے ہو راسِ ادھر تھے
 پیا کے مٹھے سے اور اس کے جونٹ سے
 من تیرے کے کینے دشتِ چاڑی
 ہنکھ کرتے نظر پار آنکھیں
 نظر جیو کوں پیا بھل کھ سب جوں
 دل بھول کر
 یحییٰ بولے رنگیلی جیسے موتی
 ۴۲ کہ جس موتیاں سوں جیو دم ساز باعث
 جن موتیوں سے
 کھلے ہیں بھول نہ کہ مرغ من کوں
 دل کو
 منجے تاجِ عشق کوں ہے راز باعث
 مجھے تیرے کو
 ہمیں میں مت نہیں جنگ ساز باعث
 ہم نہیں جنگ ساز کی وجہ سے
 چھپے کیونکر کہ ہے غماز باعث
 پر مد کوں ہے خوش آواز باعث
 محبت کی شراب کو
 ہو اے اس تھے اے پرواز باعث
 سے یہ

نبی صدقے ملیا قطبِ زماں ہوں

اوپر جو جھنڈ میں ہے وہ ساز با
جو فریب

(۵۸)

یہ زمزم کی ندیا کیا کم منجے مینخانہ ہے با

ہزاروں کر کرتا ہوں اس سپاہ ہے با

تو نادیوں کے کن دیوے و تل کا دانہ ہے با

ہر ایک بھولاؤں قیامی نے رت ثمانہ ہے با

پڑنے بلبلِ فغان کی منج او افسانہ ہے با

ہمیں کیا کام ماریں ہمیں جانا نہ ہے با

گنوا نے دین کوں میرین بتخانہ ہے با

مواہاں کے پتیر پر دوڑتا ہے عشق کا پانی

بچھایا ہو پلوں میں آرزو کا کام دیو کر

برہنہاں منے جب تھوٹیا ہو بیچ میں نہر کے

نین کی چلبلائی میر دل کے منے بنجیا

نہ ماریں دم ہیں ہرگز کہ مت دم نگاہ اس کا

معانی کے پر کھنے پر ہنساں کام کرتے ہیں

نکو لیا دو گھڑوں موتی موک در دانہ ہے با

نہ ملا

(۵۹)

تیری نین کے چوٹاں منج پر کیا حواوث ۴۴۔ ساقی دے منج پیا لا جاوے صیا حواوث
 پلکاں کے بال بھالاں نامارو میر تن پر ^{انگور} منجھے ^{دل سے}
 کیا کام آوے منج کوں اے لال اکھ مستی ^{کے بھالے نہ}
 باتاں کہتے ہیں لوگاں دشواری ہو غم کیا ^{یہ} ^{انگوری}
 تم ناز حسن سکہ ہے دل اُپر ہاے ^{اور}
 دل دل کی بات کہتے کوئی کھول کہنہ سکے ^{نہیں سکتا}
 اوطاق ابرواں دیکھ موی معافی نہایت
 بے کیف جیونا ہے جگ میں دیا حواوث ^{جینا}

(۶۰)

مے جیو بادشاہی کا سدا تم ہی چھو وراث ^{ہو} ^{دل کی}
 عریفہ آپ بند کو کا انگ کن دھرو وراث ^{اپنے} ^{یہ ذرا کان دھر کر}

منجھے سب عاشقاں اب پڑے رگنوار

منجھے شہزاد

طیبا سب ہو عاجز کہ یکے اور کو دوا

منجھے ڈر کیا ترا دن ہار دیا کاہ تو دوا

تیرا نالہ

رقیباں پکڑے ہیں نہال اس تھوڑے رکھو دوا

اور کا حلقہ کن ہیں باکے میں تیرے انوار

کان میں ڈالکر

معانی کوں دو انگن کا گرد غبر تھے خوشبو
کے لئے اس صحن سے زیادہ خوشبو

منجھے پھولاں کا بو کیا کا آتا ہے جو اوار

وہ

خوشبو

(۶۱)

تمہارے عشق کا میں دودن پی تھی پیاجیوں

دودہ بچپن سے دل سے

نکریں دے واکن عشق دریاں کا کدیں ہرگز

کنا کا البیاء میرین کے انجھواں کے بنڈاں تھے

ابلا آکھ آنسوؤں بوندیں

تمہارے نور تھی پیاجیوں میں نیچھاں عشق کے

اور امید تھی توں پکڑو زور یک چیت سو

وہ

تو حن کا جھک ہو جیوں کی دیری حار

اپنے نہیں کی کد نا باتے کمند کر گل

مسجد میں کیا ہو اس ابراں کوں سجدہ

مانند اُن کو

تو یک پکڑ لکھیا ہوں تم میں ہمارے وار

کھینچیں نہ اپ طرف کیا ان کوں مولے با

میں بندہ ہوں گنہگار بخشو مرا خباثت

پیش

پر کارمنے پکڑے تو زلف دور میرا
ماند تیرے

دیتے ہیں خبریاں سب کے بین میں جلوے
لکھو خال نقطہ منج پر کرتا ہے حواوش
نیناں کے دھار او پر خوشیاں سننا چاہا
کہوئے رقیب کا ہے تم ہو ہے ہیں ماکش
آنکھوں سے

بوجھیا ہے معانی راز و رموز پیو کا

۴۶۰

ہر کوئی فہم کر کچھ ہوتے ہیں میں ناجت
کچھ اپنے آپ

(۶۲)

بچھڑی کے دریاں کوں تم ہو تھان کا منج کوں مے غیاث
فران تمہارے مجھے
اواثر سر کوں چڑے تو منج کوں ہے او مے غیاث
چڑھے میرے لئے وہ

میرا سب دے کر کے ہو رہتا ہے میں جدا

دل کے آساں ہو آساں کا ہوا ہے فی غیاث
آہوں

وصل کا دیوے خبر جن دے کر داپ جو کا
پنے دل جو
تو فرشتے آئیں کہہ دیویں منجھے پے پے غیاث
دیں

جوشِ غم کپڑا ہے دیونہ ہر کالنگ تمہیں
آس کی کشتی میں بیٹھا ہوں کر دم سے غیاث

میں بیک اور پر بیک ناما رکھو تا عشق باط
منہج کوں اپنا ہیو کہے تو سب منے او ہے غیاث
میں وہ

حسن رنگ کا مے پلائے منہج کوں غنن پن تھے پیا
دین میں کچھ نا بوجھوں منہج کوں ہے دین مے غیاث
بچے بچے

تیری یاداں کا معانی کرتا ہے تسبیح نت
مصطفیٰ ہو مرتضیٰ تھے ہے توحی لے لے غیاث

اور سے

(۶۳)

چپ رۂ تون عقل کرتی وودوں کا بخت
کن رکھ سنو کہرتے صراحی و جام بخت
کان دھر کر

مونین ہو ردل میں لگیا ہے مدام بخت
کہہ مٹا رہاں کوں ساتی کہ اب صوت کم کرو
سے

بوسے کے نول تپتی نہ آئے اسے جو جسم ۴۰
 ہر کن کرے دو بحث ہے اس کا خام بحث
 رستم ہے حسن کا بکٹ اپ نہہ فن منے
 کیا کام آوے ایسے وقت زال و سام بحث
 لازم گناہ کرتے ہیں کو توال قاضی سن
 میں شرعی ہوں کی کرتے ہیں لوگ عام بحث
 نازک ہولہ پیشہ تھے دل اس رکھو سنال
 لا گیا ہے ہم تن کوں ازل تھے مدا بحث
 کو سنال

لیکھے اچھیں معافی کے انکا رتج رقوم

کچھ ہو ریا د آوے تو وہ ہے حرام بحث
 کچھ اور

(۶۴)

اُس کے مشکیں خط کا میرے دل پر کھو لو بحث
 عالماں عاجز ہوئے ہیں ایک تل بولو بحث
 بات میری کہہ قیباں دھرائے طاقت مرا
 تم سلیمان ثانی ہیں کن دھرتویک مو بحث
 تیرے طاق ابراہا کن میں بابا حلقہ سن
 اب منجہ زیبا کہہ بولو پیا یک دو بحث
 عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگ میں لا
 تو نمن کے جام کامے پیکہ پڑتا او بحث
 تیری آنکھ

تیرے تل ہیں میرے دل کنٹھال کے موتی صحتی
 کرتا ہوں تسبیح اس موتیاں کا تم آخوند خدا
 شمع تم جلیس قضا آپ زباں ہوں بولیا ^{مالا} سچے
 رشک آتا ہے منجے کیوں بولتا ہے تو حد ^{ہر}
 تمہاری قصہ اپنی سے بولا
 سب گنہ تیرے معافی دھو گئے اس دلوں ^{مجھے}
 نقش کراپ دل منے توں جہاں سو ^{ہلکی} حد
 اپنے میں
 (۶۵)

جنے پیوے اوٹن جام اسے جام عبث
 جو پئے اس آٹکھ ہے
 بزم میرا سو من یاد تھے روشن ہے جم
 جہو کی آرسی میں گن نہ دیکھیا تمنا کوں ^{تمہاری}
 دل کے آئینہ کوئی تم کو ^{ہیشہ}
 عشق کا ملک تری یادستی جیتیا ہوں
 ہتھائے عشق میں جس موسیٰ لکن لک انیٹریا ^{سے جیتا}
 آسمان تک خاک کیا
 تمہارے حسن کا دیوانہ ہوا ہوں جگ میں
 زلف پچاند منے ہلجیا ہونجے وام عبث
 کے پھندے میں پھنسا میرے لئے
 جہو کی دور بندھیا ہوں بھجنا پیغام عبث
 اس کا نانو نالیو کوئی لینا ہوا نام عبث ^{دل}
 دستے میں میرا نگے رستم ہو کہ سام عبث ^{نام}
 اس چھجے پر چڑھیا ہو بھی منجے یرام عبث ^{نظر آئے}
 اس تھے جھگڑا کریں مل خاص بھی ہو عام عبث ^{اور}
 سب سے

اے معافی توں رت شوق کا پایا ہے لہ
 تو تجھت کے
 قند نابات مٹھائی آئے سج کام عبث
 تیرے حلق کے لئے

ردیف ج

(۶۶)

طیبیاں دیکھ کر مودر و نابوج	کہ دار و مدد بھیت رکاوٹ نابوج
ملن کا سد ویا بوجک ستارا	۴۹۰ لیکن فتنہ جیو کا تو نابوج
کون شعلہ تھا کیتا جوج من	کہ عاشق غیر عاشق کون نابوج
وہاں تھے باغ خوش بار الے آیا	ولے مجھ باس مخفی تو او نابوج
کہ گن کہتا جو دین تجھ کوں دیکھیا	ادھر پیر صنیٰ اتناں کا مو نابوج
کہتے ہیں کہ عاشق دیکھیل ج	جنوں تھا دور پیر کا مو نابوج

معانی مست تھا او ترکس نس
رات کو
موتاں عرض کی تل یک دو نابوح
بیری

(۶۷)

دو جگ کے لوگ سب آویں کہ قبۃ حیات آج	تمہارا مکھ سو کعبہ من و سے مجھ آج
خضر کا چشمہ تمن روزی ہے رکھو ستر تاج	تمہارے مکھ کے پہل جل میں مجھ عجب ترقی
بھول تیری اعرافیاں کوں دینے داج	ترا و دن سو دیا نور حور جنت کوں
طیور و انس و پری پر کرو سدا تم راج	تمن و وائر مکھ ہے نگیں سلیمان کا
فقیر و زاہداں میں نے منجھے کئے ہیں سراج	ازل تھے عشق کے پڑے کتیں کئے مجھ بٹ
سودر و دوری کا اپن صل سوں کرو مو علاج	ہمارا در و تمن و دوری تھیں ہے گاڑ سخت

فراق اپنے سے میرا

تمہارے فراق سے
نبی کا داس معانی ہے عرض خوب سنو

سکل شہماں نے شاہی گمانج کوں یو رواج
تمام میں

(۶۸)

دل ازل تھے جیوتاراں میں بُنیا ہوں خیال تج
 روز سے دل کے سے بُنا تیرا
 نقش بندی خیال میں مودل ہوا ہے خال تج
 میرے میں تیرا

نہیں تپلیاں یاد کے دریا میں غوطے کھاتے ہیں

نیہہ کے طبلاں بجا درین دکھا موگال تج
 عشق آئینہ مجھکو تیرے خراکا

اُس کے نیناں کی سیاہی میا نے ہے آب حیات
 آنکھوں میں

کیا بوجھیں غواص زیباسن کا ہے حال تج
 پہچانیں تیرے

عشق کیاں باتاں سمجھنے ہر کسی کوں آوے نا
 کی

جانے وواپ دل میں بلایا ہے پرت ڈال تج
 وہ اپنے بھلایا محبت تیری

لکھ تیرا دیکھ کر پایا خوشی دل موصباح

ایک چھن کر صبر دیکھوں لکھ مصحف خال تج
 لہو

تیری باساں تھے ہمارا جیو دا ہم تازہ ہے
 خوشبو سے ^{دل} دل
 ناچ کر ہر بوسہ دیوؤں میں تنگ کانال تچ
 گھوڑے کنال جیسا اور
 شکر کر چھین چھین معافی اپنے پروردگار
 نیہہ باغاں میں گلابی پھل کھلے ہیں لال تچ
 محبت پھول

(۶۹)

چند اکھ پر کی کن دیکھنے باری تھے بالاں کچ
 چاند جیسے چہرہ پہیلی سے
 غصے سوں اس پر کھینچوں کہاں ابرو ہلا لاں کچ
 سے

۵۱۰

تمارا حسن میرے دہن میں نقش باندیا ہے
 تہاڑا ^{ہنچھوٹا} ہنچھوٹا
 جے کوئی دیکھیں تم کوں کج ہوویں انکے نہالاں کچ
 جو ^{کچھ} کچھ

نہ آوے سرو کوں ہرگز کہہ ہیں اونا زکاڈلنا
 سہماتے ہیں انوں کوں تازہ ہو چالے ^{کبھی وہ} وچالاں کچ
 زیب دیتے ^{اور} ان کو
 لے جی کوئی دیکھوں۔

جیتے ہیں سمند ہنور شکی کوں بھی کیا جیتے منگتے

حمل منے بائے ہیں گلے میں کنٹھ ^{اور} مالاں کچ
کی طرح ڈالے

گنوا نے غم گیا میں باغ میں دیکھیا عجائب کچ
پیالے کے پاؤں پرنے تین ہوئے ہیں پھول ^{دیکھا} الاں کچ
کے لئے

دو دل ہو پونگ کے موتی تن کن میں کرے باتاں

اُسی تھے ہو کے نزل ^{اور} ڈلتے ہیں خواب ^{تمہارا کان} کا لاں کچ

معانی عشق کے تاراں سوں بنتا ہے سر اسرب

سر اسر کن نہ بن سکیں اُنوں کے ہیں خیالاں کچ
کسی سے سکیں اُن

(۷۰)

توں پسائیں سوں اچان تھے نکور بخ
اپنے کے ساتھ رہے زنجیر ہو
کہ عاجز ہوں منج او پرنا کرو رنج
مجھ پر

رقیب باں ناز دکھلاتے دکھو بخ
دیکھو
تمہارے ناز جھلکاراں کا نہیں تاب
نہیں

پیا منج خاص خسیاں میں گئے ہیں کہ ہے منج شب نویساں تھے ہو رنج
 خدا اپ صنع تھے دیتا ہے تم ناز ۲۰ پرستش بنا کرے اس دل رہو رنج
 منگے عاشق جو او پھول حسن سنگے کہ اپنے جیوکت باں پر لکھو رنج
 ازل تھے حسن کا دل کا حسنا کہ اس کے تار پوداں کا سو رنج

معافی کو تن غمزیاں تھے نہ ہوش
 نچھل صوفی بتا ہے نار کھو رنج
 اہل بندہ نہ

(۷۱)

اوپر شمع حیات کوں نالا خدا توں رنج اس و ہن تھے عاشقاں کو ملیا ہر پر کا گنج
 مورد کا علاج کرن توں حکیم ہے موآہ درد دیکھ حکیمان کد ہیں رنج
 یوسف کا ہو رقصہ زلیخا کا جگ بھریا ہم تم کوں دیکھ کاٹ لئے بات جوں ترنج
 ہوئیں اُپر بھنواں کا انکس کا ہے راکھتی نیاں کے شہر میا نے بند ہیں منجے سنج
 یسے روبرے کیوں میں باندھے مجھے آنکھوں میں باندھے مجھے

تو ناز کی سوں جانوں کا بھلا کے دل
پیشانی ٹیکا لائے ہیں سینہ ورجہ سب
تیری سے بھولے
موسر منے چڑیا ہے خماری ادیار کا
اس کی
تو نین قصہ سن کے معانی ہوا ہے
تیری آنکھ کا
اب نیہ کی ترازو میں کھڑ توں اسکو سنج
تو تول

۸۳۰

(۷۲)

مہج جیو منے ازل تھے ہر جان کا احتیاج
میرے دل میں سے
پیرت کا ناز از تم کو عیاں ہے
عشق تم
تم لعل ادھر تھے چائے میں یا تو رنگ رنگ
تبارے ہونٹ سے
تو نین و شٹ تھے نہیں ہے صبر کو قرار
نہی آنکھ کا نظر سے
مواخاک کوں تمہاری محبت سیتیں گھڑے
میرے
مونین میا نے بیس کے بھی کہ نہ آوتے
تیری آنکھ میں بیٹھ کر بھی
ملہ قطب شاہ

ہوٹاں کے نیر پی کے معافی دے خضر
پانی نظر آتا ہے
دربار تیرے کوں ہے شاہاں کا احتیاج

(۷۳)

ویا قوت اوصہاں کی مستی دلا منج
اور جیسے ہونٹوں مجھے

سکی لب سجن کوں من کر بلا منج
لے آ کوں پچھ پائیں
پیا آرتی تائیں پیو کوں ہلا منج
کی پوجا کے لئے پیا

سیحان من آپ دم سوں جلا منج
۵۴۔ کی طرح اپنے سے مجھے

بدن تیرے بن میں ہے نیر کا طلا منج
بغیر نہیں اچھا سونا

نہ آوے کہ ہے اس سیتیں اتلا منج
سے

سکی آج پیسا لا اند کا پلا منج
خوشی مجھے

حل دستے ہیں نور کے ات صفا سوں
نظر آتے بہت سے
گلگن سے طبق موتیاں سوں بھری ہوں
موتوں سے

ترے نہہ بن جیونا منج نہ بھاوے
عشق کے بغیر جینا مجھے نہ پسند آئے

اوصہ تیرے بن منج نہ بھاویں عقیقا
ہونٹ بغیر مجھے پسند آئیں

ترے حسن بن ہو ر منج میں کہ
کوفی کے بغیر اور میری آنکھ

نبی صدقے قطبا علی مہر سیتے

بندھا دل کہیں نہیں ان بن و لا منج
نہیں ان کی بغیر محبت

(۷۴)

دنیا کے کارخانہ کا نہیں زربا مولک کج
سو دھن میں کونیاں پیچے سولیوں کو نیلیاں
اچھی عورت بھوٹے اپنے ہاتھ میں
ترے قد سرہ طوبی امن سجلا ہوتا جو
سے کے باغ میں تیر بہشتی میو چنتا ہوں
امید باغ میں تیر کون لگے تیرا زہ میو
رنگی شاخاں پر مالی رکھے آراغصے سیتے
سمومی باو اب ہمناد راتا کیا ہو گرمی سول
بادِ سموم ہم کو سے

سُنے کے تار جب جانگے نکل کر تب سے دُج
سوئے جائیں گے
تو اس تھے مدعا پا کر دسے کا عاشقاں کج
لگے تو رس بھر میو رنگیلی تجاں او دو کج
تب کہ تارے میو کے انکے سو کے سو میو جو سب کج
شکر کر میو کھا کر توں کھا اپنے جیو تھے اول کج
رکھے گاسیدھی شاخاں پر اگر آرا تو ہو گل کج

(۷۵)

مرے مندر تم آدیو وصل کون راج
اُسے نہیں عاشقاں کے صف منے لاج
میں شرمندگی

برہ منج جاجتا ہے سائیں تم باج
جو عاشق سائیں کارن جی چھپاوے
کی خاطر

باتا عشق کیاں منج یوں دو دکھ نہ بوجھو ۷۷
 غم کی سیاہی دھویا یک چھن منے صبا صبح
 دو دل سستی من سجن کوئی کیتے پیرت
 جیو کے نن سو ہرگز نادیکھے دلکش صبح
 میرا خمار توڑوا پس کی نگہ سوں
 چوں نے پرست کرتے پیالے سستی دوا صبح
 تسلیم کر معافی اوطاق ابراں کو
 گدا کا حاجت برآیا ہے کو صبح

(۷۸)

ترے ہونٹاں کے تن تھو سنیا ہوا بات صبح
 عالم اس کون مانیں تو پس سب میں قبیح
 دل کے باتاں بوجھ معشوق پرست کے حق میں
 کہ بجانوں نہیں کہتے ہیں منجھے کھول صریح
 تمہارے حسن تھے دستا ہے ہمیں کھ پر نور
 تو ہم علم کو کہتے ہیں سب لوگ فصیح
 سینہ چھیلے گیا ہے باواں ساں تھے پیا
 ہونٹاں کا پھونے لم لاؤ کہ تا ہوئے طبع
 زندگی نیر اُپر نیل نہ کر سوں ہرگز
 مے تمن ہونٹ کا ہو جو ہمیں جیو کا مسیح
 آب حیات

دل کے سینے میں بھریا تیری محبت کا مے
او خماری چڑی منج سر میں صبح ہو صبح
بھڑا ^{وہ} چڑھی ^{اور} میر

تو کہہ دشت تھے ہو اب معافی سنا
تیری تریبی نظر سے سونا
نہیں حاجت ہی نہی چودہ کون کرنا شیع

(۷۹)

نین تمہارے کرے ہیں ہمیں بتا صبح
خدا کا شکر کہ سب کوں کیا بات صبح
لوچن کے بھالے چھہ ہیں تو عاشقان دل میں
اُس آہ کی باتاں تھے ویسے ات صبح
لوچن اُپر بند ہیں تم خماری کا پردہ
عشق کا آب نوا بانڈھی دھات صبح
ہو اب نقش مر دل میں جیوں تم صورت
خطا حقن میں نہ لکھیں تمہارا گات صبح
تمہارا خیال لوچن نیر میں ترے مجھ ہو
کہ سبھی میں تو بنجھے دکھات صبح
بہوت ہیں رمزی باتاں پایا اوسا میں
دو تن غرض کیا تیری ذات ہی کجات صبح
بہت

معافی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی
توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صبح

دھڑکے گا ہیم اس کے سین پر تاج

غنی ہے دولت میں نہیں وہ محتاج

تو یوں بوجے تو جی دھلائے منہاج

تو اگر بوجھ تجھے
توں اپنا سینہ کر اس تائیں آماج
تو کے لئے آماج گاہ

نبی مدحہ قطب و وجہت میں

علی کا ہر تاج سرورۃ التاج

جسے ثابت قدم ہے عشق میں

جس نے
جس نے کامل کیا ہے چیم اپنا

پرت کوں جان عاشق جو ہے فرو
صحت سہمکے ہے

پرت میج کوں کرے گرتیر باراں
محنت تھے کی بارش

رویف ح

(44)

پیشانی ٹیلا لگا دیتا کہ پاؤں نچا

فقیروں کو دانا توں ہوں میں کروں سی الحاح

۵۰۔ جو مرتضیٰ باپ پھر اکھونیکہ دسے صبح
پھر سے چہرہ کی

اگر تو دین میں یٹلار اُونے کون مسیح
تیرے بیٹکا لگانے جائز

لو جن کی پتلیاں کے تہخانہ کوں کیا سجد

کھولے جو کس گنگھی کرنے کوں سے خلعت
ہال کے لئے تو نظرئے

یال کے لئے تو نظر ہے

کہہ تھے ہوؤں جو ان اس تھو پاد قوت اس

ہدف ہو بیٹھے ہیں مار و نہ مار ^{پھر سے} تم ہے صلاح

ہلیا ہے ذوق کا بارانہ جانے کن ملاح ^{طوفان} ^{معلوم کون}

کہ اس کی یاد کوں توں ذکر مسا و صبح ^{کو تو}

خیال بزم میں یک دو پلاؤ منج اقداح ^{کے}

ہتمار ہونٹاں کا یک ٹوسہ نوش دارو ہے

بھول کمان بن تیرے تھے کنن نہ چھوٹیا ^{کمان اڑے چشم سے کوئی شے}

ہتمارے ہجر دریا میا نے بایا نیہہ کشتی ^{میں ڈالا عشق کی}

پیالے کے میں دے جوت خضر و موسیٰ کا ^{نظر آئے}

ہمن سستی نہ کرو ہٹ میا کر و ساقی ^{محبت} ^{ہم سے}

معانی بھید یا اس یاد نور تو دل میں ^{تیرے}

اسی تھے دستا ہے وں رو تر کہ جیوں صبح ^{وجہ سے نظر آتا ہے دو روں}

(۷۷)

دو تن کی چاڑی ڈتھے منگتا ہو میں صبح

شکرانے کا دو کعت کرتا ہو میں صبح ^{غیر رقیب سے} ^{پنچلی}

کیوں یک دو پیانے پائیوں ستا ہے صفا صبح ^{نہ} ^{نظر آتا}

ساقی پلا پیلا منج کوں ہوا ہوا صبح ^{خوابش}

سائیں کار از مستی تچ پر چہر یا دعا کر ^{کی} ^{تجھ}

مجلس ہو امطر اس زلف غنبریں تھے ^{سے}

(۸۰)

ہماری یاد میں نس گئی پلاؤ ساقی صبح
 او ایک قطرہ لہو تائیں تو ریا تو بہ نصوح
 رتن ہونٹاں کا پلاؤ تمیں منجھے جلاب
 کہ سر تھے ہوؤں جو اس تھی پاؤ قوت و صوح
 ہمارے پاں بھیجیا ہوں خیال کا حاجت
 سنے جو یک جھن او عرضہ ہو منجھو قوت
 ہمارا حسن دکھیا جب ہوا ہو جیوں جمشید
 ہمارے ذکر تھے پایا ہو عمر میں جیوں لوح
 معافی کوں نہیں ہے ڈر اندھا راتاں کا
 کہ رادن دے سکوں پیا کا کھجیو لوح
 نظر آئے

(۸۱)

تم کوں آمین اچھو ساقیاد عاقبت
 کہ مطرباں کرو مجلس نو ابرائے قرح
 خبر لے آو تمیں میر تیں پر جا سوس
 کہ میر کرتیں رہیا و اچھو ہوائے قرح
 اُسے نہیں ہے سوچ پاند پیا لے کی پروا
 کہ تم میر تیں پر جا سوس
 کہ میر کرتیں رہیا و اچھو ہوائے قرح
 کہ تم میر تیں پر جا سوس

نثر اُخانہ صرا تھے چڑھے نہ مستی مہج
ہوا ہے نین کے لعل تھے ابتدائے قح
ہمار مستی نہیں تیرے پیالے تھے ساتی
دوناؤں سیتی پلاتا ہودیں فدائے قح
ہوا ہے مست معانی صراے بخت تھے
کہ پو کے نین کے دستے ہیں لوئے قح
آنچھ نظر آئے

(۸۲)

تو کھلے کی نازی کی ہور باں تھے سمن مجروح
کئے ہیں میرے چو پھر کاٹے تن مجروح
تیرے تھک دی کے خم تھے پلاؤ ہیں کوں لعل
ہمارے ہونٹ ہو تم کو بے چو من مجروح
چاہ ذہن سے ہم کو تھے شیشہ مودل کا
نہ دیکھوں زورسوں مست ہو سینگے مکن مجروح
موتن کو کیئے ہیں جیو بیل زلف کی چھا
انجھو تھے پاکتہ کرامی کا وطن مجروح
یہاں سائیں کو ظاہر ہیں دل میں کی باہا
دوتن کی بات کہوں تو ہوئے دہن مجروح
کمال ہجر تھے چھوڑے ہے محبت تیر
ہزار شکر کروں بھی نہوئے بچن مجروح
بھیر بھی

معانی کون نہیں ڈغم کی موج طوفاں تھے

یہ کیا لطف کر سے کہیں ہن مجروح
نکر کے کبھی ہم کو

(۸۳)

ہونٹاں کے ناد میا نے ہے دواروح
مانند دریاں

نجانے چین میں اوچین کا ہزاروح
اس نشان قیمت

دیکھو مکھو آرسی ویسے صفا روح
پہرہ آئینہ نظر آئے

اُنوں تھے ہے بگانہ آشنا روح
رُان سے بیگانہ

حسن پانی کے پیالے میں دکھا روح
۱۱۰

کروں کیوں جام جم پرین فد اروح

ہونٹاں کے بوسہ تھے یا یا جباروح

دل
نگین نمنے او صحر کوں چین کپڑے

شکل بن آریاں جگ کیا ہو میں صا
آئینہ کی

پیا کا شغل مستی کس نہیں سر
جکے سر میں نہیں

نین تیلیاں ہوئے ہیں بھوت اتانی
آنکھ کی

ہو اورین سکندر تم تھے روشن
آئینہ کا

معانی دل بھرے تو حسن کا گنج
تیرے

کرے نت نت خوشیاں سستی نوا روح
سے نیا

ردیف

(۸۴)

جن نہ سمجھے یہ قصا سیدہ ہواں کا سنگلاخ

جو ہوا ہے تمن آرزو تھے تو گستاخ

عاشق اونیش کنگھی دیکھ کا ہوتا سوراخ

جنے شک لیا دیکھ جوں کہ تنور طبّاخ

بھگنا اغیار کا دیکھ کپڑا یا ہر مول نفاخ

بات چوگان لیو ونبہ کا میلں سہ فراح

لیو عشق

پیو کے درواں تھے معانی اچھے کیوں کہو

اس کی یاداں سستی جینا ہے عشرت کا کاخ

(۸۵)

جب رکھے کان اُپر تو دسے ہننا گستاخ

نظر آئے ہکو

پڑوں بلبل کے تمن جن کا قصا سب شاخ

بات دوتن کی تمن کاں منیں ہے محرم

جب کنگھی بلتے تمن کہیں منے ناواں سو

مصطفیٰ اٹھانوں ازل تھو دے میں حیدر

نار کے نور کا پیلا دے منجھے ساتی توں

حال تمنے دسوں میں عاشقاں میں تھے پیا

کے مانند نظر آؤں

پیو کے درواں تھے معانی اچھے کیوں کہو

اس کی یاداں سستی جینا ہے عشرت کا کاخ

(۸۵)

چندنی مکھ کے اُپر مری کا دُلنا گستاخ

چاندنی

کنگھی اپ توخی سوں تم کس میں ہنگستاخ
اپنی سے تہاے بال

یہ معامیں دو تن بات کوں سننا گستاخ
رتیب کی

وہ او دھرباج او دھر ہو رہے جمن گستاخ
وہ ہونٹ بغیر اور دوسر چوٹا

تہا ہاں تھو بھی پھول ہے سنگ گستاخ
سو گھٹنا

نافہ میا نے تھے دو جانا ف کوں چنا گستاخ
میں سے دوسر کو کستاخی ہے

تہا ہاں یاد تھے ہو ا ہے معافی مجنوں

مجنوں اگے ہے پرت کہنے کو کہنا گستاخ
کے مانے محبت

(۸۶)

شکر و شہد پلاویں تو نجافے دو سخن تلخ

میں قلم بال ہوا ہوں کرو موہین تلخ

جن نکلز جوت نہ پاو ہیں اس کے سوچن تلخ
چک ہیں

باس پھولاں کا تمن کس میں منیں ہے محرم
تہا ہاں میں

یو جھنا عاشق و معشوق کی باتاں مشکل
پچا پتا

تم او دھرتھے پائے ہیں پانی ہرنگ لعلی کا
تہا ہاں پٹا سے خوش رنگ لالی

حسن بانغاں میں کھلے پھول ہوزنگ رنگ
سوں

مرگ کا نافہ تمن یاد تھے ہو خوشبو
ہر تہا ہاں سے

تہا ہاں یاد تھے ہو ا ہے معافی مجنوں

مجنوں اگے ہے پرت کہنے کو کہنا گستاخ
کے مانے محبت

(۸۶)

غیر جب لیوے تمن نام ہو میرا وین تلخ
تہا ہاں

بھالے پکاں کے تہا ہاں ہیں جراح قلم جیوں

دل ہوزنگ تھے یا قوت رنگیلے ہو ہیں
کے کے سے

پھول کلیاں کئے مجلسِ خوشیوں میں چمناس ۴۳۔ دسے بکریل کوں ایک پھول ٹھیکہ ایک تلخ

ناشتاں کئے ہیں منج کوں ہدیہ پیر میں بن تمہن تیرا ہے منج کوں دجا تیر و کھین تلخ
تیرے نگہا کے موتیاں تھیں پیراجک میں اجالا بغیر تمہارے تیر کے بخت دوسرا دیکھنا
سے نظر آئیں روشن دس اس جو کے انگے تارے ہو رین تلخ اور

چا کھیا شیرینی معانی بہار کھٹھانی کا
توا دھرتے چوڑے مٹھانی ہنوں کے بھی کھن سہلخ
تیرے ہونٹ سے کبھی

(۸۷)

نیناں کی شغی میں دیکھیا ہوا آج نوا تلخ
ہم درد کا گانا ہے تمن بزمِ منے راگ
تم ہونٹ مٹھانی تھے ندی بہتی سے منج ہو
پیرت کا پیا لا پلائے منج کوں ازل تھے
شہ کر گئے ہیں عشق کے شہراں منج کوں
شاہوں شمار کئے میں مجھے

پلکاں کے سخن میں کرو میرا ہمسایہ تلخ
پیو نہیہ کے کھوٹے بنا ہے میرا جیا تلخ
اپ نہیہ مٹھانی تھے مٹھی منج پر کیسے تلخ
ساتی چھپاؤ میرا انگے شیشہ سہل تلخ
صندل کھوسر پر کر دیکھ بھی مس تلخ

عاجز ہوا اس فن منے سب احرا کا سحر
دو تن گزناں تھے ہوا ہے سب ہی فالتخ
رقیب کی تھے
جم عیش سوں کر راج سکل جگ میں معانی
سب دنیا سے
کیتا ہے ترے دشمن ان کا کام خدائے
کرتا

ردیف د

(۸۸)

بہیلی نہ کرتوں ہمیں سیتے دند
کہ میں بوجھے ہوں تیرے سب چھند
تو ہم سے دشمنی سمجھتا
منتر پڑتی ہے دوتی ہو دشت پر
کہ زیبا د سے اُس نین اپنے چھند
دکھائی دیتے ہیں اسکے آنکھ کو
سکی چالے نا کر مو پیاری سیتی
کہ سلتا ہے منج سینہ میں تیرا دند
چال نہ میری سے کھلتا
بیا کوں سچا نہیں بھاتا ہے
دو تن اُس کے میں پیو انگے ارجمند
عشق پند ہے رقیب اس مجھ سے نہیں کے پاس
نہیں دیکھے ہیں کس چمن میں کدھیں
سجن قد ایسا سر و کوئی بلند
کبھی کی طرح
محبت پیالہ پریاں لے کھڑیاں
د سے یوں اُن بہت میں جوں سو چند
کے کھڑی ہیں کا نظر آئے ان کے ہاتھ جسطح سوج اوجا

محفل غلامی تھے قطبِ زماں

کیاں گل میں بایا ہے اپ نہ کھینچند
کے گلے ڈالا اپنی محبت

(۸۹)

اُسے دیکھنے میں ہیں عشاق بند

تھے دیکھ کر پائے عیشاں انس

تھے کون سکھائے اے مست چھند

نظر نالگے تیوں کر دُاں سپند

کر اُس نور کی تیلی سوں مل انس

کہ عیدال ہویاں اُن تھے سب ارجمند

نبی کی غلامی میں ہے قطب شاہ

صفت اُس کے ہے ناموں کی چاروں کھنڈ
نام

پیاری بھنواں ہیں تیریاں جو کہ چند

توں سولہ سنگاراں کوں جب من آئے

ہوئے عاشقاں بے خبر دیکھتے تھے

بہوت بھید سیتی توفت ناں سوائے

سہاقتی ہے مہتاب کی رات چھب

پیا کھریں دن دن صفت عید ہے

(۹۰)

ہم ہوں یک ہو غم کرتا ہے مریاد
ہم سٹیا اُمید کے ٹخنوں میں
ڈالا

کہ ہے منج روح تم باساں سول زندہ
میری تمہاری خوشبو سے
لہورنگ کا بسنت لیا و کہ کھیلےں
لاؤ

خیال اُس حسن کا منج جیوں سوں پکیا
کے بیسہ دل سے لگا
نہ بوجھے آدمی اُس نار کا ناز

کتے ہیں گوہراں سول حسن دستا
کہتے کہ سے نظر آتا
ہمزہ ہور بے ہمزہ ہر ہمزہ ہارا

پیا کی یاد سول پیتا ہوں میں
ہیں
اُساں اُس سستی کرتے ہیں بات
اہل اُمید سے

کر وہم دو نو کوں اس غم تھے آزاد
میرے سب تنم کوں تم کرنا آباد

کر و باد صبا سوں منج کوں ٹک شاد
سے بچے

ہمیں اس کھیل عاجز ہیں توں استاد
ہم میں اور تو ہے
پکیا بن آگ سول تم دیو ٹک واد

لکھن و و ناد تا آوے کس اوراد
بغیر سے ذرا
لکھنا اکی طے نہ

و و خط و حوال کرتا منج دل آباد
وہ
محبت کا قبا پیتا ہوں میں شاد

ہمارا حال کیا جانیں گے سکھ زاد

ہمارا اس بر لیاقت شمشاد
برلا

معانی بے خبر باں توں کہتا
ولیکن رکھ دیا توں اپ امداد
تیری اپنی

(۹۱)

موعن بنیادنا جانوں کہ کیوں کہتا ہے بنیاد
زنگ میر کس نگاہ تھے ناپکڑے نگیاں تک
مستی کی تاں کہو یارات کی باہا کہوں
لے ہمایہ خیا ل کی ہوا میں اڑتے ہوتوں
حقیقہ کی باوا تھے بختیاں نفیر یا صد نہرا
لکھ لکھے ہیں ہی ابجد میں الف بے کی کیتاں
صح کرے ہیں سچا اتاد اس ابجد کی کیتاں
بے نقط اعراب کرتا ہے تعلیمات منجھے اُن
تقصی کا با نظر بنیاد تہ بنایا ہوئے فریاد
سب نگاہ تھو دھو گیا ہو یا علمی منجواں کہ آزاد
دونوں قصہ کھول کہتا چونک شو تم ہیں اُستاد
گھر کہا ہے تیرا دکھ لایا کروں میں گھر کوں آباد
اس نفیر یا میں کر گیا کن نفیری منجواں امداد
تم پڑھاؤ مولو ابجد باد میں سب ارشاد
جن بوجھو و علم غلباں تھو ہو دیکھا اُن آباد
میں اگر چو کوں گاسیں تم نہ پکڑو ہم یہ ایراد

اے معافی سب کے بولادہ ہر ہنٹا کر

بات تیری پھول نمے اس نمک کر خدا
کماند میں

(۹۲)

سکی کے بات کنگھی کس دیکھ کر تاپے فریاد	اٹھیا فریاد از حد یوٹکٹ مناں کوں تم دا
نہیں تیلیاں چنچل چاک اراں جو کے منج	جناور میں میں تیر ہمارا توں ہے صیاد
سکی تجناک کی پھلڑی کہ ہر یاقوت کا دا	کہ سب دانے بسر کر میں اودانے تھو آبا
لتریری رگاں کا تج من تیلیاں بلجیا	ہلج رہ کر ہوا ہویں توں اس کا ماں میں اُتار
الف ہو مریم و عین بن جگت منے ہو رنج بنجواں	کہ میں مومن خاک سج رہ کا کر دمو خاک آبا
اپنی شیرینی لوشیریں کے سب کام شیریں	کہ میں لڑتا ہوں غم سپاڑا سون جو لڑتا ہوں
بے کر قبلہ میں تم طاق کوں کرنا ماراں	ندیوں اومیر کس کروں میں داد و فریاد
کینے کھانے پر توں چانوں ٹاپنے کرم سو	کہ چھوٹا چھوٹا چانوں اگھانے دو قدر شاد
سایہ ڈال	جھٹھ ڈالنا سایہ اپنی

دنیا کی دھڑپ نچاں تھی معانی توں منزل
دکھاں کی آخ تھی تج کوں خدا کیسا ہے آزاد
سے بچے

(۹۳)

جہ کوئی قدم کھجے کچ پاٹیں سو ان افتاد	جہ جو رکھے قدم اب کام بھی نکو سر یاد
پڑیا ہے گن میں وہ آواز سب آواز آباد	ہتمائے کام میں مو کام کا نفیر بجیا
او باو کا ٹھکے عقل تھی کدیں نکشاد	تیری کم کوں سرائے ہیں باد تھے نازک
او پو جنا تھا یقیں اس تھی میں ہوا آباد	گنویا دین تمن بت پرستی میں اپنا
سوال کرنے دو دینے تھے میں ہوا آزاد	گداتراہوں کروں میں گدائی کس درکن
ترا نصیب ازل تھی لکھا ہے یوں استاد	وال کرنے تم اپنا کہھیں ٹکو چھوڑو

کہیں معانی کوں غصوا د عا قلاں سائے

۹۹۰

ہجے بس بس میں ابجد کے کرتے سر تھے یاد
بھول

(۹۴)

میں سجانوں تھیں بوجھو کہ کون ہے یہ عید
کس کی مجلس کو معطر کرے ہوئے کس کی نشید
کہ حیات آب و لب ہے مراد اُس پر کشید
پوچھو خورشید کو کس تھو تھو یہ نور رسید
ساحران کا بھی حسرت اُسی لحظہ درید
ایسے دروانہ کہ ہر بات میں میلہ سونگید

کہو کس نور تھے یاراں ہو ایسے نور پدید
اب توجہ دیکھتے سُد بُد تو مرا کھوئے گیا
اُس چو من چو من دور خدا یا نہ کریں
ہے بڑائی جو من شمع پہ تم نور پڑے
نہند بھانے سونہن جب تم ہی اپنے موچے
کیسیا دشت دم عیسیٰ زہور بھاگ میں فتح
نظر اور قسمت

کہو یاراں کہ معافی ہو ادیوانہ سو اس
ہوئے انجان سو یو جانوں کہ ہیں اپ نشید

(۹۵)

چکارا پنین تھے لعل مد میخانہ کوں پرورد
اچھا آنکھ سے

ہوت دن تھیں منگتے واکھ لعل ساتی کورد
بہت سے انگور

تم نہ دیا موتی کن جو ہری پایا نہ ہو رہا ہے
 تم نہ لگا ہے جھگڑا کن کے دھڑکتا ہوتا مشکل
 یوں کہ حسن پر ہو سوا دیکھیں آری بہت کی
 تم کوں حکمتاں کن کیٹھلایا کہ پوچھیا پو کوں
 علم سو گیا تھے کرتا ہوں تو میں داری عالم میں
 اگر منج پر چھہ دایم پایا کا فیض یک چھ میں
 جے کوئی اپنے حسن کا کرتے میں جگ میں لاؤ عویں
 رقیباں اپنے تار پود مبارے ملے غم سستی
 ادھر کے چوچنا عیش ہے داتاں کے چھے ہو
 ہون

خوٹے کھا کر ہوویں حیرت خواں نہیں کن ہو
 اگر کہوں تو ان کے جو میں تھے اٹھے گا گرد
 عجائب نیمختی میں کھیلے آپ حسن سستی نزد
 سکھایا حکیم او منج جسے تصویر تین کا گرد
 انداز کیا ہو رستم کا کہو سب میں ہو فرد
 ہنسا لائیں کہے پنجاب و کرد کا دکھ کے چھوں
 دس تھج کھ کے مہتاب انکے انکے کھ کے دیو زرد
 خدا یا انکے بستر کوں کر مرگز کہیں گستر
 و دچٹانا دجن نافہے اس کے دل اچھو سودر
 ہو

طنباں منے کا ہے تاب دیتے زلف کوں کھنا
 ازل تھے نہ تمہاری میں معافی کوں خدا پرورد
 سے عشق

(۹۶)

جنوں کے دل میں اور صورت ہر آنکھ پہ آئند
 دیا ہے روشنی تحقیق حسن اُس کا تھے بلند
 عشق کا جزو ہوا چھند بند سستی تمام
 ای جزو کوں نگر دھور جز سستی پیوند
 بتی موتن کا متن نور تھے ہوا روشن
 کتل تل اسکوں نہ کسروان تھی جز خرسند
 جی کوئی کہ عید دن پیو گیک پہ اکھے ہاتھ
 ہر روز ہر سال اس نہیں مانند
 زاہد کی باتاں مکر کیاں ہرے پلا ساقی
 کہ ایک دیا لے پیکر ہو سوار نہہ کا سمند
 شراب فائدہ نہیں کرتے ہیں لو گلاب
 جو عالمان رکھیں مدد تھے بہار قدم
 سو آگے سکھتے ہیں میخانہ پیر کرن سب پند
 قلم کے نئے جنے ہے تمہارے فرماں میں
 پلاؤ چاؤ سوں شربت او سے محبت قد

معانی کوں نکو دیو یا را خاص عام شراب

سو اس کے نیبہ کا مد پی ہوا ہے دولت مند
 عشق شراب

(۹۷)

تم کی ادھر کے چھو سیستین باندیا ہو گئے
 ایک چھن منسی تھے نیشکرا ب کیسا بند بند
 گر منگتے ہو کہ لہو کے دریا میں نہ تیرے توں
 خواہاں کے کسی میا نے وفا ہی کہ دل نہ بند
 طوبی کا چل نہ آوے ادھر چل کے سم کدیں
 اے بات میں حدیث سیتیں کہتا ہوں بلند
 اگر غصہ کرتے ہیں تمیں گناز کرتے تم
 اس کے ہمیں بند ہیں جسے دل کرے پسند
 پکڑیا ہے جوش ثوق کا دریا کہا ہی فوج
 تل تل آواں ترڑی نواؤں کا ہو پسند
 اور

سائیں کی سیوہ فرض ہو ہی معانی تج
 سیوا
 او فرض کوں ادا کر پورنت کریں اند
 اور

رویف ذ

(۹۸)

پیارا کاروپ نزل ہے سدا میرے من تعوید
 چہرہ صاف
 پیارے کا پرت پیاری کے خض پن تھے من تعوید
 بچپن سے دل کا

سجّٰن کے ہونٹ امرت کا لذت یک دس چاکے تھے
 کے آنچا ^{ون چھنے سے}
 سود و لذت کوں اجنوں لک گیا منج رس تعوید
 کو اب تک ^{میری زبان}

پیا نکہ کے قلم سوں خوش نویسی کرنے منگے تھے ہیں
 ناغون ^{کیلے مانگے}
 ضرورت ہے سکی بیہوش تیں مینا اپ جو بن تعوید
 سے پیا کے ہاتھ ^{اپنے کا}

سکی منج لب پہ رستی سونشالی بوجھتی ہے کیا
 نظر آتی ^{پہچانتی}
 دے میرے ادھر کوں پیا رسوں پو کی رس تعوید
 ہونٹ ^{زبان} نظر آئے

عجب تاثیر ہے تجھ نانویں پیاری جو سن نے میں
 تیرے نام ^{سننے}
 سکیاں بھل جا کے لکھ لکھ لیکے کرتیاں ہیں اپن تعوید
 اپنا ^{بھول}

مرے بازو کوں جب لالین کپڑے پانچوں انگلیاں ہو
 سو انگلیاں ہیں سکیاں منج بازو کے کند تن تعوید
 میرے

پیا کنبہ لگیا وزر در منج کھو بند گویاں کوں
 کہ کچ پر حیت ناہو سے ہم پر اپ تم تعوید
 کچھ ہوش نہ ہو سکے ہم ^{تہمارا}

پیا جس دن نہیں لگتے گلے منج سوں تو دکھ ہے منج

گلے لگنا پیا کا ہے سو میسر اُدکھ بھجنِ تعویذ

تو دین والا

نہ جاتوں کسکوں اپ نہہ چھند میں سپڑانے منگتے ہیں

کو اپنے عشق کے چھند پہچانتا چاہتے

سُنی ہوں میں کہ لکھے ہیں اس باتوں سبجِ تعویذ

اپنے ماتحتوں سے

منگی تعویذ پیو کن وصل کا نہیر تھے دیوانی ہو

ہاگی کے پاس عشق سے ہو کر

ہوے میری دیوانی جب دیئے منج کوں للن تعویذ

لے لائن

سبجِ یک دن بسر کر منج سلا ماں لے کے لکھ بھیجے

بھول کر بھیجے

سو اُس کا غد کوں جو نمٹے جتن کر کے ہوں تعویذ

کو دن کا طے احتیاط ہونے

بات تو برس یک قطبِ زانں جگ میں جھنجھتی

تیجے کیلئے

ازل بن تھے دیئے لکھ کر دیا تھے مجھیں تعویذ

سے سے

(۹۹)

میں اُس بت ہندی کے رکھیا ہوں ^{لکھ} میں ^{بچ} تعویذ
 وہ منج تھے دور ناہوتیوں کیا ^{رکھا} منج پر ^{لکھ} بندن ^{بائیں} تعویذ
 وہ مجھ سے نہ بازو بندھن

دعا ہو زنتراں سستی و و چنیل منج کوں سپٹے کر
 اور سے وہ شنج مجھ کو ^{باندھا آئے}
 بندیا ہوں اُس کے دوز لہاں سستی میں جو کمن تعویذ
 سے دل کو کند

پر ت و ر ز و ر دھن و ر ز و ر پور و ر ز و ر نازا
 عشت ^{اور} بہوت پر چیت کا ہونا منج نصرت کرن تعویذ
 بہت اثر ^{نہجے} کرے کیلئے

عش کے بھاڑیں جانے کوں منج دل کو نہیں کچ ڈر
 بار بوجھ ^{مجھ کو} کیا ہوں اُس کی پیرت کوں میں اُس کا سون تعویذ
 عشق اپنے لئے دل کا

پر ت کے قول دیتی ہو لے منج کوں پتیا رانیں
 عشت ^{مجھ نہیں} پتیا راتو ہو لے منج کوں جو دیوے منج چمن تعویذ
 بھدرہ ^{مجھے} مجھ چوئے

و برداریت کٹر ایت ہو چالاک اُچھیل ہے
 نظر میں کس نہ آوے تیوں کے ہے دو جوین تعویذ
 مچل ہو علی کا نانو لے کر قطب شہ جینتیا
 سو چنچل کے دو جوین گرتاں اوپر کے بھی تن تعویذ
 (۱۰۰)

لذت دکھلاتی ہے منج کام احناؤ
 کتی ہے مست منج ہر کام احناؤ
 مینھے دیتا ہے او نام احناؤ
 کئے بے ہوش تج بادام احناؤ
 سکی کا کام صبح و شام احناؤ
 دیتے تج ناز ہو رٹ لام احناؤ
 سکی دیتی اُدھسہر کا جام احناؤ
 مراد دل تھا بہت ہشیار اول
 ہوا ہوں مست میں اس نانو تھے جم
 ہزاراں شیخ کوں ات شوخی سیتے
 کرے ہے عاشقاں کوں مست بے سد
 سکل عشاق کوں متوال کرنے
 سب

قطب مدین نہیں گستاخ کی جھن
 شرابِ بھگت کے بغیر گذرنا
 دیا ہے مہنج علی کا نام احسان
 مجھے

(۱۰۱)

سبھی خوابوں میں ہی تج ^{تیری} شانِ انفاذ	سکی دل جگ میں تج ^{تیرا} فرمانِ انفاذ
اُن کے حکم ^{سب} تل سب کھان ^{کان} انفاذ	اوص ^{دنیا} تیرے جو ہیں قدرت کے یا تو
ترے لب ^{ان} تھے ہے درمانِ انفاذ	ترے بوسے ^{ہونٹ} تھے ہے حیواں کوں احسان
ترا ^{سے} کھ کعبہ ہے ایمانِ انفاذ	نیل ^{دلوں کو} ٹیک ترا ^{سے} تِل حُجرا لاسود
کہ ^{چہرہ} تیرے پچن دل کانِ انفاذ	عجب معجزا ہے تیرے پچن میں
اُن پر ہے ^{ان} ترا ^{ان} الحسانِ انفاذ	خوش آوازاں تھے اس جگ ^{جتنے} منے میں
نبی ^{سے} صدقے علی کا ^{غلام ہے} اس قطب	
تو اُس ^{جگہ} فرمان ہے سب ^{کا} ٹھکانِ انفاذ	

(۱۰۲)

سُندر کے ادھر ہیں شکر تھے اَلد
 تَرے بوسے نبات تھے اَلد
 چنڈر تو ابے جوت میا نے لید
 و لے مکھ کی کا چنڈر تھے اَلد
 دکھاتی سکی جھگدہ کان میں
 ترابی ابے ہنر سب ہنر تھے اَلد
 گھنگروالے تیرے لٹاں کے کھپاں
 و پس نیر پر کی لہر تھے اَلد
 کھل پھول پر تو بھنور ہر لید
 و لے مکھ پیچ تل بھنور تھے اَلد
 ترے مکھ برن سم سوکھن نہ اے
 و لے سچ ادھر ہیں امر تھے اَلد
 گہر کوں تو ہر رنگ ہو رہو تے
 و لے تلج و سن ہیں گہر تھے اَلد
 ترے دو کچاں پر جن نکھ کی لکھ
 و لے ترچہ ترچہ تھے اَلد
 سوزنگ میں لے لڈاں ہیں و
 تری و شٹ ہر ماثرتھے اَلد
 اچھی رنگ کی شراب کئی

خبر تو ترے وصل کا ہے لذیذ تجھے دیکھنے ہے خبر تھے اَلذ
 نبی صدق تج نہ شہر میں ہو قطب تجھے یہ دیکھنا
 نہیں کوئی شہر اس شہر تھے اَلذ
 سے

(۱۰۳)

سکی تج اوصہر تھے پلا منج نبیذ چمن کے نقل سوں پلا منج نبیذ
 تیرے ہونٹ سے مجھے چوہنے (بوسہ) سے مجھے
 جیا کوں دیا ہے صفائہ شہر دیا دل کوں کوثر جلا منج نبیذ
 عشق کی روح کو کی بیری
 مرے نین جوں سو پر نور کر دلا کوں دلا کر کھلا منج نبیذ
 آنکھ کو مثل خورشید دل کو میرے
 تری نین تھے منج چڑیا ہے اثر دیا تج تلا کی کلا منج نبیذ
 آنکھ سے مجھے چٹا تیری تیل مجھے
 جو بن کی صراحی قطب بت میں سے
 کے ہاتھ
 بشارت دیا قلا منج نبیذ

(۱۰۴)

دو جگ منے منج کوں اے کرتار معاف ^{میں مجھے ہے خالق}
 بُندا ہوں اسی کا وہی ہر ٹھار معاف ^{جگہ}
 اُمت ہوں محمل کا کروں شکرِ خدا ^{تو ہے منجے جم احمد مختار معاف}
 پایا ہوں ملک کوٹ اُنن پیار تھو میں ^{منجے ہمیشہ}
 پنجتن کا منجے داس کیا پیاتھے حق ^{اُن کے سے}
 پنجتن ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاف ^{منجے غلام سے میرے لئے}

اللہ محمد علیؑ ہور بارہ امام

یوسب آہیں قطبا کے سو آپا ر معاف ^{اور}
 یہ ہیں ^{آپ}

(۱۰۵)

رقم دیکھو اُس پر جب پایا کا نہہی کج کاغذ ^{اگر لکھو اپنے پاس}
 گلابی رنگ سون نازک موی جو بن کے سمن کاغذ ^{پھول سے}
 تھوڑی چوٹی تو تین ہی پرت کر از نیکال ^{عشق کی بات کا}
 و حرفاں ہیں جو دستے ہیں اُسی سبز قن کاغذ ^{وہ نظر آتے ہیں}
 بڑائی منج ہی بس ہی پرت کے نہہی باز اُنس ^{نہیں محبت آجھوں}
 پیالیکر رکھے اپنے نین او پر ہمن کاغذ ^{آنگھ پر ہمارا}

اچھرتج حسن کے اس کون سفید سنوں کاغذ
حروف تیرے

جھکتا ہے اوس کاغذ میں پورتن کاغذ
وہ (۹) شل

سو اس میں لیکے آیا ہے بہت رنگ کے چمن کاغذ
لے

نبی کا مدح لیکھیا ہے قطب شہ جو کلک سیتی
دل کے قلم سے لکھا

تو اس خوش مدح کوں سہتا ہے جم سوج برن
زیر بیتا کے رنگ کا

(۱۰۶)

نہیں تپلی لکھن ہار سیا ہی کا بل آنکھیاں لے
آنکھ لکھنے والے کا

توں جس کاغذ پر کرتا ہے نقطہ و لہوازی کا
نقطہ

لکھے نہ صبح کا کاغذ کے وصف مصحف کوں

نبی کا مدح لیکھیا ہے قطب شہ جو کلک سیتی
دل کے قلم سے لکھا

تو اس خوش مدح کوں سہتا ہے جم سوج برن
زیر بیتا کے رنگ کا

(۱۰۶)

لاگے تو قد سرو کوں سو جو بن ثمر لذیذ
لے

تو بینی آئے نہیں ہر ایک کے بھونر لذیذ
ہیں زلف بھونرا

پایا نہیں بھونر مگر اس کا اثر لذیذ

اُس چنی باس راس پچھانے بشر لذیذ
پچھانے

متوال ہو کے جھٹکتے ہیں وہ بے خبر لذیذ
وہ

شہد و شکر نبات تھے بیجے ادھر لذیذ
سے تیرے ہوتے

امریت چشمہ تھڑی ہے ناسک چمپا کلی
ناک آب حیات کا

سنگ باس چنی کارہی کھ موٹا لک بھونر
زلف سونگھ

پنکھی نجائے بات سو اس باس چنی کا

کچھ کے کنول پہ چھا ہیں چھند کے بھونر
ہیں قریب چہرہ

کا وڑ بھواں ہر تیلیاں سنپاے ماسد
ہے ناگ چوٹی ناگ ہے ناگ سرلنڈ
گھمتے ہیں بھونری سور سور کی سراں کپڑ
کھوڑے دیکھ کرتے ہیں سور سور سرلنڈ
والے تلان منتر کہ گھٹ مار گارے
دانت چھنڈا دھڑپہ ہی سو منتر کی اچھلنڈ
صدقہ نبی کے طے دنا بھوت اندر
رات دن بہت آرام سے
امرت اودھر پلاتے قطب کو سرلنڈ
آب حیات ہونٹ سے

(۱۰۷)

یک دو پیالی پیار سوں منج بات تھے لے یار خد
اپنے اودھر امریت میں منج لب نقل کے ٹھا خد
تج سات مدل پیسے کوں بھون تھو دھڑا ہو ہوس
اب نہمہ مدیالے کے تس منج بات تھے یک بار خد
تج منگ میں جشیق سوں لاگوں گلے لے چھنڈ بھرے
کچ منک کو منج لب سیتی توں بوسے دو تن چار خد

منج من انا لہے اوک اے نارنج سنکرام کا
میر دل جلد باز زیادہ عورت تیری
لب پٹ ہوا ات پیہم سوں منج باہر کے گھماؤ
بہت محبت سے میری بازو گھلے کا کار

عشاق اپن من پیش کش لیا تے ہیں تیرے زلف تیں
اپنے دل لائے کے لئے
ٹنگ دیک کر خاطر میں لیا اپنے لفسوں آیا رنڈ
زرا دیجھ لا اپنی سے

بہودن تھے نیں سنیا بچن تیرے ادھر امت تھے ہیں
بہت سے نہیں نبات ہونٹ آبجیات سے
عشاق کے تیں اے پری اپ لب تھو کہ گفناؤ
اپنے سے کو

تج عشق کا میں برہمن ہو کر سو آیا تج کئے
تیرے پاس
اجھنوں کتے ہیں کے منجے منج زلف تھے زنا رنڈ
آج تک کہتے کیوں مجھے میری سے

سنگارنج سینے کا ہے اپ سینے تیں توں ناچھپا
اپنے کو
منج تل کیرے ہار کوں اے چنچلی ولد ارنڈ
تیرے

صدقے نبی کے آج دن ہے عیش ہو ر عشرت اوک
زیر
قطبا پتی سوں کر لیاں ہو ر خطای چو سا رنڈ
کے ساتھ عیش اور

(۱۰۸)

دس تیرے اہیں زبناں کے آخذ	سکی تج زلف ہے جواں کے آخذ
دانت ہیں موتیوں	تیری دلوں
ترے نازاں ہیں سب تھراں کے آخذ	تری نیناں تھے پہنچے ہیں منتر سب
	آنکھوں سے نکلے
سہے سب عاشق دریاں کے آخذ	سہے تج سیس پر انجیل سہیلی
زیر دے دریاں؟	زیر دے تیرے سر
مین دوست ہیں مستان کے آخذ	تری تیلیاں بھلائیوں میں جگت کو
آنکھیں	بھلائی دنیا کو
ادھر میرے ترے بوسیاں کے آخذ	نکھیاں میری تج جو بن کے شتاق
ہونٹ بوسوں	تیرے ناخن

علیٰ ناناواں ہو کیا یوغزل قطب

کے ناموں سکھائیے

علیٰ ناناواں ہیں سب گاماں کے آخذ

کے نام

(۱۰۹)

ہمن من کوں اوسوں کیتا ہے تعزید	خدا تج حسن کوں دیتا ہے تعزید
ہمارے دل کو اس سے کرتا	۸۱۔
تجے آپسن کا بھاتا ہے تعزید	ہمیں آتے سنگاراں تج نظر تل
تجھے اپنے	تیری تلے

کیا کہ نور چار اُمج مین کا سیرا آنکھ نخ
وہی مَنج مین کوں سہتا ہے تھیند سیرا آنکھ کو زب تیا

ردیف

(۱۱۰)

خیالوں سووں کپڑے کوں میں اس پکر مانند سیرا نظر
شوق کا جالا سبیاں سو سمند عشق میں بھر سندر دوالا
سِر چڑھانہ کی مستی مستی کج چڑائی عشق
عشق کا چھ سٹے میں بھید سوں مَنج راہ مَنے نگر چھ سے سیرا میں
ہر نیک ناز کا مَنج پیر تے میں دل میں مر سے
چھنے چنماں تو نراکت نھے جھڑیں بھول ورق سے چن چن

پہچلی کے مَنے چمکتا ہے مودشت کے گھر مانند سیرا نظر
آس بندھیا ہو دو جا میں تھی کیا ہوئے منظر اس سے ظاہر
ان یکا داسکے اُپر ترکہ دموں میں صرصر پڑا کر دم کروں
پنچھ یو جو بھو میر پنچھ کا سوا ہی توں داور راہ
کہو کس ناز سیتی باندھوں مویو اے سرور میرا دل
باور شکاں تھو انوں سب کوں کیا ہے ابتر سے ان

تو طلب کا کرے تسبیح معانی دن رات تیری

مرتضیٰ نور تھے یارب کریں گھسرا نور کے سے یرا

(۱۱۱)

خدا جیو کی جاں کوں دکھائیک بار ۸۲. دکھاں عرضہ کر عشم کروں خواہ زنا
دل کو ایک اپنے دکھ کہ آنکھیاں دچکتے سوہو وے قرار

اُساس آمل کا باٹ بانہ میں سب نزاکت چپل چلبلی نین نار

کہ جیوں ذرہ یک پُفِ سستی بند ہوں اگر پُف کریں سب میں ہوؤں گانوار

کرے کن وکیل و دلائل سوں عشق دلیلاں میں بلجے ہیں عالم ہزار

جھلک نین شمشیر تھے توں نہ ڈر نمک چاک کرہم ہوئے اختیار

کرے بھوں کاتل تل میں بیل ہمن و تل باجِ نخیں ہو رتل مواد و ہار

کرے نالہ تچ نار زلفاں تھے جن اس کے بغیر اور میرا سہارا

و مجلس تھے کرنا ہے اس کوں بہار اس سے کو باہر

معانی کا دھاگان بندھو زلف سوں

اُسی تھے دیئے مصطفیٰ و و انار

(۱۱۲)

صورتاں سب مرنیا تھے کئے ہیں باہر

باندیا احرام کہ تیرا کروں گا چو سوٹا ^{۸۳۰}

نہیں پیچاں منے بلجے ہیں مرغ سب گلی ^{دل سے}
آکھ کی پیچوں میں گرفتار

اپ پیشانی پہ دھریا داغ غلامی کا ترا ^{دھرا}

دوا نخل ناز میں جب بات چڑھ گیا میرے

عیسیٰ دم چھونک کے مرے کوں کری زندہ لو

تیری یاداں سستی کد آہ نہ ماروں ہرگز

میں کتاباں تو علم کیا پڑیا ہوں بہت لو ^{کبھی}

کرو یہ ناز معافی کے جیا میں میرا ^{بہت}

کد بخا سے او ر قم بیٹھا ہے اس کے خاطر ^{دل}
کبھی کے وہ ^{ایٹھا}

جیوں مجنوں ہوا سرتے ہی تمہارا ذکر

لعل رنگ انجھو مہن کوں نہیں ہوتا صبر ^{پہرے}

خانگی مرغ نہ بلجے تو کرو اس و اس ^{آنسو ہم کو}

کھر اکھوٹا نہ گنو اس کوں کرو تم وافر ^{بھٹنے}

او انجل پر ہے منجے میں اڑوں گا جیوں طائر ^{اُس}

تو نزدیک آنے میں مرد ہوتے ہیں رنجا ہر ^{میرے لئے}

آہ ماروں تو کہیں نہہ میں نہیں ہر صابر ^{تیرے نزدیک}

گال خط مشکیں بتا پڑتا نہ ہوتا آخر ^{عشق}

کرو یہ ناز معافی کے جیا میں میرا ^{جنا}

کد بخا سے او ر قم بیٹھا ہے اس کے خاطر ^{دل}
کبھی کے وہ ^{ایٹھا}

(۱۱۳)

کھلیا ہیں کلیاتِ مستی ستین جنوں نو بہا
کھلی ^{تھے} مٹے مٹے
ویداو پر جب دید ہو وہ غنیمت و وکھرا
کھلیا
کھلیا ہیں کلیاتِ مستی ستین جنوں نو بہا
کھلی ^{تھے} مٹے مٹے
ویداو پر جب دید ہو وہ غنیمت و وکھرا
کھلیا
کھلیا ہیں کلیاتِ مستی ستین جنوں نو بہا
کھلی ^{تھے} مٹے مٹے
ویداو پر جب دید ہو وہ غنیمت و وکھرا
کھلیا

تیری یاداں میں معافی پیتا ہے پیلا لادم

اپنے پیاراں ستین توڑتیں اس کا خمار

(۱۱۴)

تیری طلعت تھی نہوئے کم جو کر منج نظر
ذرے سب تیرے کوکھ نور تھی ہوتے ہیں قمر

رازِ جھوسال کا میرا کئے آنجھوٹا ہر
طوفان

موتی آنجھواں کے رکھیں کان میں صاخاں
آنسوؤں

تا بوجھیں بھیڑ میں جاسوساں کا مورکھ کہ
نہ پہچانے ہمارا نادان کبھی

کیوں پریا گر وچیں کا ترے من پہ پیا
پڑی

پھول سم ہونے کوں منتر کے بن گائے تب
کے مقابل

قد ترا دیکھ پگھلتا ہے کلا قند کا سب

کلاکِ قدرت تھے لکھے حسن ترا اول تھے
سے

یا دیری تھے ہوا نام و نشاں موطا ہر
سے

عشق کے پنتھ منے بلجے ہے مانی منگل
راہ میں پھنستا

دردِ میر کوں طیبیاں کا دردِ حاجت نہیں
کو

اب معافی کوں نہیں دردِ کمزور دشمن کا
دل سے

پڑتا ہوں جیو سیتی ناد علی کا مظہر

کیا گنہ آنجھواں کا مین دریا اُبلتا وگر
آنسوؤں آنکھوں کا اُبلتا

صبر کر راز ترا لکھتے آنسو دھڑ دھڑ
دھڑ

کچ نہ بوجھ جھوٹ کوں کپڑا پٹ پٹ
دغا

ٹھہلیں وگرد کی خاطر آنجھواں میں تھی بہر
اس آنسو آنکھ سے باہر

باطل السحر نہ جانوں نہ تو پڑتا مستتر
دھڑ

کیا اندازہ کہ تیرے سم آجے بیچارہ شکر
مقابل

کس تم سوں نہ سکے کوئی لکھیں تیرا چتر
آنسو

عاشقاں سن کا گنوائے ہیں سبھی آپ خبر
آنسو

عاقلاں دیکھ انوں کوں ہو ہیں سب ابتر
ان کو

منجے ہو یاد کی مدت تھے چڑیا ہر سر کوں اثر
شراب چڑیا

اب معافی کوں نہیں دردِ کمزور دشمن کا
دل سے

پڑتا ہوں جیو سیتی ناد علی کا مظہر

(۱۱۵)

لوچن دکھائے جیو دم حنا نہ خانہ کر
 عشق توج تنم زن مستی بہانہ کر
 امی وضعہا کہ کل جو کیا تازہ لے صنم
 او غمزہ تازہ تازہ ترا عارفانہ کر
 جے و شط عشوہ کا کہ زینا و اں کر
 اول دل گستہ میسر ایگانہ کر
 لے چاکست ابرشت لے ناز کے سوا
 منج سینہ میا نے اسپ ترا تازیا نہ کر
 بہت بیداریم تن سوں ہماری کہانی ہے
 او چشم ساحرانہ ترا ٹونہ ٹانہ کر

پیوستہ باد باتو معانی عروس عیش

قلقل کی صوت بختی ہے مجلس شہانہ کر

(۱۱۶)

کافر سلاج سجاک سُر اپیک آیا بہار
 صاحبقران اپ تو مرے جیک آیا بہار
 جیتہ سو حوہاں کا و ضایس پر رکھا
 سو جیتہ لاکھ مجنوں گند ایک آیا بہار
 عاشق ہے ناتواں نہ کرے بادے وفا
 مجکوں مبار کر لے ساریک آیا بہار
 بھول وہ ساری ساری

دیکھ دینا یہ وقائی ان کا تو عادت ہے

عادت میر کہ مت سراپیک آیا بہا

بھول ^{بھول} شراب پیا کے باہر

اس کانٹے کے جفا سوں معافی نیک ہو گیا

سے ایک ریا
آخر سو خارات تو پھل نیک آیا بہا

پھول اچھا باہر

(۱۱۷)

دیے جو گاہ سور گہے ڈوبے کیا ہے ڈر

مکھ سور حور نور سدا دیے میرے گھر

معتوق کے خوشید چہرے تو کا لور

نیک مکھ دکھاویں لاج چھپیں نافوں تیرے سر

ذرا چہرہ دکھائے تو شرم سے نہ آویں

جھلکا دکھاؤ تل میں حیرت حقیقہ موج پر

تج مکھ جھلک کی ساج تیرے دین پند اسوج

تیرے چہرہ سجادہ سے چاند

قدسی لکھے ہیں دل میں تم نور کے برن

رنگ ہما ہے رنگ

تج انگ باس من منے پھل ہو کھلے سو من

تیرے جسم کی خوشبو دل میں پھول خوشنما ہوا

حوراں طبق سو نور کے لیا پاپ میں چاؤ سو

لائی سے

عاشق کھتے ہیں باغ کو بہلانے جائیں دل

کھتے

گھنکر وہ گھنٹ مست جھنک سا زکر چلے

سو باکس نامن منے نامشک ونا عنبر

ایسے میں

آرت تاکے سور چندا کرنے تج اوپر

نذر سوج پانڈ

کیا بوجھے پھول زاغ مگر بوجے تو بھنور

سونا دُنک مست متی جاسیں ہار ڈر

ہستہ کیوں گھنٹ سنت گڑ بڑا اٹھیاں ہستہ والی گھنٹہ منکر اٹھیں
 باور گیند تنہا پچھانیاں سو سہر اصلت پہچانی

قطیا تو دکھ بار بقی علی ولی

لے مات کھرگ مار مکر خارجی حسر
 ہاتھ میں تلوار

(۱۱۸)

تمہاری چھاؤں تھے چند انیم ہوا سنہو
 ملائکان مقرب سندر بہشتی حو

مریاں جلاؤ او صر کے زلال تھے بھر پو
 ہمن حیات سو جا کا کیا باذن غفور

اسد اللہ کی کھرگ تھے ہاے دند چور
 پڑگی عاشقاں میں مسلما حل کروں مشہو

تمہارے مکھ کی تحسلی تھے پایا نور

تمن پرت کر پی بچاں پڑے میں دلہا

میا کی دشت سو یک دن لٹک عدن میا
 خدائے پیا تھے پایا ہوں سیر من کی مرا

تمن خیال منے میں نہ بوجوں سلہ چک

بچن معانی میں گوہر کے دن حو اول تھے

سجن نظر کی کرن تھے سدا دے جیوں سور

تمہارے ہیں

(۱۱۹)

ہندوئے ہند جب کرے مجھ جانِ نئے آرام پر
ساتی اُبار یا جام دے ہو مجھے آبِ حیات
نبات مصری مصر میں پاؤں اسکے جام پر
چنی کر او جھوٹا میں کروں رفا صی خبت بام پر
کوڑیاں تیلیاں میں چرالے جائے استہقام پر
پایا ہے او پرورشِ جنات کے احکام پر
اب عشق میرا جلوہ کرتا ہے ترے پیغام پر
اب دل کروں قربان اس دشنام کے انعام پر
ہم کام میں تیج کیا غرض وہ دھیا لا اکام پر
گاؤ ترنا عیش کا نس دن پیانے کے نام پر
شعر معانی آن بند موتی بن چک میں حسن کے

۸۹۰

ہر دے صد موتی جمیا اپ وارا یرِ دنام پر
دل کا شاکر کے

(۱۲۰)

موغم دیر سالہ کوں یک دو قح سول دور کر
میرے دور کر وں منفشہ رنگ سپر من آج پور کر
جانو نجا نو کھیل کچھ کھیل پیہ کے سور کر

یک دو خبر خوشی کی لیا مول جاں سرور کر
برق من جھکتا ہے شعلہ بطور نور کر
خاصہ عام میں منجے اب تو آپس حضور کر
مودل در و مند تھے صبر لچائے گھور کر
باول اُاس دم شوق سول ہا چور کر

صبر میں ہے نتیجہ صبر توں نیک جھن دکھا
اب تو معافی عشق سول در و جہاں ہو کر

سوز من پیالے میں ساقی شراب پور کر
سائیں کے مکھ کلال تھے مستی عشق اب چڑھی
میرے خیال کھیل پر منتے ہیں عاقلان سدا

بادِ سحر کت کرے یہ ہدیہ دوا دوی
میری سواہ تھے شفق چھایا ہی رنگ نیام کا
گوشہ کروں موجیو کوں گوشہ تھو سرور کر
مست نگاہ ہو سدا اس بت ناز میں اُپر
سوز نہ بجائے دیکھنے یک تل اگر اوقد دکھوں

(۱۲۱)

اندھار شہر پر خوشید ماہاں ٹاک متور کر ۹۰۰
 اندھیرے
 کھیا عرضہ سنوین از سوں کھئی کام ہی منجاو
 کہا ہے
 کرے ایران میں پرباد شاہی تہج نہیں غم
 سوئس نہ بخیر لفاں سوں کتاں کوں کر یا ہند
 سے کتوں
 ہمتار عکس تھو روشن ہوا ہی چاند رنگت
 دنیا
 غبار خی سواس مکھ پر عجب ہی جو بچا ہر
 نکلا
 ہماری آہ کو شعلیا تھے پایا ہے شفق لالی
 شعلوں سے
 خدایا لطف کا باراں بھیج اس شعلہ کے اوپر
 اَجھالاں آہ کے داٹے میں منج سینے منے در کر
 غوری آہ کرتے ہیں کیا آہ بن کے زر گر
 بدن کاٹیاں پوتا ہو پیا توں دیکھ سر کر
 عشق کا دیوتا کاٹوں تو
 مساداغ غلامی دے منجھے جگر میں غنبر کر
 وگر نہ رنگ کا ٹھکر ہے تہج بن خاک بر سر کر
 سو پرنے اس وق ناسک ہی ہمت جو ہر کر
 تیرے بغیر
 اُساں دو دیر تھے اُپر چھایا ہے منظر کر
 آہوں کا دھواں سے
 کہ جیوں غم و کی آتش میں ابرہیم سرور کر

رقیبان کہنیاں سکر ہماری ہوتے ہیں حیرا
 کہانیاں
 معانی اپنے دل میں علی کا ہر منظر کر

(۱۲۳)

ہمیں ہیں بے ہنر گر ہوئے نظریا
ہنر داراں میں دیس گے ہنر دار
طلب کے لئے سوئیں ہے منج نظر میں ۹۱۰
نہیں سوئیں
نظر تج پر الہی کا ہوا ہے
تو بیٹھے ہیں شہاں سب بیژر با
پنہ میں رکھ خدا یا منج اس آزا
پناہ
مجت ۷ دے اس مکھ صفائیں
کی نظر آئے اکے چہرہ کی
دیا استاد منج تعلیم کچھ ہو
بجھے اور
صراحی کے اوپر پیلا لاجھجا ہے
درد جانے حکیم خوب دانا
ہمارا درد کیا ہو جس گے اغیا
پہچائیں گے

معانی پر نظر اس یار کا ہی

سدا اس نہیوں ہی پیدا ویدا
کی محبت سے

(۱۲۳)

نہیں پانی میں تیرا ولد ا	موت نظر سامنے نہیں ہے یا
وہ بھی نکلے بھرا پہا لی ما	پلک پر میں پلک ختما موندو
منجوں چونہ صر نماز یک قرا	قبلہ کا پنتھ نہ کوئی دکھا وکاج
باطل السحر ہے بچن در کا	سامری سحر میں جتا کہ کروں
تو دکھا غمزہ ناز سوں یکبا	دار و کرتے ہزار وضع طیب
تخم سٹنا موت نا کیوں آوے با	غم کے خواراں میں بن بند بھر لے
سٹوں انجھو کہ ہوئے شجر در با	عشق ناگر کیا ز میں دل کا
پھول پھل ہو دیا بھی گلزار	بار وہ میرے جھاڑ کوں یا ز

ہے معانی گناہگار بند

رکھ محبت نظروں تہ در با
کی سے تیرے

(۱۳۴)

ہمن شاخ بن پانی ہوتا ہے سرو	نسل باغ پانی تھے ہوتا ہے پرو
ہمن ہاری کہ بتخانہ نمٹے ہے تو بی ہمن سر	ہندو ریت کوں یہ ہیں تم و ایا ہندو
ہمن جینت ناسک دو کرتا ہر عمر	تری یاد کا بخت غم سہتی کرتے
جے کوئی کھینچے پکارے گا جہوں خر جو	میں انسانا و تسلیم تھے سہ نہ کھینچیا ۹۳۰
جے کوئی بسم ناجانے خر تھے کمتر	ہوا ہے ہمن قصہ یک بے سستی بند بند
سدا رہا کھ یارب دوستی کا شکر	بلانی مٹج اونا زمین مست ہو کر مجھے وہ
سو کھ چھوٹی تھے باندھیا گیا قند تھر	کلا قند و نابانت کا کیا کروں گہا
تو دنیاں سوں لڑتا ہے میخ ختر	دھماکے تھے تپتا ہوں مے ارغوانی
نہ دستا کہاں پیوں اللہ اکبر	ترے کھ کے پانی پہ ظلمات ہے زو
ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقرر	ترے عشق کے نیر تھے بین توں زندہ پانی سے

معانی کی شاخاں کوناباں لگیا
دو میٹھائی رکھتے ہیں شہراں میں گھر گھر

۵۵

(۱۲۵)

ہوٹاں کے چین میں تو چمن کھلیا ہی پُر کا
چمن دو منجکوں وزی کرتوں خدا کی کیا
منج دیکھ کر یکلا غم کا ہے کرتا فریاد
تو عشق منج کیا ہے سب خسراں میں سرالہ
قرآن کی ہر آیت سب بتی را جوٹ کر
اس نپتہ میں ہوں دوانا لجا منج اسکے دربار
تج دیکھ کر بھولے ہیں سب کا فرو مسل
کھوٹے ہمارے پیکے بازار میں نہ چلتے
اپن عشق کے نگر کی کتوالی دیو منجکوں
آپنے وقت جہدی مادی جگت میں
اس یاد میں تیرے کوئی اکوں نہیں کہ میں غم گنجینہ
غم توں کھا معانی تج کوں خدا ہی غم خوا
تیرے لئے

(۱۲۶)

پلا یک دو پیالے ہمن ساتی بھڑ بھڑ

ہمارے

خوشی سات غم کوں بسا روں گا از سر

بھول جاؤں گا

نہیٹ کو روں اس سوں ہوے برابر

دیا عشق شایاشی کی منج کوں چا دار

مجھے

ترے عشق کی آگ کا ہوں سمند

گھڑیا عشق کندن سیتی منج کوں زر گر

گھڑا

نکویا و بھی کوئی کہانی آذر

پھر

عشق کے منارے اور چر جو و دل سوں

پڑ توڑ اور دل سے

معانی کہے بانگ اللہ کبیر

پیا مکھ تھے چو تا شراب متور

آپٹنے سے

چکا نقل ہوٹاں کا متی سوں منج کوں

شعبے بے شرم نور میں ہے دھواں تچ

ترے کام میں کام رکھیا ہوں میں تو

منجے آگ کو ٹیلیاں کی کر سے نہ تاثیر

سنا نو نبی کا نہو سے مرے سم

برائیم کا قصہ بھیچیا ہے جگ میں

عشق کے منارے اور چر جو و دل سوں

پڑ توڑ اور دل سے

معانی کہے بانگ اللہ کبیر

ردیف

(۱۲۷)

آرزو مدحوئے منج جوئے تھی جیوں گلرین
 کی شراب پیکاؤ میرا دل میں سے شل
 ہوش سوں اکھ قدم کانٹے میں سج چھو خیز
 سے رکھ تیری راہ
 کہ صراحی کرے قفل اس اوپر قاضی تیز
 طھو سستی دھویا گیا پیر بن طھو آمیز
 ہو سے
 کہ سبی پھول کوں چو پھر لگے ہیں کانٹے دکھ آمیز
 سبھی
 دل پیالے میں بھریں ساتی شراب لبریز

بزرگھ پڑ میا ہے بنرہ ہو امنی خمیز
 دایرہ ناد حریفان پکڑے ہیں دنبال
 کی طرح
 کیوں چھپا پیوں میں ہے پھلاں گلزار منے
 ہم پھولوں میں
 دل کباب آساں آساں تھے ہوا ہے میرا
 آہوں سے
 دنیا کے پھول میں تو باں وفا کا نہ تنگیں
 انہیں
 کہاں کیخمر و دارا و سکندر حمشید

شعر تیرا در و گوہر ہے معانی سبیں

۹۶۰

شعر حافظ کے سرا پر ہے تلج پرویز

۶

(۱۲۸)

دیکھیا ہوں سُنہنے کہ میخانہ کا ہوا دربان
بجائے سو بختہ کیا کم آوے گا منج کوں
ہمیں سو عجز کریں او کرے بڑائی کی بات
مودل کا بات کھینچیں کہ صیں کون ناکس
نہ لکھ سکیگا کئے شج منج کتاباں کا
برہ کا در و کرو سچ پرت کی یاداں سو
یہی ہیں میری دونوں آنکھیاں بھری کئے
تمارے مکھ کے کعبہ کوں جن طواف کرے
معا فی اس تمیں کیا بوجھیں اے منوار
تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات جان

کروں گا شکر گزاروں کا سو دکانہ نہ نہ
ہمارا او ہے بختہ کہ آوے ہم تھے آوا
سوال نا دینے سک کرتا ہوں او در پہ نہ
نہیں ہی کہنے کہ حاجت عیاں ہوا نکوں را
ہمارا علم ہے سب علماں میں جیوں اعجاز
اے دونوں مل چلیں گے تو کریں گے ہم پرا
آنکھیاں کھلے تو تجھے دیکھ کر ہوا شہباز
نہیں ہی حاجت اسے جاوے کو تا بہ حجاز

معا فی اس تمیں کیا بوجھیں اے منوار

تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات جان

ردیف

(۱۲۹)

تج روپ دیکھ پاتے ہیں چپکے نمن اُمس ۹۰ اُسنت تری کرن کہے تل تل نمن اُمس
 تیرا دل آنکھیں کرے کے لئے نہ لہے بات
 تج حسن کبر دور میں رفاص ہوئے کر
 کراتا ہے قص مستی سوں پا کر لگن اُمس
 جس میں خفے تج دیکھیا اُس دن تجھو بے سدا
 دن سے بچھے دیکھا سے بیہوش
 ہے بے بہار تن کی توں تو ترے اُبر
 آپس کے تین نوار لے کرتے زن اُمس
 اپنے تئیں نثار کرتے
 تیرا اُمس کی کدھیں جا سے نہ منج سیتے
 کبھی جاسکے مجھ سے
 تج کھ کے نیر تھے سو تری پائے کر سدا
 عرق سے تیرے

صدقہ نبی کے قطب سدا عشق بازی

اس کام میں منجے دیتے ہیں بختن اُمس
 مجھے

(۱۳۰)

جس ہمن پر جو دشت کسے ہو او پس

دل لوٹنے کے کام میں بجوں بہو ہے جس

بیلی تجھے سودیکھ کہ مجنوں کئے اپس

فرہاد ہو کہ جیو کرے تجھ میری ہو کس

تجھ منج پر ت کسوئی پدیکھیا ہو کس

نا آ دوں ہمن منے تر ہے سنگ بس

و آ رقیب ہمارے دریاں ساتھ قرب

اے نار موسیٰ نار ہے تیرا سر دس

دل لوٹے باج تل رتی میں شوخ سندی

نا جانوں تجھ دس میں سکی کیا منتر ہے

تیریں تیریں ہر تیرا تول

یوسف حسن تر ہے زینجا ہے دل مرا

معشوق ہوا عشق ہمیں مل کے دونوں میں

اور ہم

صدقے نبی قطب کے دل میں جو عشق ہے

او عشق ہے جگت منے سینا رکلس

دنیائیں

(۱۳۱)

دیوے پہ جوں تنگ پھر بے خبر اکس

چراغ پروانہ

تجھ کھل پہ پھرتا ہے بھونرا ہو کر اکس

آسمان تیرے چہرہ کے

چند سور کا سو بایہ ہے زر کمر اکس
چاند سوچ ڈالا ہے

تج نین دولتی ہوتا زیر وزیر اکس
تیری آنکھ دولتی؟

پھرتا ہے ڈاواں دول کدھر کا کدھر اکس

سر تج چرن سول لائے کول آوے اتر اکس
تیرے قدوں پر

لایا ہے نور نیر نین تھے بچھڑا اکس
پانی آنکھ سے

کرتا ہے شہری قطب محل کے نانوں کو
نام سے

توں داس ہو ریا ہی محل کے گھر اکس
تو غلام ہو رہا

(۱۳۲)

تج عشق کے وفائیں کمر باندیا ہے کر
تیرے باندھا

بہر خدانہ دیکھ بچھا آسماں کدیں

تو میری باس ہے کی ہو تیری باس میں

تج درس دیکھ دور تھے بے تاب ہوئے کر
اور

چند سور کے انگھیاں سول تج دیکھنے کے تیں
تیرا ہر شے سے بچھے

چاند سوچ

ہر ٹھارے ہر بار منج لے ناردوتن چار بوس
جگہ تجھے موت

توں مست ہی میں مست ہوں تیں سول دابا بوس

مانگیا سول عاجز ہوئے تج پاس کیتے بار بوس
کتنے بوس

ہر بار منگتا جیو مرا تج لب سستی لے ناردوتن
مانگتا دل تیرے سے عورت بوس

روز ازل تھے مست ہیں تو نہیں آنا سکے

مستی میں سٹ... کے بوس نہیں دیتے منج
گرا کیوں بچھے

آمال ذلت و حقرا ہے کچ تیرا سو شکر بار بوس

میں جانتا ہوں قدر و تل تل منجی دلدار بوس

منگتا ہے تل تل کوں کے دل نگر تیرا کفشار بوس
مانگتا ہر لمحہ

تج لب منے عیسیٰ کا دم ہو خضر کا امرت ہو
تیرے میں اور آجیات رس
صدقہ نبی کے قطب کوں دے سندر جو بابو
کو

(۱۳۳)

بوسیاں کالذت اسکی اس کچ منے تو جھوہی

بوسوں میں بہت
تج بوسے امرت کالذت منج باج ہو ر کوئی جانا

تیرے آجیات میرے سوا اور نہ جاؤ
تج بات ہو ر کفشار میں ناجانوں میں کیا نہ تر
تیری اور

منج تائیں طلب زندگی کا نیر اس الیکس
میرے لئے پانی

چوندھر تھے خیال اسکا منجے پڑیا ہی اس پاس
چاروں طرف سے

نامار پلک پر پلکاں ٹھاوہ ہوں تج آس

مقبول دعا تیرا ہو غم جاوے کہ سب ٹھاس
بھاگ

کیا ڈری منجے ہات میں ہی کھرگ جیوں الماس
جھجے تلوار مثل

لے خیال لجاو تو خبر میری پیا پاک

دل توں نیکھی ہو مار پنکھاں عشق کے پنتھ میں
لیجا

مقصود کی با آہ بہوت دور دسے منج
پھر پھر راہ

دلنات اجالا چھے او دن توں دغا کر
راہ بہت نظر آئے مجھے

شکر کی صفایا کھنچ کہ غم آیا ڈرانے
رہے اس دن کے لئے تو

دل آس منے سو سستی میں رقیباں دو جگ میں کرین لمن انور کہ بڑ بختاس
درین ہے سکندر کا تے مکہ کی صفایں دیکھیں دیو مکھ تاکہ دسوں کا بے قیاس
وگھ درو کی فریاد نہ کر صبر کر اک تل ہے یار تر اسب میں حکماں منے جاماس
میں

رشتہ ترا اس رشتہ سول ہی بند معانی
اگلے
شادی و خوشی کر کہ اہے مشتری تجھ اس
تیرے لئے

(۱۳۴)

راز نس کا تم سستی کہنا ہوس تیری بات انکار کا سننا ہوس
لے کچی کلیاں بھری باغاں منے رس کی کلیاں باغ باغ چینا ہوس
بہت
بزم تیرا دستا ہے رنگین بہشت میں یک دو باتاں پیالہ کو کہنا ہوس
کیسے موتی ڈھال نظر اسوں ڈھلے اسکوں ہی نظراں سستی بند نا ہوس
کنولی ڈالی کوں لگے چھل نگارنگ اس چھلاں سستی طراگند نا ہوس
پھول پھولوں سے گوند ہنا

سنبہ شتی حور اس با ساجیویں روح کو اس باں ہی گناہوس
سوں گناہ خواہش

شاعر ال پرنے معانی شعر لیک
لیک
شعر حضرت بلج پر پڑنا ہوس

ردیفش

(۱۳۵)

ہوا ہے فرج بخش ہو رسانی سرکش سمند ناز چربان دی ہیں کس پہ ترکش
سو اس نعل کا گردِ عنبر ہے جو کا دو خوشبوئی سنگ ہوتے عطار بے غش
تھنی کوپ میں کو نیلی کچے کا کچ ہے لکھیا مات قدرت سوں صورت منقش
سوچ چاند کوں کیوں کروں تاج بڑا ہم نین کا نور ہے توں پری و ش
کھینکتا ہے تن پھرے میں جیوں کبوتر ہار آئینکے تو ہو گا دل کش

ادھر تیرے کا گلشن پیالے میں جھلکے
عجب ہے کہ دستا ہے پانی میں تش
بہت دن تھے تھا آرزو منجھون جمیں ۱۰۲۰
کہ پیووں سزنگ آگ کا پیالہ بخش
دلا اہل مجلس کوں ساقی سماں
کہ تشریف تج دیووں گالہ رنگ و تش
منجھے دل

معانی ریا ترک کر بیش سوں اچ

کہ سنپیڑیا ہے تج بات انچل سبوش
حاصل ہوا ہے تیرے ہاتھ میں
(۱۳۶)

منجھے اہل مصائب کتنی اوچیل چھند بھری بے ہوش
کسے یوں آج لگ جگ میں کینیا کوئی پری بے ہوش
منجھے طح سے کرتے کرتے
سبک دنیا کرتے

جو اہر نہیں کہیں تج سار کا خوبی کے دکان میں
جو آوے بول کر لے تج تو ہو دے جو ہری بے ہوش
ہیں منجھے جیا
قیمت تیری

نہ عشق - نہ قطب شریا ترک کر خوش اچیں جم -

عجب کچھ حسرت دھرتے ہیں سکی تج من سحر دہ
 کرتے تیری آنکھیں دہش
 کہ تج نبیوں کے سحر اں دیکھ ہوئے سامری بے ہوش
 تیری آنکھوں

اگر محمود ہو فیروز بے ہوش ہویں عجب کیا ہو

ہوے تج وصف ناکر ساک ظہیر ہو را نوری بے ہوش
 اور
 تیرا نہ کر سکتے سے اور

یون مورت اے تیری نہ آئے چھانو ہوں ہست میں
 ہوا کی کھٹے ہاتھ
 ترے پاواں کے سبگا کی تھے ہوئے دھرمی بے ہوش
 (دھرتی - زمین) سے

نہ منج مد کی پیالی اس جنس بے ہوش کہتے ہیں
 میری شراب
 دکھا جھلکا را پ مکھ کا کہنتی وہ سندری بے ہوش
 اپنے کرتی

نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھی ثریا سے

فلک پر یو غزل سن سن کے ہوئے مشتری بے ہوش

(۱۳۶)

نہیں تج نین تیلیاں ساراوباش ۱۰۳۰ یکس تھے ایک ہی عیاراوباش
 تیری آنکھ کی کی طرح ترے دوزلف ہیں سحراں میں ماہر
 لکھے تج سیمس ازل تھے چھنڈ جالے زمتر پائے تج رفتاراوباش
 تیرے سر سے چائیں جگت میں تو بہت اوباش اما
 بہت لیکن انکھیاں تیلیاں و پلکاں ہو رنجواں
 اور
 اے ایک ٹھار میں دو چار اوباش
 جگہ

نبی صدقے قطب سول راستی ہے

اگرچہ ہے ادک اونار اوباش

زیادہ وہ عورت

(۱۳۸)

مُنج تج میں جے کج راز ہے کسوں نکرانے نارفاش
 میرے تیرے دریا جو کچھ کہیں کوئی جا کرے ہر ٹھارفاش
 یہ راز ایسا میں جو کہیں کوئی جا کرے ہر ٹھارفاش
 نہیں کہیں جگہ

پیرت کوں کہتی نار ہے آمانہ کوئی دیکھیا او سے

اس نار کوں ہر تل گھڑی کرتا ہے تہج مکھ نار فاش
لمحہ تیرا

میں راز اپنے جیو کا تل تل چھپاتا ہوں ولے
دل ہر گھڑی

آپس سیتی اور راز اپنے ہوتا ہے اظہار فاش
خود سے وہ ہے

از بس نزاکت میں ہیں نازک ترے دو نوا دھر

بویاں کی نیشا نیاں کیسے اوصل شکر بار فاش
ہونٹ ہیں کرتا ہے

کہتی پیا تیرا ہوں میں سنبھال توں اس از کوں
تو

دو تن سنے گی بات لے کس دھر نکر اسرار فاش
یہ کسی طرح نہ کر

۱۰۴۰

میں فاش کیوں نا ہوں کی تہج عشق تھے دو جگ منو

منصور ساعاشق ہوا آکر تیرے دار فاش
تیرے

صدقے نبی کے قطب شہ منگ پختن سیتی مدد

تہج عشق کے میدان میں چالاک ہو رہو ار فاش
تیرے

(۱۳۹)

دیکھت تیری نچل صورت نورانی ہو شکل نقاش
 دیکھ کر ^{پاک} گنواں سُد ہو میں کم پس میں ^{اپنے} اپ سکل نقاش
 گنوا کر ہوش

سو دھن کا تن نچل جیو ہے یہی ہے منج کوں حیرانی
 اچھی عورت ^{پاک} دل ^{مجھے} دل
 کہ کیوں لکھنے سکے گا جیو کی صورت چپل نقاش
 دل

نہ جانوں کس ضاسوں اس مضا کا نقش لکھیا ہے
 وضع ^{وضع} لکھا
 کہ ہرگز نہیں لکھیا ہے یوں ابد لک بھی ازل نقاش
 نہیں لکھا

صورت لکھنے میں جب لیکھے نمونہ زلف کا تیرا
 لکھے
 بھونک یو ہے بسا لاکر پری چل چل اچھل نقاش

جو دھن کا روپ لیکھے تو نقاشاں نقش چنتے ہیں
 عورت ^{بہرہ} لکھے
 کہ دھن چھند ناز کوں کیوں لکھ سکے وہ کم عقل نقاش
 عورت کے

بچھل تاج روپ لکھنے تھے مسلم جو پائے کرنا چاہے
 پاں تیرا پہنچے سے جان
 لکھے منشور ناما تاج حسن کا بے بدل نقاش

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت

کیا منج پر کرم آخر دیا سوں و و اول نقاش
 جھہ ہربانی سے وہ

(۱۴۰)

منج دل منے جو کے من تاج نہہ کیا ہر ٹھار نقش
 میرے میں روح کی طے تیری محبت جگہ
 نقاش تیرے خیال کا کیا ہے نقش
 کرتا

۱۰۵۰

تیرا عجب کچھ نقش ہو دتا نہیں یوں نقش کیں
 نظر آتا
 اول نہ آخر لیکھ سے نقاش تیرے سار نقش
 لکھ سکے طے

جس صدر کی صورت اُپر توں لگے دھڑے موہنی
 تو بھڑک کر پھر لکھنے تاج نازیں اوتار نقش
 تیرا روح

جب نار لٹکے سوں چلے یوں نقش بیٹھے بہیں اُپر
عورت از سے بھوتی زمین
گویا کہ پانی کے اُپر تیرا کیاں..... نقش

تج نکھ تھے فوجند نیچے آجھے شفق رنگ تن اُپر
تیرے ناخن سے نیا چاند نکھ
جوں پھول پر ریکان سہیں تیوں تن پہ ٹھار ٹھار نقش
جسطح لکیریں زیب دیتے ہیں اسطرح جسم پر جگہ جگہ

دیکھے نہیں کوئی نین تج توں سب نین تھوے چھپیا
آنکھ مجھے تو ہاتھوں سے
تیری سونیکے حسن کا دستا ہے سینا نقش
اچھے نظر آتا ہے دنیا

صدقے نبی کے قطب شاہ اپدل کے صفحے کے اُپر
اچھے
حضرت علی کے حُب کا لیکھا ہی جو کے سار نقش
لکھا روح کی طرح

(۱۴۱)

پیاسوں ات جاگی ہے سو دوستی ہے سو دھن خوش
پیاسے کے ساتھ اعلیٰ نظر آتی نازیں
مدن سرخوش، سخن سرخوش، سخن سرخوش، سخن خوش
کام دیو بستر سر ہنک

پیاری پیاروں پی ہے پیالا پییم کا تو ہے

دہن سرخوش دین سرخوش رن سرخوش بجن سرخوش

دانت زبان گفتگو

نین متوالی ہو جھلسی پیالی پییم پی پی کر

جو بن سرخوش ہو بن سرخوش موتن سرخوش کن سرخوش

خواس

دل

سکی لب سنبلتاں تھے تباے باور مل تو

۱۰۶۰

چمن سرخوش ہو بن سرخوش سمن سرخوش انکن سرخوش

پھول

چڑی ہے نہہ کی مستی سکی کوں پیو کے ننگ تھی

چرن سرخوش چلن سرخوش ہلن سرخوش ڈلن سرخوش

پھرنا

ہلنا

چال

قدم

مدن بولٹ پشائی سو عجائب کچھ چھب دھن کا

دقن سرخوش چمن سرخوش لکن سرخوش ہمن سرخوش

نبی صدقے قطب ہو گن رن دن عیش کرتے تھے

یون سرخوش مدن سرخوش چلن سرخوش کن سرخوش

جاگنا

کام دیو

جوانی

(۱۴۲)

نہن کے سحر دستے ہیں ترے گالاں جھلک تھے خوش
آنکھ نظر آتے کی سے
سُہماتے ہیں ترے عشاق..... لک تھے خوش
زُرب دینے سے

سکی چند رکھی سول مل تھے مدینے کے نامیں
چاند جیسا رکھنے والی سے ملکر تھے شراب لے
سنوارے ہیں ہزاراں محبلاں رنگیں فلک تھے خوش
سے

عجب دستا اوکھ چند سور سے اوپر تلک روشن
نظر آتا وہ چہرہ چاند سوج
جھلکتی ہے پشانی سدری کی اس تلک تھے خوش
پیشانی ہلکے سے

او قدر قمار سُہتا ہے ہر یک یک دُکھ تھے یک بہتر
وہ زُرب دینا سے
او چند رخسار دستا ہی..... اک تھے خوش
وہ چاند جیسا رخسار نظر آتا ہے سے

جھلک تیرے دسں الماس کی تج لب تھو ہیں نگیں
دانت تیرے سے
دھلک تیرے نہن مخمور کے ہیں چھند یک تھے خوش
ہانچہ ناز سے

دو تن کا نانوں میں منگتا ہوں یا نے کد زباں اوپر
غیر نام نہیں چاہتا ہوں لانے کبھی
کہ اس کا نانوں سب ناواں منے دستاویجک تھو خوش
نام ناموں میں نظر آتا ہے

نبی صدقے قطب کا دل اماں نیمہ سوں ہر روشن

۱۰۰۰

موجیو کنجن کے تئیں اے بارہ ناواں ہیں مجک تھو خوش
میرادل لئے نام سے

(۱۴۳)

یک ٹھارا چہ کے دھرتی توں ٹھہار کی روش
جگہ رکھتے تو جگہ

بالے دیکھیں سکی تری گفتار کی روش

یوں دل رنجانے کوں ایہی نار کی روش
عورت

اس نار میں جو دستی ہے رفتار کی روش
عورت نظر آتی

تمازی روش اپس کی چوسار کی روش
اپنی

کوئی آج لگ کیا نہیں یوں ہار کی روش
تک

پیدا کرے دو جگ منے منگاری کی روش
میں

وعدا پتیا کے توں مجھے دے پیویم سوں
بھروسہ تو مجھے دیتا ہے محبت سے

اپروپ روپیات کرے جگ کوں باولا

ناکچ میں کوئی دیکھیا ہی ناکبک منس منے
میں

لیلے..... چیل کے روش ولے

جیواں کے مانکاں کے گلے ہار مینی ہے
دلوں موتی پہنی

تج سات یاری کر کے قطب نہ چھوڑے
تیرے ساتھ

یاری میں لہریں اچھتی ہے یاری کی روش
آٹھ رہتی

(۱۴۴)

چنچل چھبیلی چھند بھری رفتار پکڑی ہو روش
اور طے سے

ساری رویشاں چھوڑ کر اونا پکڑی ہو روش
وہ عورت اور

سب نہ ہماں کی بھیس لے بتا ہوں اسوں بیٹے

دل دیتی نہیں ہے منج کوں دلدار پکڑی ہو روش
اور مجھے

جگ خون کر بھی خوں کرن ٹیلا پشانی لای لال

کرنے ٹیلا پشانی پر لگائی

ناجانو کس عشاق میں اتبار پکڑی ہو روش

اور

کے لئے

معلوم

دو زلف سیامی رنگ ہیں تج گال کیرے مال پر

تیرے رخسار

جگ بس چرائے تیں دھن ہت مار پکڑی ہو روش

اور

کے لئے حین عورت ہاتھ میں

زہر

دھن بات کی لالی نہ یو مہدی کے رنگ تھو لال ہے
 عورت بات سے یہ تہندی
 رنگیں کے اپ بات او خوشخار پکڑی ہو ر روش
 اپنے وہ خوشخوار اور

سب جگت کی ناریاں کے تیں ٹک دھرتی فتوا دیوئے
 دنیا عورتیں نے
 کل کار پر اخت یار ہو ر پر کار پکڑی ہو ر روش
 اور اور

بو جھیا بجائے دس کس کوں لُجھن تری سنپیر ماہوں میں
 سمجھا نہ جائے
 بولی کہ اے قطبا پتی اتبار پکڑی ہو ر روش

رویفص

(۱۴۵)

سدا منج نین کی منزل میں ر قاص
 میرا آنکھ

جدھر دیکھوں کھڑی تل تل میں ر قاص

ہوے سائیں مری محفل میں ر قاص

ہوئی تج نین پستلی دل میں ر قاص
 تیری آنکھ کی

تہیں منج خواب بیداری میں ویسے
 تو ہی مجھے نظر آئے

بھواں کی طاق میں سجد اکروں میں

نہیں میں ہو ہے بھونچوں
اچھل او جھل گھنگر پائل میں رہاں

قطب شہ پایا ہے بے بہا در
پایا

ہوئی اپنا چ تھے کال میں رہاں
اپنے سے

(۱۴۶)

سکی کا مکھ برن جھٹکے کنچن خاص ۱۰۹۰ کرے پھل پھانک کسوت اپنے تن خاص

ہوا غرق عرق شرموں تھے پھل نیر
رنگ سونا

وہ پیاری ناری قدرت کی سنواری
سہاتا اس کے تن تھے ابھرن خاص

نہ تھا کچ روپ رنگ اس تو کرہ کول
چڑیا خواباں تھے رنگ اس ہو رہاں خاص

نہیں تھے سیت آسیت نیلیم و موتی
او صھر تھے لعل رنگ مانک رتن خاص

ہوا خط سبز تھے رنگیں زمرہ
وہر رنگ سیت پایا تس دن خاص

نبی صدقے ترکماں کول میا تھے
دیتے دکھن کی شا ہی پنجتس خاص

(۱۴۷)

تیری زلفاں کے قلابے میں بلج و تباہوں خاص
 بنی کھینچو نہ کھینچو بلجاہوں میں تو اخلص
 نامرادوں کی مرادوں کوں اگر بر لیا و
 تری نہ راوتاں میں کوئی نہیں تم میر
 توں گھری گھر کو پھر ہو نہ منگ کس کن بھیک
 مشک نافتری کھونچے تھے ہوتا ہوا ظاہر
 چین ماچین کے نقاش صورت لکھتے کتے
 عقل نابوج چرند کوں جھوٹے کرتے فضاں
 صوتاں کھینچے تو کیا لکھ نہ سکیں تیرا خواں

تیری بیعت میں معافی کا قدم ثابت ہے

بیس اوپر ہات مندل کا دھر کر غم تھے خلاں

(۱۴۸)

ازل تھے ہے مجھے خوابوں سول اخلص
 ابد لگ مج ہے محبوباں سول اخلص

نکرتوں باج مطلوبوں میں اخلاص

اُسی تے مج ہے مجذوبوں میں اخلاص

مجھے لازم ہے مرغوبوں میں اخلاص

دھروں میں اس تھے مکتوبوں میں اخلاص

دھروں میں اس تھے مکتوبوں میں اخلاص

نبی صدقے قطب شہ کی ہمت ہے

سدا دھرتا ہے تو خوباں میں اخلاص

(۱۴۹)

اگر تو عاشق صادق ہے طالب

سکی کا حسن کینا جذب مولود

پیاری کے چھنداں ہی سب کو مرغوب

جو ہے مکتوب مانند خال خط سول

نین ناری کے قلابے ہیں مشہور

ہوا ہوا بیک چیت سوں جو سستی یار کا مخلص

حقیقت برتتا ہوں میں حجازی عشق باری

کرو تن میں تماری دشت پر تھو آرتی چھن

تمہاری نظر سے لمحہ بلج

ہیں مج باج کوئی دو جگت سن ناز کا مخلص

دیکھا دو چکر دس ج میں من دیدار کا مخلص

فدا می ہو ہوا دیدار کی تر و دار کا مخلص

تلاوار

ردیف

(۱۵۰)

سکی توں ہر گھڑی منج پر کر غنیمت	محبت پر نظر رکھ کر بس غنیمت
کپٹ کیناں کی پر باتیں چو تول	بساتی کے توں اپل میں کر غنیمت
نہ دیکھیا کس پہ یو دھرتی برائیں	کہ جوں دھرتی ہے توں میر پر غنیمت
اول تین مہرں دیکھنے تھے	سو اب منج دیکھتے ہیں دل دھرتی
..... ہو جے واجب نہیں یوں	اپس عاشق پہ کرنا پیش تر غنیمت
و تا منج دل میں آتا ہی اہل ہر	جنا کرتی ہے توں منج سر غنیمت
اتنا ہی میرے	تو مجھ پر

نہی صدقے تجھے سوں ہے خدا کی
تجھے قسم
قطب سوں اگلے لگ چھوڑ کر غنیمت

(۱۵۱)

نتر انگ دین دیکھ کلیاں پاس خط	نتر اکٹھ سُن کو یاں پاس خط
نتر اسمان کیاں بھلیاں پاس خط	چنچل تچ نیسا کی چمکار دیکھ
نتر جگ کی جیو کی رکھیاں پاس خط	نتر تن کیرے پھول کی باس لے
تجے دیکھ سوہے ریاں پاس خط	جے ریاں ہو کرتے ہیں توں نازوں
اُم موند کیریاں بھلیاں پاس خط	مناسب تچ انگلیاں کا دھڑے ہیں کیر
چتر سال کیاں پتلیاں پاس خط	رین دن ترے نقش کون دیکھ دیکھ

نبی صدقے تمل ہنسی میں اُتر

قطب تچ کوں گدگلیاں پاس خط

(۱۵۲)

جن بیو تھے پچھڑے اُسے سنا میں کوچ خط
جس ٹھاریں وو بیویں اُس ٹھاریں میں کوچ خط

اے چاند جانا کی توں یوں جھلکارتا ہے آج رات
 اُس بیوین منج کوں تری جھلکار میں نیں کوچ خط
 بیا کے بنیر مجھے

جس ٹھار جاتی ہوں بی میں کے وقت گستا میں
 انگن ویسے کوٹڈ بار سو ہور وار میں نیں کوچ خط
 نظر آئے بند کرنے کی جگہ اور دروازہ نہیں کچھ لطف

۱۱۲۰

ہر حال میں اس حال سوں خوشحال ہوں میں اے سلی
 کی یوں توں منج سنگارتی سنگار میں نیں کوچ خط
 کیوں تو مجھے سجاتی

گاہے منجے گلزار میں لے جاوتی توں کھینچ کر
 اُس سرد بن ہرگز منجے گلزار میں نیں کوچ خط
 کے بنیر مجھے

میں اپنے پیو کے پیار سوں دھرتی ہوں جگ میں غرض

گر جگ کئے بی پیار منج اُس پیار میں نیں کوچ خط
 اگر دنیا بچا

میں قطب عاشق ہوں کوئی پند کی نگو گفتار منج
 عاشق کوں کس کی بندگی میں نہیں کوچ خط
 نہیں کچھ لطف

ردیف

(۱۵۳)

عشق پھولاں توں گوید ہے مصع	نوی پونیاں سوں کیتے لے مصع
کوئدے ہی	کرتے بہت
بہو چھند بند سو مجوں ا جھانے	کیتی ہے آپ دو لیلے مصع
کوئدے ہی	کرتی خود کو وہ
سکی پینی سرا سر چھند ابھرن	گلے کنٹھ مال پے در پے مصع
پہننا	بار
پریت کے نور تن کا لائے طرا	سکی پینے نقل سوں ے مصع
بجٹ	ے
عشق تیلی کول اتہ چھند سوں سوار	او سے کسوت پناؤ و لے مصع
کو بہت عشو ے	اُسے
لباؤ و اتہ چاؤ سوں مجلس کے میانے	طنبور اہور کساج و نے مصع
لاؤ بہت	اور

نبی صدقے سوتر جگ دیکھ کتے
تیندن عالم
قطب شاہ کا سو مجلس ے مصع

(۱۵۴)

رقم میرا سکل طالع کی کیسا ہے اول طالع
دنیا جو آرتی میں آئے دستا خیل طالع
او نو فضل میں ساریاں میں زن کا بے بدل طالع
سکل طالع میں بینکاں مور سومیر چیل طالع
دیا کے حکم کو خدمت کوں دیتے ہیں سکل طالع

پیشانی پر سعادت کی لکھیا کی انزل طالع
کنتک کہتے ہیں طالع کون ہیں کیوں مان بکھیں
دنیا کوں پیچ کر جے کوئی خدا کی بات پکڑے ہیں
دیا کی مہروں دیکھیا ہوں طالع کی انجانی میں
مجھے جو پتیرے سوس طالع کی خدمت کوں

نبی کے مور علی گھر کا توں بند آئے قطبا
نکو کج فکر کی غم کر کہ تیرا ہے نول طالع

(۱۵۵)

کہ جب تیج گال دیکھیں کے تو واں تے ہوا لکٹنے
اجالا کہ کا دیکھ آپ سو ہوتا ہی تلک مانع
آپ ہی

بخھا تیج بن دیکھیا دھن تو ہوتے ہیں پکٹانے
سکی تیج کمیں نس ہو ربات سا واماگ موتیاں کی
تیرے بال رات اور

سکنا دیکھنے چنر مور کھ ہوتا جھلک مانع
 سو تو توں میں کھڑے کوس کے تائیں رک مانع
 جتا دھتا ہوتا تے کوس کھ ہوتا ہے شک مانع
 سوس کے پاؤں کے پیچ میں کا ہوتا ہے جھلک مانع

سو دھن کے دیکھنے کھ کوس پھر چنر مور نا
 کہ جب عاشق اپنے لداٹ کرو دھن آوے لوس کوس
 گلے لگنے کون نکلتا ہوں دھن کیا کہی گی کر
 چنچل کے لگا عاشق ہوں منگے بھون پان دھن نے کو

قطب جو بن پہ سنے ہاتے ہیں اوس سنے
 سو تو لے ہات کون ہوتا ہے چنچل تے پدک مانع

(۱۵۶)

کے جاتے تے کے بدن کوس مص
 کہ تاریاں سوں کیتے گلن کوس مص
 سزنگ لعل کا سب نن کوس مص
 کندن کر کے چوں دھن کوس مص

ازل تھے کے کھ دھن کوس مص
 سکی سیام کیاں میں پھولا اوسے یوں
 بہوت پی سکی مد اسی تھے ہوا ہے
 سکی دانت چھلنا لگا پان کھاو

نچھل موتی مور پیاچ یا قوت لاکر کئے دو علیفاں جو بن کوں مصع

دسے یوں زربناں نچھل دھن بد پر ۱۱۰ کئے پھول سون جوں چین کوں مصع
 اور صاف صاف صورت سے جھٹھ

قطب شہ نبی صد آپی کیا ہے

نوا طح جگ میں بچن کوں مصع
 نئی طح سے دنیا میں شعر کو

(۱۵۶)

کہ جیوں نین سوں مل انجن ہے متابع
 جھٹھ آنکھ سے مل کر سرو

کہ جیوں دس سوں دفرین ہے متابع
 جھٹھ دن کے ساتھ راتیں

ترے لب کا دل تھے مین ہے متابع

سو تیوں تج ادھر میں شکن ہے متابع
 اسی طرح تیرے ہونٹوں

سونا بات کا نور سن ہے متابع

کہ جوں جو بناں کا کسن ہے متابع
 زبان کھینچنے کی قوت

ترے درس کا دھن نین ہے متابع
 دیدار لے عورت مہینچ

سکی سنگ ترے کھ کے دوزلف یوں ہے
 لے سکی تو رب چہرہ

ادھر لعل یا قوت تھی ہے نچھل تج
 ہونٹ سے زیادہ عافیتیں تیرے

کہ گل لعل کے چھانک پر رکھ جوں ہے
 پنکھڑی لکیریں جھٹھ میں

تری بات نابات سنکر دھلیا ہر

مرا ہانکھ کر تا سلگ جو بناں سوں

نہ جانوں کیا ہو سحر تجھ کئے دھن
مٹھے تیج بچن کا یومن ہے متابع
تیرے پاس آوے
تیرے دل
تجھے ڈر نہیں کچھ سکی ہو رکیاں ہوں
اپے آپ تیرا بچن ہے متابع
خود ہی
کچھ اور
سوا بارہ اماں مدد ہی قطب کوں

۱۱۷۰

اوسی تھے یوسا را دکن ہے متابع
اسمائے یہ

(۱۵۸)

سکی مکھ صفحے پر تیرے لکھیا اقم ملک مصرع
خفی خط سوا لکھیا نازک ترے نو پیک مصرع
تیرے لکھا
تلم لیکر جلی لکھیا جو کوئی بھی ناکس لکھنے
لیکھیا ہی دو کہ دھن کچھ تیرے صفحے پر ایک مصرع
تیرے لکھا
بزاں کر خوشنویساں ملک کے کہتے ہیں ہم ہوں
بہت چھپ چھپ کے لکھتے ہیں نظر ملک دیکھ کر مصرع
مگر کرتے ہیں مقابل پر
سو لکھ لکھ کر پریشان ہو قلم لٹ آئے کہتی ہیں
مقابل اوسکے ہو لکھیں گے گرد و لک مصرع
از بیں
بزاں کر دیکھ لکھ دھن کا دوانی ہو ہنسوں
کے سب خوشنویساں سب قلم لکھنیں ایک مصرع
بڑے لکھیں
قلم کھڑے سن ناک لکھیں ہر لب سرخی ہوں
جو کوئی بھی لکھ کہتے ہیں لکھیا ہی کیا خوب مصرع
چہرہ سے ناک سے

سکی کرکچ پنازک خط نہ بوجھے کوئی کنے لکھیا
 کس نے لکھا
 قطب کون بوجھے تو یوں کے لکھیا میرا یک مصرع
 بلستان
 کو کہے لکھا ہے ناخن

(۱۵۹)

لکھیا ہوں وصف مکھ تیرے کا اے دھن خوب اول مطلع
 عورت
 ویسا مطلع بنی ہو سے ناکہ او ہے بے بدل مطلع
 اس طرح کا پھون ہو کے

جتا پیے سنواریں گے انجل بن کچھ سہا سے نا
 جتنا اپنے سے
 ترے سنگار میں اے دھن اول ہے سوا نجل مطلع
 کے بغیر زیب نہ دے

کیتاں کوں خوبصورت ہو زین چھنڈوں کی توں کا من
 کتنا کہوں
 اُن تو کیا کام آویں جو اولوں کوں میں اصل مطلع
 ان کے پاس نہیں ہے

۱۱۸۰

جو کوئی ہے چھند بھری اے دھن سلیا میں سن چنل کہنے
 سہا تا نک چھنداں کا ہے لکرتج کوں خیل مطلع
 زیب دیتا
 کہہ کر تجھے

تراکھ دیکھ کر ایسے غلاماں میں چند رکھیا
 جتنے ہیں عاشقاں لکھ لے کے ^{خود ہی} پڑتے ہیں ^{چاند لکھا} پھل مطلع
 جتنے

چنچل تاج ناؤ کے بیتاں کوں دل میرا کیا ازبر
 سو تیرے ^{تیرے نام} ناول کا دل میرا پڑتا ہر محل مطلع

تری چھاتی پہ ^{نام} دھن قطیا لکھیا ^{لے عورت} جھو قلم سیتے
 اوسی تھے ڈھانک رکھتے ہیں موتیاں ^{نام} کے اوجھل مطلع
 اسی لئے چھپا

(۱۶۰)

سوا شق ترا ہو کے ڈلتا شمع	چنچل کھ ترا دیکھ ڈھلتا شمع
عشق کے بہانے تھے گلستا شمع	ترے حسن کوں کیکھ شرموں سیتے
پون حوں پریشاں ہو جلتا شمع	ترے لف کی دکھ پریشانی کوں
اپے کا جلا ہوئے جلتا شمع	ترے نین کا کا جلا دیکھ دھن
خود کا جل بننے کے لئے	آنکھ کا جل دیکھ کر عورت

گھرے گھر دھوئیں تہ پھول کوں ترے تیس عس ہونکلت شمع
 لگلتے جوں ہوئے سوچ سامنے ۱۱۹۰ تجھے دیکھ دھن دوں لگلتا شمع
 قطب کے حبیب ہیں کے مندر
 تسلیم کرشہ کوں چلتا شمع

(۱۶۱)

مروت میٹھے زبانی ہے یار کا متاع خوش شکل خوبصورت دیدار کا متاع
 بے دل ہو سول کوں دیدار بن نہ رکھے بھی ہونا دل کوں رکھنے دلدار کا متاع
 منگتا جو کوئی سنوار مجلس کوں شوق سینتے عے جام ہو رکیاں ہیں سنگار کا متاع
 میرا پیار دھن لے دل میں پیار تیرا کو دھنوں کے دل میں ہوتا یکساں کا متاع
 میرے گلے میں پھولان کے ہار کیا کروں میں دھن مار ہونا میرے گلہاں کا متاع
 پائل پیچن جو گھنگرو دھن بین کر جو ٹکے آگن بھی خوب ہونا رفتار کا متاع
 پہن

باتاں کی لے نزاکت بن شاعران جو حبیں
 بہت سی بغیر کے دوسرے نہیں
 دیتا خدا قطب کون گفتار کا متاع

(۱۶۲)

تیرے کچھ پر سہاتا ہے لعل نخل کا دھن برقع
 کہ جو رنگ رنگ پھولاں کا لیا یہ چمن برقع
 نکونج تھو چھپا آدھن کہا ہے پی کیا جاگی
 پچھانیا ہو جو بینا ہی خمت ارکلیاں برقع
 چنچل توں مینی کرے کون سو جانا ہو بکایت
 سو تل تل ہاٹ کرے یہ کرتی ہی من برقع
 توں میر جو میں ایم میں تر جو سو یکا ہوں
 سکی ہونیا کی جالی میں سے کوچ تیری پو منجھوں
 بجر کا جو انگن تیرا پھولاں کا کیتیاں کے دل
 قطب تیرے نخل کاڑو دیکھنا زلف منگتے

کہ جوں حاجی مکہ کا آکے منگت ہے دیکھیں برقع
 چاہتا دیکھنے

(۱۶۳)

نہں لٹ میں مکھ دے جو مہتاب کا طلوع

شب زلف ^{چہرہ نظر آئے} جاگے چنچل نین میں ہے خواب کا طلوع

تس پر سونگ جوں ہا فنا کا طلوع

اس ^{یاں} تھے مگر ہے زم زم کے آب کا طلوع

۱۲۱۰ مکہ تیرا خم سوتس میں شراب کا طلوع

چند پر بدل کا جوں ہے حجاب کا طلوع

چاند ^{بادل جس طرح}

صدقہ نبی قطب یوں شعر لے دین

دیرا کو روز جوں ہے مویا کا طلوع

دھن مکھ پتیری لٹ ہے نس شاہ کا طلوع

لے عورت چہرہ پر ^{زلف رات} مدد دھن جو پی لے ہیں بلکا ریل میل

دھن مکھ نچھل ہے دن جو مورج تجہ پشانی

عورت کے رخ صاف ^{اور تیری} عاشق شفا کے تائیں تج لبکا پانی پیوے

دل منگتا ہے جو دھن لب ترا جو من کا

چاہتا ^{لے عورت} چنچل اچھل جو مکہ پر کھس کر پو تھے آوے

(چون)

(۱۶۴)

تج لب کے امرت نیکو دھرا ہی سکند طمع

تیرے ^{آب حیات}

تج کیس رین اندکار کا کرتا ہے مشک طمع

تیرے بال رات اندھیر

دل کوئی دھڑکیں طمع اس چہر بھری کجا
تس ناہور گھونٹ کے تین دھڑاپے چادر طمع

جھٹکار پر جھٹکار کر یو لکھ دکھاتے چہندوں
عاشق اپنے ہو دیپ کر دھڑ کر کھڑا چہند طمع

باتاں مٹھی دھن لکھ کرے جو کرے دیکھ ہوڑے
باتاں کے تس کے دھڑے نا بات ہوڑ کر طمع

جب کھول لکھ باتاں کرے نہریت تو تانیہ جو
تس پانی کے یک بوند کا دھڑاپے کوڑ طمع

شاعر کے پکڑ کر پین جو بن تہیہ دیو کر
دھن کے جو بن تاس کھڑے ہر کر سدا دنگر طمع

قدم بہاؤ

بندانی کا قطب دھڑا طمع بت کول یو
جوں کرنے خدمت شاہ کا دھڑا تھا قمبر طمع

بندہ
جس نے

رویفغ

(۱۶۵)

دھڑی ہوٹاں کی لکھ میر نے دل ہو دیا داغ ۱۲۰
خوشیاں تھو چھو لکھے ہیں میر جو کے چراغ

تہمدی بندگی کا حلقہ کن میں بایا ہوں
ہمارا عشق جسے نہ دیو داغ پہ داغ

کان ڈالا
جو نہیں

ہو راں کا حسن تر حسن اُنکے جیسے چراغ
اوروں کا پلاتوں ساتی سرت منجوں کی ڈوایاغ
مجھے

صبا کا باؤ معطر کریں توں میر داغ
خوشیاں کا وقت ہر شادی کریں ہمیں نفاغ

ثواب ہے تجھے مالی اور امو جھاڑ تھو راغ
اڑا میرے

پیالہ نادے ہمن سیتی کرتے کیتا لاغ
کنتا

تمہارا حسن سو قدرت تھے روشنی پایا
شراب پھول کھلے تیرے باغ نو خط میں

برہ کا باؤ منجے باور اکیا ہے اب
فراق ہوا مجھے

تمہاری یاد تھی بھانیا ہوں کھسپیں دل تھے
ہمارے پھول کے جھاڑاں کوں پھول پھل لاگے

خمار کپڑیا ہیں منج نین کوں ترسے تھے

معنائی شکر خدا کر نہ کرتوں غم ہرگز

نبی کے نانوں تھو آتا تو بھجے خوشی کا سراغ
نام سے تجھے

(۱۶۶)

اپے دیپ جگ میں دپاتے سروغ
خود چمک کر چمکاتے

سرج چاند تچ مکھ تھے پاتے سروغ
سوج تیرے سے

دین ہمار جیتے ہیں اس جگ منے ۱۲۳
 بچنے والے جتنے میں
 اگر تو بنجی نہ اس جگ منے
 پیدا ہوتی میں
 ترے بال منے ترے کال پر
 کی طرح
 جوشہ کوں بھلانے کوں جاتی ہر لیا
 اگر دل پکڑتا نہ تج زلف کوں
 تیری

نہ وہ لاج تھے سب چھپاتے فروغ
 نہیں چکے شرم سے
 سوچ چاندیوں کاں تھے لیاتے فروغ
 اٹھ کہاں سے لاتے
 ابھالاں ہو کر چھند سون جھاتے فروغ
 بادل سے
 تو قدرت تھے تج کھ پر آتے فروغ
 سے تیرے چہرہ
 تو مکھ نیر میں اس ڈباتے فروغ
 چہرہ پانی اسکو

نبی صدقے قطبا کوں تل تل کی

برگھڑی
 جھلک مکھ تھے تیرے بھلاتے فروغ

تج مکھ کوں دیکھت سوچ چند تھے ہوا فارغ (۱۶۶)
 تیرے چہرہ کو دیکھ کر
 توں پاؤں جھوننا باندے ہو پرینے زن تن پر
 چاند سے
 تو پاؤں میں اور پہننے
 بادل ہو تری نہ میں پھیرا ہو کلتاں میں
 تیرے
 تج خوبی ہو یک آیت کیا تو ہوا مطلق
 حقیقت
 لے لب میں ترے دوا لب شکر تھے ہوا فارغ
 سے
 تاریاں تھو ہوا بے دل انبر تھے ہوا فارغ
 آسمان سے
 الحمد للہ بارے میں گھر تھے ہوا فارغ
 سے
 افسون سحر ٹوٹے منتر تھے ہوا فارغ
 سے

لا گیا ہے لذت جب تھو تھو لگا کی تہ تھو ۱۲۴۔ امریت نہیں بھاتا، کوثر تھے ہوا فارغ
 لگی سے تیرے سے
 نیچ جو رڈ ہلکا دیکھ تھاٹ کی چنچل
 تیری ابھی دیکھ کر
 طنبوے سہر کے رب جہتر تھے ہوا فارغ
 سے

(۱۶۸)

اے نار ہے اس جگ منے تج کھ عجب روشن چراغ
 عورت میں تیرے چہرہ کا
 دیکھے نہیں اجنوں کہیں اس دھات کا نوکھن چراغ
 اب تک طرح آسمان
 حاجت نہیں جو سو چند دن رات یوں نکلیا کریں
 سوچ چاند
 بس ہو دپا دو جگت تج کھ کا درپن چہرے
 چمکانے تیرے چہرہ آئینہ
 ملا ہے خدمت کا رتل دھن کھ کی مسجد میں
 عورت کے چہرہ مسجد
 پلکاں بتیاں کاہل دھواں دیتا ہے لوہن چراغ
 لوہان
 دھن دیکھنے کوں آئے کی یک ولس تو نے ان سب
 کیوں دن نہیں
 پھولاں کرے شعلیاں سیتے روشن ہوا گلشن چراغ
 کے کرے شعلوں سے

عشاق پروانے ہو کر چوندھیں تھے پڑنا لگے
چاروں طرف سے
اپنے اپر ہر ایک رتن جھوکائے ہے سودن چراغ
موتی حین عورت

کیا رسم ہے حج فام میں اس عشق کے مندھیر میں
مندر مجھے فہم نہیں

جو عاشقاں تھیں اے آجالتے اپ من چراغ
سم کرتے خود آکر جلاتے اپنے دل کا چراغ

صدقے نبی کے جو تلک روشن ہے پوٹھن تو تلک
آسان تہ تلک

روشن اچھو جم قطب شہ جگ ساس کا روشن چراغ
رہے ہمیشہ دنیا کے مالک

(۱۶۹)

مندھیر تھے پھولیا ہے کی تہ نین باغ
تہ شراب سے تیرا آنکھ کا

روفل

(۱۷۰)

اچیل پیار کے مندھ رنگتی جو توں جانے چیل
مکان چاہی تو

تو یوں چھپے چوری سوں حاجی کوں جانے چیل
اسطے

دو تیاں گے پر چو طرف تاریاں من بھرے چندا
اغیار ^{مانند} ^{چاند} ^{چاندنی} ^{تجھے}
تس پر برستا چندا سو تھکوں دکھلانے چنچل

توں کیس کے نس بھیس او جھلن جھپٹ چا چھپے دیکر متن
بال ^{رات} ^{تجھے}
جو چھانوں تج دکھیں گے تو منگتی ہے سپڑ اپنے چنچل

بل کیک پتیا کر چھانوں کوں نائے خبر چک پا کے تو
دنبال لگ کر پا نو پر آوے گی پھسلانے چنچل
پہچھے

سن سرگ بن تھے حورا پن کھن بن تھے تر تارے من
جنت ^{خود آسمان} ^{سے ٹوٹ} ^{کی طرح}
سو لک فریباں کھائے کے جو آئے سکھلانے چنچل
سولاکھ ^{سکھلانے}

چت کر دو چت یک چت ہو چت لا چلی ہی پیو پیوں
پیا سے ^{یکدل}
سوس چکا پیو کھ اُپر یوں نور برسائے چنچل
رات

پیو اج سوچ آیا ہے دیکھ نس میں سوچ دن نور لیا
چند اپنم کے چھانے نے مگ دھوئے میں چنچل
چاند ^{پونم} ^{بھانواں} ^{قدم}

تس پیاری کوں گل لایا شو قوں لے بوسے دیا
 سچے لگایا سے بہت
 ہنس مانکوں لیا نے سبج چک تو لاج نے آئے جھل
 (مانک) لانے بستر شرم سے
 حضرت نبی صدقے پیا قطبار کھیں ہو خیال اس
 لک بھاؤ سوں سمجاتے آتی ہے رکھانے جھل
 لاکھ سے سمجھا کرتھے دل بھانے
 (۱۷۱)

ترے دوفین ہیں مدست متوال
 آنکھ شراب کے متوالے
 ترے کچھ کی لٹاں نہیں ہیں کہ دونگ
 ۱۲۶۰ چہرہ زلفیں نہیں مگر
 بھواں تیریاں کوں کیوں لکھے کا نقش
 تیری لکھے
 سکیاں کے ہات میں دیکھ پیالی مدکی
 ہاتھ دیکھے شراب
 توں موتی بے بہا ہے تیج بہا نہیں
 تو تیجے قیمت نہیں
 جہاں ہے سیمیا کا نقش اس تھے
 اسی لئے

ترے دو گال ہیں خوبی کے کلال
 سلیمیاں کی انکھوٹی کے ہیں رکھوال
 ۱۲۶۰ انگوٹھی
 کماں دو کھینچیا ہے سخت اشکال
 نہیں دیکھا اگن کے تیں جو بیاں
 دیکھا اگن کو
 جگت کا مال ہے تیسرا سو پامال
 دنیا
 کہے ہیں عارفاں سب اس کوں مثال

نبی صدقہ قطب جم عیش کر عیش

کہ تج در پر کھڑے ہیں فتح و اقبال

تیرے

ردیف م

(۱۶۲)

جے کو بخا یقین سوں دیکھے من پائے کام

دل کا

نہیں غلط یہ بات ان کو کن بے است جا

ان کے یہاں

ہر چند بچھاویں دام سنپڑ کسی کے دام

سنپڑ

مرغان خوش کلام تب آویں سو تج سلام

تیرے سلام کو

اس تھے بہت طمع کرے ہر درد و مر دم

سے زیادہ

قرآن ہو وحدیث سوں ترکیب کر کلام

اور

آدم کیا ہے کوہ سر اندیپ پر مقام

بیوی مکہ کی آرسی میں دیسا ہے سچ آپ نام

اپنا

مناں کوں جاے پوچھو تمیں رستی کی بات

جا کر

او مرغ و حشی رام نہوئے آب و دانہ سوں

تج تیس او پر ہے چھاؤں ہما کا نہیں ٹہے

تیرے سر

روزی ہو اوصال تجے یکد جا م پی

تجھے

انجانی میں جوانی گیسپند نا سنیا

نما بت رہ آپ کام میں دنیا کوں میں وفا

بہنیں

بندیا ہوں عشق میں کمر آساں اس سوں
نن پن تھے میں ہوا ہوں تیرے نہہ کا غلام
مکھ کعبہ کوں طواف قطب شہ کرے سدا
سب حاجیاں میں میں حج اکبر کیا تمام

(۱۷۳)

منجے اس گئے کا حساں ہے دم
او یک جوت جو ہر سو بج پایا نام
تو مکھ صافی میں نور کا ہے نشان
اوسے تھے گیا چھپ کر جمشید جام
نین تیری کوں باوان پیر کاں سکے
قبو لیا ہے توجہ کر می جیوں غلام
سراوے کن اس ناری ناز کی
کہ عاجز زباں ہو رستم ہے تمام
طلسمان تھے مشکل ہے نہہ کا سلم
جوئے راکھے وندم بوجھے افلاک کام
دو تن گوند کر ڈاولی کے نکھو ۱۲۸۰
ڈالی (۶)

ن معافی نہ جکوئی بیجے بوجھے او اسان نام -

معا فی عشق جنیا ہوں کر نہ کہہ

جنے عشق جنیا کہے او ہے خام

جو

(۱۶۴)

احرام اس کا باندھوں گا ہو پکڑوں گا میام

کن نہا بوجھے موقل انوں کا سبھی ہے خام

ساقی پلا توں لطف سیتی اب تک دو جام

و نقش کار قوم کریں میرے دل بدم

جست تھے دیکھیا ہو تو تھے کیا ہو تھے سلام

و واناؤں کے سرو ہن دل میں ہیں کلام

و ونبہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم شام

اس تحت خوشبو

تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منجکوں نام

جن نام و پیتھ نا بوجھے دو گن و گیان کیا

تج یا د تھے ہوئے ہیں سبھی طالبان کباب

ایسا پلا شراب کہ سب دل تھو جائے دھوئے

انگار خاک یا د کیست تج تو جو دیا

عالم منجھے سکھاویں گے کیا آ پنا معلوم

کرتے غوری اپنے بغل میں رکھ کتاب

نقطہ قطب نہ نکان و گیان نہ جے نگار نہ جو دیکھ اس پہ بھیجا ہوں توں اپنا سلام۔

دوڑایا ہے عقل جتا آتسا دوڑیا دوڑائے نا تو بھی دیوے دشنام میر کا

۱۲۹۰ یہ پند گو معانی کوں کیا پند کہتی ہیں اس کا راج آپ یہ کیا ہے بھی حرام

(۱۷۵) کرے نازیں ناز سوں منج کرم عشق بات سوں مو اچیا یا علم

ازل کے قسّم تھے پشانی لکھے سد اس کا ہو رہ اچھے تے بھرم

تیرے ہندسی دل پر گنت چو کوں کیوں حباں میں آیا ہوں میں تے قسّم

میٹھے لب سیتی ناؤں میں لائے ہزاراں شکر بے کرے منج دھرم

ترے مکھ کا مکر کرے لب سوں بات و و محرم نہ کیوں آسیا درجہرم

انجو جو ہو دوڑیں تری بزم میں توں مکھ دھوے تو ہو کا شرف منجوں جم

ہمیں سیتی آڑے ہوے جان بوج سنگھاتیاں سوں پیالے پیتے دمدم

بچھایا ہوں میں سفرہ امید کا بھر دھننکاں نعمتاں محترم

بہوت دن تھے ساتی موہما یہ ہے پیالہ نہ دیتا منجے سیک دم

اچھو عیش و عشرت سدا بزم میں ۱۳۰۰ معنی گدا کوں دلا وودم
(۱۶۶) ن قطب شاہ

ترے قد تھے سرو ناز ہے جم اوچا یا ہے یا نوچین میں علم

توں ہے چند تارے پیش کرتے توں ہر شاہ خواب میں تیرا شتم

ورق صنم پر نہیں لکھیا تاج سا ہو ازل کے مصور کا ہرگز قسم

سکتہ کوں تھی اسی جم کون جام ترے بہت ہو درین ہو جام جم

نئے کھ کے پھل بن کون کیلا لاج تو چھپا یا ہے کھ آپنے کون ارم

سدا تاج اُپر دھیان تارے کھوں سدا تاج سوں کھیلوں نو بیلا پریم

بنی کے میا فیض تھے قطب شاہ کی محبت کے

محبت کے پھل بن کا پایا ہے سم

پھول بن مقابل

(۱۶۷)

کیوں لکھے بیگنی تری لٹ کا صفت سدا قلم ہے نوا چاند بہو تیرے جھواں چاند تھو کم

ٹیرا بھی زلف سدا یا بہت سے

چند سوچ مشرعی تیرے کیوں تجستے ہم

تیرے ساتھ بڑی

۱۳۱۰ قداد چاہیے ہر یا سر تھے بھی اچھا علم

اٹھایا ہر سے

تیرے گالا کے سوخی تھے جوتا ہی جو کا غم

پینے سے چمکتا حیات کو پانی

اُس کوں کر مٹھے بوسیاں کے شہد سیتے علم

بوسوں سے مرہم

باند کر پلکاں کے پر دے کیا ہوں تیرا حرم

ناز کی مین میں ہے پھول تیرے کھ کے من

چہرہ کے مانند

کھد کھا یا ہے نگ وپ عجب لائی تھ خوب

سے

کیوں جیوں سدا عشاق نیرات منے

آپ حیات کے مانند

غم نے تیرے جو پلک مارنے میں زخم کریں

ایک چھین انڈیں میاں سو من میں کھینک

محبت سے ہری آنکھ

قدم

نبی کے صدقے کہے قطب زباں خواں میں

نچھا دیکھا نہیں کوئی تیرے حسن کے سم

مقابل

(۱۷۸)

جو کہیا نام اُسے بولی نام دے دشنام

دکھا کہ چھند چلی بہت میں لے صراحی جام

غزہ ہاتھ

اول تو نین تاریاں سوں کھد تھا بد تمام

تیری آنکھ تاروں سے

سو دھن کے لب نہو منگیا تو میں تو پوچھی نام

نازنین

ہنسی میں سٹ کہ اپس مستی کے بہانے سوں

سے

شراب پیکہ سوچ کر دکھائی اپ توں سمج

پلٹے

جو پھول میں کھڑی دھن سوچ نہال کھلیا
 سمن پڑاں سنبل یاد دیکھا کہ تل راکھے
 سرگ میں سرنہ تیج سارے سرو گل اندام
 جیواں کے تنکھی کا پرنے الک کی مکہ پروم
 بدنگوں منجے تیج سون تیج کوں مج سو کام
 ۱۳۲۔

نبی کے صدقے قطب لگیا دھن کے گلے
 بھوں لام الیف نم لہ الف ہور لام
 اور الف کی طح

(۱۷۹)

ترے ہونٹ خراما نین تیج بدام
 عجب ناویشے کے قفل میں ہے
 ترے لب نقل ہوں دے منج حلال
 نین مرگ تیرے ہیں ہور سو کے شاخ
 تیرے تل ہیں دانے ہور زلف دام
 کہ اس ناو پر قص کرتا ہے جام
 تیرے نین نرگس بناں ہے حرام
 چند اکھ ترا ہے سو ہور لٹ غمام
 ہوے ہیں جلکت جیونیکھی اس سوں رام
 دنیا کے دلوں کے پرند

توں خسرو ہے شیریں بچن میں تیرے سفیر یا نہیں ہے فسر ہا دایا کلام
 نبی صدقے قطبا کوں جم عیش ہے (سنیا) نہیں
 مدد میں اُسے آٹھ ہو چپارامام
 اور

(۱۸۰)

رین چندنی میں سائیں سول ہو وجام سجن من ہات لینے میں ہے آرام
 رات چاندنی کے ساتھ پیو کادل ہاتھ میں
 کرو روشن انداں شمع چھب کول ۱۳۳ کہ راکھے ہیں پیامنج بزم میں (جام)
 پیان کیوں گے نس منجکوں ساری موہن کھ تھے یہ لیوں سکھ جب وام
 کے بغیر گزرتے رات جھکو بک چہرے
 پیان گل باہنہ دے کنٹھ لار ہوں گی بلا کر میں کھلاووں نص بادام
 سو اس نش نین نا کھو لوں کے ہوئی صبح پیان کے نانوبن نالیو کوئی نام
 رات آنکھ نہ نام کے بغیر نہ
 موہن کھ چند ہو ر سکیاں ہیں تارے ہم دل مرغ ہو ر پیوز لفس اس دام
 کا چہرہ چاند اور اور پیان کی اگلے لئے
 نبی صدقے محمد قطب شاہ جسم
 پر م پیالے پیوے نت صبح ہو ر شام
 محبت تیرے

رویفن

(۱۸۱)

چند کچے میلے میں آفتاب کہاں	ساقیا آئینہ شرابِ ناب کہاں
چند گانے ^{پانڈ} کہاں رباب کہاں	عاشقوں منگتے ہر سماعِ کرن
نقلِ مد کا کہاں کباب کہاں	مد کے پیسا لیاں کا دور پھرتا ہے
اُس کے اگلے تنک مراب کہاں	او کنول مکھ میں ^{نہیں} سر ہے سنہور
ولے میرے نین کوں خواب کہاں	سو کہ دیکھو کہتے ہیں ساجن کوں
او کنول مکھ دھوویں گلاب کہاں	نہیں دکی ہے خماری نیناں میں
شرب کا وقت ہے شراب کہاں	صبح کے بن لے پھول کھلے ہیں
سور کے نور او پر نقاب کہاں	پرے میں کیوں چھپے گا ^{بہت} او جھل کاں
مجلسِ قطب کا میاب کہاں	سکی مجلس شہاں سواے ہیں

(۱۸۲)

ہنگام تو بہ توڑن آیا کیا میں چاہوں کروں
توڑنے کا

شراب پیوں حریفوں میں نظارہ کروں

دندے کے سروں پھیر پر چھاپا رہا کروں
دشمن اور

کہ لاڑا نبر پہ کروں حکم تلخ تارہ کروں
آسمان اکے ماتحت (کو)

شراب خور کوں امانت لے کیوں شاہ کروں

منگیا جو توبہ کے میں صبح استخاروں کروں
چاہا لئے (میں)

درست بات کتا ہوں نہ جاسے منجہ تے دکھیا

سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مر
کھتا مجھ سے نہ دیکھا جا کے

شراب خانے کا مکیں ہوں دیکھ مستی میں

جو منج میں نہیں اہیں پر ہر گاری کے کا
مجھ میں نہیں ہیں

پھولاں کے تخت پہ بلاؤ میرے سلا کوں

سنبل سمن کوں گلے ہانس کر سنگاؤ کروں
بٹھاؤ

کا سنبل بنا کر

(۱۸۳)

پیا تچ آشنا ہوں میں توں بیگانا نہ منج کوں
تیرا نہ کر منجے

رتی میں یک رتی تچ یاد بن توں نابہ منج کوں
رہتی نہیں گھڑی بیری کے بغیر نہ بھول منجے

ترے پگ تل رکھی ہوں میں ازل دن تھا بد لک بھی

عجب کیا ہے جو نت سرخیں دھریں ساتواں منجکوں
پاؤں تلے سر سے زمین پر کیس ساتوں آسمان پر اسے

جہاں توں اں ہوں میں پیار منجے کیا کام کوں کوں

نہ بت خانہ کا منج پروا نہ مسجد کا خبر منج کوں
دیاں مجھے لکھے

جنت ہو ورنج ہو اعراف کچ نہیں ہے مرے لکھے

جہاں توں اں مرا جنت جہاں توں اں سقر منج کوں
اور اور کچھ نہیں جنت میں تو تیں میرے تلے

جنت کوں ہو ورنج کوں مسجد بیت خانہ کیا

کسے ناجانوں میں معلوم میں کوئی تج بغیر منج کوں

نہیں تیرے بغیر مجھے

ترے نیمہ مد کا میں مرمت ہو متوال ہوں پیاری

کہ اُس مد باج ناچڑیں بھی ہو مد کا اثر منج کوں

شراب کے بغیر چڑھ کے پھر دوسرا شراب
نبی صدقے قطب کوں نہیں آدھار کا حاجت

کہ دو لو جگ منے آدھار ہے تیرا البشر منج کوں

عالم میں سہارا مجھے

(۱۸۴)

سورج کی کھول کر کھڑکی میں فوطح انہ میں

ہمیں ہوراتی ہو ہم میں گے شور اس گھر میں

پون خوش باں ہوئے تیوں میں سر کوں مجھ میں

خوشیاں سینے لوں لا گانہ اندھویش ہے ہنر میں

کہ شاید آئے وولان یکا یک سیر منظر میں

چل اوان اولے جاوین ہے حب کم اور میں

کہ خم نزدیک تھے میلیں اوڑیاں خوش خوش کوثر میں

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس

لیکڑ اووں جو کھلے ہوئے اس کا شہر حید میں

(بکری خریدی) حید آباد

سکی اچھل اچھالیں ہو شیں مذہبہ عمر میں

اگر لشکر لے آئے غم جھگڑنے عاشقان کے ہم

شیں گے لال مدیا نے رت کے خوں کے کا گلاب

جو ہے تجمہات میں تانناں بجا مطرب خوشی تانا

صبا توں باد کھلا اٹکے ہمارے یار کے گھر کی

کنک کے تے بڑی باتاں کنک کے تے خرافاں

اگر جنت توں منگتا تو آیمخانے میں منج لوں

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس

لیکڑ اووں جو کھلے ہوئے اس کا شہر حید میں

(بکری خریدی) حید آباد

(۱۸۵)

باغ میں آکے بھنور پھول سوں کہا یونچن
 پھول سنس کر کھیا سچ نارٹھسوں ^{لے} ^{کے} ^{سے} ^{کہا}
 گر ہوس ہے تجھے اس لعل پیالے تھو تراب
 حشر لک باس محبت کی نہ آسے ^{تجھے} ^{آسے} ^{سوں}
 بہشت کے باغ میں کل باوکے ات لطف ^{بند} ^{نوشہ} ^{سے}
 ہوں کہا جہم کے تخت کوں کہ ترا جام کہا
 عشق کی بات نہیں اوجو زباں میں اُس کی
 ناز کم کر کے کھلے پھول بہت تیرے ^{نمن}
 عاشقان اکہیں معشوق کوں یوں سخت ^{پن} ^{مانند}
 پلک کے انیاں سیتے بند توں مانیک ^{تن} ^{سطح}
 جن پشانی سینتیں جھاڑیاں نہیں ^{مخا} ^{نگن} ^{سے} ^{پرو}
 لٹ سنبل کا سو بکھر با ہے سحر کا ^{پون} ^{دکا} ^{سے}
 جواہر تیا کہ توں چپ ٹوگئے ^{لے} ^{ایسے} ^{قرن} ^{زلف}
 سا قیا آکے پیالا دے کہ بس کر ^{یونین} ^{بہت} ^{سے}

قطب کے صبر و انجھواں دے دیا کوں اُجھک

کیا کروں عشق نہیں دیتا ہے یو بات ^{چھپن} ^{چھپنے}

(۱۸۶)

کہاں ہے چھاؤ شاہی ہر یکہ پنکھ کرے پنکھ میں
ہما کے پر میں ہے اے مرتبہ مارے طیوراں میں

ہم شوقاں کے آہاں کے تو ما میں بھریا ہون
نہیں کس بان میں اوتازگی ہو رس طنبوراں میں

تیر وہ او

پلک نہیں پلک مائے تلک سودل چورانے میں
نہیں دیکھیا ہوں اے پنکی کسی نیناں کے حورانے میں

نبی صدقے قطب کے شعر کی بحر میں بلندی

اگرچہ شاعرانہ باندے ہیں شاعرانے بحر میں
کئی

(۱۸۷)

سکیاں جیواں چرانے اب نوی ترزاں نیاں ہیں
چرا کر عاشقاں کے جہولٹاں میں لے چھپایاں ہیں

دل نئی طرز
دل زلفوں

جو کہتے آج لک جگ میں نہیں کوئی جو کوں دیکھے کر
سوچ آنکھیاں دیکھ ادھڑاں ^{سج} دوتھے جیواں پایا میں
میری ہونٹ اس سے

جو جگ عشاق عاشق اس لبوں کے ہو دیئے جیواں

سو جانا زان ہی عاشق کر اچھوں پیار یا نیا میں ^{دل}
اب تک

۱۳۸۰

جو توں کھا اپ نمک لکے بدل بوسے میں جیو عاشق
بدل بوسے جیواں لیکرنہ دے بوسے تیا یاں ہیں ^{اپنے}
دل

عجب وعدے دروغاں ہو دغا دیں عشق بازاں کوں

یکس میں ٹیک لا دعویٰ جو چنچ نس من چپائیاں ہیں ^{رات}

ہسلیا پی سرتنگ پیالے دھڑیاں نت جھلنے کیاں لا کر
نفس میں سون سوراں دیبا یاں ہیں ^{شراب کے}
نات سوچ

نبی صدقے نوادیاں، ناریا توے شیواں کے نوقصے ^{نئے شیوہ}
نول قطباں کو کہنے و ونپایاں سونپایاں ہیں ^{نئے}

(۱۸۸)

ترے گل کال تھے اے دھن ہوئے میرے بن گلشن
 سے عورت
 سو پتلیاں بھونرے ہو پھر تیرا دیکھت اوس گلشن
 وہ دل کو گم کر نوالا

سکل گلزار کے پھولاں کوں مانند تیرے مکھ کے کر
 سب
 لگے مرغولتے بلبل مرے جو کے بھرن گلشن
 دل

کھیا پھل غنچہ دھن تیرا دھن ہر کر خوش ہو کیے
 سرائے تھے دھن میرا ہوا تیرا دھن گلشن
 سرائے سے

جولے ہست آرسی پیاری دیکھن میں آپنا مکھ تو
 دیکھنے کے لئے
 ہوا ہے سر بسر زل ترے درین کا تن گلشن

دسے یوں پاج رنگی پاپ میں زناں میں تن دھن کا
 نظر آئے
 سمن پاتا میں سہتا تیوں سہے ووں تن رن گلشن
 اس طرح

۱۳۹۰

سُرگ بن کا نہال ہے کہ کہے ناری کون دیکھ نینال
 باغِ جنت
 لکھتی جب جو ہنس نہس کر تو ہوئے منج گھر انگن گلشن
 ناز سے چلتی

نبی صدقے قطب شد آج یو بھیداں عجب دیکھا
 جو کھلیا دھن کے نیناں تھے طرف چار گنگن گلشن
 چار گوں

(۱۸۹)

پیائے گرچہ میں تہج بن نہیں تل رہنے سکتی ہوں
 تیرے بغیر
 ولے لوگاں کے ڈرتے بھی اپس میں کف نہ رکھتی ہوں
 خود کو متبید

چھپی چوری کہ ہیں مد میں کیٹ پاتی جو ہو کیس تہج
 کبھی
 تودیکھ تہج مست ہو جیوں مہر ایس میں اپ بھکتی ہوں
 اکیلا
 مور خود ہی آپ

لگی تھی میں اما جیتی گلے تہج پھول نوں یکت دن
 تہج
 تہج تہج تہج پاواں لک اجھوں خوشبو مکتی ہوں
 تہج
 تہج سے پھر سے پاواں تک اب تک

مرا بس ہوئے تو اٹ پٹ ہو تج میں جیو دینے میں
 تیرے ہاتھ دل
 کہ فرصت میں کروں کیا فکر اس غصہ تھے کیتی ہوں
 نہیں

تسوں میں بات کرتی تو تھی دوتن پیٹوں اس تھے

تجھے سے
 غیر رقیب قریب سے
 نہ تیا چھانوں کوں اپنے کھڑی جا دھکتی ہوں

دوتن کے جھوٹ کوں سچ ماننا توں پو تو اہل میں
 رقیب
 دو کیوں کے جھوٹ آج کوں بری جاں سنسکتی ہو
 ہن طے نہیں

قطب شہ مست ہوں اس وقت پر توں بخش ہو منجھ کوں

نہ جانوں کیا کیتی ہوں میں نہ جانوں کیا پھیر کیتی ہوں
 کہتی

(۱۹۰)

چند من جھگٹا اوکھ کسمن

چاند کی طے
 ناز چھند سو کی لگی لالہ بسن
 سے کیوں زبان

کو پوں آئے ہن شہ میر انگن

غصہ سے
 کیا ہوا ہے سہو میں منج تھے کو
 مجھ سے کہو

سب سہیلیا میرے ستر ٹاویاں
 نہ ہو سے منج تھے کہ میں کہاں بن
 نہ ہو کے نہ سے کبھی یہ بچپن
 لائی ہوں یونہی تھیں تو دیوین
 ایک چت سو پو کون لوجھی ہوں
 دل سے کو
 مصطفیٰ احمد علی قطب استی
 سے

او پرئی ہوڑاری شہ پر نورتن
 وہ اور

(۱۹۱)

پرت دعوئے دن کرتی سہیلیا
 دلے ہرگز نہ بوجھے عشق باتاں
 جھٹ کے غیر
 جسے وں میں بھریا شتی
 تو اس کوں نیہ کی پنتھ میں سراں
 (رویں رویں بھری ہے اکی)
 بہو پچیل چیل گن گیان گامیں
 کہ تاپو کے ادھر ج دیو جاہاں
 جو بن دے کر پیا چت لولا چت
 کہ دیو سے تھج سجن اپ حسن رنگاں
 (ہونٹ سے تھجے جام)
 پیا کو دل سے دل

نئی صدی قطب من پھول کھلیا

(دکے، دل کا کھلا)

تو چوند صرب مہکتا جیو باساں
 چاروں طرف دل کی خوشبوئیں

(۱۹۲)

نھنا جیو باندی ہو تیرے میاں
 کہ پیچا کیا دل مرا تیرے ادا سوں
 جیو ناول باندی
 بہت دھن سیتی بھلائی سچ کوں ۱۴۱۰
 کہ پیووں ادھر کا پیا لافنا سوں
 بہلائی
 سکل سد بد کھوی سا جن پرت میں
 اوکھ شمع پر بھولی ہوت جیا سوں
 اُس
 عشق کا بچھو ڈانکہ ماریا ہے منجھول
 آمارو اپ ادھر اے کے وارو میاں سوں

نئی صدقے قطبا کی لبو نہیہ کانی

تو پائی ان نسل نسل دن عا سوں
 اُنکا رات

(۱۹۳)

پیارو تیں نین ماتے اہیں
 سبج کپہرہ آنکھیں متوالی
 سبج منے جب نیکلے
 سبج کی طرح
 سبج کے نین میں بھلاتے اہیں
 چند تارے سوں دپاتے اہیں
 چاند سے چمکاتے
 تو چمنوں کے پھولاں سہاتے اہیں
 چمن زینتے ہیں
 اونا زوک قدر و جب ڈولتا
 ڈولتا

اجت کے کرن رو مالان کتیں چند رکھ کے خواب اڑاتے ہیں
 پریم کی رنجھا اُربے منس منس چاند جیسے چہرہ کی سب کھلاتے ہیں
 پیاری سو مہتر پریم دیکھ کر سکی من سوں اپن ملاتے ہیں
 محبت کے دل سے اپنا دل

قطب شاہ کی سیج سنگرام پر
 بستر وصل
 نول مل کہ دو تن کھجاتے ہیں
 نئی رقیب شرماتے ہیں

۱۲۲۰

(۱۹۴)

یک چین خبر کر لے صبا موہنہ رندان کول
 میر ہندوئے
 اپ زلف کے جگل منے ہلجائے منج نادان کول
 اپنے میں پھانے مجھ کو
 موردِ دستِ عشق کول ہرگز دوا کہ نہاکیا
 مجھ کو
 گر پوچھے منج کیا کام ہوئے تیج حسن کے رجحان کول
 تیج شکر ایسے بول تھے تیج شکر سب کم ہوا
 شہر بدشتاں میں نواروں لعل ادھر کے دان کول

جب نغمہ داؤد توں گاوے یونہیہ کے بن منے
سُن کو ملاں الحان تج سجدا کریں ^{عشق میں} فشان کوں
تیرا

اغیار سیتی بولے کیوں بات منج جیوانس کا
یک تل کی صحبت میں پیا ہرے ہمن ^{میرے دل کی محبت} پیمان کوں

رنگِ محبتِ نادیکھا پیہو مکھ میں بتنا میں چھپا
کیسے دعا و سحر ^{دیکھا} سوں اپنا کروں جاناں کوں

شعرِ معانی پر سدا کرنے ہیں ^{ہر} سببِ جماع
اُس یادوں یک دو قریح ساقی پلا خاقان کوں

(۱۹۵)

کہ چوں بلجے گس کے پر محبت شہد اسوں
مگر دیوے خلاصی ^{جس طرح پھنسے} خجراں اپنے نہیہ کے ہاتوں
نہیہ محبت مانجھ

بھلیا نھنواو منے جیو میرا شکر تانوں
کتا پرار یا اس تے کم تپا ووں خلاصی میں
کتنا

خیال لے سوچا نیا سون دیکھا سونل میں نہ کھا ۱۲۳ ستاد کا سون حال اُس کہہ او پر دیئے تاواں سوں
 نہیں ہے کج اے جو کرنا بوجھو اس کچ دو گھنٹہ اگر بوجھے تو پوجے ہو سورج علم جاناں سوں
 شکافین کی جو میر ہو مو کوں پیون کچ نہیں ازل تھے خاک میں کوں گھر میں عشق فرما سوں
 ترنگ نہہ چر کر آج جولاں دیو میداں میں کہ بھیلو ڈاؤیک تم داوستی اپنے منساں سوں
 لے جنابوں ڈاواں گائے ہم بھاگ گردن تھے کہ دل کو ہوک لگلیا ہی تما رہا ہے جو گاں سوں
 بہون تھو تم سوں آرزو تھا ڈاؤبولوں کر ہوا جیت پرمنج دید بسیرا بائیں جاں سوں
 بہت ہے

معافی کہتے ہیں لوگاں پریشان حال ہوتا

کہ لب دیا جو میرا باز اس زلف پریشان سوں

(۱۹۶)

کجل آنکھ کا علم کپڑا ہے رولوں کجل آنکھ کا علم کپڑا ہے رولوں
 جے کوئی یکوں تترار کھے آپس جے کوئی یکوں تترار کھے آپس
 دوروں رولوں کا تترالایا ہے گردوں دوروں رولوں کا تترالایا ہے گردوں
 کہ ہوئے سب شہاں میں جیوں فریدوں کہ ہوئے سب شہاں میں جیوں فریدوں
 اپنے طرہ

فلک پر کاویا نی شعلہ جاوے کہ اُس شعلہ کے انگے کیا ہے جیوں
مقابل

بھٹی کی پھوکنیاں پھوکیا ہوں دل سوں اسی تے ہیں تیرے نیناں پُرافسوں ۱۲۲

منتر پر راکھ پر چوندِ صحرے ہیں عجب ہے پے نہ بوجے راکھ مصنوں

تمن نوراں تھے ہے بے نوز حوراں تمہارے نور تھے جنت ہے موزوں

تراوے آس کے پانی میں منجکوں کہ غم داٹیا مگر میٹی لے میچوں

دنیا کا باٹ منجکوں دور دستا خوشی سوں پی تو یک دہ پیالے گلگوں

ہمارا عشق ہنستا عاشقاں پر نہ بوجھے عشق مولیے ^{نظر آتا} و محبنوں

تری سبزی تے دمنے سبز و رقاں گلابی رنگ مے چوتا ہے اجنوں

معاہی کنے چن تے پیچے نابات ^{میکتا} ^{اب تک}

دسے سب شعریں میٹھائی افزوں
نظر آئے

(۱۹۷)

وہ نازک ناز کی جھکارتیں کرتی ہے بے دیں
کہ اس جوتاں کی جھلکاراں میں بانگ دل منجائیں

تمن کھ روشنی شاہان بوج چہرہ دیتے ہیں تاواں

بچائے تارے دیسے کاں تمن نور انگے اے سائیں
نظر آئے کہاں آگے

ہمارا قصہ ہے شیریں کروہم قصہ پر تحسین

۱۲۵۰

کہ کہنے خرد و شیریں ہمیں آنگے نہیں شیریں
ہمارے آگے

لکھیا تیج ناؤں دل میں جب ہو مقصود جیو کا تب
تیرا نام

تدھاں تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں
تپ سے

محبت پنتھ کوں جو کر نوار یا آپ کوں تو پر
لیجیاؤ تم خضر ہو کر منجے اس کعبہ کے تائیں

نبی کی بندگی لوٹیا صفائے کفر کیا توڑیا
عشق کے صدر پر جوڑیا تنکبیا بھوخت و تکیا

رقیبیاں میری اماں کے کریں کو تو ال کوں آ کہہ
میرا مودل بیٹھا ہے شاہنشاہِ دسوں تو جوت سو پر ہیں

نین اس کے ہیں دوزخ گن بھویں کانٹے اسے چونکس
و و کانٹے کا چوبے نابس کلیاں دتیا ہیں جوں نمنس

معانی ہے گنہ گار رکھیں یا رب آپ آدھارا
رکھیا تر تیرے دربار آ کریں اس کا دعا آمیں

(۱۹۸)

غم کے کپڑے پھاڑ سٹ کر میں مٹا رہا تھا جوں
نقل آدھرا کا سکہ ہے منج جیو پر لے دے سنا
ہونٹ میرے دل

نین کی بُنداں تھے جوتا ہے شراب اغوا
آنکھ آنسوؤں سے چمکتا
اصل تیرے کھا تھے یا قوت کا پیلا لایلا
سے

منج اُپر کیوں کھینچتے ہیں غصے سے زوریں گما

۱۲۰۔ کافرو مومن کریں تجھ دیکھ کر جیوں فغا
زور سے دل سے

تو جہاں میں جو چاہو سو بکا تا ہیرواں

نثر بہت اس قند کا چکاواں تھے منج دہا
اپنے ہونٹ سے

بہو عجب ہے اے کہ نہیں تو تہا گنگاں س کا زبا
ہیں

میں کہا ہوں تم کہا جھوٹے کریں لوگاں گما
اور

سہ سیر اس بھنواں کا چک اُچانے ناکے

میں بخانوں بہشت جنت میں توں کس جنت کی جو

تیری بیٹھی بات تھے پنجی شکر دو جگ منے
سے پینڈا ہو میں

تاب ووری کا بہو میرے اوپر کرتا ہے زو

تیرے کہنے بن جے کوئی ہنگامہ میں کہنے بڑے

کرتے ہیں با تاجیا لالو ہمیں تمناسنگا
ہم تمہارے

اے معافی تیرے رازاں تھو ہونے اکا کاب

تاج توں کھڑو پڑے اماں کا نشا

(۱۹۹)

ساقیا بھاڑو ورق غم کا کہ شرار چھیں

ہم ہم پر نہ کریں پیو دے ہم یا را چھیں

عشق بازار میں اونہن جو خمارا چھیں

بول ان بول کے چلتے ہیں کہیں تہی پیا
ہم سے

چند سوچ گال او پر دیسے جہن کا چھاؤں
چاند (جیسے) نظر آئے
تہاے منن بیاہی منے ہے نیر جون
آنکھ کی میں آبِ حیات
جن جنم ناں بند تہخانہ کے لوگاں منجھو
جنیو نہ باند ہو
برق تیزاب کا تر وار بہوت تیزا ہے
فراق کے
کیوں کروں چاند سوچ تار یا سول تہن
تہن سے تھیں
میرے دواں کا دولہے تہا ہر دہشت سی
نظر سے

ابرہوں اس کوں برابر نہ کریں عار اچھیں
سبھیں
اس تھے اس چشمے میں الیاں و خضر بار اچھیں
اسلئے
میری گردن میں کرن کے زنا ر اچھیں
۱۳۷
ڈر نہیں منجھوں سپر منے جو دولہا ر اچھیں
دم بدم پسینہ تمن حسن پر ایتار اچھیں
تہاے
سو حکیم آویں تو اس کام میں بیکار اچھیں
(۱۰۰)

سجائوں کس گھڑی کیتے ہیں معافی نظر
کرئے

اس کے دل میا نے علی مہر کا گلہ اچھیں
میں رہے

(۲۰۰)

پیرت کے دواں کھیلنے تہج سول میں ناہار سول
تہج سے کبھی نہ ہار سول
تن میں رکھوں کیا کام جو عشق پر ناوار سول
کس کام کے لئے دل نہ وار سول

جوں منج بسترے ہیں تمیں تم نا بسترے ہیں
جس طرح مجھے بھولنے نہکونہ بھول ہم
ہمنامن بن ناگیں جہاں بہوت دشوار سوں
ہمکو تہاے بغیر گزار نہیں جاتا بہت دشواری سے

جوں جیو سیتے تلے تن دوں جیو منگے تچ سوں
جس طرح روح سے لا ہوا ہے جسم اس طرح دل پاتا ہوا ہے تجھ سے مٹا
دو نین پیاتج دیکھن کچھڑا نہ اپ دیدار سوں
آنکھوں کو تیرا دید اپنے سے

کیوں رہ سکوں تچ سوں کیٹ جاتا مجھے ہر تل کیٹ
بجھ سے تنہا جدا مجھے لحو دشوار
لائے ہیں چورے اجوٹ تم آپ نے پڑا سوں
مارنے کیلئے

دالے مدن صافے متھے پانی نہ آن بھاگے منج
منجے کھانا منجے

یک تل برس جاوے مجھے کیا پوچھتے تکرار سوں
ایک لحو برس کی طرح گزرے تجھ پر پوچھتے ہو بار بار

جب تھے جگت میں آئیہا جو جیو منگے سو پائیہا
سے دنیا آئیہا دل چاہا پائیہا
ڈورا ذکر کا لائیہا میں حیدر کرار سوں

جب لگ ہے تن میانے جیات بک لہو تچ سوں پیا
یک میں روح یک تیرے ساتھ
قطبہا جیاد ل باندیا حضرت نبی دربار سوں
جیے باند

ڈوری تسبیح لایا

(۲۰۱)

پیا جوں جوں ملے تیوں تیوں دوتن دل داغ جالی میں
 رقیب کے دل پر جلائی
 سراسر دوتنی کے تیں کری جوں زراغ کالی میں
 رقیب کو مثل

پیا سے آج کل آویں گے کر لے آس لاہ کر

ہریک تل کوں قرن کر کر گائیں باج ٹالی میں
 کے بغیر

جپوں میں جا گئے میں تچ، سپوؤں سپنے منی بھی تچ
 یا کروں
 جہنم تچ دھیان میں گھٹیا نہیں، تچ تھو خالی میں
 تیرے

تمن بن دیس منج رنس ی تمن بول بن منج دن بچ
 ہما سے بغیر دن میرے لئے رات ہما رسا تھ رات مجھے
 کھڑی اک پانو پر جوں سرو ملنے کی اوتالی میں

نئی صدقے قطب کن میں بچن کہہ جاتی کے منکر
 کے پاس

سکیاں سب گواہی ہیں تو بات کرتی دیکھی خالی میں

(۲۰۲)

کسائیں پاس سیر ہے کہ دیکھی آج سپنے میں
اٹھی جب ہڑرا کر میں دیکھی سیج اپنے میں

پیار کی چھاتی لگ کر میں ہی تھی چھپتی میں
تہاں تھی دوتن کاٹنے جو مرے کچھ تو چھپے
جہاں سے یہ رقیب نکالی

نہ بوجھوں تج پر مینا میری عزت کیوں آئے گا
نہیں میں صبر تاج مہر جاویں قرن جینے میں

تماری تن کوں میں کہیں بھی یاد آئی تھی ۱۷۹۰
تہاں ہی قسم تم کو کبھی
تمن جینے تھو سن من میں نیم چند جوں کھینے
نیم کو یاد کرنے سے رات

نبی کے صدقے سے قطبیا بھریا ہے عشق کا بازار

جک منگتا ہے سوداگر نفلخ میں ہے تپنے میں

نفع کچھ نہیں ہو بھاد کرنے میں

(۲۰۳)

پیلےج عشق کوں دیتی ہوں مدد ہو جو بدول میں

ہموز یک ہو کنیں ملتا کسے بولوں تو مشکل میں
ایک نہیں

خوشی کے انجھواں سیتتی بھرائی سمدرائں ساتوں
آمنوں سے سمندر ساتوں

کہ شہ کے وصل کی دولت کرے درگنج حال میں

بھونز کا لایا ہے بھیس تیرے کچھ مکمل کے تیں

و لے اس بھونے تھے تیر پرت میں ہوئی سو کمال میں
سے محبت

ازل تھے سائیں کا دل ہو میرا دل کئے ہیں یک
اور

بچھڑ کر کیوں ہوں ایسے جیون پیارے تھی یک تل میں
دلی سے

نئی صدقے رین ساری دین ہوں شمع جلتی تھی
رات رقیب مثل

جو تارے کے من ہی تھی قطب چاند سول میں
مانند رہی سے

(۲۰۴)

دل بات کھول کہہ کہہ کر تک ہنسیا نہیں
(کی) کبھی ذرا ہنسیا

س دھات بھی کسی کی جیاس یہا نہیں
کے دل

منج بلج سینہ کرنے ہدف کوئی دھیا نہیں
میرے بغیر

اس دھات کا سنبھلا بھی کس پڑیا نہیں

اپنی نہ کی کوٹی پر شمع کیا نہیں
اپنی محبت مجھے کس کر نہیں دیکھا

منج جو منے ازل تھے ترانہ لویں لیا
میرے دل میں سے عشق

پلکان کے تیراے جہاں سائیں ناز سول
سے

مُربا زلف سنبھلا کھیا گاڑے عجب

۱۵

ناسک کے ناکر سودھن بھون کا بھونک
بے سد ہو کہ ٹھار اُپر تھے کھسیا نہیں
دو تہن جدائی پاڑنے تدبیر کی ولے
سائیں ہمارا ہم تے کہ میں بھی رہی نہیں
ڈالنے

صدقے نبی کے دیپے مرا بھاگ سور تھے
چکے سوچ سے زیادہ
پنچتہن کے چرن باج قطب کھسیا نہیں
قدموں کے بغیر

(۲۰۵)

پیاس سات جیولائے کہ سمجھے کس کوں جاتا نہیں
عاشق ہوئے سمجھے کسی نہیں
جو آسوں پوچھنے جادوں اساساں بات آتا نہیں
آہ آنوں

پیا تو شرط بولے ہیں کہ میں تیج سیج آووں گا
تیری (پر)
ولے منج سیج آئے باج میرا دل پستیا تا نہیں
میرے (پر) بغیر بھروسہ کرتا

کہتے ہیں باغ میں گئے تو گنوا یا جائے دکھ دل کا
کہتے
ولے مکھ باغ پیو کا دیکھے بن منج دکھ جاتا نہیں
بغیر میرا

پھولال سب باں کے بن میں کھلے ہیں من بھلا تیں
 دل کے بہلانے کیلئے
 ولے پیو پاک عرق بن باں بن ہر باں بھلا تیں

مجر نانوں دل میں رکھ محبت سوں محمدؐ توں
 کانام سے اے محمدؐ قلی
 علیؑ کے عشق بن کج کام بھی نکھو ن تائیں
 کے بغیر کچھ پھر تجھے زیب دیتا
 ۲۰۶

جیا جیو جیو کا جیو کر رکھیا ہیں رکھا	سکی نہیہ کائین مندر کیا ہیں کا محبت آنکھوں کو
تجے جیتے تھے دو جگ میں جیا ہیں تجھے یاد کرنے سے زندہ رہا	۱۵۱۔ جیسے روں روں مرا تچ تائیں نہ یاد کرے رواں تیرے لئے رات
تو تیرے نور پر نیناں سیا ہیں آنکھیں	تین پینے میں باندی تیری صورت آنکھ خوب باندھی
بدائی جانتی نہیں ہوں پیال ہیں نہیں	خدا جو رکھیا منج ہو سچ کوں رکھا مجھے اور تجھے
جے کچ سک کے چن تھے سولیا ہیں جو کچھ	دیا ہوں دکھ کی باتاں دکھ کے تیں
محبت میں بقا پایا لا پایا ہیں (کا)	نئی صدقے فنا نا جانے قطبا

(۲۰۶)

اُجا لا جگ منے جھکیا جو باندے بال بھولی جوں

میں ^{باندھو} ہوا پھر رین اندھارا بندے سو کیس کھولی جوں

رات کی تاریکی باندھو ہوے بال

لٹکتے جب چلے سودھن کے ہیں چال منس کی کا
نازنین ^{یہ}

بنے بن پھول سب بھرے جو منس کربات بولی جوں
ہرین میں

منجے جب دیکھ کر سودھن دس تل لیاے لب ویسے
مجھے ^{دانت کے نیچے} ^{نظر آئے}

دس نابات ادھر امریت کے پانی سوں کھولی جوں
دانت مہری ہونٹ آب حیات

کرواب عاشقان دل گھٹ بچن معشوق کا یک نہیں

وفا کے اچھراں جو تھے سواپنے دل تے دھولی جوں
حرف سے

محل کا محبت آ کیا ہے ٹھار منج دل میں

علی گھر بھیک منگنے تھے بھرنج دی گھو جوں
سے میرے

(۲۰۸)

تج بن پیائے نیند مکہ نیناں میں منج آتی نہیں
 تیرے بغیر ^{فورا آنکھوں میری}
 ربی اندھا رہی ہے کھٹن تج بن کٹی جاتی نہیں
 رات ^{تیرے بغیر}

۱۵۲۰

تیرا خبر اے موہنی منج کوں کیا ہے بے خبر
 مجھے
 دل تھے خبر کی یاد سوں اپنے کے جلاتی نہیں
 کیوں

ہاوے پہ پاوے روم روم بختے ہیں تج یاد انت
 تیری
 اوفاد پاویاں کا منجے کے یاد دلاتی نہیں
 مجھے کیوں

کتنا صوری میں کروں جوں میں پانی تھے بچھڑ
 کتنا ^{رہنمائی}
 توں گل سنانی ہے ولے کے منج گلے لاتی نہیں
 کیوں مجھے

کتنا ^{اور} اپس کوں ناز ہو چھند میں پوانگی اے سکی
 آسج پرل بل گیس تج بن منجے راتی نہیں
 گہ ایں تیرے بغیر مجھے عیش سے گزرتی

اے دھن گھونگٹ میں ناز کے کیا چھپا کے آپ سے
عورت کتنی

کی منج نین تاریاں میں تیج مکھ حند جھمکاتی نہیں
کیوں میری آنکھوں کا تاروں تیرے چہرے پہ چاند کو

خانانہ بنی صدقے قطب عاشق کہتا ہے ترا
خاندان کہلاتا

اس بن یقین پہچان توں بھی کوئی تیج ساتی نہیں
کے بغیر پھر تیرا ساتھی

(۲۰۹)

اولالے عشق کے دل میں بلا و جاں سوں کرتے ہیں

نجانوں اے اولالے ہم سوں کس فرماں سوں کرتے ہیں

ہیں بیٹھ ہیں غم گشتی منے بادِ موافق کاں

صبا توں بادِ طالب لیا کہ جنگِ طوفان سوں کرتے ہیں

سکندر کا ہے دہن بات تیج سب راز و ستارہ

ہمارا راز جان انجان ہو باہاں سوں کرتے ہیں
تظارا تیار

۱۵۳۰

بساط دنیوی ہے بڑ بڑاتوں جان اے غافل

وفا اس میں نہیں گر عشق سوں کا مان بھول گئے ہیں

پرت گلزار میں سب بلبلانِ الحاح سوں کہتے ہیں

ہوا خوش دیکھو بتاؤں رات دن پھولا سوں کرتے ہیں

مرصاحبِ لیلاں تختِ سیارہ حشمِ جگ میں

غوری اپنی شاہی کی ہن ہواں سوں کرتے ہیں

ہمارے شاہ کی شاہی عجب حکمت ہے لقمہ کن

پتاتے دوستانِ کون دوستیِ وندیاں سوں کرتے ہیں

شرابِ تلخ دے ساقی کہ رنگ اس تلخ شفق پاؤ

اولمخی کا اثر بیٹھا ہمن مستان سوں کرتے ہیں

اس

جوانی کا عجب ہنگام ہے پھر کر نہ آوے او

کہ اس ہنگام کی خاطر بہت دریاں سوں کرتے ہیں

منجے تج عاشقاں کی بزم میں ٹھہرا نہ تھا لیکن
 مجھے تیرے
 پرت بازی ہماری سب پرت بازوں کو کہتے ہیں
 عشق
 حرارت عشق کا تیرا کیا منج بے عبادت کر
 جرات پر سلابہ ناز کی شرکاں کو کہتے ہیں

نکو جانی سلیمانی ہم ہر دم پری رویاں
 دوا سب عاشقاں میں منج ہیں ہاتماں کو کہتے ہیں

معانی نابو جے خوبی برائی پیسہ دارو کی
 ہزاراں شکر مودار واپس ہاتماں کو کہتے ہیں
 میرا علاج اپنے ماتحتوں سے

(۲۱۰)

خدا کالے نانوں پر پھل کھائیں ۱۵۴۔ تو تازے اُتر تازے بھی بار لیاں
 بیکر نام نجات کے پھول
 یک یک بھاؤ ہر پوریک نیکیت
 سو کھ شہر میں نے یک یک کھلاں
 اور

سوچ چاند خراواں جگ گائیں وہاں	سوہن آسمانی انچل اوڑی ہے مازنیں اورھی
منجے دھونڈ نہ جیو جوتی سو پائیں بچھے	منجے ایک کرجانوں ناچار کر منجھے
نین سوگی زرخست سوں نہیہ بھڑپیں آہکھ (سو کے) عشق کی شراب	صرحی ہنارک ادبصر بنجیریاں ہاک پیوٹ
پیالے سوہت سور ہو کر دپال باتہ میں سوچ	دہی سنبلا جگ منور کرے

قطب نہیہ کے دھو سکی کرتی تھی
نئی بخت

نہی صدقے اکوں اتیال آزا میں

اب

(۲۱۱)

احرام باند کر موکھڑیاں ہیں نماز کوں باندھکر کھڑی	پتیلیاں مصلی طاق بھوں سن بھیا ز کوں
نامد عابر آوے آپس دل کے راز کوں اپنے	پلکاں طواف کرتے ہیں کعبے میں کوں
بھٹین نین سوں دیکھتے ہیں ہات باز کوں سر پٹوں کی آنکھ سے	ہاتماں کو دیکھ بھکتے سو جو بن کوں جیو کعبہ چیم کو
بند خوی بریں سانت من سر و ناز کوں بوند پسینہ کے کی طے	باندے ہی پھیچ جوئے میں سیاحی ابھال من دل پر دھن

۱۵۰

سیاہ بادل عورت

باندے

کرتار ہر کس کوں دیا ہے ہر ایک کام
 خانہ ہر ایک کو
 لا گیا ہے کام عشق کا مہیج عشق باز کوں
 گاہ
 بھونٹتاں کوں پالے سنپاڑا سو ایک ناگ
 بہت سے سنپاڑا
 روں روں سنپو لے لبد ہے میں غمخوار
 ہر وہ میں
 حضرت علیؑ کی لے کہ درازی ایسے تمام
 (پیشہ دہی)
 صدقے نبیؐ کے قطب کی عمر دراز کوں

(۲۱۲)

کنگنی چھٹے ہات تھے دھن کے ہری یوں سیام بالائیں
 چھوٹ کر ہاتھ سے نازنین
 کہ جوں چند راز و کرناں مل دستا بھالائیں
 جھڑک چاند سے ملکر نظر آتا ہے بادلوں
 نین تیلی سیہ جوں مشک جوہر جام بھرتیا
 آنکھ کی
 جڑے ہیں جوہری نیلم پھل لیا موتی ڈھالائیں
 لا

کریں جوں سیر پانی میں بھونگ سیاہی پس میں آپ
 دیس تینوں عکس بالائیں کے سودرین صاف گالائیں
 نظر آتیں اس طرح بالوں آئینہ چھٹی طرح گالوں

گلابی لال پھانکوں دواد مصریروال میں دھنکے
 ہونے
 تین جھلکار جو دامن چمک میں پھول مالان میں

پتنگ دل عاشقاں کے مل رہے جلیل کجیل ہو کر
 جیل کا جیل
 سو ترس بھٹن نیو چھو کوئی جو بن نوری ہلا لاں میں

یون جوں پیچ کھاؤ نڈالے صبحی ات تنک پن تھو
 ڈھونڈے
 دیسے نازک کمر تچ ووں خمار فیول چالاں میں
 تیری اسٹیج ڈلتی چالوں
 نظر تے

عجب کچ کھان مخفی تھے سو گرٹ پر قطبے دل
 سے
 جواہر سمندراں ابلیں ہر بک تانے خیالاں میں
 کے سمندر

۱۵۰۰

(۲۱۳)

تیری دوری تھو مدول کون نہیں یک دم قرا
 فراق ہے
 مچلی منے تملوں موتا جولد مد دور توں
 پھل کی طے
 تیری مجلس کا سوا باقی پیک پریاں مت ہو
 تیلچٹ پیکر
 ہر شت جنت میں تھو کجست کی چیل چو توں
 ہے

تیری دشتی تھے اڑیا پر عجیب دستور توں
نظر سے

سچی دوستی ہے سندر جیوں طر پر کا نور توں
نظر سے

میرے دل کے شہر کوں دایم رکھے معمور توں

میں سو عاشق بانوا و علم میں سنپور توں
اور کمال

سب ساریاں کے نین تھی پردہ تھا حجب نین پر
ہنکے سے میری

تج نین بجلیا تھے بجلی سب سبیل کی چھپی
تیری آنکھ سے

سب فقیر ہاں مل الف نادر کہتے ہے پرو
(د) پر ذکر (د) پر پڑو

پند گو یاں تھی ہوا ہوں عاجز و بیہوش میں
ہے

کوئی بنوجے رمز تجھ بن قطب کا

لب شکر ساقی پیا لا بھر کہ ہے غفور توں
کہ

(۲۱۴)

سوارِ رخس ہوئے جیوں کہ رستم دشاں
مثل

چوے و واوس تھی ہر دم شراب لعل رواں
چکے ہوں سے

ہر یک بھول میں وضع سوں دکھائے کتاں
اپنی

یکایک آتی تھیں بھول باں اونوں کا میاں
تمہاری ان کے درمیان

بھواں کی کوشکی جب تھی تمہیں چڑائے کمال
سے تم چڑائے

تمہاری ناز کی جب اوس جیو کے باغ پری
دل (دین)

وہ باں اپنی پری ملوں چھید تا دم دم
۱۵۰۰

بڑائی کرتے ہیں سب بھول اپنی باں کی
خوشبو

تمنا ہے چھن کے کرتے سوں علم بسیر عالم
 بنیہ سحر سوں کھینچے ہیں طالبان کوں دوں
 کہاں بوجھیں اُنوں جھڑتا ہے اس تھوڑو جہاں
 دکھاتے شیوے عجائب منج اس زمان کے بتاں
 نماز و روزہ سوا چھینا کہ دل میں ہے میر
 شراب صاف میں دھو کپڑے غور کیا
 کہ مات سمندن ستمکرت علم ہے
 بھولیا ہے جیو مراں کے تل لے خال اوپر
 کہ پیرے ہیں منجے چند ہر تھے اسکے کو خطاں
 تو تیرے جیروہ کار می کھا دے اسکے گناں
 فریقتہ دل

ہزار شکر الہی کا کرتا ہوں ہر دم

دماغ فتح کے بجتے معافی شاہ نشاں

۲۱۵

بلبلان کرتے ہیں باتاں خوشی تھے پھولا سو
 منج دسے تہ دسے سم نا آویں گے جانا سو
 کر سونا سو میں راستی کی بات کو کیا ۱۵۰۰
 بیہ تراز و منے جو کھ کر کھیا ہوں تمنا سو
 عشق کی میں کہا

کون اُردن اچھیکا پیالہ پیوس ہنسوا
لے رہا ہے

تو تمن بات کوں جاڑ بکروں پلکاسو
وہ ہوکا

کروں پسند لے ڈرتا ہوں اُس پائاسو

تیرے ہست آرسی دکھ گم ہوا اپ ناماسو

ساتی پیالہ پلا ہور قص کرو ہمناسو
ہمارے ساتھ

کی نہیں کرتے تیر اندازی پس نیناسو
اپنی آنکھوں

صبر گزریا ہے صبور ی تھے معافی تیرا

برہا تہد ہوا لطف کرو نازاسو
فراق سخت

مے اوصحل تھے منگتا ہو پینے ہو دن تھے
ہونٹ سے چاہتا بہت سے

تخم پیر کا ازل تھو پیر ہن دل میں مر
محبت سے ہوئے

عشق کے باغ میں کل باو محبت کا ہلیا
ہوا

آپنی آرسی کا لاف سکندر نہ کرے

عشق کا بات نہ آوے کئے ہور لکھنے میں
کہنے اور

تمارے شہر میں بیٹھے ہیں پت ہو کہ ہمیں
تہا ہے

کہ دل چین میں تمارا ہی باس جیسے تمن

کہ مستی کوں چڑا کر چھو انوکھے گنگن
ان

جد ہر کچھ تو دے حسن تیرا مہین

پیالہ سر پینو کا قریب کہ ہست تھو
پھوسے ہاتھ سے

تھدی کے رشک سے تھے جھڑپیں گئے باغ سب
 ۱۵۹. تو زیرِ یکہ کف کو چھوڑا ہے وطن
 تو نار جھاڑ تھے پھل چھینے ہاں ان پر ہے
 پتہ میں دل موافق عصا دھننے رتن
 تجربہ جھاک کا بھیجنے کے حایب ل
 تمہاری یاد تھے جیتا ہو خطا حق
 او بے کانا ز دسے کچھ ہر یک کے نینال
 نظر ہمارا سوچ و دیکھ کر لیا جوچ
 ” نظر آئے

کرے سوال معافی تم تھو سال بال
 کہ سوال دیوین تو کیا کم ہو گیا حسن ٹپ

۴۱۷

دیں آنند کا تو یار اس طرح عشرت کہتے ہیں
 خوش مکھان جا کر توج پھل از صحبت کہتے ہیں
 گوشتہ پھل جھاڑ خوب اب میں محسوس کرتے
 یک کیے پھل جھاڑ تل او جھک کھوت کہتے ہیں
 چنریاں ہر روز مجلس کوں سو نوبت کہتے ہیں
 کام پڑیا تو عاشق کوں کہ سن جھل و باغ
 سوہائے تائیں رنگاں سو فرقت کہتے ہیں
 آہ ایسے منساں کہ جو اچھے جگت آئے بھر
 کرتے

وقت آوایا کہ اس عالم میں بہت آویس پھٹ
پی شرباں کیوں کہ کانٹے سول امت کیتے ہیں
دوست اکھو وضع ہے پیناں کا کوشمن نزدیک
ہن زماں میں مست اس جام محبت کیتے ہیں
مند باقوتان کا توں جانے نہال کل کلا
اس کے تائیں مجلس صاحب روت کیتے ہیں
تیرے مست ہوا نکھ اس لطف ازل کیا مید
واں کہ حاضر تھا ہوں جو وقت جنت کیتے ہیں

پیالہ ڈھان کیا کر معافی تمانہ لیو نام کو
کیمیائی آن سو کر ان سوں حیل کیتے ہیں

(۲۱۸)

میں عاشق بیباک کھیلوں عشق برآو حاسوں
پیر کے لاکا پرین دن جیو کنوں ناوار سوں
مستی سو تم گالی دے میں بھی تو کچھ کہتی ولے
یک حرف کہتی مت سیر گریپے و شوار سوں
آگھر مگر میں نہ کچھ مچ جیو میں تہج صورتی
لوچن میں وشن توں دسی پتلیا جیو میں یار سوں
طحا و پانی باج میں کھوں رھ سکوں تہج پیار
مچ جو کو آہا ہے تہج یاد کی آو حار سوں
میرے دل تری

مج اس نال تھے لکھ رہے ناوا سکلیا کیا چھتو
میری زبان عاجز ہے تم سنگ بولنے مکراروں

پنکھی نہرا ایک منوں ت جڑتے ہیں ولے
تو جوت مج پر چھای تو جگنا ہو چو ماروں

درے کل جگ بھر ہیں تیج عشق کیر کر دیں
سب دنیا میں

۱۶۱۰

تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انواروں
تیرے سے

(۲۱۹)

جداں تھو عشق میں بوجے مدان کھجے تاج اپنے میں
سکل سدا گنواں پوجے رہے تیج ناو جینے میں

تیرا نام

ر د ی ف و
(۱ کے بعد دیوان میں صفحات چھوٹ گئے ہیں)

(۲۲۰)

پیاری کے چکر بال کوں میری عجائب سو
بنامالی گنا پالی رہیا تیری عجائب سو

غباری کا خطاں پیرہنے ہو چشماں لکھی
قلم بالوں ہت صنم رقم کیری عجائب سو

معلم سونہن آئے دکھا حنوا خطاں
جگا جگ میں ہو اجست عنبر پھیری عجائب سو

غنی کہیں اپنے کا معما بوبو شیخ
کہ ہر کہیں تھے لکھ وضع شرابی عجائب
سہن بال چہن پہ لٹک تیری سنبل خیلے
اوتو لان سو کھیلے پھول سنگ تیری عجائب
چڑھیا تیری پکار ٹھیا سو چونہ مھر جیو برق
یون منی کھل انکھ میں چمک تیری عجائب

سک کہیں بلا کھوپ بند ی کوپ معافی پہ
سب بال
بچن کوپ دلا کوپ خبر دے ی عجائب

(۲۲۱)

کہیا کہ بوسہ سیتی ہمن تم جواں کرو
کہئے پرت کی بات تین جیو کا جاں کرو
کہیا کہ آفتاب کرن آئی قول کوں ۱۶۲۰
کہئے کہ قول جوت سوں لکھ کرڑاں کرو
کہیا اوصہ تمامے جیون کوں جلاوتے
ہنس کر کہی یہ بات نکو تم بیاں کرو
کہیا کہ حق پرستی کرویت پوجن سٹو
کہیا کہ دو نوبات میں ایک منتھاں کرو
کہیا کہ آدمی کا مروت نہیں تمن
کا پوجا چھوڑو
کہئے کہ بس سے عشق تمارا نہاں کرو
تمہو

کہیا کہ عاشقان کوں کھانے کا بھید کیا کہئے کہ عاشقی میں گونگی زباں کرو
 کہیا کہ بدگلائی جلا دیوے جمیو کوں کہئے ازل تھے مست ہوں تم ناسماں کرو
 کہیا کہ مرحمت کی نظرسوں نواز و مجھ کہئے ہماری پہنچنے میں جاں فشاں کرو
 راہ میں

کہیا تماری سیوا معانی کا دولت ہے
 کہئے کہ تم بھی سیوا برابر شہاں کرو

(۲۲۲)

حسن بعضے دکھو ہو حسن اے محبوب دکھو زمین اسماں میں فرق ہے خوب دکھو
 بسجہ دیں دکھو ہو حسن جنم کف دکھو خرقہ زہد دکھو جامہ مشروب دکھو
 قصہ یوسف دکھو پیر جمی یا راں دکھو ۱۶۳ پیر بن باس دکھو دیدہ یعقوب دکھو
 دوری دیکھو تو تماری وہن صبر دکھو خندہ ناز دکھو گریہ ایوب دکھو
 درو میرا دکھو درماں سواں کر دکھو اس غوری دکھو ہو منج مرقہ جاو دکھو
 تہاری چار

اور میری

آبِ زمزم دیکھو ہو اس ٹھڈی کا نیر دیکھو
صافی چشمہ دیکھو نائِبِ شتوب دیکھو
سُر کا قد دیکھو ہو اس لٹکن چال دیکھو
عشق کا آہ دیکھو منجِ دل جذوب دیکھو
ناز کا ناز دیکھو ہو رانچل اس سیں دیکھو
سو کے کے بھالے دیکھو سینہ مطلوب دیکھو
نیہہ کا زمی دیکھو ہو مودل مخون دیکھو
کوہکن دیکھو معافی دل مکتوب دیکھو

(۲۲۳)

آہواں پائے خطا کی زلف مشکیں باں ہو
کچ عجب ہے راز اس کی باں برتھے وار ہو
میخ کرے مجنون دیوانہ پیا اب نہہ سول
بھی کیے زنجیر زلفاں سستی دلوں بند ہو
دود کے غصہ وادیں مین تیلیاں چلبلیاں
تو لبد کنتی میں تیرے بیٹھے چو میاں سستی ہو
مستی ہی تاج ناؤں کی میر سوس اور برسر
تاج وافر میں کیا اس منی کوں کیا کینے کو
طوف طاق کعبہ کرنے دے منجے فرصت خدا
خاک سر مر کرد ماغ اپنے کو دیوون عود ہو

منج مجت اُس ترک کا میل ہے اسکا شکا
 میں شکاری ہوں کھیا برو کمانا ناندے
 باز جنگل باگ کا سیرغ کوں کرتا شکا
 اس کے جنگل میں محافی ہے بچار امور مود

(۲۲۴)

مے مذہب کی باتاں کھو لکرا ب کیا چھینکے کو
 ہمیں جانے وہ مذہب سے ارقبیاں کیا غرض تمکو
 پھولاں کی شاخ پر بیٹھا ہے بھنورانیہ سون چلتا
 بھیریکا شہسوں اتو بہن اللہ جو کا جو
 ابروؤں رُوں کا چھایا ہے سرے مکھ سوزا دیر
 او ابراں تھو چوے مہ بند اس تھو دل کیا ہو
 سے چپکے بہنہ کے بوند اسلے
 کئے بنیاد ستی کا تن دکھ زاہد و جاہل
 کروں کعبہ میں سجدہ ہر کہہ کوئی کسینگے مو
 ازل تھے ہم تم میں یاری ہوائے پر میخا
 عجب کیا ہے چھپا کر دیوئے منجاں پیالی
 موں یک باو دل میں تباہ میری نہیں عات
 ہمارا عشق کا مجر سوسر تھے روشنی پایا
 تمیں سنگ دیکھو انگ میرا کہ لپٹا نہ کیے تھے بو
 ۱۷۵۔ اگر ہو رعو وغیرہ نہ لکھ کر ناغاں کوں کروں خوشبو
 اور

کروں تحریف میں کس دست مہو یاں کہ رنگا
یوں جو بچ ملکیاں کوں لکھیاے میوہ رنگین

بہشتی میوے ازانی ہوئے ہیں امعانی کوں

رقیبایاے برائی دکھل جاتے ہیں جگت تھو
سے محو

ردیفہ

(۲۲۵)

شیرینی رون کا خوش تاج مکھ پھیرا چڑھ
باندھے ہیں خمار کی اس نین آپر پرہ

تھا حکم سلیمان کا خاتم ستیں جن اوپر
مکھ حکم ستیں حکمان و جگ میں سا کردہ

نور نبوی مکھ پر تیرے سوا دیتا ہے
دانش کی نظیر میں اس نور تھے پروردہ

بے دانہ و پانی تھے آدم اچھے کیوں نہ
مکھ دانہ ازل تھے سب منج جہنمیں آوردہ

دانے اوپر آئیل کا دو جھل کر ہے نہ کا
کیوں جاؤں چراچرنے دو دم ہے کسیر

اس دانہ کے تیں میرا ول دانہ ہوا پختہ
دے خمس وہ دانہ کا مونیر خضر خودہ

میرا

تج عشق کے پنہاں میں مسکین معانی و

باجوت نین منج پرتا دلیوں کو درہ

(۲۲۶)

تمن روشنی بن تمن روشنی ماہ ۱۶۰ تو دیدار بن سبھی دیدار ہیں کاہ

سبھی جھار کوں پت جھری آباؤ چکر کھانس پر ہو نظر تو دوسو شاہ

تمن خیال سیتی ہیں خیال باندہ رقیباں بنو جھیں یے تاہ ہوا

نماز کروں آمدن ملنے کیا ہو ہوا منجھوں دوزی ذوالحجلہ

اندھا کے بادل منجے پیری چوہر خدایا تو بھیجیں تمن باد دلوخواہ

کتنا صبر فریاد کر چپ نہ توں کروں آہ آہ توں نہیں تو آہ گاہ

ہوا بیتقرا آہ آہاں تے میں اب نظر بامنج او پر سنو نکا کہ جیوں

کر دیکھا اگر یاد و منج دلی کوں کروں یاد اگر کوں استغفر اللہ

معافی ہے عاجز تری خدمت میں

نہیں مدد اسکوں توں کر سب آگاہ

(۲۲۷)

نیاں کے بندیں بلجیا ہوں کن نہیں ہوگا
نا بوجھ سک کہتے منجکوں دیوانہ گمراہ

نیہہ کمرگدھارا اوپر چلنا ہوت ہے مشکل ۱۶۷
چل ناسک اس کے اوپر کھوی سب اپنی راہ

پیارا عشق کا ہو کر نیہہ صف میں ڈٹا ہوں
ہے غایہ میرا سجد اکروں وودرگاہ

کچھ پھول آسمان میں دستے ہیں تالے جو ہر
اب کام میں میں پھرتے نہیں کس کوئی آگاہ

ہیں مات تیرے جسم انکے کیفتباد و رستم
جیرے بندے ہیں تیرے ہیکوں کھاپنے دلو

کن لکھ سکے حباب تیری صفت کے یارب
منشی نہ جو جھیں انشا قلمماں ہو ہے میں جیون کا

کافر کہو منجے کوئی یا ز ابد و مسلمان
احرام باندیا اس کا ناسوجے ہو درگاہ

تج نہہ صور کوں جھارن کوئی جگت میں (؟)
یک رنگ ہوئے سو جھاڑے تو دیسے سب جگاہ

سوچے اور

ترکیب ہے ہماری ترکیب لے ترکیب بہت
ملک نوشدارو بھیجو ترکیب ہو ویکادشاہ
میں طفل موتہماے مکتب تھے علم بوجھیا
تو دیوں علماں سب باشی منجکوں گہ گاہ

یہ سرفرازی بس ہر دو جگ میں معافی
منج سیس پر لکھیا ہے ام محمد اللہ
میرے سر

(۲۲۸)

رکھے ہے منجے گوشہ میں اپنے دلخوا
۱۶۸۰ ہزار ان مکر کر تا ہوں تاسحر گاہ
ہمن بزم میں نہیں ہر شیشہ کا حات
کہ دل شیشہ کرنا ہے قلعہ شہنشاہ
کیا ابتدا ظلم تم حسن کا اب
منج اس ظلم تھے پپہ میں رکھا
اٹھیا باوجود صر تھے تج عشق کا یوں
گئے ذرہ اوڑ میں رہیا ذرہ درگاہ
ہمن کوں ہے بتخانہ او حال ہند
کروں سجدہ سکون دکھاوے منج راہ
نھنے پن تھے رکھیا ہو تج در پر
کہ پایا ہوں دولت اسی تھے کمین گاہ
پچھن سے

معافی گنہگار ہے بخش یارب

بند یاد دل ترے مہر سوں توں ہوا گا
بند

(۲۲۹)

عشق گھر میں کرے اپا شینا	سچیں تجکو بہاتا ہے اے خانہ
ہنسی میٹھائی سستی دل بہلائی	نہو جے کن کجل انکھ راکھے دانہ
تمن باساں سنی سپن کھی ہواں	نلے گی بوج بلبل منج فنا
چڑیا موٹاں کی مسی کا اثر منج	۱۶۹۔ اے سستی میں ہے کس خمار خانہ
دیکھوں جب آسوں ہوئے آہ پرہ	ہوا ہوں اس تھو میں سر تھو دو آنہ
سنا رو پیے کی چوری میں بخاناں	چرا تا ہوں او یا قوت ترزا
ترنگ تج ناز رستم ناسکے چڑ	نین تیز آب سوں کرتے نشا
کیش بڑی اپر کن چل سکیگا	ہزاراں لرزہ ہواں کارخانہ

فلک قلابوں باندھیا ہے پٹری

معانی تو دے شاہِ یگانہ
اسی لئے نظرئے

(۲۳۰)

میں دعایاں پڑوں کتنا کرے منجوں نگاہ	ٹیلا بیٹانی پہ لاجاؤں گا اس کی دگاہ
مے ہے مجلسِ منے کرنِ لافِ صبورِ مائے	اسے عاقل نہ گنہگار ہوئے سب میں تباہ
نور ہو قد کے چن بولتے صحبت میں بتی	جل نکلتا ہوا دھنواں تجھے سحر گاہِ یگانہ
عرضہ کرنے کوں پھولاں کن تھو صبا آئے با	کیمیاد شہت کرو تا دھریں سر پر سب نشا
پگ میں نازک ترے ہو رنا زکار رفتار اور	سرویک پایہ کھڑا ہے کہ ہمن بخشو گتہ ہمارے
مستی ہوں جب..... بگڑی مھنواں اوپر کچ	میں دعا کرتا ہوں یارِ کب کھ اس اپنی پناہ

پکڑے اغیار نیٹا تو معانیِ دنبال

صبر گزریگا تو ہر شیا رہیں مارینگے آہ

ردیفی

(۲۳۱)

سو دست ہو ملنے کی ہوئی اوتالی ہو کر کیلئے جلد باز عشاق	ہسبیلی کہی یوں کہ تیج نہیہ تھی بالی تیری محبت
کہ جیواں ہرن پر سر زلف کھالی دلوں کے	مدن بان ساند ہے پا کا تھے چھندوں تیرا سے غنہ ہے
پیا سوں ملاوے سو دھن منج چو آلی ناز نہیں مجھے	پیا بن برہ دکھ سناوے سدا مجھ تیرے بغیر فراق سداوے مجھ کو
دکھا کر پیا کوں سگھر منج سنبھالی دکھا مجھے	سجن کے دست سس من تیں پیا درشن کیلئے ہم
کہ شہ کے چرن تھے نہوؤں نرالی قدم سے جدا	مرے دل میں سن تھی پرند بستا رات سے
سجن کے خیال ان سب لا و بالی	ہسبیلی توں خاطر پیا کا پکر کر

نئی صدقے قطبا کی پیاری ہو سر ہو
شروع سے
جو بن نادنا منج چولی میں کھالی

(۲۳۲)

نہ بچھڑوں سائیں تھو یک تل سہیلی ۱۰۱۔ پیانگی رنگ سوں میں ہوں کیسی
 سدا یہ جو ت سوں میں جگہ کافی ^{پیا کی جھلک سے}
 سکیا پیاریاں منے میں پیو کی پیاری
 سجن قد سرو سوں منج دل بند پانا ^{کے سرو جیسے قد سے میرا}
 پیا مطلق منجے دل تھے بائے ^{مجھے سے بھلا دئے}
 سینے تھے منج پیاری تیں اتاری ^{سینہ سے مجھ نہیں}
 پیانگی رنگ سوں میں ہوں کیسی
 پیا نہیہ کی چھب سوں ہوئی جھپیلی ^{کی محبت سے}
 ہوئی پو نہیہ سوں پھل جوں فوہلی ^{پیا کے عشق سے پھول}
 پیلٹی رو کہ کون جوں کونلی بلی ^{دخت کو جیسے}
 پیا بن کیوں جیووں کہہ ری سہیلی ^{پیا کے بغیر زندہ رہوں}
 رکے رنگ رس سنتی منج نت فوہلی ^{سے مجھ}

نئی صدقے قطب ہر سیتے

پچھوڑے سج پر منج کی کیسی
 مجھے کبھی کیسی

(۲۳۳)

پیاری ہسہاتی ہے ابھرن لوں بھاری
 تو جاگا کرے من میں چھند سوں پیاری
 جگہ ^{عشوہ سے}

اوچنچل کوں دیکھیا ہوں ہو گن میں ماہر
بھٹائی ہے تو عاشقاں کوں اوتاری

محبیاں کے من لہدے ہیں تاج سوں وایم
گھلی اُن من میں برہ کی خُماری
دل مال ہوے تیری طن

مدن یاں ساندے ہی چھنڈاں سوں موہن
ہوئے عاشقاں دل کے اُس تھے شکاری
عشق کے تیر مارے عشقوں سے

نہیں سوں نین لاکھ موہی ہوں پیو پر
کہ تن من پس اُس کے انگ پر تھے واری
آئیکھ سے آئیکھ ملا کہ فریقہ ہوئی ہوں پای پر

سجن کے چرن پر رکھی سیس اپنا
جگت کوں پیادھیان میں میں باری
سرجن کے قدم

نئی صدقے قطبیا بچھانیا ہے نکلوں

کہ سب میں ہے توں اسکی من کی پیاری

(۲۳۴)

پیا کا عشق ہے میرا یا راجانی
بن اُس نہہ کوں جو کہ میں بھانی

محبت ہے منج جو چین کا سو میرا
بیزاں کی محبت کے کس طرح جیوں بھو معلوم نہیں

ہوئے عاشقاں روپ لیلیٰ مجنوں
پرت بھول نگ رنگ کے اسکی نشانی
میرے دل میں

ولے ہوئی ہمارے وقت اوکھانی

عشقِ نیتو میں جن بے تاب ہووے
اُسے عاشقان کہیں نہیں اویسیانی
محبّت کی سلطانی ہر سب جگت میں
کہ اُس سم نہیں کوئی گیانی و دانی
سمجھ سے ناہر کوئی معنی پرت کے
نہیں فہم ہر کسوں میں اے پچانی
سمجھ سکے نہ

نبی صدقے قطبا کوں بن سائیکھ بن
نہیں دیتا مورکھ یوں نورانی
نظر آتا اور چہرہ اسطرح

۱۷۳۔

(۲۳۵)

چھبیلی ہر صورت ہمارے سخن کی
کیا پتلی اس کہوں اپ نین کی
نہ دیکھیا نچل کوئی اس سا صورت
لہروں کتے زیب اپنے ہون کی
چند اساد دیکھیا لکھ اس مرقدر
سراہوں کتنا ہا
چاند جیسا دیکھا چہرہ جیسے
ترا حسن چل بن تھو ازک و پسے تو
تو ہوتی ہے شرمندہ پتلی لگن کی
نہ دیکھیا چھب کوئی بن کی
نہیں تیرے دو پھول زکس تھو زیبا
نراکت ہر تیج لکھ میں رنگیں جن کی
نظر آئے مقابل
تیرے چہرہ

ترے زلف پھنداں میں لاشعنا کے ہے ہیں عاشق ہو بیو کی بین کی

نبی صدقے قطبا سوں او پیو ملیا ہر

تو کیا کہہ سکوں بات اس کھسٹن کی

(۲۳۶)

چندر کوں سائیں کے مکھ تھے سہائی
چاند کو چہرے سے
بخت اس کے جن اس چند کوں منائی
جو چاند کو
او خوش ہو چندنی کوں لا دوں گلے
وہ اچھی روشنی والی چاندنی لگاؤں
انگن کچ پر تو چوتی بچھاؤں
۱۴۴۰ کہ سائیں کے پھل گیاں او پر نائی
پھول جیسے قد کمر بچھائی
چندن ہو رعنبر کدم کر لگاؤں
کے ذریعہ سے
گلاب آچھے انگن میں چھنکاو کے
پیارے مو مندر کوں چھند اسوں
میرے مکان کو تاز سے
بچھاؤں صدر جو ہیرے کا بول
ہے میرے لالہ کوں یہ جھب جانی

نبی صدقے قطبا سیا مکھ کنول کل

بھو نرنسے منج دلوں تل تل ہلائی
کا ہندیہ ہر لمحہ

(۲۳۷)

مرے چاند کوں چندنی کی نس سہاے
چاندنی رات زیرِ تیغ ہے
کہ جوں نور کو ت سول سوچ پناہے
پہناے
مومن چھند بھرے کوں منالیاؤ ہم
ہمارے
سیا سوں کھلی نہایت بال بن سوں
پیارے کے ساتھ محبت بچن سے
سجن بول تھے پھول جھڑتے ہین جو کے
سے
جکوئی اُس دونر گس کے سرست ہیں
جو کوئی
توں سوچ ہے چند تالیے تھے بہاؤ ۱۰۵
تو چاند ہے اپنے سے

نبی صدقے قطبا کے تیں نت فوبلی

اندر راگ نہیہ مطرباں بہت گواہ
کے عشق کے مطربوں کے ہاتھ سے

(۲۳۸)

گوری سر پناہی بہو چند سوں انواری
بہت عشوہ سے خود کو
تو سائیں کے سون میں ہوئی ہونواری پیاری
اے

سہنتا ہے رنگ بر اُس یمن یا ایں اُس
 یا قوت دوا دھڑی کال پھل نظر میں
 خواب کا من کججاوے پیاری کا دل بھولاو
 رخسار گل کلالی دو پھول ہسین ہلالی
 شیشے رکھے بھرا کر نقلاں پچے بنا کر
 پھل گپے یا چرن اُس یا زلف یا سکا
 پھول جیسے قدم آتے قمر میں کیوں لکھ سکے تیار
 رات میں پھول کھٹکے
 مد رنگ نہیں پلاؤ جس نا اچھے خمار
 بہو رنگ سوں بن کہ بالی مدبرم کو سنواری
 بہت
 ناپیوے اپ پیا کر پی مہے ست ناری
 پیائے ست ہے

صدقہ نبی قطب شہ تج سوں ملی یا بالی

جس حسن کا ہے جگ میں جو کھنڈ شور بھاری
 چاروں طرف

(۲۳۹)

ہمارا سخن خوش نظر باز ہے
 گلے باتہ دے کھیلے نار یا سوں کھیل
 ۱۷۰ جوں کھیلے بیوا و سرافراز ہے
 جس کے ساتھ پیادہ
 تو اُس دل میں سب عشق کا راہ ہے
 کہ یا قوت رنگ اُن تھے وراہ ہے
 اُدھر رنگ بھرے شہتے مانا من
 ہونٹ رنگین زیب تیر موتوں کھیل

سکیاں سائیں چھندوں نپو او آپل
تمن جن کے تیں سوا و ناز ہے
ستوارے ہیں مجلس پیار و پل
مدن مطرب اس میں خوش آواز ہے
ستوارنریا ہے من موہنیا اپنے تیں
پیا کوں اینو سوں ترک تاز ہے
سنوارا اپنے لئے
ان سے

نئی صدقے قطبا پہ آسند دا
عیش کا دواڑہ

علی کی میا تھے سدا باز ہے

محبت سے

(۲۴۰)

سجن کے تین بھانے مستی کے ڈھالے
اس اوپر سہ نقش چھند بند چالے
پیارے سوں ملنے کا پھانسا پڑا ہے
سکیاں من ہو ہیں اوسے تھو اتوالے
لٹک چالوں جب چلے سرقدر سوں
ادھپ دیکھ کر سروا پنا سنبھالے
پیرم رنگ ریلے کوں گر سور بھا کر
لگا دوں گی چھاتی پاؤ ونگی پالے
چکا ونگی اس حسن ماتی نین کوں
پرت بین سوں سائیں کا من بھالے
حسن کی دیوانی آنکھ کو

سہیں دوادھر رنگ بھرا چھی پو کے
دیس دو نو او کال جس پھول ڈالے
زیب دیں ہونٹ
نہی صدقے قطبا کہ اس باں سہتے

پریم مد کی مجلس میں دے دیتے بالے
محبت کی شراب
کم عمر

(۲۴۱)

پیا کے نین میں بہوت چھند ہے
او دو زلف میں جیو کا آند ہے
بہت عشوہ
کس خوش بچن میں لذت ہے

موہن کے او دو کال تشبہ میں
سورج ایک دو جاسو جو چند ہے
دوسرا چاند
نہن مرگ ہو زلف اس بچند ہے

او کسوت تھے جیو باں مکے سدا
توا او باں ناریاں کا دل بند ہے
اسکی سے زندگی کی خوشبو
دو خوشبو

پیا کوں بلا لیاے ہو اب مندر
دو تن میں اس تھے ہن دند ہے
اپنے مکان میں
نہی صدقے قطبا کوں اپنے ج لی

تو چوندھر خوشیاں ہو ر آند ہے
چاروں طرف سے اور

(۲۲۲)

میں اپ ہوووں آج نہیں جاگی ساری ۱۰۰۰ پلک پر پلک شوق سیتی نہ ماری
 اپنے پیاتھے مانگے رات
 پس ابن کے ناں منجے ایک تل خوش
 کے بغیر گئے نہ مجھے لہو
 اوکھ سم چندا نہیں ہے جھلکا چھب میں
 اس چہرے کے بل چاند نہیں ہے
 پیارے کے کندھ لاگ آند سوں رہنا
 گلے لگ کر عیش سے
 نہ رہ سکوں ایک چھین پیاتھے جدب
 نہ رہ سکوں
 پرت کا ترا با و آہس کوں لگیا ہے
 محبت ہوا کو لگا
 جیسا اس کا تاج سوں بندایا ہجاری
 دل تجھ سے بندھایا

نبی صدقے قطبا سوں مل کر رہوں گی
 کے ساتھ

اوش کے چرن سیتے ناں موسوں نیاری
 وہ قدم سے نہ ہو سکوں جدا

(۲۲۳)

پیاری کے نیناں میں جیسے کٹارے
 نہ سم اس کے انگے کوئی ہیں دھارے
 برابر آگے

اثر تج محبت کا جس کوں چڑے گا
تیرے لعل بن اسکوں کوئی نا املے
دو لوچن ہیں تیرے سنگ چور راو
اونوسوں لیری نکر سب ہی ہاے
سہماتا ہے تجکوں گماں ہو غرو
ان سے کہ ماتے اہیں تج حسن کے پیارے
سکیاں ہیں ہوتوں مرگ نبی چھلی
سجن تو نہیں ہوڈی تج تھکناے
عجبت چنلائی ہے تیری بین میں
آہو چشم
کہ کھنجن من ایک تلکین نٹھاے
کی طرح لہ نہ نہرے

نیا صدقے قطبا سوں پیو جم جم
کے ساتھ

و وچند مکھ کہ جس مکھ تھی جونی سنگاے
وہ چاند جیسے چہر والی کے چہرے روشنی کو آراش ہے

(۲۳۴)

نہیں ہیں دیو پیاری کے جیسے مولے
بھنواں کی تراز وسوں بھوچھند تولے
گندن کی ہے تیلی جیون کی ہے موت
تو سہستی ہے امرت پنچن اس امولے
چمن پھول سب باغ خوشبو کا پائے
سگھر مند دی جب اپس کیس کھولے
اپنے بال

دن جوت میریاں تھے آ لے دیے تب
دانتوں کی چمک سے اعلیٰ چمکے
سکی جب ادھر لال تھے موتی رو لے
ہونٹ سے
نین کوں کیاں ہیں دو کھنجن پیالے
نین کوئی کیاں چلبلائے سپنولے
نظر جوت پایا ہے اس مکھ صفا تھے
پہرہ کی سے
کھولے دل کو اڑان جو پیو بات بولے
دروازے سے

نبی صدقے قطبا کی دشتی پریم تھے
نظر محبت سے ۱۸۰۰
سکی مکھ تھے جوتی اہیں نور سولے
سے چمکتی ہے
(۲۳۵)

ہمیں ہوں یاری کو لائے پیار
ہم سے اسطرح
کہ یک تل ہم سوں مل سکوں بسا
لہ سے ملکر بھول گئے
کہ اپ جوتاں تھے کنٹھ مالاں سنوار
اپنی جھلکوں سے
کہ اں باسوں ہوئے سرت سار
خوشبوؤں سے
کچل نینی تھے مستی سہاوی
تھے
سورنگ تنبول تھے ہونٹان نیا توں
خوش رنگ تیرے
کہ قدر بہتیں چھل پھلکری نگار
ہاتھ سے بھول کی

ترے مکھ تھے ویسے ایسا اوجالا
او جھلکاراں کوں کیکھ چند سورہاں
چہرہ سے چمکے

نبی صدقہ قطب سائیں ملکر

کرے خوشیاں اُسی تھے ٹاک ٹھاک
اسی وجہ سے فراند ہڑے

(۲۴۶)

دو تن رہن سیتے برائی دیکھاتی
جکھ دھرتی اپ من میں بھاتی

کُند کوں سنے ناد کا ہے بناتی
چو کچھ اپنے دل باہر ڈالتی
سونے کی طع کیوں

چھتر بات ناہو سنے تانبے کے کالا
رہن سیتے

بُرے کوں شکسے سو کوئی خوب کرنے
کھتیل اپنا زر گر کوں کاہے کھاتی
کھتیل کیوں

دیکھانا فلک اُنکے تیں جو رہیں
پلک پر پلک مار لگ ہاتی ہاتی

گنوائی ہے دو تنی جنم سب برائی
بھری ہیں سکیا دشمنائی سوچ جاتی

جو کوئی دھیا ہو رگیا میں دل رکھے
خدا تھے سدا اُنکوں خوبی سہاتی

نبی صدقہ قطب کی دو تنی کا مکھ ہر

سدا نیلا پسلا کہ او ہے گھاتی
بندوات

(۲۴۷)

مرا من گزند ہے منجے کی کساتے
بنی کم سنائی ہے تس آزماتے
محبّت منے میں ہوں جوں پاک سنا
کہ سنگار سکیاں کے منجے تھے سہاتے
برہ موس میں دوتی کوں باک کالو
کہ گن اسکے پیو پیاری کے تیں سناتے
دو کھاکے ہتھوڑیاں ستے خوش سنواری
کہ دوتی کے چھند بند نہیں پیو کوں بھاتے
جہاں لک ہو من موہنیاں کی سنگا
پیالہ کھ کھن جوت تھے رنگ پاتے

برے سنے کے منے دوتی کوں جالو ۱۸۲۰
برہ آگ میں کرتی ہے اپنی بھاتے
سوئے مانند غیر کو جلاؤ
فراق کی

نئی صدقے دوتی کے بہت لیا تو قطب
غیر ہاتھ سے
پیاری سوں ملکر ہوے راتی ماتے
سے رات کو

(۲۴۸)

آج کل نہیں تھا ازل تھے عشق کا مکتب منجے
تو ابد لک یوں پھیباء عشق کا مذہب منجے
سے نہیں بلکہ سے
تک اس طرح منجے

عاشقی کے علم کا دیکھ عشق سب عشاق مل

تو ہوا عالم میں پھر عالم میں نہیوں کر مل

اگرچہ رکتیاں کے تختی عشق یک بحث سو

نہیہ کی نگری میں چر دل تخت چور جا کر کیا

عشق بیجا پیچ لے کر مار پیچاں پیچ لاکھ

مشتوقی استاد کن بدلے روز و شب منجے

علم سارے میں علم ہو کر کتنے جگ تب منجے

تس یہ لکھ مثلے سکھائے چھ بند و ول منجے

لامکاں میں لامکاں بی آج دستا منجے

دھن سوں ملنے میں سکھایا روز و یار منجے

عشق سوں بولیا غزل حضرت نبی صدف قطب

صافی کے اوصاف میں کے صوفی کی شری منجے

(۲۴۹)

پھلے رین یا سارے کھن یا بھونے مکھ لے موگری

یاسلمی تاراں سوں بھرموتی پروے سوگری

سروں ہے ادیا سنوتی بھیل یا سپیان جو ہریاں کے

یا چند نو دکان دیکھ پائے جگ جو ہری سنوگری

بھواں ہے او یا دو نو آن یا مد ہے دام کے

یا چند نوی یا بھونے پر ناسمج لیں جگ جو کری
چاند نیا

یا مکھ ہے او یا چند پیغم یا سو شعلہ نور یا
چہرہ وہ چاند پونہ کا سو بچ کا
یا درین او یا جام جگ یا بھیل سرک کی لوگی
آئینہ پھول

دھن کا دہن ہیریاں کا کھن لب لعل کن دھن

عورت ہیروں کی کان
ستے سینے پر کچے رتن میں ایسی کس کس یو کری
سو نے جیسے سفید سپستان گئی تھی نہیں کہیں

جولے طنبورا ہات میں گانے لگے ہیلیاں سول
ہاتھ کے ساتھ ملکر

کنہ زیل اپنا تن کے جوں گھوڑاں گلے میں کھو کری

حضرت نبی کے صدقے سن باتان قلم شہ مست

کہیا کہ کرتا رات دن ایسی کی سوں بھو کری

(۲۵۰)

میرے صاحب نے لوڑوں تیرے ہاؤ
چاہوں
بغیر از بھی منجے ہو رکچ نہ بھاؤے
اور کچھ
تیری دوری سوا یا کام کرتی
و بولاں منجے تھے بولیا نجاؤے
منجے امید واری وصل کی ہے
جتا دوری سخن کی ہاؤے لاؤے
نجنے
کلی من مہیا بون نا کھیلی منج
دل کی محبت کی ہون کے بغیر کھلے میری
کد ہیں بھی ہمیں اوت دکھیں ہلاوا
۱۸۴۰ ہمیں آس پروی پیامند آؤے
ہماری امید
اے ساتو شمسے اندازوں ناہیں
یہ ساتوں خوشی سے
نبی صدقے قطبیا میں گے یونہی
کہ تن من محبت کی سول کھلاؤے
شراب سے

(۲۵۱)

پیامین پچھانی کہو کن سوانی
پہچانی کس سے سنی
رکھی ہے تمہاری سوکھ پر نشانی
تمہاری چہرہ

گلابی بن راتی ماتی بین بھاری ^{آنکھ}
 تن مکھ تھے میں جھینس کا بچھانی ^{ہتھما سے چہرہ سے}
 لٹاں مکھ کی کوتاں اور توں سہاؤ ^{زلفیں چہرہ جھٹکوں}
 کہ چند یہ سنیل سہانا کہ جانی ^{چاند سنبل}
 پیاری کوں لیاؤ و سکیاں تم مناکر ^{لاؤ}
 کہ منج پر رین آج بھاری بہانی ^{چھ رات}
 سجن کے سجن تھے جھڑیں موتی گنگ ^{سے}
 سچی باتاں سائیں کئے ہیں میں سو ^{ہم سے}
 او باتاں سوں منج کو کئے ہیں سانی ^{ان باتوں سے مجھے}

نبی صدقے قطبا سوں سجنی ملی ہر

کہو عاشقان دھڑائے نگلی کہانی
 عاشقوں سے یہ رنگین

(۲۵۲)

جیسا دیوانہ گناہ ہے تیری کھتیا بی ۱۸۵۰ عاشق جنے چاکے سو بوجے اسکی مٹھائی
 مستوق وہ ہی جن جو بوجھے عاشقان کا قدر ^{پہچانے}
 عاشق کوں سدا اصل سوں اچھنا نہیر نہت ^{رہنا}
 عاشق بھی وہی آکے کچے پیہم دھڑائی ^{بوجھے}
 پیرت کی مٹھائی سودو نو میا نے رٹھائی

نہیں بوجہ تھی دوتی کچ پیسہ کے کا
 نہیں پہچانتا رقیب کچ محبت
 پیرم کالذت دوتی کوں میں پی چکائی
 سائیں کوں بلانے ہسلی میں سو پٹھائی
 اول تھے بوجی میں پیسا پھر پخت کر
 میں پیو اپن ہاں تھو گروں کوں گنوائی

صدقہ نئی کے قطب پیاری کیے نہیں
 پیا کو اپنے

پیاری بہو چھنداں سوں پیسا آپ بھائی
 بہت عشوہ و ناز سے پیا کو خود

(۲۵۳)

جگ موہنی و و اتم سوناری
 امرت بچنی میٹھی زبانوں
 شہ پیہم سستی جھگڑاتی ہر بھاری
 و و چھند بند بھری ہر پیار بھاتی
 گریوں کرتی ہے چھند چھالے
 ہے مرگ نین کی بند گونی
 شہ پیہم کی پنت میں و و ساری
 نیناں سوں کرے کٹ نداری
 غزال چشم

دو تون نکھا ہوشیار بازی پیاری و پیامیں ہے سوناری
رتیب

سندے بنی ہے قطب کے مانی

سکیاں میں ہوں ہوشہ کی پیاری

(۲۵۴)

مری پیاری ہسہاتی ہے تجھے اپ حسن بیانی
زیبیتی تجھے اپنے

بہت روپ نٹ ناریاں میں یا اللہ تج شہای
تجھے

سرو قد ناری جب آوے لٹک مکھ نور جو توں کو

دیکھت سوچ میں شکوں کلی چند مکھ مکھ جہانی
کی چمک ہے
چاند رخ

اپن قد سرو دکھلا کر کئے شرمندہ سراں کو

توں اپنی چال دکھلا کر ہنساں کے جلال لسانی
اپنا

بہو گنونت ناریاں میں ہے گنونت ناری توں
بھلاوی

پیاری ابھی بچنا سوں سوار اپ سچ میری آئی
بازوں سے خود

قطب پیارے کوں چھاتی لگیا چھاتی محبت سوں
جوسا اُس کی دل کا دکھ یک تل مانہ گنوئی
لمحہ میں

(۲۵۵)

پیاریاں اے کہو منج دھراول تہ مندرائیاں کی
پہلے چھوڑ کر آتی ہیں کیوں
جو آرنجانی جا بویاں سوں پھر منج چوک لائیاں کی
مجھے ذرا لاتی ہیں کیوں

اول تھے اپنے اُدھراں کوں دس سوں دوستی لائے
سے ہونٹوں کو دات سے

۱۸۷۰

نشانیاں نہہ کی لالی سوپاناں کی چھپائیاں کی
عشق کیوں

پنچل خوے بند کے موتیاں نکھان چاند کے ہاراج
صاف سونے کے بوند ڈالکر ناخنوں (چاند جیسے) چھوڑ کر
پرو کر پیو نہائی نو خوشی سوں گل میں باتیاں کی
ذالتی ہیں کیوں سے گلے

سکیاں کی نین عیسیٰ کا اثر دھرتیاں کھیا میں تو
چشم میحا دھرتی ہیں کہا

پھر ادے نین جیو اس کا کرشیاں سوں چراتیاں کی
آنکھ دل کرشموں سے چراتی ہیں کیوں

عجب بے رحم معشوقاں ہے یا راں اس زمانے کے

جو عاشق کچے کیے سن کچے آپ بچن اس کی پھرتیاں کی

کچھ کہتا ہے تو خود کچھ اور منکربات الکی کیوں پلٹ دیتی ہیں

جو اعراضی ہو عاشق کہ سن یہ مائے معشوقاں

دیئے تو اس کا وصل اس اگر نہیں تو بلاتیاں کی

نہیں

نبی کے صدقے خوش قطب اسکیاں کو عشق کی یا

اگر ایسی نہ دیتا تو اونوں بگ پڑ میناتیاں کی

وہ تیرے پاؤں پڑ کر

(۲۵۶)

سکیاں او بھی ہوں میں سن خوش خبر پیو مند آنے کی

پیائے سگائیں

سجائو سپنے میں مل میں کئے چالے سو جانے کی

کیوں

چالیں

خواب

جو دن دل میں جتا تھا منج و تا اس رین کہتی ہیں

جتنا تھا مجھے اتنا رات کرتی

مگر پیاری ٹھکانے میں مجھے آتی دور آنے کی

صبا کتنا اشارت منج پیسا ماتی ہو آتی کر
بیاریاں کیا کروں اب میں مرے شوے پھانے کی

سو اپنے میں پیسا مست ہو نہتے آگل لالہ

کہے کیوں پیاری کر بو جھتی سو منج جو کون بجانے کی
میرے دل

۱۸۹۰

کہ صبر بھوں سوں، نہیں بوس کہ کہ صبر لبوں نہیں بوس کہ
کبھی سے آنکھ سے کبھی کبھی سے آنکھ سے کبھی
بشارت دیتی ہیں چھند بندوں مایا من کا بانے کی
دل ڈالنے

سج تھے جاب کچ دی نہیں پیاسوں سکتی ہو ہاں
سجھ سے جواب کچھ نہیں
کہے اتنا کی یو سچ یا پیسا تم کرتے بھانے کی
اتنا بہانے کیوں

نئی صدقے کی قطبا کوں..... کنائی سوں

کیسی ایسے زمانہ میں بہت بات ہو گئے کی

(۲۵۷)

نہیں تھج کھنیر تو منتر بھر کے سٹاتی کی
 آنکھ تیری
 وے سو کے لکرنے بجلیاں کے ان بہت کھا باقی کی
 خط منتر
 انکے ذریعہ

نکھنڈا نس گنٹھ جوڑی کون جو کھوں یک سو زمانوں
 رات

خزینے جو دلا محزن ہے گھر تھے چراتی کی
 دل کے سے کیوں

نہیں عشا ق کھوجی ہو کہ پا کر کھوج یو کھیں
 آنکھیں

جو پتلیاں نہیں چراتیاں تو نین پر ماگ جاتی کی
 آنکھیں

ادک ہا کاں کھکاٹی ہو زلف سنگ لے بچاؤ تل
 اور

بجتر پگ بینجن گھنگر و کیتاں کشتاں پھرتی کی

نہیں عشویاں کے شہراں میں کرشمے تیرے کنواں
 قدم

دے بتیاں ناز کے غمزیاں کون مو نوبت کراتی کی

یتا دھیا کی کیا پیاری جوانکھج آنکھ کھولے لک
 اتنا
 جوان بے کنت لینے کوں نہیں تج عسارتی کی

اگر تج مد جوانی کا نہیں توں مست کہیتا تو
 تیری شراب
 قوطب کوں بیاں لک لک مناکر بیج لاتی کی

(۲۵۸)

سُوج مکھ پھول پر پھلے ہیں عنبر پھول کنتل کے
 ۱۸۹۰
 نپائے یو عجب پھولاں مشکیں کس اچیل کے

گھنکرو الیاں جھب لکاں جھب نین پر فتنے کرتیاں لک
 سو جو نیکے مت ہر نیاں گل زنجیر پاپائے ہیں کے

چکوراں ہو راوینس سو رنگ سرخانی پھل نہکت
 اور خوش رنگ
 چندر مکھ لب شکر تے سو خوبی ندوانی چیل کے

جو نرمل موتیاں چولیوں جو بن دیکھ پوچھا ہیں
سو کے چھند سوں چھپا لیکر آئے دن آج آپل کے

پدک من بین چھند بند سوں پھرے دھن جواں ہوا حیرا
مگر لیا ہے پکڑ سوچ کوں موتیاں ہار تاج گل کے
موتیوں کے ہار تیرے گلے میں

ترے جوں بام آجل میں جسے رومادلی یوں اس
تیرے جس طرح پھلی پانی نظر آئے
نجانے نے رکھے لہراں سوں کندن زیر نزل کے

چھیلی سن غزل قطب کی خوش ہوا بچن کن میں
کہو گئی ایک گرلو سے دو سے ہے اچھل نچل کے

(۲۵۹)

نچھل کندن ترے لب کا سن ستل کسوٹی ہے
صاف

کہ یا او اہرن کے ہت سیلماں کی انگوٹی ہے
انگوٹھی ہاتھ میں

اُتم رنگ سیس کچھ میں یوں ہے جوں شاہِ سیسا کے
نظر آئے شل

بہن س کا سنبل رنگ بھوکا رنگ چوٹی ہے

زربینا سر تھے یک سنکوں ناداں ہو دندراں کر
سرے پاؤں تک پہننے کے لئے

ملک زر کر کے ہت کھڑے سو نو چند کی تھوڑی ہے
ہاتھ سے نئے چاند تھوڑی

جے توں ہت یک نکھاں بندی زمر رنگ رنگی کو
بانہ سے پاؤں کے ناخن بندی خوش رنگی سے

۱۹۰۰

ہر یک کچھ رنگ ہیریاں پر عمل رنگ برہوٹی ہے
ناخن

گلابی تا قنابند پین چولی عمل رنگ سیس ہیں
پہن کر

جوبن بالا چھپا کے منج ہر یک ہیرگی کوٹی ہے

سن لے بالی این بالے کے سینے پر توں ہو بالا

نہ سن میری دو تن تھے کہ دو تن بھوت کھوٹی ہے
رقیب سے کچھ رقیب بہت

چنچل نادان ہو دانا نہ کر نادان کے چالے

توسن قطیا سولٹیں تیں پھولاں سوتخت اوٹی ہے
ملنے سے لئے

(۲۶۰)

چھبیلی کیس کھب کھب دیکھ مرے نیناں خیالاں کے
 کہیں کجی سخیل مویاں کے ہندو بیام ڈھالاں کے

کھباں سوں کج سخیل ہے کر، نین بیالے ہو دوڑے ہو
 سوجل سم رنگ سراہاں ہی جوانی دھو چھلاں کے
 پانی کی طرح کا سرب

چھٹ آچھٹ گھنگھڑیاں نیناں چلیبتیاں
 چھوٹ کر سے گھوگر دالی زینیں آنکھوں چیلانی میں
 سوجوں دیں نیر کوں لہراں کنور زورپ چالاں

مری نیناں کی تیلیاں کے نین تیلیاں میں سامی سو
 اہیں اوصاف جل درین نین میں عکس خالاں کے
 آئینہ چشم

جو موئی ڈھال سر دن کے بچاؤ پھول گالاں پر
 تو زلفاں کے سوطقیاں کوں نونے کر لے بالاں کے

کرن ٹھل چاند چو پھرتاے موتی سونبل تارے
کرن پھل دکان کار پورے
جو چاند آسمانی رنگ چیزیاں گوندن برن دالاں کے

اچنبہ بھید دکھلائی سندرینج آج آپ کن پر
اپنے کان

نارے سنبلا ہو رچاند او جھل اینی بالاں کے

۱۹۱۰

سوتوں کچھ سو راجے پر رومالاں زلف مشکیں کے
اوڑتا ہو محلہ آراپ دیکھ چھندا کس رومالاں کے

جو بن جیسے کل او پر بھونز بھٹیں ^{سر بستیاں} اہیں یا دو
پہنے بیٹھے ہیں کنڈل کر جو دیکھیا راس مالاں کے

بھرے مے لعل پیالے لعل میں اب لعل سون بنے
سورس بند لعل مے تھے ہوئیں دکھ رنگ لالے لالاں کے
اپنے ہنٹے سے

اچنبہ بھید تشبیہاں نویاں قطبہا تھے سن کر سب
لگے کرتے صفت میری چین میں پھول ڈالاں کے

(۲۶۱)

بیاری پیاری سوں پیار کئے سو لباس تھے لب آپ عیار کئے
 نقش ادھر دے سوں کر چھندوں (لباں تھے)
 ہونٹ پر دانت سے کر چھند تیا چوم چوم کال اُرنکار کئے
 نہ کہ سوں تصویر کرے جو بن پر بھر آنے لے کر خنڈ پر نقش
 ناخن ہے کنجکی بھار بھار تار کئے
 لیکھ کچ ہات کے رام میں پے لے کہے کچ دیکھت انار کئے
 خوش ہوئے نو اکھ نوربتاں سوں سر تھے پاک لک سے نونگار کئے
 کپڑا کر مرے پائیک
 کتنے مال لاں پدک جمیلیاں لیا ۱۹۲۰ کئے یو چھند سور کے تار کئے
 حلال لا کر

سوئی صدقے قطب دھن گل با
 گلے میں ڈال کر
 رات دن اس گلے کا ہار کئے

(۲۶۲)

آئی ناری سکن چھند پشانی ہندو لے چت میں لالین کوں پنگا

پریم کے ناؤ سوں گھنگرو بجانے

بچن امت کرنگ نیتی سوودم

سندر مدگل سدھا کرید جوآنے

سوناری پدنی ات چنچلی ہے

سرگ آچھر موئی ہے اُس دیوانے
جنت کی پری

فرشتہ دیکھ کر سد بھول جاؤ
پھر

مرگ ننی مرگ تن میں ریجھانے
غزل چشم

پنکھی دیکھت سوکھ پڑا ہوئے
پڑند

چمک چمکاوے جگ من بھلانی
عالم کا دل

سکی سندر نہیں اُس سم جگت میں
اُس کے مقابل

اس غزل کے بعد دیوان میں سے کئی اوراق غائب ہیں جسکی وجہ سے یہ غزل بھی ناکمل رہ گئی ہے (مترن)

(۲۶۳)

او ترک مست دیکھو کہ بید او کرتا ہے

مے پیک موننگات سونا شاو کرتا ہے

لیتا ہے ہات جام مجھے یاد کرتا ہے
ہات میں مجھے

راکھیا دواں امید کہ جانیہا ہوں ازما
رکھا

گلگشت سوتیان پریرا کرتا ہے

عاشق تو جیوتے یک تل اُس کے دواؤ
۱۹۰۳ جی سے قدم گئے نیچے

کب کان میں نصیحت اُتاکرتا ہے

شوخی کہ سر منے ہو س ترک لے و
میں اور شراب

او بزم جگ ترانہ کا بنیا د کرتا ہے

داغی موجو سوختہ کون تازہ بھی ہوا
پھر بے دل

آگِ فراق زور کرے جیسی نمن
 آجھوں ووداع کہنہ سوا یاد کرتا ہے
 سب دھڑکتے توں قطبِ عاشق تھیں ^{بجلی کی طرح} ^{اننگ} ^{شکر}
 اے حال تیرا طورِ نوسر یاد کرتا ہے

(۲۶۴)

کب لگ منگنا آچھے منگناؤں جو ناچھے
 لورونوں تو اس باں لگاؤں ناچھے
 میرے تے میا نے بہوی کی کاغذیں ^{دور} دور
 دل درو میرا تاب پر اون جو ناچھے
 جس جاگہ چرا کر دیکھیں دل ماہ پرنتاں
 یکجا نہیں پاتے کہ سراون جو ناچھے
 وو..... برہ وول پاکہ رکھیا آچھے تو اچھے
 نزل ہو ہے دشت دیکھیا و ^{صاف بہت} ^{نظر دکھانا} ^{نہیں ہے} جو ناچھے
 یسلی محنوں کے گوتہاں کی کہانیاں
 قصا تیرا نازک ہے ساؤں جو ناچھے
 یک جھلک چھٹک نا جو غم عشق نپایا ۱۹۴۰
 او دل سو کیا ہے صبر سماون جو ناچھے
 دل بد کر او یار آدم لک کا قطب شہ
 یاری کہ تپا ہے نہ سہاون جو ناچھے

(۲۶۵)

بن پھلی جھاڑ خوش ندی سے

بن پیالہ کنار خوش ندی سے

بن نار نار خوش ندی سے
بغیر مشق کے

بن چین یار خوش ندی سے
(ا کے بعد صفحات غائب ہیں)

پھل بن ریخ یار خوش ندی سے
پھول کے بغیر
گشت چین و ہوائے کلیاں

ناجے دنا سرواب سو حالت

مویا سگر بنب و چنیا انگ
میرا شکر (۱۹) جسم

(۲۶۶)

دیوانی گانڈی میں نہیں ہے مٹھائی
گنا نہیں

کہ باس آنند کی جہناں تھے آئی
خوشی

کہ اب تیلیاں کوں شکوں میں دیکھائی
کہ خود اپنی پتلیوں کو بھی رشک سے نہیں

کہ جو کے مدکارنگ سے اُن تھے پائی
زندگی شراب

پون نمنے تمن نہیہ پیختہ میں دھائی

ہو کی طرح تمہارے عشق کی راہ

دو تن کے کد پرت کے گن نہ پائی
رقیب کبھی پیجت

سکی نہیہ کے نہالاں پھل کھیلے ہیں
پھول عشق

پیا سورت کھی ہوں یوں میں میں
اس طرح آنکھ

اموال عمل زکیں دو ادھر ہیں
ہوٹا بے بہا

سجن کنٹھ لاؤ پیاری کوں میا سوں

گلے وہ

محبت سے ۱۹۵۰

پرت مجلس کے تیں ہے زیب تم تھے ^{لئے} ^{آنکھوں} تو نیناں کے دیوے تم پیتھ لائی
مجت کی

نبی صدقہ قطب کوں چنڈاں

رنگبیلی موہنی سندر ری بھائی

(۲۶۷)

جک سنگاروں تج کوں سہاے ^{جو کچھ} ^{تجھے} ^{زیب} عشق شیریں سوں تیرا دل لگاے

جو چولی ناز کی توں جینت پینی ^{جُت؟} ^{پہنی} عجب نبس جو لگن تج گن کوں گاے

چندر تج کھٹا انگے کاں دے کا ^{چاند تیرے} ^{چہرے کے مقابل کہاں نظر آئیگا} سو ج بی تیری جوت انگے داے

بجائے ہیں بہت راگاں سوں سازا ^{بھی} ^{روشی کے سامنے} کہ ساجن اپنی پیاریاں کو مناے

پلاتے ہیں مدن پیالے میا سوں ^{مجت سے} سکیاں پیاری کوں تیاں کوں بھاوے

منتر او پر منتر کرتی ہے دوتن ^{اپنے} سجن کے تیں اپس گسوں بھائے

نبی صدقہ قطب جن مدد تھی ^{جک} ^{مانگے} ^{سواواپ} ^{سین} ^{پاؤ} ^{وہ اپنے دل}

(۲۶۸)

تڑے دس کی ہیں ہوں سائیں ماتی ^{دیدار} ۱۹۰ مجھے لاو و پیا چھاتی سوں چھپاتی ^{دیوانی}
 پیارے بات دھڑ سنبھا لو منج کوں ^{ہات بڑا کر}
 پرہم پیا لا پلا و منج کوں دم دم ^{محبت کا}
 نہ را کھوں تچ نین میں را کھوں دل میں ^{راکھوں}
 پیا کے دھیان میں مست ہوں مست ^{پہلوں}
 اگر یک تل پڑے نہ مست پیا سوں
 منجے برہے کے بیناں کی سناتی ^{منجے}
 نین جل سوں سپت سمد رہراتی ^{آنکھ}
 نبی صدقے کہے قطبا کی پیاری

ریحجا دم دم ادھر پیا لا پلاتی ^{ہونٹ کا}

(۲۶۹)

سکی اپ حسن کا منہ رہنائی ^{اپنے}
 عرق اپ کھ تھے پیا لا ملائی ^{اپنے رخ سے}

دکھائی دس اپنا چند بند سول
میا و صر سائیں کس اپ سبج لائی
چند رسوج دین دو گال دھن کے
مجت دکھا کر اپنے
کہ اس تختے پانی مجلس روشنائی
چاند کی طرح چمکیں معشوق
جو نالاں مشتری پکڑے بدست ۱۹۰
انند سوں زہرہ پر مالان ثانی
پریم کی بھید بن میں کو کی کوئل
سونا واں سوں پنکھیر بھجائی
کچا چکوا او چکوی کون نچسائی
سبز رنگ کچکی ناری کون سہتی

ذبیحہ
نبی صدقہ قطب پایا افاری
وہ عورت
کہ سب ناریاں میں اوشہ من کون بھائی
وہ کے دل کو

(۲۷۰)

موہن لال تل تل میں نہہ لاو
کرے توں کلج او مرس کون بھاو
کہہ اے دل سدا منج سو پریم کہانی
کہ تج وصل کا نید منج نہیں آوے
عشق کیا کلیا جین نہ ہوں نہہ بن میں
مجھ سے محبت کی
کہ منج کون پیاسا ہور رنگ دیکھاو
میں میری آنکھ میں
کی مچتا ہ عشق کے
اور مجھ

بیا کا مورت آپ دل میں لکھیا ہوں
کہ مومن میں بن پوہور ناسا و

میرے دل بغیر بیا کے اور کوئی نہ

بہوت چھند لائوں آپ میں
کہ اوچھند بھر باچک مومن نہ لائوں

وہ ذرا مجھ سے بخت

مومن سات کھن کھن کرن نہ لکھو کا
کہ او نہ تمل تمل اندسوں ریحجا و

اس کا عشق

نئی صدقے قطبا و مومن بنی کو

اس

۱۹۸۰

اپس کنٹھ لاکر میاںوں منا و

اپنے گلے لگا بخت سے

(۲۷۱)

بالی سندر آئی ہے گلّال کی ڈالی ہے
بالاں کی ہکاری سہیں جس کھ گلائی ہے

بالوں خوشبو

ڈلتی مون ڈالی من آلی سجن نہہ باو تھے
او چال دیکھ سنس موہیا جھل گھڑ بالی ہے

وہ فریقہ ہو گیا

بھری صراحی عشق کی کیتے او صرا نقال
ساجن رنگیلے سن کی رنگ رس کی متوالی ہے

ہوٹ اپنے

جگمگ ستارے سوہنے ناری کے جو بن بھل اوپر
باعاشقاں کے پھت میں موتیاں کی ہے جالی ہے

زیب پیتے

صدقہ بنی قطب زماں پیاری مل عیشاں کی پچائے مکے لئے

کیوں نا کرے نہہ ملک میں تج عشق تھے والی ہے

عشق کے تیرے

(۲۶۲)

عشق اوتالی سوں پیاتیں بھری	کونلی بالی نہیں اوتالی کھڑی
چت سجن کے عشق لائی شہ پری	ایک تل ناہیرے پیاری باج کہ
دل میں من نپیرے باج اوس یک تل کھڑی	بیو بن تل بیسی لاگی ناری کوں
میں ہوئی یوانی دل تچ پیچھو دھری	ساتی سچ مانو یقین یکیت سوں
تیری راہ میں	

صدقہ حضرت مصطفیٰ کے قطب شاہ

۱۹۹۰

نہیں پایا ہے تچ ایسی چھند بھری
عشق تچ جیسی

(۲۶۳)

بہوت انگ انگ کوتاں کوں سبائی	میں اپتن او پر چو لانیہ کا چڑائی
کہ اپ چو لے میں اس خم شمی تھے نیائی	بندیا ہے سجن خیال یوں سیر میں
کہ میں اپ جنم سب پیاسوں گمائی	برہ کے اوبالاں تھیں بھیر کوں
اپنی زندگی کے ساتھ گزائی	فرات سے نہیں وراول

پراوپیا تھے چڑت زرنکاری سبھی شہ پریاں میں اوک موک پائی

نبی صدقہ قطبا سوں مل اپو تھے
اپنے ہونٹ سے
گلالی سورنگ مداند سوں پلائی
شراب

(۲۷۴)

پیارے پریم ناز سیتی سہاتی پس حسن عاشقان دل بہلاتی
عشق کئے ناز سے
چند زناد ٹیلا پیشانی کوں لا کر سونیس کہیں تھے تارے جگمگ دپاتی
چاند کی طرح
لگن تارے اس جو تھے جھڑ پڑینگے جو یوں لال کوت مکمل بناتی
رات جیسے بال سے

کدن کا طراکان اوپر دہرے کہ یا چند تو اسوج انگے دیکھاتی
نیا
ترے نین آچھے میں رنگ و مدن کا ... تھے چاک مستی میں ہنس کی سہاتی
مے تن تھے سٹاپ رو کر توں کہ میں ہوں ترے وصل کے مد کی تاتی

نبی صدقہ قطبا کوں اپنی میا سوں
دیکھا کر جھیلے چھنداں سوں بھجاتی

(۲۶۵)

چھوڑو بہنے قطبا تم پر تجھے واری
 جکچ حسن تج ہے سو کن کوں نہیں ہے
 کرو منج میا میں ہوں چیری تماری
 دو تن رشک سوں آب سد بد باری
 پیار ہو پر پیاریاں کی رنگ ننگ دیکھت
 سہیلی انشارت کرے نین چھند سوں
 پیاری کے طالع قوی ہیں پیرت میں
 نکر بھانہ پیو مد دیو اپس او صر تھے
 کہ رو منج میا میں ہوں چیری تماری
 تو پیو کی نظر میں ہے توں سب بھی پیاری
 منجے یوں کہ سائیں کوں تل تل بجھاری
 کہ ساجن او پر آپ تن من کوں واری
 کہ اُس مد کی منج کوں لگی ہے خُماری

نبی صدقے قطبا توں اے تبہ پایا

کہ تج دور میں دین کوں ہے استواری

(۲۶۶)

پیارے سنو منج پریم کی کہانی ۲۰۱۰ کہ میں بھید تج حسن کے سب بچھانی
 میری محبت تیر

عشق کے بدوائے کروں یوں سجنوں
کہ نابو جھے تیس دوتی مورکھ ابا نی
سجن کوں ریجھار اکھی میں اپنے من میں
نہ سمجھے اسکو رقیب میری
کیا جب تجھے پو عشق منج من میں ٹھار
سجن ذکر تسبیح کر اپنی مانی
گلے میں سو ہے پیو کوں موتیاں کے ہار
دو تن توں پرت میں اپس کی پیوائی
سکیاں چنچلیاں میں نہیں توں سیانی

نبی صدقے قطبا کی ماتی ہوں میں نت
ہمیشہ
نہیں میرے من میں محبت برانی

(۲۷۷)

سرو قد پتلی ہے ساریاں میں تاری
توں سب چھند بھیریاں تیں لالہ پباری
محبت کی ڈوری سوں باندی ہر اپ دل
تو ما جن پہ ترن کی طبع قال نواری
زلف پیگہ ہیں پیو کے دل کے ہندولے
نین جگ امولے ہیں کھنجن تھے بھاری



بمعین زمانی

حُسن ملک میں ناسمج تاج
نزیب دے تیرے ہوا

دیکھ اس مکھ تجلی سوچ کڑیا لاج
نچل سس بہا تا ہے تاج جو تاج

ان قول پیرا دے کرو تم ساج
تیری چونی کندے ہوئے منشا آج

اوصہ نقل سوں توں دے کر کال ساج
عشق تاراں سوں تم بجا و کمال

دو تن کوں توں نا دیکھ کر مکھ مانج
غیر قطب کے خوشیاں سوں راج

۲۳۰۔ جو بن پیلا دے ست میں پیلا پلا
عرضداشت عاشق کوں مشوق پلا

ہے سپرانوں لکوں کند کی بنی
نبی مصدقے پایا ہے جنت کی حور

عشق تاراں سوں تم بجا و کمال
دو تن کوں توں نا دیکھ کر مکھ مانج

غیر قطب کے خوشیاں سوں راج
حبیب قطب کے خوشیاں سوں راج

عشق پار شاہی کو پہنچ آج
نزیب دے تیرے ہوا

تو چنے ٹھانی شیریں کو نہ آئے
تیرے چوٹنے کی

سچی اس زمانے کی بمعین توں
تو خدمت میں حوراں کھڑاں بات

تیری گھڑتی ہیں
کھنجن تیر جن پہ کرتی بڑائی

جو بن پیلا دے ست میں پیلا پلا
عرضداشت عاشق کوں مشوق پلا

ہے سپرانوں لکوں کند کی بنی
نبی مصدقے پایا ہے جنت کی حور

عشق تاراں سوں تم بجا و کمال
دو تن کوں توں نا دیکھ کر مکھ مانج

غیر قطب کے خوشیاں سوں راج
حبیب قطب کے خوشیاں سوں راج

حام

جھلکار سہی	ناری سے سجے آتالے چالا
چھوٹے اکاں میں پھول ہالا	زیب دے تجھے چپال
ادھراں کے اُپر چڑے سولا لال	سنپولی اُپر بھونگ سٹیا چام
سورج کوں پلا چھند سوئیالا	زنت تھے اوک دین ہوٹاں پر
نس میں جو ہنسے پڑیا اوجالا	سے زیادہ چکیت
انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا	دیکھ چندنی میں چند کھی کوں
	چاندنی
	دن ات ہوا جو کھولے دھن کیں
	عودت نہال
	ناریاں میں جو ناز بھاگ آپکل

نت بیوے علی کے صدقے حاتم

۲۳۸۰

قطبا کے ادھر تھے مے پیالا

(ج)

بہمنی ہندو

نہیں لیکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکا
 دیتے ہیں دام ان کو کوئی کرتے ہیں عنا
 نہیں ہے صوب پانی دینا من دلیت
 نا کو تو ال قاضی ناکس کا ہے حمایت
 ڈوبن ہوئے ہیں اب تو تم ملک و ہدایت
 اب ناز و شنی با تا منجھوں ہو نرایت
 تہج حسن کے چھجی کا کوئی نہ بوجھ ہدایت

اس بہمنی ہندو کا کس دھڑ کروں شکا
 بے دام اس کا خدمت کرنا ہوا پتے دل پو
 آساں اُساں ساتھ یونٹیاں سوکھے ہیں ج
 امید کہ آہوں سے
 اس شہر کی سورتیاں کن نا دیکھا نہ سوتا
 کوئی دیکھتا نہ
 غمزدے کے سمند میاں تیر اترت ہوئے کہ
 آہاں اُساں دل کا راہ خیال بانڈھیا
 توانت میں جیو کا دوری کہ مھیں پڑے

یک جہن اگر نہ دیکھو تہج یاد کا جو سہلا
تہج باج گناہ کون کس کل ہے بنات
نہیں کے لال تھے دل کڑیا ہی نہیں
سب چھانوں عشق کا تہج توں اپنی آہ
تم یاد تھے ہوا ہے مومور نمنے موتن ۱۲۹۰ ابنا کریں تو ہم پر پور کر کے یہ تہج
تھاری سے

کوئی ناسکے معافی اپ کی پرت بیاں کر

پڑتا ہے اپنے دل میں سب علی روا

(ق۔ ج)



۴

ہندی چھوری

سکر سندر سہیلی گن بھری ہے

وہندی چھوری بہو چہند شہ پری ہے
وہ لڑکی بہت

وہن میں توں سورنگی جوں پری ہے
اتوں خوش رنگ

کہ توں بالوں میں سب غنبر بھری ہے
بالوں

اوشانی تھے سدائج سروری ہے
اس کی وجہ سے تجھے

ادواں گاؤں سوزہرہ شتری ہے
وہاں؟

زنگیلی سائیں تھے تورنگ بھری ہے
کی وجہ سے

لٹکنا بجلی نمنے اس سہاوی
کاطے اس کو زیب دے

چندر مکھ موہنیاں جب ناچتیاں ہے
چاند جیسی صورت والی

سبھی حوراں نہ آسیں آج تہج سسم
تیرے مقابل

اُتھائے ترے مکھ تھے جے شانی
پیتا ہوتا ہے جو جوانی

گلگن منڈپ ستاریاں سوں سنوارے
آسمان

بنی صدقہ ریجھائے قطب شہ کوں

تو سکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے

(ج)

اس لیے

۵ پدمنی

— (ۛ) —

تج ناک ہوئی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں

یا خضر کے چشمے میں تر تا بڑا شباب سوں

وہ بڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھایا
اس

جیوں چاند کی جوتی میں مشکیں گلنگ دابوں

۲۴۰۰

تجھ میں کی راوت چڑھائی بھنوں کما نروس کر

سب ماتحتاں میں منجہ پر اکھچاپ نابوں

جب ناک میں مکر اسہاگن میں آئی جلوہ میں

وہ قفل دے منجہ گیان پر سک کرے شتابوں

(۲۸۷)

جو دیکھی رُمل میں پیو کوں سو پیو کا چہت بہاری ہے
کپڑ پھل گند دے جو کوں سو مالن دند ساری ہے

چھپے چند سُورُ اجیالا نہ چھپے نور پیو گا لا

دو تن کے من حمد بھالا کہ شرح مسات باری ہے

میرے ساتھ

بچھڑتے لاکھ دشواری بچھڑ شرح مرن کاری

ولے پیو یاد کی یاری ہن جیتوں ادھاری ہے

دو تن لے گر بُرائی توں پیر دکھ بھوں پڑائی توں

بہت ڈاواں میں نائی توں ولے یہ ڈاوا کاری ہے

اماں کی دُعا و ردے دُعا کا کوٹ چو گردے

معانی قطب تج بردے علی کا حصار ہے

(۲۸۸)

گرو گھڑیں گرہ کیاں کئے اوترنے دوداں سو بھرائی

چاند سو بج کے پیالے اپنے گھڑیں پھرائی

عشق کے سود راو پر لے کھڑی ہست میں یر جب

بیڑی بیڑی میں دکھاتی ^{باتھ} آب ہونٹاں کی چورائی

صدر او پر آ جھکتی ہو ر ٹھکتی ہے کھڑی ہو

نین کشید کے تاراں ^{اور} سوں مرے دل کوں برائی

ہے بھنی سب میں ولے دستی بڑیاں سب بڑی او

انچل او جھل میں دکھاتی ہے پریاں کی سب بڑائی

پریاں اوڑنے کی ولے پرنا ہلے اوڑنے کے تائیں

دیکھ لے شکوں پرت تانتاں ہوں سیتی چورائی

سب سکیاں تانتاں جھلاں سیتی چڑھایا ہین دکھم
 آب پیاراں سیتی مے بھر مجلس اپنے میں پلائی
 قطب سیتی جھگڑتیاں نا جھگڑ سک اس کی ہوں
 اُس کے سیں اوپر لکھے ہیں دن ازل تھے خوش ٹرائی

(۲۸۹)

میں متوالا توں متوالی متوالی کھلائی
 نین بھانیاں سیتیں ابنین ہند لاجھلائی
 تری لچھن بری لچھن کہ نا کر منج سیتیں با
 ہٹوں سیتیں ہٹوں سیتیں پیالا منج پلائی
 دو چندنی چند نے مکھ پر چند کا ٹیلا لائی
 فوے غمزے فوے چھند سو میری رو رو لکھائی
 لگے ناچاک تیوں اکھے ہ اپنے کان پر طرا
 سپند کے پاتراں کوں تہ تہ تھے سیتی بجائی
 چیچل ناواں کھاتی ہ ہر یک یک اپنے دل میں
 چوہیا چومنے کی ٹوہیا سیتیں منج تہ چھائی
 پیارے کال میں تیرے مٹھے نا با تھے اکلے
 کہ چھاتی سیتیں چھاتی لاپسوں منج ملائی

گر و گروے ہیلیا کی سوچرائی منے نہ دن
محمد قطب شے کوں دے ہر اپ نیناں کی دوا

ق

(۲۹۰)

پرت پیاری پیرت خہترستیں ملی ۲۱۰۰ مکرے کے پھول نمنے دل باغ کی کلی
کونلی کلی میں جھمکی جھمکا رچونپوں
تج لال ادھر کے پھل پر بٹھا بھوڑی
طرا رکھے ہر پر سر تھے نشان کا
صاحبقران سکایاں دتی ہے چنچلی
گر جیا ملہا رہا جھینا اوڑی سکی
اس انگ سو ر جوتی جھینے میں جھلملی
ناسک کے پھل یہ پھل پڑی مہ بند جیوں
ٹیلاجیوں پر پھوٹی جوڑے ہے سانولی
بوسا ہلا دے ستی چنیا ہوں میں سے

اجھنوں نہیں سمجھتی زن پن کی جاہلی

صدقے نبی تو ملی ناری سوس عش کر

قطب زماں محمد من بجوں آملی

ق

(۲۹۱)

نوی پیاری نوی نہ میں نوے چھند سوں پلائی ہے
جو بن چھبیاں اوپر سلیم بھنورستی سوں اکھی ہے

کہوں اس قدر کہ یا صورت کہ یا اس چونپ میٹھائی
گلائی گال تھے چوتی عرق کی بند پے در پے

کرمی کسوت نوی چند فی سوماوے اوپر جھینے کا
جے کچ منگے خدا تجکوں دیا ہے توں دعا کر لے

جھکتا رات کوں جگنا پیاری رات من جھکے
پشانی پر رکھے جگنی کا ٹیلا کہ نہ دیکھیا کے

۲۱۱-

کرے جے دامن سوں عشق او بے عشق بازاں میں
اگر میں باورا ہوؤں تو کیا اس بہت میں ماروے

کہتے ہیں شاہ کو سلطان ملے ہر ان مدن سلطان
 کہتے دھاتاں بجاؤں کہ نہ چھپے کن بجایانے
 جدھاں دیکھیا پیاری مکھ مصحف میں مبارک فال
 تدھاں تھے قطبہ جینیہ شہر طاسوں ملک سے

(۲۹۲)

مگت راگاں پیاری اب رگے رگ راگ گاتی ہے
 نگہاری راگ گاتی مکھ لہاراں سول سہاتی ہے

صباحی راگ گاکر منج صبا کے تخت بملادو
 دھنا سریکا کہہ دھن منجکوں رنگ پیالا پلاتی ہے
 خوش رنگ

مرے رنگ مل بجاتی سنگھ گاتی سنگھ ابھڑنا
 سری راگاں جو گاتی استری تو منجکوں بھاتی ہے

الاپے گڑا گڑا رکساں ہوں کچڑائی ہے
 عشق کی آگ میں ابرو کماں کوشی سکتی ہے
 کہ گوری راگ جو کاوے تو گوریاں کا ملک جیتوں
 سوزانگ نینی سب نگ میں سوزن کاں سہاتی ہے
 سبھی راگاں کے گل پھل بار بایا ہے سولہ ہارا
 جو کاوے رام گیری رام کر راواں جھاتی ہے
 میٹھے راگاں محمد قطب نے کون جم سہاتے ہیں
 نبی دولت غزل میرا شکر نمنے چکھاتی ہے

۲۱۲۰

(۲۹۳)

ہمن پیاری پری صورت گری تھے
 اپس ہاراں میں تیاں عشق گوندے
 پریاں حیران اس صورت گری تھے
 حایل چوسرہ جحبہم گری تھے

بخت اُس کے کہ پیاری سو پیوے مد
 صراحی کر بھنواں میں مد بھری تھے
 ہمن ہو اُس میں ہیں پن کے بھید
 ہیلیاں بھید پایاں بلگری تھے
 خماری باں تجھ فوتاں تھے ہمکی
 چمک مینا منے خوش دلبری تھے
 لہجے مینا کی قفل سیتی بلبل
 پریاں حوراں لہجیں ہم شہ پری تھے

خدا پیاری دیا ہے قطب شہ کوں
 دعا ہو ر بندگی ہو ر چا کری تھے

(۲۹۴)

میری بہیری بھیریاں میاں ہے سو بہیری
 لٹکتی ہے تاج ہو ر گاتی ہے گوری
 مستی حملے کا سو کن کپڑے عنان
 جو جگنا جھکتا ہے جیوں جگا جی
 عشق سُننے میں میں دیکھیا ایک سُننا ۲۱۳۰
 سا تو کہنیاں کہتے سنا میری کہنی
 خسر و شیریں کا ہے سو ایک دفتر
 زلف پینگاں میں پینگاں ماہو مرا جی

باس باساں سوں محبت گیند میلی بہار پھل نالیوے میری نئی بالی

نبی صدقے رنگ رنگاں پھر کھی رنگ

قطب سوں مل رہی ہے اے نو ملی

ق

(۲۹۵)

نر آسن حساں میں بھایا دے مدن پیالہ رنگ انگ سہایا دے

بیو بیواری چھنداں سچ پندارتی پلک تال سنی رجھایا دے

ہند و زلف کے میانے ہلچیا ہوں نین پینک میانے پنکایا دے

عشق نیند تچ نین میانے سہے صراحی پیالہ بھرایا دے

انندنا دگر جیا ہے تچ گجستیں عشق تمانت کاراگ گایا دے

عشق بیج پیریا ہوں دل باغیا انند پھول اُس تھے کھلایا دے

نبی صدقے قطبا کے سر پر سدا ۲۱۴۰ لگن رنگ کا چتر چھایا دے

ق

(۲۹۶)

پیرم بیلا لایکہ فون نہ لائی ہو کو کنگھری	دریا عشق میں تیر کر باندھے ہوا گل گلہری
باندھے عشق کے کوپوں کھٹو میں غور کا	پرچھم پرچم چاواں ہلے سہتے سکیا نہ مہری
پیرم کی باتاں سب سنیا کی پھرتی ہرین	اپنی من اس نہتھ لا اوڑیا عشق کا چادری
ہم تم منے یک قول تھا او قول نابہر میں	پیر برن شرمٹاں ہیں تج منج منے اباوری
دیو عشق روشن ہوا تج نیکے شایوں	ساتو سرائ گا کر کے آلاپتی آسوری
اس پیچھاں کی ناہوں منج نیند جاوین تھے	کن عاکس سحر سون باطل کروں آساری

قطب زماں شاعران کا شعر میں شاگرد ہے
صدقہ نبی باندیا کم جویں شکریاں میں لشکری

(۲۹۷)

توں ہے لاڈلی لاڈسوں آتی ہے ہی عشق چو نیپوں من میں بھاتی ہے ہی

عشق کی کنسلی شیریں نا کر سکے کہ جو بن پیالہ سوں توں سہاقتی ہے ری
 کفر باغ میں کپڑا تیری سوی کوں ۲۱۵۔ چنچل ناویں ناو گاتی ہے ری
 عشق چو نہ ستیں سہاقتی ہے ری عشق بھاو سوں تن نگاری ہے رب
 ہنوں نہ کے تج لگ کہ پیچھے ہیں تیں بھجھاری جو بن سوں ہلاتی ہے ری
 ایں غمزے کی چادر اوڑی پیاری نین سیتی صاحب ہلاتی ہے ری

نئی صدقے تج ہے خدا ترس خانے

گلے لگ پیالے ہلاتی ہے ری

(۲۹۸)

چھنداں ستیں آتی ہے بھاواں دکھاتی نین سوں ہمن رات ساری جگاتی
 عشق پیہم سوں اچل اوڑ کر کھڑی ہے اے نادان بالی ہے بھاواں سہاقتی
 توں جب روٹہ کر بول انکت بولتی کہ سو رایسے گالاں اُپر چھنڈ سناقتی

نہیں بھاؤ سیتیں یکجا وج بجاوے پریم چوری پر بند بجاواں دکھاتی

نئی صدقے توں ہے پریم

قطب چھاتی لگ نہی کلہ دان دلاتی

(۲۹۹)

توں پھر نیم کر چیر بناتی ہے سو مسکاتی اور نگ لکھاتی ہے

کر بوں تھامے ہو پیو پیٹہ دیکھتے چوری چوری سائیں نجاتی ہے

گناں پرکھتی اور بول چوکھتی بھوری بھورچن بناتی ہے

کھسے کیس سو نکھتی ساجتی نیکی کنٹھ کنٹھ مال سہاتی ہے

قطب پیاری کس تھے نہیں مڑتی ہے

نئی صدقے منج دان دلاتی ہے

ہسلی مدن لال موجت بھاوے کہ تل تل دل اس چھنڈ پرواری جاوے (۳۰۰)

کسے چت بلاوے کسی ریں جگاؤ کسے دل تپاؤے کسی من بجھاؤ
 کسے نہہ لگاؤے کسے مد پلاؤ کسے روپ دکھاؤے کسے یم پلاؤ
 کسے لب چکھاؤے کسے چھپ بجھاؤ کسے سبج مناؤے کسے گزک دلاؤ
 کسے اب دکھاؤے کسے تخت سروا کسے پک بتاؤے کسے چھب دکھاؤ
 کسے یرم لگاؤے کسے چت بھلاؤ کسے بہہ لاؤے کسے پان دلاؤ

نئی داس کر آب کے تیں پواؤ

قطبے سدا بیرالاں گواؤ

(۳۰۱)

لجے کو کہ ہتا میں جام لی یے سلطانی جسم مدام کی یے
 پانی کہ خضر حیات یا یا مد گھر تھے تنک سو جام پی یے

لے دیوان قدیم میں یہ غزل دو جگہ لکھی ہے یعنی یغزل ردیف الف میں بھی ہے مگر اس میں صرف قافیہ و زنی کا فرق ہے یعنی ردیف میں قافیہ جام مدام ہے اور یہاں لئے پئے کئے وغیرہ اسی لئے وجہ کر دیکھی وراثتاً وہی ہیں۔

سردھاکہ جی موکام را کھو اے دھاکہ کہ اسوں نظام دیئے
 میں مدو غافلان و تس پے مویارن کون سوں سیئے
 باہر تو ادھر تے ساقیانہ اس دور منے کو کام جھیئے
 لوچن ترے شیوہائے مستی اودشت چنیل تھے وام لیئے
 ذکرِ مکھ و زلف تجہ من دل یوحن تھے صبح و شام جیئے
 موسیٰ داغ درد و دکھوں تج مکھ نمکی تمسام دیئے

اوجاہ تھڈی معانی کی جان

۲۱۸۰

تو حسن دوسو غلام کیئے

(۳۰۲)

جے پیک موسکات سونا شاد کرتے ہے ووترک مت دیکھو کہ بیدار کرتے ہے
 راکھیا ویاں امید کہ جانیا ہواے زماں لیتا ہے ہات جام مجھے یاد کرتے ہے

عاشق تو چھوٹی پگ تل اُس کے دوڑیں گل گشت سوبتان پری زاد کرتے
 شوخی کے ہر منے ہوس ترل لی مد کب کان میں نصیحت استمد کرتے ہے
 داغ موجیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا او برم جب ترانہ کا بنیاد کرتے ہے
 آگِ فراق زور کرے بجلی منن اُجھوں ووداغ کہنہ سوا باد کرتے ہے
 سب دھڑکتے توں قطب معانی کہ عاشق ہو
 اے حال تیرا طور سوں سیر یاد کرتے ہے

۳۰۳

کب لگ منگنا آچھے منگاون جونا آچھے لورونوں توں اُس باس انگاون جونا آچھے
 میرے تیرے میانی بھومئی کے کاغدان درجہ دل درو میرا تاب پڑھاؤں جونا آچھے
 جس جاگہ چرا کر دکھیں دل ماہ پرتاں ۲۱۹۰ یکجا نہیں پاتے کہ سراؤں جونا آچھے
 دوویہ و دل پاک کھیا آچھے تو آچھے نزل ہو ہے و شرت دکھاؤں جونا آچھے

لیسے اُجھوں کی سوکتا با ہے کہمانیا
 قصاتیرا نازک ہے سناون جو نا اچھے
 یک جھلک جھلک نا جو غم عشق نپایا
 اوّل سو کیا ہے صبر سناون جو نا اچھے
 دل بند کر او یا ر اوم دکھ کا معانی
 یاری کہ تپاؤے نہ سہماون جو نا اچھے

(۳۰۴)

پھل بن رخ یا رخوش ندیسے
 بن مد پھلی جھاڑ خوش ندیسے
 گشت چمن ہوئے کلیاں
 بن پیالہ کنار خوش ندیسے
 نابجہ و ناسرواب سوحالت
 بن ناد و ہزار خوش ندیسے
 مویا شکر بنب و چنپارنگ
 بن چمن پیار خوش ندیسے
 باغ و پھل و گل سہے تواما
 بن صحبت یا رخوش ندیسے
 ہر چیت کہ جگ کی عقل بندے ۲۲۰۰
 بن چتر نگار خوش ندیسے

چت نقد چکارہ ہے معانی
اس تائیں نوار خوش ندیے

(۳۰۵)

سکی کے مکھ پانی میں چند اسوج سدا جھلتے

اڑن چپوے سودن مل اچھ رین چولی میں تھو کھلتے

رہر

جو بن کھل سائیں بہت دی ہوا وعشقی کے کی ہے

کھول کر

سجن سنگ ات جاگی ہے سولہاں نیند لے کھلتے

مدن مکھ گال پر لاتی سو صورت یاد جو آتی

جیا کے باغ میں بھاتی پھلاں مکھ مکھ پہر کھلتے

پھولاں

گھلی مارواپن جیو سک برہ صحرا میں دیوا مکھ

سودیکھت نور جھلکا چک پنکھیر و مرگ سب بھلتے

معانی تج عجب کیا ہو کہ حوشی صدمہ بھلے گا ہے
فلک سارے برس ماہی پری کی نہہ میں ڈلے

(۳۰۶)

دسے حیوں بڑے پانی نگاری خطا پر تیرے
ارسطو را ہوا مج من دیا از بک رخن دیرے

لٹاں کھل مکھ اُپر کھیے علم جھیلے سوہن دیے
شرف حمشید کی جسے ہوئے اس عاشقاں حیرے

دو رخاے ہے خوں الے غرانے مانوا گھٹالے
ہے پلکاں تیرا بنا لے سونا ندے دل اُپر میرے

دو تپلیاں راوناں تیری بندی اپ سپ کوں سہری
سوچو گاں کھیلے پھیرے ہن دل گیند کر گھیرے

معانی نہہ کے گھوڑے چڑھتوں لے جو بنا کے کڑ
مرصع جیغہ لاکر پڑسکی آئی ہے سچ نیڑے

(۳۰۷)

چندنی جیون چند پوتھے سنگاری لگی دے	لکھ رنگ تھو موتی جوتی نگاری لگی دے
موتیاں کے حل گون میں دھو دھاری لگی دے	بیلٹ کے چین میں ٹلا چیت دھو ترا
یا قوت بین لال خماری لگی دے	سدر کے مست گال گلابی برن سہیں
سب عاشقاں کے دم میں سناری لگی دے	منج عاشقی کے نہہ میں ثابت نہ پانچھل
منج یا دتیری تسبی سوساری لگی دے	زاہد نماز کسی کریں سو نیٹ ریا
سب جگ منے نیٹ سو گنواری لگی دے	دو دن عجب کپٹ جو منج اوپر گندی سدا

مشتوق ہنس کہے کہ معانی کی عاشقی

منج جیو میں حب ہے سو پیاری لگی دے
میر

تو حسن قدرت سوں لکھیا نیکا دے جگ حُن پر تَج نور جیوں تیکا دے
 ٹکھ نور تھے چندا سورج جھمکیں ^{اچھا} سدا ۲۲۲۰ تَج کیس بادل تھے فلک پھیکا دے
 سب جو ہراں کا کھان مکھ یک عجیب پھلری کا موتی ناک پر سیکا دے
 فتنائے موتی ناک کا فتنہ نکر دیکھ آرسی فتنا ترا جیکا دے

توں ہے پری یا حور یا ہے پد منی

قطبا معما یو عجیب ہیکا دے

(۳۰۹)

نہ دیکھوں بیوچین آدم منن حج لاگ دوری ہے

رھیا پانسو برس آدم جدا اپرج صبور ی ہے

بہت دن جب صبا تھا سائیں کا مکھ دیکتے یک تل

لگیا ڈھلکا دیکھیا سہنا کہ جھلکا کوہ طور ی ہے

پیاسوں عرض نہ کہہ نہیں مارگ مگر خیالوں

کہ جیوں مچل باس مل کھوال ہیں مج یادوری ہے

تمارے ڈاو کے پیچاں کون بوجے کہ مشکل میں

معلم نابو جھیں عاشق نہ سمجھیں صیغہ پوری ہے

کہ جب من میں کہ جب سکھ میں کہ جب دکھ میں کڑوں یادوں

تو تب دوتن سمج جاوے عجب مکار پوری ہے

رقیبیاں جان توں ساجن ہمارا راز پایا ہے

پنواوے توں کتنا تجھ جی بہوت انتر کی دوری ہے

نبو جے تو سنے گل مکھ کتیاں کے ننگ ہو بیدیں

۲۲۳۰

معافی کہہ مچل ہو رعلی کا دین فوری ہے

(۳۱۰)

میں مست تاجِ نین تھے تپتیاں کتا کھلاتی
 اس کھیل میں بھلیا ہو بھی کیا سہرا بدلاتی
 تجھ ملاشر کی مستی ^{تیرا} دایم ہم میں اچھتی
 کیا گن بدل حکیمیاں کے ہمت دوا دلاتی ^{شراب}
 جو بن کے طور اوپر مکھ نور مجھ دکھا کر
 موسیٰ نمن بھلا کر عیسیٰ نمن حب لاتی
 کنٹھ ناگ سبز بجا کر ناگاں کٹل کھلا کر
 شکر ادھر چکا کر مجھ جیورا بہا ساتی

کنٹھال کنٹھ یا کر انجل جھمک دکھا کر

معافی کا دل پہلا کر ہمت میں ہست لاتی

(۳۱۱)

مے لعلی تھے مکھ زردی ہمارا دور کر ساتی
 حجاز نہ بہر قاصحیٰ توں پُر نور کر ساتی
 پیانہ خارا کرنا جلوہ موشیشے نیلا لاتی
 قیباں عکس کرتے ہیں توں یک چھن کر ساتی
 لطافت پیش ہے دن اس ہر ہستی قدس
 پیالا آسن کامیر سو بھر سمد کر ساتی

جگوئی ہے عشق میں ثابت سدا ہر جیونا اسکا
سواں کے ناؤں میں میخانہ سب معمور کراتی
نجانوں روز مختہ کیوں اچھیکا جا پرش منج
کہ میخواراں منے اب تو ہمن مشہور کراتی
بہشتی باغ میں کھیلے ہیں پھولاں منج دراں کے
ہمن مجلس کوں مست نغمہ طنبور کراتی
نظر کی حرمت سے دیکھ منج میکس کوں سہل
بیبا کی سوز کی کرنا دے منج دل کوں قلابے
پلک کا تے نین باندیا نجاوے خیال تیرے کن
رقم اس خیال ہو پیشانی کوں سینور کراتی
محبت پیو کا منج کوں بردیا میں کشتی ہے
اس اوپر عشق بازاراں میں منجے و تور کراتی

معانی شوق کے انجھو ڈھلین کھ پر جیوں ہوتی

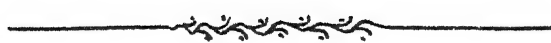
کہ یک تل جیو منج ہنس کوں نظر منظور کراتی

(۳۱۲)

ترے کھ لعل تھے رنگ گوہر کا بھانے جائے
جو ہر صاف تھے ہر کس کا گناں جانے جائے

بھولاں کا باس نہ پہنکھی سکی گا بوجھنے
 بلبل اوباس بوجھے گر خوشیوں گانے جائے
 تل کی آیت رکھے ہیں مکھ اوپر علم ستیں
 عالماں کوں کدھیں نفیر تو ناجانے جائے
 داکھ کے باغ میں بھولاں کھلے کراہتی ہن ۲۲۵
 خوشی خرمی سوں پیالی ہو پیلانے جائے
 ملک دل میں دکھیا ہو ڈھونڈ کدھ کماں سونما
 کام اختیار کیا دل تھے توی دانے جائے
 بکڑے جب گھانس میرا ہو تے مات ستیں
 قدرت اُس بات کا دکھ جیو سو قربانے جائے
 ننھے کے شہراں منے انگشت نہا ہو برتھے
 چڑ دو تن ڈنہیں تیر انکو ترسانے جائے

منجے پیو یاد تھے آسائش دسکھ دل میں بھریا
 عیش کا وقت رہے غم کا جنس رانے جائے

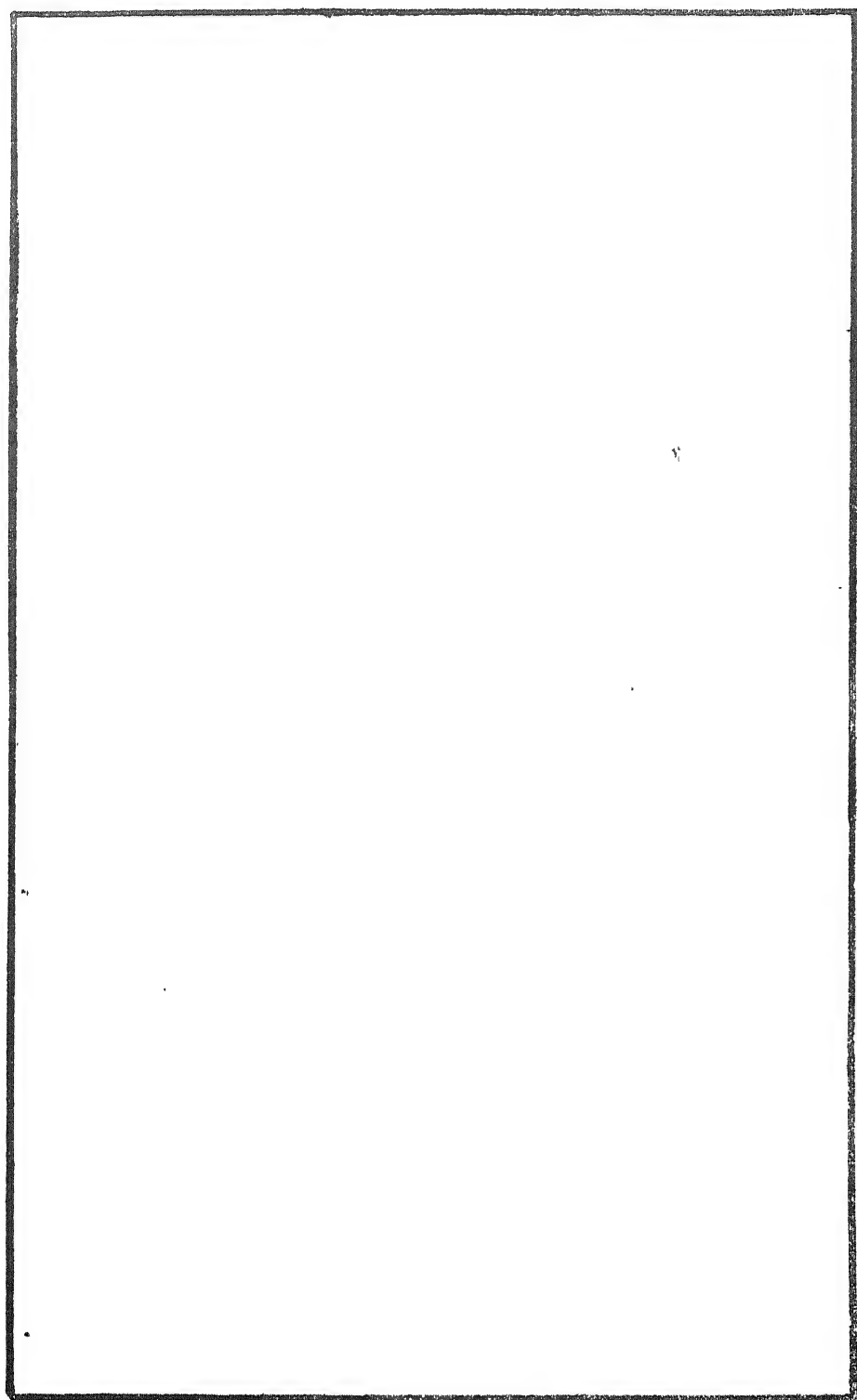


کلیات محمد قلی قطب شاہ

تیسرا حصہ

دیگر اصناف سخن

قصیدہ - رباعی - مرثیہ - ریختی - ثنوی



دیگر اصناف سخن کی تفصیلی فہرست

(جلہ ۶۳ نظمیں ۳۸۹ اشعار)

۱۔ قصائد (۱۲ قصیدے - ۲۱۶ اشعار)

دیوان - تعداد اشعار - صفحہ

۱۔ عید نوروز و روز عید - نوروز لیا یا ہے خبر روزید

سلطان عید کا - ق + ج - ۳۷ - ۳

۲۔ عید قرباں - تاج ترنگ کے نعل تھے روشن ہوا جاں ق - ۱۹ - ۷

۳۔ عید قرباں - تیرے مکھ پھولاں تھے تازہ ہے سدا بچ ق - ۱۷ - ۹

۴۔ عید سیلاؤنی - بنی مولودیا یا ہے خبر ستر تھے خوشی کا ج - ۲۸ - ۱۱

- ۵۔ باغ محمد شاہی۔ محمد نادر تھے تبا محمد کا اے بن سارا زناقص) ج - ۱۶ - ۱۴
- ۶۔ عید نوروز۔ کس دن عید ہو نوروز منج کو نت خداویتا (ذائقہ اول) ق - ۱۱ - ۱۷
- ۷۔ قصیدہ منقبت۔ آج شہیں چلیا شرق نگر تھے نشا زناقص) ج - ۸ - ۲۰
- ۸۔ نوروز۔ پیا کھ نور تھے ہے جادواں ہم عید وہم نوروز۔ ق - ۵۱ - ۲۲
- ۹۔ بخت نبی۔ حضرت نبی پیغمبری حق تھے سواس دن پائے ہیں۔ ج - ۲ - ۳۳
- ۱۰۔ بسنت۔ بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یا قوت رمانی۔ ج - ۱۵ - ۳۴
- ۱۱۔ یا علی۔ حیدر میں صفدر میں است کو اہد یا علی (ذائقہ اول) ج - ۴ - ۳۷
- ۱۲۔ قصیدہ منقبت۔ ڈبنے میں تر نے لگے بڑ بڑے کئی لک ہزار (ذائقہ اول) ج - ۸ - ۳۸

۲۔ رباعیات (۴۱ رباعیاں - ۱۸۲ اشعار)

دیوان - صفحہ

- ۱۔ مردی جو پوچھے گا تو علیؑ تھے جا پوچھ ج - ۴۳
- ۲۔ جنت و سقر قسم کہنا علی " "
- ۳۔ میرے سو گنہ گانٹھ کھولن ہا علی " "

- ۴ - اپڑیا ہے علی بہت تھے مدن جام منجھے ج - ۴۳
- ۵ - اپ دوست سوں مل پینٹہ کہ میں جام سنگوں " - "
- ۶ - کہنتی کہ تری ہوں گی نوار اندیشہ " - "
- ۷ - نابات او محبوب سندر کا کہے جاے " - "
- ۸ - کہیا ترے لب کیا ہیں کہی آب حیات " - "
- ۹ - اس لٹ کوں لٹا پٹ سوں پڑکیتا نیاز " - ۴۵
- ۱۰ - خوبی و بدی سب کے بوجھار سوتوں " - "
- ۱۱ - احمد علی کے رتبے تھے نہج ہے جو خضر " - "
- ۱۲ - تیرا شرف اور اک میں تیں ٹاک آیا " - "
- ۱۳ - جیتا توں دل وجیوں سوں قرآن دیکھے " - ۴۶
- ۱۴ - جس ٹھار مے لعل پھرے دور پہ دور " - "
- ۱۵ - ہے پھول کا ہنگام مدسوں باراں حاضر " - "
- ۱۶ - کہئے کہ کیٹ ہو جو اچھے گا گھر میں " - "
- ۱۷ - کب لگ اچھے لب پہ زہد ہو ردل میں جام " - ۴۷
- ۱۸ - مستی کے ملک میں بن جہا نیا فی منجھے " - "

- ۱۹۔ منج یار کے مکھ سار نیں آتا ہے پھول ج - ۴۷
- ۲۰۔ تنج مکھ انگے عاقبت افسانہ رہیا۔ " - "
- ۲۱۔ جس یار میں ہے سب ہی منم ہو مٹی ج - ۴۸
- ۲۲۔ کھل جائے کنچک کا نٹہ جو دھن سینے اوپر " - "
- ۲۳۔ اے بار خدا اپنے درویش کو بخش " - "
- ۲۴۔ عین علی تھے عقیق کلیاں ہوئے لال " - "
- ۲۵۔ اے باد مری بات او سے چوری سوں کہہ " - ۴۹
- ۲۶۔ بال کے سحر تیری نین سنیاں ہیں " - "
- ۲۷۔ تنج روپ بنا میری نظر میں سو نہ آئے " - "
- ۲۸۔ جو کوئی غفل بات منے آتے ہیں " - "
- ۲۹۔ شہ بات منے جام سو حجابہ دیکھو۔ " - ۵۰
- ۳۰۔ تنج سار سو دھن سو جیوں بر میں اچھو " - "
- ۳۱۔ تنج سات وصال منج سوں دیتا ہے زر " - "
- ۳۲۔ تنج زلف سدا لالین کے اوپر ڈھلتی " - "
- ۳۳۔ تنج ہونٹھ کرا ذوق ہیا پایا ہے " - ۵۱

- ۳۴ - اندھنگے تو کہ ہیں توں جاناں کوں نہ چھوڑ ج - ۵۱
- ۳۵ - تیج زلف کا چپ مال کروں ساری رات " - "
- ۳۶ - اندھ کائے نانوں تو یک چت سوں اول " - "
- ۳۷ - تیج حسن تھے تازہ ہے سدا حسن و جمال " - ۵۲
- ۳۸ - پائے ہیں لطافت ترے مکھ تھے ارواح " - "
- ۳۹ - لال ادھر لال لا ادھر کرو " - "
- ۴۰ - خدا یادے مد منج جم محمد سوں ملا پنجتن - ۳۵
- ۴۱ - نہیں کیں تیج ایسی سہیلی گہیلی - " - "

۳۔ مثنوی - (پانچ - ۶۱ اشعار)

- ۱ - محرم جینے میں آیا اماں کا سو غم پھر کر د - ۶ - ۵۶
- ۲ - اولہو لال کا رنگ سا تو لگن اپراں چھایا ہے د - ۱۶ - ۵۶
- ۳ - اوسی تھے دو جہاں تین نیل کا کسوت پنا یا ہے د - ۸ - ۵۶
- ۴ - آؤ مل کر مانیاں سب اس غماں تھیں اہور و میں د - ۱۴ - ۵۶

۵ - دو جگ اماں دکھ تھے سب چو کرتے زاری واک۔ ج - ۲ - ۵۷

۴ - رینختی (۴ نظمیں ۲۴ اشعار)



۱ - سنو ایک دو بات صاحب ہماری - ق - ۷ - ۶۱

۲ - پیامیں ہوں سیوے کی بندی تمھاری - ق - ۵ - ۶۱

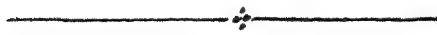
۳ - پیارے نکر کھیچ ہوں تو پرواری - ق - ۵ - ۶۲

۴ - ہوں تل تل تمن پر تھے واری ہو پیاری - ق - ۵ - ۶۳

۵ - مثنوی - (ایک - ۶ - اشعار)



۱ - بسم اللہ الرحمن الرحیم کیلی ہے سب کچ کا جو کیتا حکیم - ج - ۶ - ۶۴



قَصَائِدُ

عیدِ نوروز روزِ عید

نکھ کاواں سر تھے لیکر آیا ہر ماں عید کا

باندھے کمر جیوں ننگہ نور لیا وں عید کا

خوشی زباواں چھپ گئے جوت بھتی تا باں عید کا

حلقہ غلامیں کان بایکڑے میں گداں عید کا

عیدال کے بھاراں میں بیٹھے حال اور فشاں عید کا

شیر و شہسوار سب فلک کھولے ہیں دکان عید کا

پایا سوان لیکر گیا تا ماں بھساں عید کا

پھولوں کے باساتھے ہوا ہی جو خواہاں عید کا

آلاتی ہیں کو ملاں مستی سوں الحال عید کا

نوروز لیا یا ہے خبر روزید سلطان عید کا

روزید کا خوش عید ہے عید کے روزاں منے

وہ کیا برتنا نور شرعی اس ہمنے میں تھیل

اس عید چھنے تھے گل عیدال باں میں

تیراں خرے سوں کیے مہاں نبی کے ترخا

روزید کے روزی کپڑے ہیں ملک ہور آدمی

تج عشق کا انت کوئی ناپا یا ہی دنیا دین منے

روزید کے پھولوں نہی نوروز کے پھول کھلے

وہ پھول کھند لے گئے انکے راجھا بھارت

باہر سے

- ۱۰ روز میں امید کے پھول کھلے مانگو دعا
 سب ہی ناں میں دیتا ہے دن نمایاں عید کا
 دنوں دکھائی دیتا
 برساؤ مہ آئند کا نہا ہوئے منج روکھا ہے
 دل کے چمن میں طرح سٹ بس لاوں رجا عید کا
 ڈال بھٹلاؤں
 نور و نور روزید صیغہ بھائی بن کا مل کہے
 دونوں موعے ہیں ایک لیا ہویشیاں عید کا
 اور لائے
 لاکھ سالام و سحر ہے دایم ہمارے قبل کول
 منج تیں دیے امن اماں سال سال عید کا
 لاکھوں
 انعام تیرے سول اگھائے گئے زمین مور آسمان
 انبر کباروشن سوچ چند رہا لاں عید کا
 آسمان
 حاتم کی بخشش چھپ گیا ہیری بخشش کے انکے
 گنجاں گھرے گھر بھر دیا ہے آج دوراں عید کا
 خزانے
 تاج حسن جنت ہو تھی منشور نامہ لیا سیا
 منج دور میں بھر دو تم جو ہر مرجاں عید کا
 تیرا
 بے منت اپہڑا ہے تمن نعمت پنکھی آدم کے تیں
 دایم اچھوٹی شکر منج عید ان عید اں عید کا
 تیں
 ظاہر ہوا ہے شرع کا احکام تیرے خط منے
 ترکاں ترکاں کی ناچلے آیا ہے ترکاں عید کا
 امرت کا پانی پیکر ہین جھوٹے جگ جیو سب
 برکت نبی اُس نیر کوں کر تا ہوں مہاں عید کا
 تیرے
 تاج عدل تھو یوں کا نپتا عالم پو تھے پات جیو
 آئند خوشیوں راج کر ہو جنت ڈواں عید کا
 پانی کو
 تیرے سے ہوا ہے پتہ جھٹ

اُمید کے منہ بھی گھرے گھرے موتیاں ساں بھر
 تاج و شہ کی تاثیر تھے مرد سوہرے جوئی اٹھے
 نہم کا ترنگ کوئی ناکسے چرنے کوں میر شاہم
 چابک سواراں نے دکھایاے چاکلی کس میں
 جبکو چڑے گھوڑے اوپر سکوں سواراں میں گنیں
 دیرائے ہیں گنج کے چھند انسو کوہِ قاف
 تاج دولت و اقبال شاہاں میں دیکھیا کوئی
 میخانہ کون دھو مٹھا رکھیا چندا بڑاں کھیت
 دھن دیکھ نالیوں کہ حصے میں کلا لایاں تھے
 میخانہ میرا ہور ہے پیمانہ مستی ہور ہے
 اور کی اور

حوراں پڑیا بائے گلے میں کنٹھ مالاں عید کا
 کانٹے سو کیا پر دھن نظر تار ہوئے گلستاں عید کا
 پیرت کئے میڈاں چڑے جو بن ہالاں عید کا
 کھیلے بھونٹ ڈاواں الکھ سوں لکھ چوگان عید کا
 تل ہورے کی گیند کرتے ہیں جولاں عید کا
 موتی کے جالے سایہ بان جوڑیاں جاتاں عید کا
 انس و ملک منگتے سدا تاج پاس داماں عید کا
 گل لال گے لال سستیں دیونج داں عید کا
 لوچن جو رنگ کے رنگ تھے دیو احساں عید کا
 جون کے خانیاں سستیں باندیاں ہونٹاں عید کا
 شراب قانول سے باندھا

یکڑ باگِ ریا نشینہ کا کتوال تھوڑا دے میں
 پیر منے پیڑیا منوں خربجیا ہوں اس وطن سے بدل
 حید نبی کے واس میں تھوڑا شب کر عیش نہت
 جیکوئی محمدین کا دشمن ہے آیا بھراس غلامی سے
 احمد مرتھے ہو علی صند کے زور اتھے سدا
 نور زہور وزیدے خوشیاں ملے یک چاند میں اور
 بہو دس کوں سپریا ہاں چھوڑوں امان عید کا
 باندیا ازل کے دس تھوڑا سے سپویمال عید کا
 موتیاں کی سپریا چڑکے تو فشت یواں عید کا
 دندیا کئے دل ہو جیوں لاگیا ہے حرواں عید کا
 دشمن کلجے میں کھڑک سوار گھیا واں عید کا
 مار و قباں کے دلاں میں زہر پیکاں عید کا

دندیاں کا نکمے کا لاگیا اسمان ہمار دندیں
 چے پوتا ہوں شوق تھے نت آب جیواں عید کا

(ق-ج)

عید قرباں^۲

تیج ترنگ کے نعل تھے روشن بجاں عید کا
 اس کی باساں تھے معطرے گلستاں عید کا
 عید قرباں کوں بڑائی شاہ کی مجلس تھی ہے
 تو بڑائی بول کر آیا ہے سلطان عید کا
 رت بنت تھے پھول کھیلے ہیں ہر انور کے
 تو کیا کوت امولک شاہ ترکاں عید کا
 دلربا مجلس دیا ہے عید قرباں کوں شرف
 جلد پن تیرے ترنگ کا ہو رکھر جھلکا تیج
 کٹھن صفین جو دیکھوں فال تلتل صبح کا
 اس زمانے میں بڑائی عید اب کیوں ناکسے
 جب مورخ ناکرتے تاریخ منج مجلس کسے نہیں
 رشک کرتے ہیں ملک ہو رور حیرت بزم تھی
 ہر طرف منج نین میں تباہے احساں عید کا
 کہ نہیں دیکھے ہیں جم جمشیدے شاں عید کا
 قصہ خواں کیوں پرسکیں قصہ پایاں عید کا
 اب پلو تیج کن پاریں ہو رنگین باں عید کا

کر علی ہو رائل کی برکت تھو نت شادی خوشی
 اور
 تھادی ہو خوشیاں تجھے دایم سوارانی اچھو
 عید کا ہزاروں جگ میں عید تہہ کھ تھو ہے
 سب خینیاں عشرت تمن مجلس میں باندھے ہیں کمر ۵
 عید اگر عید کا دیو دان بکوں کیا عجب
 تیری بخشش ہو کر کم تھے عید شرمندہ ہوا
 تجھے محلانوں تھو سہنا ہے تاج احمدی
 بخت دولت تخت چو پھر چوک جوڑے ہے
 روشنی پایا ہو میں یعقوب مننے صل تھے
 تیری شادی تھو سو شادی ہے نمایاں عید کا
 تہج بلاد و تار میں آپ آیا ہے قرباں عید کا
 اس خوشی تھے گاوتے داؤد الحاح عید کا
 اب سیماں کے من تم دیو قرباں عید کا
 تیری مجلس تھو اکھایا ہے سودا کا عید کا
 کان دیگا تیری ہمت انگے ساماں عید کا
 کہاں نظر آئے گا
 دو بزرگی دیکھ پگ پرتا ہے خاقاں عید کا
 اس خوشی تھے رات دن گرجے سلواں عید کا
 تہج دیا کی باس تھو ستا ہے کنگاں عید کا

اس قصیدہ پر معافی عید جم قربان ہے

ق
 نہیں کیا ہے آج لگیوں کوئی درافشاں عید کا

عیدِ قربان

تیرے مکھ پھولاں تھی تازہ ہر سدا بن عید کا
 مکھ کی پھوٹی تھی پھول کھلیا او پھول دھن کا
 قطب تارا کھینچا آہن ربا کوں آہ بھر
 سب ہیاریاں میں اوسے دستاؤں پرین عید کا
 عید خوشیاں سیتی قرباں ہونے دہرائے ہو
 او انداز سے جلکتی شمع روشن عید کا
 نین دنیا لے علم جھیلے کے منے جھولتے
 تازہ تازہ رونقاں ظاہر کیا فن عید کا
 جن دیکھے یک چھن تھے سو عید قربانی کے
 عید کی خوشیاں تھیں معلوم منجھو کوں این
 چاند سوچ لاج کر بادل منے پنہاں ہو
 جب بن جھلکا میں نہ کھلائے جھلک عید کا
 اس خوشی تھی ہے ہوسوں سب لاپن عید کا
 خوش گھڑی او ہے کہ رکھیں منج او شریک نظر
 آئیا منج عیش کے ہاتاں میں دامن عید کا
 آبا میرے ہاتھوں

جیو ہمانے رکھیں میں چھانوں ہناتیں
 اس تھے پایا ہوں اُنی ہور میں عید کا
 عید کی عید ہی لاؤ شاہ منجوں پیاروں
 جیو چوں طفلان کوں دیو منجوں چوں عید کا
 عید غصن پن کا دیکھو ہور عید بڑن کا دیکھو
 عید مجلس میں کریں آو قیباں کوں پسند
 وقت آیا ہے کہ غم کا بڑا وپاریں پٹیروں
 جج اکبر ویناراں کے اوپر واجب ہی
 عید مجلس میں کرے جب یاد مسکیناں اوپر
 کاج عشرت کا گھرے گھرے گلشن عید کا
 اس تھے پایا ہوں اُنی ہور میں عید کا
 جیو چوں طفلان کوں دیو منجوں چوں عید کا
 عید غصن پن کا دیکھو ہور عید بڑن کا دیکھو
 عید مجلس میں کریں آو قیباں کوں پسند
 وقت آیا ہے کہ غم کا بڑا وپاریں پٹیروں
 جج اکبر ویناراں کے اوپر واجب ہی
 عید مجلس میں کرے جب یاد مسکیناں اوپر
 کاج عشرت کا گھرے گھرے گلشن عید کا

ہے محل نانوں تھے جاگ میں محمد قطب

تو طبل اس دار پر گرجیں سو گرجن عید کا

(ق)

عید میلادِ نبیؐ

نبیؐ مولود لیا یا ہے خبر سر تھے خوشی کا
 سدا صلوة بھیجے سب محل ہو علیؑ کا
 بڑائی ہی بہوت اس دس ہکوں عید انیسؑ کا
 سعادت میں سعادت ہی سعاد اس گھڑی کا
 سوامعت کی سعادت میں مہمانگے کوئی
 لکھن بخشش کا خط اس کی پیشانی پر چلی کا
 سنی کافر کے بتخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی کا
 سو معجز تھے خواجہ کوں ہی ہیبت گڑ بڑی کا
 نبیؐ مولود دیا چہ سب مولود میانے
 سوز نور و زعیان میں اندیے سرری کا
 ازل تھو عید کیا خوشیاں جگت میں تھیں لیکن
 ہمارے دور میں دائم خوشی ہے ہاشمی کا
 خدا کہیا پیغمبر کوں حبیب اپنا دو جگت میں
 محبت سوں کیا داماد حیدؑ کوں نبی کا
 کیا قرآن خدا نازل محمدؐ ہو علیؑ میں
 سدا جبریل لیا تا وحی ہو رحمت ربی کا
 پیغمبر ہے ہمارا سوراں میانے سو سرور
 کہ صیغہ بولے میں جبریل سوں ملکر انجی کا

اشارت کر چنڈا کوں بھاٹے جیوں کڑے نمنے
 تو بوسا پانوں کوں دے نور یا روشنی کا
 خوشیاں کے فوج دائے ہن ہن دل پراندوں
 کہ چھین چھین جاگ میں معجز ویتا پیغمبری کا
 انوں تھے دین قائم ہے ہزاراں شکر کرتوں
 کہ ہر بار اماماں نانوں سدا سکندری کا
 منگے پیغمبر ایں تیں شفاعت نت خدا
 ہمارے مصطفےٰ منگیتن شفاعت امتی کا
 مانگے اپنے لئے
 مسلماناں محمد مصطفیٰ پر بھیجو صلوٰۃ
 دیا ہاتھ نہ مانج رات دن جم جم خوشیاں کر
 کہ بختا ہے دما دوجاں میں حیدری کا
 نبی کے نور تجر روشن ہوئے ہیں عرش و کرسی
 پر یا حوران سید چندا چتیاں عیش اور پر
 بدل نمنے گرجتا ہے منڈل تلخ خوشیاں
 ۹۰
 فلک سا تو بند صلا میں ستارے چاند سوج
 بادل
 ساتوں
 خوشیاں شادیاں اسی مولود تھی ہوتیاں ہی ظاہر
 زباں قاصر ہے حضرت وصف کنے انوری کا
 الاہیں مشتری ہونہ ہرہ سرے پنچمی کا
 وواہن طرح دیکھ حیراں ہو عقل آدمی کا
 زباں قاصر ہے حضرت وصف کنے انوری کا

صفت کرنے پیمبر کا منجھے اندازہ کہا ہی
ہوا مولود و صفائے ہو س منج خادمی کا

ہوا ہوں شرمسار اپنے گناہاں تھی سداں
کہ تو تم حاتم تانا نوں جاوے حاتم کا

نبی کے صدقے بخشے گا خدا میرے گناہاں
علی کا نا نوں منج تیرا جہم خرمی کا

پیمبر کی خوشنوش تھے نہیں کن ذرہ نوید
کہ منج فرے کوں یو و چاشنی تم لنگری کا

پیمبر نا نوں منج تن پر سلح سنجو دایم
.....

خواج مصطفیٰ کے غصے تھے ڈر جو ستیں
.....

نبی کا نا نوں ہی تیرا محمد قطب شاہ ناڈر
قصی موسیٰ فرعون شیعہ کن ہی رہبری کا

خدا یا منج سدا دی ہوں کھجند کے صدقے

کہ رو غم تھے خلاصی و دیو فرمان منج خوشی کا

۵

باغ محمد شاہی

ہچل نانوں تھے بتا محمد کا اے بن سارا

سو طوباں سول ہسہا تا ہے جنت ^{محمد قلی} نمنے چمن سارا

دے سے فانوس کے درمیان تھے جوں جوت دیوے کا

سوتیلوں دستا دوالاں میں تھے بیویاں کا برن سارا

بہے دم عیسوی و ایم چمن میں گل لگانے میں

ہرے نہالاں کے جلوے میں مشاطا ہو پون سارا

سڑک تھے باغ کوں دیکھت کھلے منج باغ کے غنچے

سو اس غنچے کے باساں تھے لگیا جگ ^{میچکر} ملکین سارا

چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مکھ یا د آیا

ہماتا تھا محل چل من اُن کا نین سارا
زیب دیتا ^{مانند} ^{آنکھ}

دسے ناسک کلی چنیا بھواں دوپات ہیں تس کے
نظر آئے ^{ناک}

بھنور تل دیکھ اُس جاگا ہوا حیران من سارا
جلہ

سو خوشے دا کھ لاکھاں کے ثریا مندا ہے جوں
انگور ^{سنبہ}

ہے اُس دا کھ متڈا سو جیا انبر کہن سارا
زیب دیتا ہے ^{آسمان}

اناراں میں ہے دانے سو جیوں یا قوت پتلیاں میں

ہر اک پھل اُس اناراں پر ہے سکے من سارا
زیب دیتے ہیں

کھجوراں کے دس جھونکے کہ جوں مرجان کے پنچے
زیب دیتے ہیں ^{مانند}

پاریاں لعل خوشے جوں دس دن ہو رین سارا
نظر آئے ہیں ^{کچھ}

دسین ناریل کے پھل یوں زمر و مرتباناں جوں
نظر آئیں ^{اور رات}

ہو ر اس کے تاج کوں کہتا ہے پیالہ کر د کھن سارا

دِیسِ جامون کے چل بن میں نیلم کے نمِ سِلم
 نظر لا گئے نہ تئوں میویاں کوں را کھیا ہی ^{مانند} جتن سارا
 صنعت کرنے کوں سوسن بی کھلیا ہے دس زباں اپنی
 دکھن سب بندریاں کے تیں کھلیا تر گس ^{بھی کھول} نمِ سارا
 چمن آواز سن بلبل ^{مچیتوں} اپس میں آپ الایے ہیں
 سوتیں آواز سن حوراں ^{اپنے} کریں رقصاں اپن سارا
 دکھت رکھ مت ہو دتک بجاویں پات ہاتاں ^{سُنکر} سوں
 سو ڈالیاں ڈلتے ہو متوال پی پھول ابرہن ^{دیکھ کر دخت ہوتا} سارا
 مگر شبنم کا مے ہے یا ادھر جلاب ^{ہوٹ لہاب} کا پیا لا
 یو بی خوب ہو راو بی خوب تیج سوں مل پون سارا
 اُمنگاں آپ اُمنگاں سوں اپس میں آپ ل ناچیں ^{یہ بھی اور وہ بھی تجھ سے}
 مننا کا تنن ناچیں ہوئے تن تن تن سارا
 (ناقص آخر)

عیدِ نوروز

کہ بس دن عید ہو روزِ منج کوں نت خدا دیتا
 مرے دل مرغ کی خاطر پھولاں عشرتِ نوادیتا ^{رات اور}
 پھولاں کا عید ہے یک دہر خوشی نوروز کی یک دہر
 انداں طرح کر ساقی طرب مودل پیسا دیتا
 جو اپنے بُرج اوپر مشتری ہو روز ہرہ آئے کر ^{میرے کو}
 بڑائی اُن تھے پا نوروزِ نوروزی صفا دیتا ^{اور}
 اے دل بیکھ مار ذوقاں سوں کہ نوروزی برت آیا
 براتاں بیگ غم کی پھاڑ سٹا اور ب جفا دیتا
 جلد

خوشی شب رات کی ہو عید رمضان کا خوشی نیت نیت
 اے دونوں عید کیاں خوشیاں ^{اد}خدا تیج کوں سدا دیتا
 ہوئے ہیں جھاڑ سب ہرئے خوشی سب جگ منے بھرئے
 عجائب عید ہے شہ ^{ہرے} ہو رگد اکوں کی میا دیتا
 خوشیاں سیتی غماں کوں بھا فکر خوشیاں کرو دایم
 اے نوروزی کے دیساں سب غماں کے تیں ^{کو} دوا دیتا
 دتایاں تھے کھلے ہیں سب ہی آسماناں کے دروازے ^{دن}
 کہ حاجت اب منگو یا راں کہ سب حاجت فرادیتا
 نہ آوے گنج قاروں کام کچھ تج حسن کا گنج ہے
 خوشی سول تو گدایاں کوں پیان بخشش نوا دیتا
 نئی

تمہارے چھند بھرے چالے پورو کے جیو کی ڈوری میں
 چالیں پردکر
 دو تن کے مین ہو ردل میں اسی باتاں سب ریادیتا
 رقیب آنکھ اور
 محل کی غلامی تھے محمد قطب شاہ ہے
 اسی برکت تھے دایم سب خواجہ کول بلا دیتا
 سے

(ق)



قصیدۃ منقبت

(تثیب کے چند شعر)

آج شہیں چلیا شرق نگر تھے شتاب
 دُحال فلک کی آچا اوشہ عالی جناب
 پانڈ ^{اٹھا} خُبر کُرن کی، زریں فرنگ ہات لے
 ۱۳۰ ^{تلوار} ^{ہات میں لیکر} صبح کے وقت آئیا پیکرِ دوپہالی شراب
 چڑکِ فلک فیلِ مست ^{آیا پنی کے} مستی سوں مکھ لال کر
 گرم ہو چلنے لگیا دن لے کٹک بے حجاب
 سوہے غلط یوں نہیں ہے یو قضا ^{فوج} توں سُن
 فتح و ظفر چند کا ^{تو} ^{تفتیہ} حیرت دیا اُس جواب
 چاند

شاہ ختن سن چلیا غرب نگر تھے لے فوج
 تن کے تنوں رین رنگ جیسے اے مشکناں ^{سنکر چلا}
 اتنے میں دیتا ہے صلح حد اتن منیں ^{جسم رات کے}
 ہے تمہیں نس دن کے شہ نالار و تم اتنے باب ^{ان کے آپس میں}
 میں کیا تم دو کو شاہ یک سورج ہو ریک ماہ ^{تتم رات بادشاہ}
 دھرتی تمیں دونوں جادوؤں کوں سر پر ^{دونوں اور}
 دن کوں سوچ، نس کوں چند تد بھی کیا ہے ہاب ^{زیں}
 چاند کو کیا جی، سور کوں کبیتا ذہاب ^{سورج رات کو چاند}
 کرتا ^{سورج}



نوروز

پیاکھ نور تھے ہے جاوداں ہم عید و ہم نوروز
 سورج آوِ جہل یا نہ عیاں ہم عید و ہم نوروز
 مبارک پن ترے مکھ نور سورج تھے ہوا پیدا
 خراجاں لیکہ آئے میں شہاں ہم عید و ہم نوروز
 مبارک باد دینے آئیے نوروز تج ^{یک} دو بار
 اُدکھ سکھ تھے کریں تارے قرآن ہم عید و ہم نوروز
 شہاں آئے ہیں تہنیت دیکھنے تم بزم و عشرت کا
 شہاں کا شاہ دیوے دولتاں ہم عید و ہم نوروز ^{تہاری}

اتم طرح انسوں باندے ہیں ملک آئیں سوچ چنوں
 کرن رنگاں کے تحریر و نشاں ہم عید و ہم نوروز
 پریاں حوراں مجالس دیکھنے آیا ہیں چنیداں سوں
 دلاؤ و پان پٹیاں باندے سواں ہم عید و ہم نوروز
 فلک نو تھے سو آئے پیشکش اقبال ہو ردولت
 خوشی شادی سستی غم بھنجیاں ہم عید و ہم نوروز
 دمہ دمہ مشتری ہو زہرہ لیائے ہیں خبر نصرت
 جو نکلے داب سوں صاحب قراں ہم عید و ہم نوروز
 پریم موتی سمندر دل تھے ابلین فوق سوں بھر بھر
 تو آ یا سجدہ کرنے آستماں ہم عید و ہم نوروز

لہجیں شبِ انت آتش بازی تیرے نور او جالے تھے
 سے شنائے
 او سے تعریف کرنے کہاں کہاں ہم عید و ہم نوروز
 ہماری بزمِ عشرت تھے اکھائے ہیں خوشیاں شادیاں
 سکے نا کوئی کہنے او بیاں ہم عید و ہم نوروز
 تمن مجلسِ خوشیاں کے سم کروں کیوں عید کی خوشیاں
 تخت ہو کر رہے ہیں سب جہاں ہم عید و ہم نوروز
 خوشیاں عید اں برس کوں کرتے اپنی چوڑی کا پکڑا
 دسے منج نہت ہے سکھ پکڑا خوشیاں ہم عید و ہم نوروز
 نظر آئے مجھے ہمیشہ
 کیا کسوت زمیں نوروز پھولاں کوں پللیاں سیتی
 او کسوت طرچ دیکھ ہوتے لجاں ہم عید و ہم نوروز
 شرمندہ

حمل ہو علی کا ہے محمد قطب شاہ ^{اور} داسا ^{غلام}
 کریں سیوا اسے چو پھر پریاں ہم عید و ہم نوروز
 سٹیا ہے حسن تیرا طرح نوروزی کا عالم میں
 نزاکت تھے کٹکتیاں گوریاں ہم عید و ہم نوروز
 ہما کا چھاؤں نا آوے تمہاری جیغہ چھاواں سم
 سوچھاواں تل کھلیں مکھ چند نیاں ہم عید و ہم نوروز
 سہیلی حیت پیئے ہے سورج کی جوت کی چولی ^{پہنی}
 سہاتا ہے ہریا اس پر چھنیاں ہم عید و ہم نوروز
 کیا ہے حسن بھرہ بھر سے بن کے روکھاں کوں ^{درختوں}
 جھلاں کھاوین بہشتی بوستاں ہم عید و ہم نوروز

گندائے پھول ہاراں میں خطائی ہو راسلیمی
 پھولائے سب خطا کے ہیں نہاں ہم عید و ہم نوروز
 خطا و فتراو پر کھینچے الف لوچن کے کا جل تھے
 پری چین بائے حلقہ آپ کاں ہم عید و ہم نوروز
 نویلی دھن رنگیلی اب تہتیلی میں نگاراں کئی
 نگار اس کا نگار تان جاں ہم عید و ہم نوروز
 صفت اس قدر کروں یا اس جمال یا اس لٹکتی کا
 پڑول او قصہ سب جو قصہ خواں ہم عید و ہم نوروز
 جگت کے نین پائے نور تیرے حسن پانی تھے
 اوسے تھے کھیلے ہیں پوتلیاں ہم عید و ہم نوروز
 ہسی دج سے پتلیاں

یوں کا نتھے پگلتا ہے میٹھائی جیوں رتن کاں تھے
 جوانی کی کان سے سے
 میٹھائی مصر بصری مصریاں ہم عید و ہم نوروز
 نو نوروز نوساتی نوا عشرت نویلی سوں
 نوی خبراں سن آئے ہیں واں ہم عید و ہم نوروز
 اچھوار زانی تم تھے عید ہو راری مجلس آرائی
 سیند باؤ و دو تن کے کھنچناں ہم عید و ہم نوروز
 محمد کا غلامی منج خطاب سر بلندی ہے
 سورج کرنا سوں بانے سایہ باں ہم عید و ہم نوروز
 تہجد کی نمازاں میں کرو منج تیں دعا دم دم
 دعا دم کے اثر تھے ہوں رہاں ہم عید و ہم نوروز

ہوا ہے سب کشف تمنا کتاباں بوجتے تھے
 سبق لینیں کو آویں عالماں ہم عید و ہم نوروز
 خواتیاں آئے حمل ^{لینے} دور تھے منج گھر انداں سول
 یہوں کر شکر و ایم ہیں سکھاں ہم عید و ہم نوروز
 ازل کے دیس تھے آنند گھوڑے پر پڑاے منج
 خدایا اور زنگ ^{وہ} کھمیری راں ہم عید و ہم نوروز
 جشن نت جشن عید ہو ^{اور} جشن نوروز کا کاجے
 سو ہے ماہی مراتب پاتراں ہم عید و ہم نوروز
 جشن خاطر لگرا آئی ہیں زہرہ مشتری تالا
 بھر آویں نرم میں پیالے سکیاں ہم عید و ہم نوروز

اچھوں من دن مبارک عید ہو نوروز منج جھم جھم
 رہے اور
 بجاؤ گاؤں سب دن گاؤں ہم عید وہم نوروز
 گانا
 بہیلادوئیں گاؤں کہ غم کا سب اثر بھاگیں
 خبر لیا یا خوشیاں کا یوزماں ہم عید وہم نوروز
 خدا منج بخت دولت کا دیا ہے سب شہاں اوپر
 تجھے
 تو منج دربار پر گز جس گجاں ہم عید وہم نوروز
 باقی
 پیاتج مدح بولیا ہوں امید ہو آرزو سیتی
 اور سے
 دیو تشریف گنج لامکاں ہم عید وہم نوروز
 تیری
 ہمارے وصف کہنے تھے ہو منج شعر نورانی
 او شعراں کوں پڑیں سب شعراں ہم عید وہم نوروز
 ان

ہوا سر تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر
 رتن ہے شحر بوجھو جو ہریاں ہم عید وہم نوروز ^{پتلی}
 (غزل) کرے نوروز کسوت پر نیاں ہم عید وہم نوروز
 دکھت کسوت سہیلیاں وادیاں ہم عید وہم نوروز
 سنگاری یوں سکھی پیاری سکے تاؤن مت لکھنے
 سچی ہے چیز زچھل تاریاں ہم عید وہم نوروز
 پشانی چاند اوپر ٹیلا لگائی سورجوتی کا
 دیوے دل بار کے تیں بادلیاں ہم عید وہم نوروز
 چھبیلی سرو قد ناری کوں لاگے نار پھسل جوڑا
 سوزنگ دانے اوپر بھندھن لٹاں ہم عید وہم نوروز
 خوش رنگ

مسکتی ہنستی ہنسی سچلی ہنس کی چال چلتی او
 چمن بھل وارین اس پر مالیاں ہم عید و ہم نوروز
 ترے رنگ نور تھے گوہر کے رنگ میں جوت چڑیا ہے
 تمن و صہپ بن بھکے میں جو ہر اہم عید و ہم نوروز
 تمہاری ^{بھیکے} نثار فیض بخشش کا بہوت ہے عام و خاصاں پر
 ہمیں بخشو عشق کے لاریاں ہم عید و ہم نوروز
 ہماری کے برس کا دور کر ساقی پیالیاں سوں
 چڑوں کا تو مدن کی سیڑیاں ہم عید و ہم نوروز
 خدایا عید ہو نوروز شادی راکھ بہو برس ^{تیرے}
 اور
 کروں تا خدمت صاحبِ نماں ہم عید و ہم نوروز

قصیدہ ہو غزل لیا یا تمہارے پیشکش تائیں
 اور
 بھر و منج دور میاتے موتیاں ہم عید و ہم نوروز
 دھماکوں ختم کر رنگیں غزل قطب زماں اب توں
 کریں آمیں ملک ہو قدسیاں ہم عید و ہم نوروز
 اور

(ق)



۹

بعثتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبی پیغمبری حق تھے سو اس دن پائے ہیں

جبریل کھن تھے مصطفیٰ کن وحی لے کر آئے ہیں

سارے نبیاں پر سروری دیتا خدا حضرت کوں تو
آسمان سے کہ پاس

قدرت تھے پتھر ہوئے کر سر پر ابھالاں چھائے ہیں
بادل سے

(ج)

(صغوات غائب ہیں)

۱۰ بنت

بنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یا قوت رُمّانی
 کرو مل کر سہیلیاں سب بنت کے تائیں مہانی
 بنت کا رُت بُجھایا ہے برہاگ کو خنثیاں سیتی
 نویلیاں مل کر و مجلس نوپلا آج شامانی
 سکل جھاڑاں کوں لاگے ہیں جواہر کے من پھولاں
 سو پھولاں سوں کرے تل تل پیار کو ہر فشانہ
 بنت پھولاں کا شبنم ہے سو بھر ساقی صراحی میں
 جو اس مدھے مدن چڑ کر ہمن رنگ ہوئے نورانی
 جو گر جے مت ہو بادل صراحی نت کرے غلغل
 پیو پیو لالا او غلغل تا دسوں ہے میگہ نیسانی
 آواز کے ساتھ

پلا ساقی سرا سر مے کہ تا ہوئے کشف ہمناکوں
 کہ اس مے تھے ویسے منج کوں سدا سب از پنہانی
 غنبر، مور عود و مشک ^{اور} وز عفرال کا روت آیا ہے
 اُسی تھے باس انوکا جگ میں کرتا ہے گلستانی
 بچھل پھل کے عرق مینا نے کلاؤ تم کد م چھند سول
 ولے فت نہ عرق سب باس میں کرتا ہے سلطانی
 بندھاؤ حوض خانے چاند و سورج کے سہیلیاں ل
 بھراؤ نیرامرت کا کہ کھیلیں رنگ افشانی
 بنت پھل کا حامل بہن کر آئی انگن میں دھن
 سو پھل سنگار کے نقشاں منے حیران ہے مانی
 پھولوں کے میں

بندی چنری پرت نقتے کری اس پر نگٹ تارے
 فوجے قد پر سہاتا ہے پھولاں چولا عروسانی
 سوچ کر زانگی چرکیاں بات میں لے چھریک چیتوں
 ہیلیاں لپو اچھو منج کوں سداے کھیل ازانی
 نظر ہے مصطفیٰ ہو مرتضیٰ کا قطب شاہ اوپر
 کہ دشمن کی پیشانی پر لکھے حرفِ پشیمانی
 انوں کے دشمنوں اوپر ازل تھے لعن واجب ہے
 اگر ہوئے سمرقندی بخارائی و ملتانی
 نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں حج کوں
 معافی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

یا علیؑ

..... ^{بیتوں کا لڑاؤ}
 سب انبیاء پرور تمہیں ہے اولیاء رہتے ہیں
 حیدر تمہیں صفدر تمہیں امت کو اہدایا علیؑ
 دانش تمہیں تھے آبیہا جگ پنت تمارا دھایا
 بنیش تمہیں تھے پایا جگ میں سو پیدا یا علیؑ
 کرتے ہیں جیواں پیار تھے تم پر تھے رخصت
 زہرا سوں نس دن دار تے چند سور تریا یا علیؑ
 بند اتمارا تر کماں تچ داس ہے دونوں جہاں
 منگتا سدا امن و اماں تمنا تھے قطبا یا علیؑ

ایک قصیدہ منقبت کی تشبیب کے چند اشعار

نس کے سمند سیام میں سُننے کی زور قی ڈوبیا
 ڈوبنے میں ترے لگے بڑ بڑے کے لکھ ہزار
 غرب کے چہ میں پڑیا یوسف انبر کا سور
 جاگ سبھی سے یعقوب کے نین نمن اندکار
 آگ براہِ سیم کا بجک ہوا پھول بن
 زین سوتل آگ کا ہے دھنوں کا دھند کار
 چند ہو سکندر چلیا رین کے ظلمات میں
 شمع دیکھ مشعلاں روشن ہوئے اپار

چرخ کے خم خانے میں سو رہا ^{آفتاب} سب احباب تو مد
 مست ہو جا کر پڑیا غرب کے چشمے منجھار
 کھن کے لگن، شمع چاند آئے پتنگ کے من
 اڑتے ہیں اس اس پاس عشق تھے بے اختیار
 کھن کے سو حوض خانے میں رین بھرا نیر جوں
 چاند چھو یا رنمن تارے بُند ^{پانی کا طے} ال نیر سار
 کھن کے مدر سے کئے چاند مدر ^{فوارہ} س کئے
 بحث کرن تارے آئے طالب علموں کے سار

رَبِّ الْعَالَمِينَ

مردی جو پوچھے گا تو علیؑ تھے جا پوچھ
گر پیاسا محبت کا ہے توں قطبا

اسرار چھپے سینجلی تھے جا پوچھ
اوجھمہ کوں توں علیؑ ولی تھے جا پوچھ
اُس سے

۲

جنت و سقر قسم کر نہا علیؑ
کو لک کریں اے بھرٹ مننے پوری
کب تک یہ کی طرح
تقسیم کرنے والا

مشکل کے سو کاٹھاں کو کھولنا علیؑ
بھرٹاں کے سو بھرٹیاں کوں تو نہا علیؑ
توڑنیوالا

۳

میرے سو گنہ گانٹھ کھولنا علیؑ
ہر ٹھار مددگار ہوا اپنی پیار سیتے
جگہ اپنے سے

ہر مشکلاں میں ہر مرے آدھار علیؑ
دیتے ہیں منجے فتح کا تروار علیؑ
منجے

۴

اپنی پٹا ہے علیؑ بہت تھے لیا جام منجے
وہ جگ میں نہیں کام کسی بھیاں منج
حاصل ہوا
کے ہاتھ سے
انجے

متوال کہ اُس تھے رکھے جگ نام منجے
متوالا کہر اسی لئے
ہے دھیانوں حیدر کے سدا کام منجے

۵ اپنی سوس مل نیتہ کہ میں جام منگوں
 اپنے آرام دل آرام تھے ہے دل کوں سا
 اس یونٹ شکر ایسے تھے میں کام منگوں
 میں اپنے دل آرام تھے آرام منگوں

۶

کہنتی کہ تری ہوں گی فوار اندیشہ
 دل کوں کہاں ہو دل ہی کہاں صبر اوسے
 دل اپنا خوش کرو بسا را اندیشہ
 یک بند لہو ہو اس کوں ہزار اندیشہ
 اور

۷

نابات او محبوب سندر کا کہے جائے
 جے کوئی اچھے جیو کے منے دل کے بھتر
 ناراز اس دل کے بھتر کا کہے جائے
 اس سات بچن عشق اچھو کا کہے جائے

۸

کہیا تے لب کیا ہیں کہی آب حیات
 کہیا کہ بچن تیری کہی قطب کی بات
 کہیا کہ تیری لب کیا ہیں کہی آب حیات
 اس میٹھی لطافت پہ سدا ہے صلوات

۹

کہیا کہ مرا چارہ کریں اے در ساز
ہے تیج کوں انند ہوسد اے دراز
اور

اُس لٹ کوں لٹا پٹسوں پکڑ کیتا نیاز
منج کی کہ مر ہونٹ پکڑ لٹ کوں تو چھوڑ
زلف

۱۰

انصاف ہر اکس کا دیو نہار سوتوں
میں مہوں چھوٹ نہار چھوڑ نہار سوتوں
چھوٹنے والا چھوڑنے والا

خوبی و بدی سب کے بوجھ نہار سوتوں
منج گر چہ چھوٹا نہیں ہے گنہ تنہہ سبے

۱۱

کر فہم سیتی صرف شہادت پہ نظر
نہیں ہے اینو تینو منے چوتھے کا سچر
ان میں

احمد علی کے تے تھے تیج ہے جو خبر
اللہ محمد علیؐ برحق ہیں

۱۲

جہم تیرا سبق نعبد آیا
لولاک لما خلقت الافلاک آیا

تیرا شرف اور اک میں تیں ٹاک آیا
تیرا سونشان مصحف پاک آیا

۱۳

جینا توں دل و جو سوں ستر آن دیکھے
دیکھ حلقہ خاتم النبیین میں توں

اچھ کے سو حق پر توں احسان دیکھے
دل نین سوں تہا اضیع رحماں دیکھے
کیا اٹھ سے

۱۴

جس ٹھارے لعل پھرے دور پہ دور
جے کوئی جوستان ہیں مد پیالے کے

اُس ٹھارے میں کوں نبھاوے کچ اور
ہو ر طور میں آیا ہے دیکھت مد کا طور
اور

۱۵

ہر پھول کا ہنگام مد سوں باران حاضر
اس وقت پہ کیوں توبہ کیا جائے منجے

پھولاں کے منجے بارے میں یاران حاضر
توبہ شکنناں ہو رنگاراں حاضر
اور

۱۶

کہنے کی کٹ ہو جو اچھے گا گھر میں
گھر خلوت ہوا ہو نہیں کوئی گھر میں
اور

افسانہ کہن آؤں گی تب تیر میں
اوبات توں بہرے ہے یا ہے سر میں
وہ

۱۷

کب لگا چھ لب پیہ بد ہو دل میں جام
اس پاپوں بھریا سوز بد منج کا کام
مد کے مدے لیا وجوہ صفاتیں میں تمام
یک سختہ برابر نہیں ہے سو لک خام

۱۸

مستی کے ملک میں ہے جہان بانی منجے
خواباں کوں دیکھن میں ہے مسلمان منجے
خمار کا خمخانہ ہے ٹھکانوں مرا
ہر دم کا سو بند نگین سلیمان منجے

۱۹

منج یا کے کھ سارنیں آتا ہے پھول
کی کبرے کوں کارنگ دیکھاتا ہے پھول
جو لک اچھے مل کانیوں میں فائدہ کچے
دھن پگ تلیں آباستوں پاتا ہے پھول

۲۰

تج مکھ انکے عاقبت افسانہ رہیا
تج تنین انکے عقل سودیوانہ رہیا
تج فتنے تھے روزگار کُنج میں بیٹھا
ہو سورتے چھانو تھے تج خانہ رہیا

۲۱

اس غمزے بازی ہے سو شکر شکنی
اپنے خیال منے آتوں اگر ہے چو گنی
اپنے میں

جس یار میں ہے سب ہی منم ہو ر منی
ایسے کے خیالاں میں نہ پڑیا جاوے

۲۲

مانند سو اس کا نہ دیسے ساج کدھر
ہوں موتی پھیل دستا ہے پانی بھتر
نظر آئے

کھل جائے کچھ کانٹہ جو دھن سیتے اوپر
سینے میں تھے یو دستا ہے دل اس کا
سے

۲۳

محبوں سو محمد علی کے کش و پش
دشمن کو نہ کر رحم سبھی خوش کون بخش

اے بار خدا اپنے درویش کون بخش
دشمن کون توں توڑ دوستان کون نواز

۲۴

ہو رلام علی تھے لعل تنان ہوئے لال
حُب علی تھے مکھ محباں ہوئے لال
اور سے

عین علی تھے عقیق کلیاں ہوئے لال
دشمن علی کے کھر باجوں پید ہوئے
کا طرح سے

۲۵

اے باد مری بات اوسے چوری ہوں کہہ
پھل جائے نمن و و بات اُس ری ہوں کہہ

میری ہو گیت بات تو اُس چھوڑی ہوں کہہ
سمجھا کہ توں نکو سر زوری ہوں کہہ

۲۶

بابل کے سحر سِری نین بیناں میں
گوشت پا رہے جو کانا مٹے مٹنی ہے توں
کانوں میں بہتی

استاد اُن سحر کا تیج بیناں ہیں
قطبیا کی پچھل موتی رتن بیناں ہیں
تیری آنکھیں

۲۷

تیج روپ بنا میری نظر میں سونہ آئے
تیج دور میں نیند سب کوں خوش آئے ولے
تیرے پہرہ بغیر

تیج کو چے میں بن منج کوں گذ کرنے نہ بھائے
منج نین منے نیند سو یک پل نہ سٹائے
میری آنکھ میں

۲۸

جے کوئی جو عقل بات منے آتے ہیں
جتنا جو خلاف ہے اُن دونوں میں

ہو رہل کی بات میں جکوئی جاتے ہیں
دھندل کر جو دیکھوں تو سب تجی جاتے ہیں
اور

۲۹

پکڑے ہیں سورج کوں بچ ماہ دیکھو
 شہ ہات میں خنجر سودندے کاہ دیکھو

شہ ہات منے جام ہو حجبہاہ دیکھو
 میری اسد پنچے میں دیکھیں مست کے کوئی
 دیکھنا چاہے

۳۰

منج ہونٹ میں تجھ ہونٹ جو دھن گڑبڑ اچھو
 تجھ عشق ہو من میں جل سا ز میں اچھو
 میرے دل سکے

تجھ سار سو دھن دھن سو جیون بریں اچھو
 دھن دھن سوں جو میلے تو اندھوئے انت

۳۱

زر نمنے نہیں ہے اس جہاں میں خوشتر
 رحمت ہو خدا کی سو د زر کے اوپر

تجھ سات وصال منج سول دیا ہے زر
 زردور کرے ہجر ملاوے دلبر

۳۲

کد پھول اوپر کدھیں شکر پر ڈھلتی
 یک تل جو نہ دیکھیں تجھ جو بھر بھر ڈھلتی

تجھ زلف سدا لالہ کے اوپر ڈھلتی
 منج نین کی مچھلیا تیری کھل میں تریں

۳۳

تج ہونٹہ کرا ذوق مہیا پایا ہے
دل
تیری سو کمر میا نے ہے معنی یار یک

اور مزر کرا شوق پسیا پایا ہے
ہیں
جو جانتا ہے سواو جیسا پایا ہے
وہ زندگی

۳۴

اند منگے تو کہہیں توں جاناں کوں نچھوڑ
جب عیش توں کرنے منگے دھن سنگا

پینکن منگے تو زلف کے پینکاں کوں نچھوڑ
جیوتن میں اچھے لگوں توں مونٹاں کوں نچھوڑ

۳۵

تج زلف کا چپال کروں ساری ات
یو بیاں دیو کر کہہ کے یہے آس کرے ہے

نیناں کی بیوی لاکھ دیکھو باٹ کے دھاتا
لب پر دے حوالہ توں میں جانوں وونیا
اسکو

۳۶

اللہ کالے نانوں تو کیجیت سول اول
اس تھے سو محل علی کوں ایک جان

ظاہر ہوئے جس تھے ابد ہور ازل
اور
ان دو کوں نہیں ہے دو جہا میا نے بدل
میں

۳۷

تج تنج تھے تازہ ہے سداں و جمال
تج یاد کی مستی ہے عشق کوں حال
توں ایک ہے تجسا نہیں دوجا کہیں
کیوں پاوے جگت صفحے میں کوئی تیرا مثال

۳۸

پائے ہیں لطافت ترے مکھ تھے ارواح
جے تھے اہیں تج جیو جیون تھو اباح
سماست ہو کر قص کروں پیالے نمن
اپ لے تھے چکھ منج کوں جگ آنند کراح
اپنے سے

۳۹

لال ادھر لال لا آدھار کرو
ووادھر لا ادھر آدھار کرو
مکھ گلال..... ادھر لال کرو
ادھر ادھر ملا آہار کرو



۴۰

خدا یادے	مد و منج جہم	حچل سوں	ملا پنچ تن
مد و منج جہم	دے جیو کا سنخ	دو جگ میانے	کھلا گلشن
حچل سوں	دو جگ میانے	رتن تن پر	دلا ابرن
ملا پنچ تن	کھلا گلشن	دکھا ابرن	جسلا رتن

۴۱

نہیں کیں	تج ایسی	سہیلی	چھبیلی
تج ایسی	نہ اچھ سے	جگت میں	رنگیلی
سہیلی	جگت میں	نہ دیکھیا	گہیلی
چھبیلی	رنگیلی	گہیلی	نوبلی

فکر اصناف

مراتی

محرم جینے میں آیا اماں کا سو غم پھر کر

زیں ہو ر آ سماں میا نے بھریا سر تھے ام پھر کر

اور میں پھر ہے زیں پر کیا بلا کیا شور کیا غوغا ہوا پیدا

یتا کج دل میں دکھ دایتا نہ نکلے غم تھے دم پھر کر

اماں تیں سو ج جہل ہوا ہے آگ کا شعلہ

جلایا ہے آپس کوں کوئلے نمنے منم پھر کر

مسلماناں ندیاں سارے بھراؤ اپنے نہجوں تھے

کہ آیا ہے اماں کا بلا سر تھے ستم پھر کر

محرم کا نہ لیو وناؤں کد تم اے مسلماناں

قیامت ہو قیامت کا اچا یا ہے علم پھر کر

نہ تھا دکھ درد حوران کوں کد میں جنت میں کیتل

حسیناں کے دکھوں تام کپڑے ہی ختم پھر کر

(ناقص آخر)

مشریب

(ناتقص الاول)

لہو روتیں ہیں بی بی فاطمہ اپنے حسیناں میں

اوپھولا لی کارنگ سا تو گلن اپراں چھایا ہے
اوپر

اماں پر ہوا سو دکھ نکو پوچھو مسلماناں

ہر یک ایمام پر یک دکھ بہت گھاتاں بسایا ہے
امام

ظلم کیا ہوا ہے آہ دنیا میں اون پر
ان

یتا ظلم و بلا سب فاطمہ خاطر ملایا ہے
اتنا

اگاراہ ہینے کے مننے محرم کیوں نہیں ہے توں
مانند

بسبھی ہینے میں خوشیاں کرتے توں اب دکھ بٹایا ہے

کیا ہے میہانی یوں اماں کا محرم توں

جنگل میں کر بلا کے سب بلا یاں کو بلا یا ہے

مسلمان کون نہیں ہے اس برابر کوئی بلا جگ میں

کہ آنجھواں کے لہو ستیں پیالے بھر پلایا ہے

اماماں تھے منگے قولاں سو شامی شومی کافر

ہوئے بے قول تو اُن میں خدا دوزخ بنایا،
کے لئے

کئے ہیں مومناں کسو جت سن کے زہر تھے ہر یا

سو اس کے چھاؤں تھے آسمان اپنا رنگ بھرایا

خدا یا قطب شہ کو بخش توں حرمت اماماں کی

کہ اُن کی مدح کا حلقہ مرے کن میں سُہایا ہے
کان

مدد کرنے ملک آئے قبولے میں امام اُن کو

کہ جید رہا تھے جبار دندیاں سرگرایا ہے
دشمن

سورج جلتا ہے سارے ماتمیاں کے آہ تھے بدن
جدہر

چندا اس شرم تھے گل کر سواپنا سر نوا یا ہے

عمر عثمان تھے دیں میں ہوا ہے سب خلل پیدا

جتنی باتاں تھے مذہب میں بڑا حیلہ اٹھایا ہے

یزید و سب یزیدیاں مرگ بن ہوشیار نہ ہو سکیں

دنیا کے مال تھے اُن کا سو مکھ کہہ یہی پھرایا ہے

یزیدیاں کا سو وقت آیا کر و لغت یزید اوپر

سور کے گوہ میں داڑی موچھیاں سبز ہیں ڈبایا ہے
زین

یزیدیاں کا سو قصہ ظلم کا کوئی ناسکے کہنے

کہ جانن پن تھے شیطان ان کے تعلیم پایا ہے

یزید و شمر کے کا ماں نہ کر سچے کوئی شیطان بھی

ہزاراں لعن ہے اس پر جن ایسا پوت جایا ہے

مثنوی

(ناقص الاول)

یتیم آہ ہو درو اتے ہے ہو کچا جلتا
اور اور

اوی تھے دو جہاں تیر نیل کا کسوت پنا ہے

اماں بارہ کوں آ کر ظلم سوئے دکھ دئے کافر

اسی تھے فاطمہ کا مکھ ہو سیتیں دھلایا ہے
سے

یتیم آہ پیا سے واہ پیا سے کروں مل کر

اسی دکھ درد تھے انجھو گلا اُن کا سُکایا ہے
سے آنسو

اے جیونا جانتوں دیوے ننن اس دکھ تھے جلتا کر

پریاں حوراں اپس انکھیاں تھے ہوا انجھو چوایا ہے
پنکایا

اماں کا قصہ کہنے نہیں ہے حبیب کوں طاقت

شہیداں کے غماں تھے درو بادل جگ پیچھایا ہے

خدا یاد ادا لے ہو ردا لے اس ظالماں کن تھے
اور

کہ جد نہیں سوتیاں پر جفا ہو رظلم دھایا ہے

اگر دعوے دھریں ایمان کے تم سب مسلمان

روؤ دم دم کہ دوزخ آگ تھے تمنا کو چھڑایا ہے

اماماں کی دعا تھے قطب شہ کو دے شفا یارب

شہیداں دوستی تھے سب شہاں میاں لے مرایا ہے

مرثیہ

آؤ مل کر ماتیاں سب اس غماں تھے ٹھو رو دیں

وا اماں یا اماں یاد کر کر دل کھویں !

آہ ہمارے درد تھے دریا کول سب جوش آؤ تا

ماتیاں کے ٹھو بنداں تھے آگ سب نہج جاؤ تا
بلند سے

سب دکھاں کوں انت ہے اس دکھ کے تائیں انت نہیں

فاطمہ کے پوت بن اس جگ منیں نیں نور کیں

فاطمہ دکھ تھے عرش کرسی تھے غم انجھوٹے
میں کہیں

ساتوں اسداں ہور زیں میں آگ کی بھڑکی اٹھے

مصطفیٰ کے باغ کے پھولاں کوں بن پانی سکائے
نکھائے

مصطفیٰ ہور مرتضیٰ ہور فاطمہ کا دل دکھائے
اور اور

نیل کپڑے پینیں ہیں پیغمبراں اس غم ستیں

دشمنی پکڑے یزیداں مال و ہور خاتم ستیں
اور ہے

جیوں نبیاں میں مصطفیٰ ہیں تیموں اماں میں حسین

کفر کے تیں بھان کر اسلام کیتے ہیں حسین
جس طرح

دوستاں رو رو لہو غم تھے امیر ہے ہم امیر

باپ نیں ماں نیں حسین ہے کر بلا بن میں اسیر

اپنے پوتاں کوں کہے پند بند پیو تم چپ رہو

میرے بعد از پیاس میں میرے لوگاں کوں کہو

ظلم بے حد کہتے بابا ظالماں کن دادیو

تم غضب کا تیغ سب یزیدیاں کے سر پر دیو دیو

دین دنیا کے شاہ رکھ قطب زماں کو اپنی پناہ

تہیں بخشا و خدا کن لطف سول میرے گناہ
کے پاس سے

مرثیہ

دو جگہ اماں دکھ تھے سب جو کرتے زاری وادائے
کے سے دل کے سے

تنہا کی لکڑیاں جا لکڑ کرتے ہیں غمخواری وادائے
کے رویں جلا

ساتو لگن آٹھو جنت ساتو دریا ساتو دھرت
آسمان آٹھوں

ایکس تھے ایک آپس میں اپنے کھرتے کاری وادائے
ایک سے

کالا کیا کسوت مکا دیکھو اماں دوک تھے
مکہ (خانہ کعبہ) دکھ

ظلمات بنی کالا ہوا اس دکھ تھے بھاری وادائے
بھی

لوچ ہو رقلم کرسی عرش قدسیاں ملک غلامان
اور

بجلیاں بدل اڑاوتے ہیں ات ساری وادائے
چلاتے ہیں بادل

اسمان چھج جبالا ہوا سوچا گن والا ہوا

چند رسو جل کالا ہوا ہے دکھ اپاری وادائے

چمجا جل گیا

پنکھی سٹے ہیں سب پر اس رور و بھر اے سدر
پرند گرا دیئے ^{سمند}

چھوٹے ہیں سب اپنے گھراں دیکھو تو زاری اے وا

کالے ہوئے دکھ تھے منگل سر سٹیں مانی سگل
سے ^{میں سب}

تو کپڑے اس دکھ تھے جنگل ہے بے قراری اے وا

پھولوں کے سب دکھ سستی مکھ موند بدل چکھتی
سوکھے سے ^{خاموش ہو گئے}

کوئل حینا دکھ سستی بن بن پکاری وائے وا

دیکھو تمیں اے مانساں دالے چرین ناپنکیاں
لوگوں ^{تم}

دھرتی ہے ماتم کی دکھاں دھرتی بچاری وائے وا
دوکاں

دو جگ خراباں ہو رہے حیواں کباباں ہو رہے

سُہر سرباں ہو رہے ناہوے جاری وائے وا

دُکھ آگ سوں جگ بن جلے آکاس تا دھرتی ہلے

کھن پر فرشتے کھیلے سٹ اختیار وائے وا

حضرت نبیؐ کے گیسواں وونو اماں کے پگاں

جبریل جھلاوے اپ ہتاں آرات ساری اے وا
اپنے ہاتھ سے

حضرت علیؑ کے دوپٹاں کا ندھے نبیؐ کراٹتیاں
اوت (مونٹ) پوت

تس پر چڑھے ووشہ جواں من دھات ساری اے وا

شہزادے کئے سب کے اوٹاں مننے پکارے اس زما
مانند کہے

عفف نبیؐ تنکوں سناں کے دوی یاری اے وا

جبرئیلؑ آکر کہے تسری براں جو عف کئے
تیری بار

اس عفو تھے جگ پائے گاسب رستگاری اے وا

دونور دیدے بی بی کے آخر دیکھو کیوں دکھ دے

لہو میں لڑے پیاسے بھکے دیکھو یہ خواری اے وا
بھوکے

یک پوت کو دیتے زہر یک پوت پر کھینچے خنجر

کافر کئے کیسے قہر یوزخم کاری اے وا

دکو بات کو تو جیب جے لکھنے قلم بی نا چلے
کی کہوں

دل جیوں شمعے جل تملے سُد کی ہماری اے وا
شیع

قطبا کہے دل کے پچن ہر دم مد و منج پنج تن

راکھے خدا منج کو جن دشمن کو خواری اے وا

قطبا کو ہے اللہ مد و بتا ہے اس دل میں احد

تو منج مد و حیدر ولد بیریاں کو زاری اے وا
مجھے

بختی

(❖)

سہیلیاں چتر تیں ہوں بندی ہماری

سنو ایک دو بات صاحب ہماری

کہ چو تاپے تم نین تھے رنگ خماری
پکتا ہے

کہورات کن سات کیتے من میں با تانا
کس کے

نہیں چیت سوں دیکھی ہوں میں منیچہ متارا
تمن بن منیچے کیوں گے رات ساری
کہو صاحبِ پانوں ہے کس کی نشانی
کھنے کھن تمن پر تھے جاؤں گی واری
ان رات تل تل کے منیچ کوں بیارے
تمن قول بیسے کئے تھی میں پیاری
تمیں صاحب ہیں کس منسا و بھداؤ
مواندازہ کیا تم کہوں میں بچاری

نہی صدقے بیچاری کوں یوں مارو

اللہ کی نظر تھے قطب کی سنواری
(ق)

(۲)

پیس میں ہوں سیوے کی بند تیری
رکھو دشت منیچ پر کہ میں تم پہ واری
کہ میں ہوں بنی بالی تیری پرت کی
اُسی تھے لگی ہے مت ساری خمراری
میں بلجی ہوں تج نہیہ کے بن میانے
اُسی تھے دو تن تم لگاتی ہے چاڑی
عشق بھاگ کھیلتی ہیلیاں سیتیں میں
منگ رنگ کھیلاں سوں میں کوں سنواری

سہیلیاں میں شرمٹاؤں اگر کھڑی ہو
منجے دیکھ کر بہوں میں ناکا تھ باری
مرے ناز میں مہندی ہر ت میں نگارے
سہیلیاں منے میں ہوں پیو کی پیاری
نئی صدقے قطبا کے ڈاواں کھلی ہوں

تمن بونہ کیا ہے میں شہ پہ واری
(ق)

(۳)

پیراے نکر کھیچ ہوں تو پہ واری
تو آسمان ستیں خچوں میں نچھٹھاری
تمہ پریم کی سیج کمک بھور آئی
موتم یاد کی لاگی نیستاں خمار
سو ڈھل پاک کھنچتاں اوچتی
اے چھند بند دیکھ تو پہ واری ہزاری
چوڑی چین اب ہوئی ہیں تو تھے گرٹ
تمن کوں کوں روک راکھی کنواری

نئی صدقے قطبا کی پیاری ہے توں

نکو جی کی چین چھند بندوں سنواری
(ق)

(۴)

ہوں تل تل تن پر تھے واری پیاری
 کہ تن من جو بن آپ ہوں تو پہ واری

عشق بول اپ چھاتی میا نے لکھائی
 کہ نکھ چین چین باندھی ہے ساری

پر م پیاروں آئی ہوں تو کے در پر
 کہو صاحب اکن ملے تم سوں ناری

موسر بھرنہ رکھ سار دوتی کا ہت
 کہ چوری چوری تم سوں لولی ہے چاری

پینے بوج سوں قطب کوں پیاری میلی
 (نبی؟)

کہ تم ہم کوں کیا بوجھتی او گناری
 (ق)

مثنوی

(تاکمل)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 کیلی ہے سب کچ کا جو کتا حکیم
 حمد نجات ہے کرو اس پر تمام
 نامِ خدا لے کر خستم کلام
 کیلی ہے اللہ کُلف کھل کتیں
 نامِ خدا فرح ہے دل مٹل کتیں
 حکم اُسی کا ہے سبھی حکم پر
 ہے الف اللہ نہ زیرِ زیر
 نور خدا کا ہے جہاں نور ہی
 ایک اپے سب منیں بھر نور ہی

اونچا نیچا جب نہ تھا تباہ تھا

ہے سونہ اچھے و اچھے کا سا

رہے وہ رہا

